

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ
بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ

الروحاني

العلماء والعرفاء في نبوت سيد الانبياء في عالم الارواح
والاشباح عليه التحية والثناء الى يوم البعث والجزاء

بجواب تحقيقات

تصنيف

فخر ملت اسلاميه

دائرة فقه

نميشدي

مجددي

قاضي محمد عظيم

استاذ العلماء
حضرت
علامه

جواب تحقیقات

حضرت علامہ
شیخ الحدیث و التفسیر علامہ محمد شفیع خاں صاحب
فرمانت اسلام
آتش بھری
چوڑی

حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام.....توضیحات بجواب تحقیقات

مصنف.....فخر ملت اسلامیہ استاذ العلماء قاضی محمد عظیم نقشبندی مدظلہ العالی

کمپوزر.....صغیر احمد قادری اینڈ عدیل احمد

طباعت.....شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ بمطابق، جولائی ۲۰۱۲ء

ناشر.....قادری کمپوزنگ اینڈ پرنٹنگ سنٹر کھوئیہ آزاد کشمیر

بتعاون.....خطیب اہلسنت حضرت مولانا علامہ محمد رمضان فیضی مدظلہ العالی (یو۔ کے)

ملنے کے پتے

M. RAMZAN FAZIE

27 GATIS STREET WOLVERHAMPTON

WV6 OES U K

00447867790821

صغیر احمد قادری کمپوزنگ اینڈ پرنٹنگ سنٹر کھوئیہ رٹہ آزاد کشمیر

☆☆☆☆☆☆

علمائے کرام اپنے قلمی مسودہ کو کتابی شکل میں لانے کیلئے ہم سے رابطہ کریں:

03445751600-03009536420

☆☆☆☆☆☆

”اعتراف“

کتاب میں مکررات ہیں، تقاضائے مقام اور حیز جواب میں ایسا کرنا، ناگزیر تھا
 بایں ہمہ تفسیری اختلاف، لفظی اور معنوی حسن کے باعث بحمد اللہ قاری کے قلب
 و ذہن کیلئے موجب ثقل نہیں“

بندۂ ناچیز

قاضی محمد عظیم نقشبندی

فہرست

عنوانات

نمبر

صفحہ

12	وجہ تصنیف	1
14	نبوت بالقوہ اور نبوت بالفعل کا نظریہ غلط ہے	2
34	دونبوتیں اور دور رسالتیں؟ کیوں؟	3
84	انبیاء کرام وحی سے قبل بھی نبی ہوتے ہیں	4
88	نبوت کا آغاز، اور قانون خداوندی	5
90	محدثین کا مذہب دربارہ نبوت	6
92	نبوت اور رسالت میں فرق	7
92	چالیس سال کی عمر مکمل ہونے پر آپ رسول بنے، مفسرین کے اقوال	8
93	متکلمین کے نزدیک نبوت اور رسالت	9
96	متکلمین کے نزدیک آپ ﷺ پیدائشی نبی ہیں	10
101	ادعائے نبوت سے قبل معجزات کے ظہور میں اہل سنت و جماعت اور معتزلہ وغیرہ کا اختلاف ہے	11
124	رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے انوار ہر دور میں موجود اور درخشاں رہے	12
126	آپ ﷺ مخلوق خاص ہیں	13
129	تمام انبیاء آپ کی شریعت کے مبلغ تھے	14
130	آپ کی نبوت دائمہ اور مستمرہ ہے	15
137	نبی اور رسول کی تعریف اور آپ کا پیدائشی نبی ہونا	16
140	شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک نبوت اور رسالت	17
141	نبی کیلئے دعوت و ارشاد اور تبلیغ شرط نہیں	18
142	نزول وحی سے قبل آپ کی نبوت خارج میں موجود تھی	19
144	غلام محمد بندیا لوی شریقوری کی منطق کہ آپ بالقوہ نبی تھے کا تحقیقات سے ایک اور جواب	20
145	ہرشی سے پہلے آپ کا جو ہر نوری تخلیق ہوا	21
146	پیدائشی نبی ہونے کا اعتراف پھر انکار کیوں؟	22

149	آپ ﷺ نزول وحی سے پہلے بالقوہ نبی نہیں تھے	23
152	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام معجزہ ہے	24
153	سید سند شریف جر جانی اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی	25
153	اخبار بالغیب معجزہ ہے	26
155	وحی سے قبل نبی واجب العصمتہ ہوتا ہے	27
156	غلام محمد بندیا لوی کے نزدیک نزول وحی سے قبل آپ ﷺ لوی ہیں	28
159	نزول وحی سے قبل نبی ہونے کے دلائل	29
160	اس پر عرفائے امت کے اقوال اور دلائل	30
168	غلام محمد بندیا لوی شریقی کی تضاد بیانی	31
170	عالم ارواح والی نبوت غیر موثر ہے؟	32
171	نبی کا قوم میں موجود ہونا ضروری ہے؟	33
173	آپ ﷺ کا جو ہر نوری اور حقیقت احمدیہ	34
181	عالم ارواح میں پیدا ہوتے ہی نبی نہیں تھے؟	35
186	علامہ بیضاوی اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے فرائین	36
187	تخلیق آدم فیضان خداوندی ہے	37
187	آپ ﷺ ہر جہت کاملہ اور سلطان اعظم ہیں	38
189	عالم ارواح سے لے کر دار آخرت تک آپ نبی اور رسول ہیں	39
192	کیا نبوت کا اظہار ضروری ہے؟	40
194	نبی اور رسول باہم مغائر ہیں	41
198	متی وجبت لك النبوة کا مفہوم	42
200	امام رازی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ پیدائشی نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں	43
202	نبوت کیلئے اظہار اور معجزہ ضروری ہے؟	44
204	نزول وحی کی قید سے نبوت تینتالیس سال سے شروع ہوتی ہے	45
206	چالیس سال کی عمر میں نبوت مبعوثہ اور رسالت دی گئی	46
210	آپ کسی نبی کی شریعت کے پیروکار نہ تھے	47

211	48	نزول وحی سے قبل آپ نبی تھے
212	49	نبوت مبعوثہ اور رسالت کا آغاز رؤیا صالحہ (وحی منامی) سے ہوا
214	50	نزول وحی اگر دلیل نبوت ہے تو رسالت کب ملی؟
217	51	چالیس سال کی تکمیل پر آپ کی بعثت ہے، نبوت نہیں ملی
218	52	بعثت کا معنی اور مفہوم
219	53	آپ (ﷺ) پر بچپن سے ہی الہامات ہونے لگے تھے
220	54	آپ ﷺ پر صغریٰ میں وحی آتی تھی
223	55	تحقیقات نے اس کی تردید کر دی
225	56	تحقیقات اور تقاریظ میں تضاد بیانی
226	57	آپ ﷺ کی روح اقدس بدن اطہر میں حلول و سریان سے متاثر نہیں ہوئی
228	58	انبیاء کرام کے اجساد مبارکہ کثافت اور کدورت سے پاک ہوتے ہیں
231	59	روز اول سے آپ کو مشاہدہ حق حاصل تھا
238	60	آپ ﷺ کا وجود حقیقی نوری حضرت آدم اور دیگر انبیاء کے اجساد اور مواد سے پہلے موجود اور متحقق تھا
240	61	عالم ارواح میں آپ ﷺ نبی بالفعل تھے
240	62	ولادت کا زمانہ نبوت اور خوارق عادت کا زمانہ ہے
242	63	آپ کو دوبارہ بالفعل نبی بنایا گیا (ﷺ)
249	64	ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال تک عمر شریف کو نبوت سے معزول قرار دینا اور نبوت بالقوہ کا قول کرنا خلاف اصول ہے۔
254	65	نزول وحی سے قبل نبی ماننا حماقت ہے نہ جہالت نہ ماننا جہالت اور حماقت ہے
258	66	تحقیقات کی بوکھلاہٹ
258	67	نبی پر تبلیغ واجب نہیں رسول پر واجب ہے
260	68	تحقیقات نے رسول کی تعریف نبی کی تعریف لکھ کر دھوکہ کھایا اور دھوکہ دیا ہے
262	69	نبوت کے لئے اظہار اور دعوت شرط نہیں
264	70	بالفعل موجود ہونا اور تبلیغ کرنا شرط نبوت نہیں
269	71	نزول وحی پر آپ کو رسالت ملی

271	تحقیقات کے نزدیک نبوت کا دوام بقاء اور استمرار مسلمہ ہے	72
274	بالقوہ اور روحانی نبوت کیلئے الہام اور وحی ضروری ہے؟	73
276	علامہ آلوسی اور صاحب کشاف کے نزدیک نبوت پیدائشی ہے	74
277	نبوت و رسالت کیلئے چالیس سال عمر کا ہونا شرط نہیں	75
278	بعثت کیلئے چالیس سال عمر کا ہونا ضروری ہے	76
278	نبی نزول وحی اور اظہار نبوت سے قبل بھی نبی ہے	77
282	سفر شام آپ نے بحیثیت نبی فرمایا ہے (ﷺ)	78
292	کرامات، معجزات، ارہاس کا لغوی، معنوی تفاوت	79
294	چالیس سال سے قبل نبوت کا انکار، ارہاس کا انکار ہے	80
297	اعلان نبوت سے قبل تمام خوارق عادات معجزات تھے (ﷺ)	81
300	حلیہ سفیدیہ کے ہاں علامات نبوت کا ظہور	82
304	حدیث وزن آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے	83
306	شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک نبوت زائل ہوئی نہ سلب	84
308	روحانی نبوت کے ساتھ جسمانی نبوت کا قول غلط ہے	85
310	تقصیہ مطلقہ عامہ کی بنیاد پر نبوت کا انکار بے بنیاد اور بھونڈا استدلال ہے	86
313	رسول اللہ ﷺ کی دائمی استمراری نبوت مطلقہ عامہ کے تحت ہے؟	87
322	رسول اللہ ﷺ کی بشریت کثیف ہے نہ مانع نبوت؟	88
326	شق صدر ازالہ کثافت کیلئے نہیں	89
328	غار حراء کی چلہ کشی ازالہ کثافت کیلئے نہ تھی	90
330	چالیس سال کے بعد آپ نبی نہیں بنائے گئے بلکہ مبعوث فرمائے گئے ہیں	91
333	آپ ﷺ بالقوہ نبی نہیں تھے آپ کی نبوت متحقق فی الخارج تھی اگرچہ بالفعل نہ تھی	92
339	بالقوہ اور بالفعل کا قول انکار نبوت کو مستلزم ہے محالات شرعیہ کا موجب ہے	93
346	رسول اللہ ﷺ کے معجزات	94
350	بالقوہ اور بالفعل کی تقسیم غلط ہے	95
352	کلام شیخ رحمہ اللہ تحقیقات کے موقف کا رد ہے	96

353	97	کلام شیخ رحمہ اللہ کی روشنی میں مطلقہ عامہ کا قول باطل ہے
358	98	چالیس سال سے قبل آپ کا نبی ہونا
361	99	برشیء بن تخیق اور وجود سے آپ کی نبوت مقدم ہے
362	100	صغریٰ میں آپ پر وحی ہوتی تھی
366	101	چالیس سال سے قبل نبی ہونے پر ایک اور دلیل
367	102	آپ کا جسم اطہر عالم علوی سے تھا اس وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا
371	103	تحقیقات کا موازنہ غلط ہے
374	104	نبوت روح کا خاصہ ہے آپ کی روح اوّل المخلوقات ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)
375	105	نبوت روح کیلئے خاصہ ہے روح جہاں ہوگی نبوت وہیں ثابت اور متحقق ہوگی
381	106	امام بوصیری رحمہ اللہ کا عقیدہ آپ کی نبوت کے دائمی اور مستمرہ ہونے کا ہے
384	107	تحقیقات کا مغالطہ اور اس کا جواب
388	108	بوقت ولادت نور نبوت کا ظہور پذیر ہونا
391	109	روح مجرد اور روح متعلق بالبدن کا چکر غلط اور کم فہمی پر مبنی ہے
393	110	آپ کی بعثت عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں کیلئے ہے
395	111	ورقہ بن نوفل کا ایمان لانا
398	112	بحیرار اہب کے ایمان لانے کی وجوہات
400	113	آپ کی تخلیق نور الہی سے ہوئی ہے
403	114	شق صدر ہوا اور چار بار ہونے کی حکمت
406	115	ظہور قدسی سے قبل آپ کے اسم باطن کا زمانہ ہے
408	116	تحقیقات کے قلم نے آوارگی کی انتہا کر دی
415	117	تحقیقات کا مبلغ علم
418	118	تحقیقات کا عقیدہ کیا ہے؟
420	119	تحقیقات کا ایک اور ایمان سوز عندیہ
421	120	عالم الغیب میں نبوت کیلئے وجود عنصری شرط نہیں بلکہ حقیقت محمدیہ اور روح کا ہونا ضروری ہے
422	121	ایک سوال اور اس کا جواب

422	122	عالم غیب اور چالیس سال سے قبل نبوت کا انکار محال شرعی ہے
425	123	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متی وجہت لک النبوة میں نبوت کا کل زمانہ پوچھا ہے
428	124	تحقیقات کا ملا علی قاری رحمہ اللہ کا موق رد کرنا اور اس کا جواب
429	125	آئیے دیکھیں پیدائشی نبوت کا عقیدہ کب سے چلا آ رہا ہے؟
430	126	تحقیقات کی ایک اور علمی لغزش
436	127	شق صدر کا ہونا، بادلوں کا سایہ کرنا کرامت نہیں معجزات ہیں
437	128	توجہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے
440	129	امام سالمی رحمہ اللہ کے کلام کی حقیقت
443	130	اول در خلق اور آخر در بعثت پر نفیس علمی بحث
445	131	ایک سوال اور اس کا جواب
445	132	کیا مہر نبوت آپ کے پیدائشی نبی ہونے کی دلیل نہیں؟
447	133	بحیرار اہب نے بارہ سال کی عمر میں مہر نبوت دیکھی
450	134	عصمت نبوت کو لازم ہے عصمت ہے تو نبوت بھی ہے عصمت کو نبوت لازم نہیں
454	135	تحقیقات کے نزدیک آپ کی تین نبوتیں ہیں تضاد بیانی کی انتہاء
457	136	رسول اللہ ﷺ پھر بچپن میں ہی الہامات ہوتے تھے
460	137	تحقیقات نے چالیس سال سے قبل آپ کی نبوت تسلیم کی ہے
465	138	قرآن میں خطاب کے طریقے
466	139	علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے نزدیک چالیس سال سے قبل نبوت ہے اور چالیس سال کے بعد بعثت ہے
470	140	سید محمود آلوسی کے نزدیک نفس نبوت کیلئے چالیس سال کی قید نہیں بلکہ بعثت کیسے ہے
473	141	حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطين مفید ظن نہیں مفید قطعیت ہے
483	142	اظہار نبوت میں چالیس سال کا وقفہ کیوں ہے؟
487	143	بعثت کیا ہے؟ نبوت کے معنی میں ہے؟



نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجاہد ملت خطیب اہل سنت مولانا محمد رمضان فیضی زید مجددہ
 دربار رسالت مآب ﷺ سے شرف غلامی کی سوغات اور اجابت کی خیرات پانے والے مولانا محمد
 رمضان فیضی کا تعلق آزاد کشمیر ضلع کوٹلی سے ہے موصوف نے ایک عرصہ تک میرپور میں تالاب
 والی مسجد کے جامع اور مقبول ترین خطیب کی حیثیت سے مسلکی پرچار فرمایا ہے، قدرت کی
 چاہت اور منظوری سے برطانیہ چلے گئے جہاں کافی سالوں سے سحر آفرین خطابت سے مسلح ہو کر
 تہذیب فرنگ کے خلاف برسر پیکار ہیں، اعتقاد و مسلک کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور ابھرنے
 والی ہر تحریک کے سامنے سینہ سپر ہونا ان کا امتیازی نشان ہے مسلک کا احیاء اور عقیدے کا افشاء
 ان کی زندگی کا نصب العین ہے علماء سے محبت ان کے عالم ہونے کی دلیل ہے آزاد کشمیر اور
 برطانیہ میں ان کی تبلیغی خدمات کا سلسلہ دراز اور دیر پا ہے اللہ شرف قبولیت عطا فرمائے، میرپور
 جامعہ عثمانیہ میں تدریسی دورانیہ سے ہی مولانا کے ساتھ برادرانہ تعلقات چلے آ رہے تھے، زمانے
 کی گردش، حالات کا تغیر و تبدل اثر انداز نہ ہو سکا، دوری اور غیوبت کی دبیز تہہ میں محبت اور
 چاہت کی چنگاری سلگتی رہی، چند ماہ قبل اپنے والد مرحوم کے عرس کے انعقاد کے سلسلہ میں
 مراجعت فرمائے وطن ہوئے تو عمدۃ التحقیق در افضلیت ابو بکر صدیق کی تصنیف پر حوصلہ افزائی
 کیلئے شرف زیارت بخشا، جن الفاظ اور جس پیرائے میں دلجوئی فرمائی اور عزت افزائی کی وہ انہی
 کو زیبا اور ان ہی کا حصہ ہے اس کے عوض ہمارے پاس دعائے جزاء اور دعائے خیر کے علاوہ کچھ
 نہیں، دوران ملاقات آئندہ کا پروگرام پوچھا تو بندہ ناچیز نے ”تحقیقات مولفہ اشرف سیالوی“ کا
 جواب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا مولانا نے بدوں تامل حاضرین محفل کے سامنے اعلان فرمایا اگر

جواب لکھا گیا، مسودہ تیار ہوا تو اس کی طباعت وغیرہ کے تمام واجبات وہ ادا کریں گے، حسب وعدہ مولانا زید مجدہ نے کتاب موسوم، بہ توضیحات بجواب تحقیقات کے جملہ اخراجات ادا فرما کر رسول اللہ ﷺ کا سچا اور پختہ غلام ہونے کا شرف حاصل کیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دائمی، استمراری نبوت ”توضیحات“ کا موضوع ہے اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور محبوب کے صدقے مولانا زید مجدہ کی مالی اور بندہ نا چیز کی قلمی کاوش کو شرف اجابت عطا فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے، آمین

بندہ نا چیز

قاضی محمد عظیم نقشبندی کھوئی رٹ آزاد کشمیر

وجہء تصنیف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد!

آج پوری دنیا میں اسلام اور مسلمان انتہائی کٹھن دور سے گزر رہے ہیں مادی اور اعتقادی جنگوں کا سامنا ہے، یہود، ہنود اور نصاریٰ کا متفقہ ایجنڈا اور متحدہ ارادہ ہے کہ اسلامی بستیوں اور ایمانی مراکز کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ کفر کی اتحادی قوت کے دست و دہن خون اسلام سے رنگین ہیں اور اسلام دشمنی نے اسلامی بستیوں کو بارود کا ڈھیر بنا دیا ہے۔

مسلمانوں کی ارادت اور عقیدت گاہوں پر موت اور آگ برسا کر ملت اسلامیہ کی حمیت اور غیرت کا جنازہ نکال دیا گیا ہے۔ وہ ارض مقدس جو صدیوں سے انوار توحید اور تجلیات ایمان و قرآن کا گہوارہ چلی آرہی تھی آج وہاں تثلیث و یہود کی کدورت اور آلودگی ہے۔ عظمت اسلام اور ناموس رسول کو تہہ خفت میں لانے کے لئے شدت پسندی کے عنوان میں فرزندندان توحید کو یہودی اور نصرانی بموں اور توپوں کی خوراک بنایا گیا ہے۔ اغیار کی چابکدستیوں نے ارض مقدس کے چپے چپے کو اپنے قبضے میں لے کر زیرنگوں کر لیا ہے۔

ملکی سلامتی پر خطرات کے بادل جمع ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں وحدت ملی اور فکری یک جہتی تقاضائے وقت ہے اجتہادی بنیادوں پر تعبیری اور تفسیری اختلاف گو کہ پہلے سے موجود چلا آ رہا ہے مگر اس اختلاف کو تجدید فکر اور تحقیق بلغ کارنگ دے کرامت کی اجتماعی عقیدت اور جمہوری فکر و عمل سے ٹکرانا نیک شگون نہیں، بلکہ امت مسلمہ کے متفقہ اور متحدہ اعقاد و نظریہ کے

چولہوں کو ہلا دینے کے مترادف ہے۔ اس سے بڑھ کر بد بختی، بد قسمتی اور قومی المیہ کیا ہو سکتا ہے کہ عمر بھر ایک دسترخواں پر بیٹھنے والے ایک ہی نام اور ایک ہی پلیٹ فارم سے شہرت و عزت پانے والے افراد اختلاف سے مسلح ہو کر ایک دوسرے کے محاذی اور آمنے سامنے ہو جائیں۔ حقائق شاید ہیں کہ موجودہ دور میں جدت پسند اور تجدید فکر دینے والے کل تک گلشن سنیت کے ہی خوشہ چین تھے، سنیت نے ہی فکر جدید کے بانیوں کو عزت و شہرت بخشی، لیکن کاش کہ اس فکر جدید نے اہل سنت و جماعت کی صفوں میں افتراق اختلاف اور ذہنوں میں انتشار پیدا کیا، سنیت کے نام پر ملنے والی یہ عظمت سنیت کا فروغ تو نہ کر سکی البتہ الٹی نقصان کا باعث بنی اور اہل سنت کے اتحاد کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اہل سنت کے اہل دانش میں تشویش و تشکیک کا بیج بویا، اس نئی تحقیق اور فکر جدید کی تہہ میں کونسے عوامل کار فرما رہے ہیں؟ فی الحال صیغہ، لاعلمی میں ہیں، مانا کہ تحقیق جدید کے ناخدا بڑے مانے گئے۔ ان کی زندگی کے کاربائے علمیہ کو داد تحسین ملی، طلباء و علماء نے ان کے حضور بنظر ارادت، سر تسلیم خم کیا، مگر جب سینکڑوں صفحات پر مشتمل تحقیق و تحقیقات کا عندیہ اور عقیدہ سامنے آیا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ نبی کریم ﷺ کو قریب سے دیکھنے والوں کا نظریہ یہ تو نہ تھا اور جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا قرب عطا فرمایا وہ تو ایسے نہ تھے۔ یہ تحقیق و تحقیقات، کن دلائل و شواہد کی تعبیرات و توجیہات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرامین اقوال، صحابہ و تابعین اور امت کے علماء و عرفاء کی توضیحات تو ان کی اساسات ہیں نہ مبادیات، تعلیمی اور تعمیری اختلاف ہر ذی شعور مسلمان کا حق ہے اور یہی مزاج اسلام ہے۔ تحقیق و تحقیقات کا اعتقاد ہی نظریہ اہل سنت و جماعت کا متفقہ اور مسلمہ نہیں، دلائل کی توجیہات و تاویلات مختلف فیہا ہیں۔ تحقیقات نے فاعل حق التامل کے جارحانہ الفاظ اور متحکمانہ انداز میں دعوت تامل دی ہے۔

اس لئے اس کے فرمان تامل پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنا تامل حق گردان کر دینا

ناظرین و قارئین کرتے ہیں۔ ہو اللہ ولی التوفیق

زبدۃ التحقیق کا جواب بحمد اللہ دو جلدوں میں تقریباً آٹھ صد صفحات پر مشتمل پیش کیا جا چکا ہے، عمدۃ التحقیق بجواب زبدۃ التحقیق ورافضیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم ہے، اب ہدیہ ناظرین کیا جانے والا جواب تحقیقات کا ہے۔ جس کا نام توضیحات ہے، دعا ہے اللہ رب العزت احقاق حق میں ہماری مدد فرمائے آمین بجاہ نبی المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

نبوت بالقوہ اور نبوت بالفعل کا نظریہ غلط ہے

۱۔ تحقیقات تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے، تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ چالیس سال کی عمر شریف سے قبل آپ نبی نہیں تھے، عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ کو نبی بنایا گیا ہے۔

۲۔ اگر نبی تھے تو بالقوہ نبی تھے، بالفعل نبی نہیں تھے۔ بالفعل نبی چالیس سال کے بعد ہوئے ہیں اس پر ہمارا یعنی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اور موقف یہ ہے کہ چالیس سال سے قبل آپ نبی تھے روز ازل سے لے کر نزول وحی تک آپ کی نبوت قائم، دائم اور مستمرہ تھی۔ آپ ﷺ اس عرصہ میں نبوت سے محروم ہوئے تھے، نہ معزول اور مسلوب، آپ کی نبوت موجودہ فی الخارج ہونے کے باوجود بالقوہ تھی نہ بالفعل بلکہ دائمی اور مستمرہ تھی۔ واضح رہے کہ بالقوہ صلاحیت اور استعداد کا نام ہے۔ جو وصف انسانی ہے یعنی کاتب بالفعل ہونا اور کتابت کی استعداد کا مالک ہونا یا کتابت کی صلاحیت کا حامل ہونا خاصہ انسانی ہے۔

بالقوہ اور بالفعل، دونوں صفات انسانی ہیں اور خاصہ انسانی کی اقسام ہیں۔ کاتب اور انسان کے درمیان تساوی کی نسبت ہے کیونکہ ہر دو کا ایک دوسرے پر حمل بالمواطات جائز اور امر واقع ہے۔ مثلاً کل انسان کاتب (بعنوان بالقوہ) اور کل کاتب انسان کہنا درست ہے۔ ثابت ہوا کتابت بالقوہ اور انسان جو نوع اور کلی ہے، کے درمیان مساوات ہے۔ انسان نوع اور کلی ہے۔ جس کے تحت افراد کثیرہ ہیں جو متحدۃ الحقیقت ہیں، یعنی انسان نوع ہونے کے حوالے سے ایسی

کلی ہے جس کے بے شمار افراد ہیں جن کی حقیقت ایک ہے۔ جب کتابت بالقوہ انسان کے لئے مساوی ہو کر کلی متوطی ہوئی تو لامحالہ اس کا محل اور موصوف بننے والے افراد بھی بے شمار ہوں گے۔ جن پر کتابت بالقوہ کا اطلاق اور حکم کلی متوطی طور پر ہوگا اور یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہر کاتب بالقوہ انسان ہے اور ہر انسان کاتب بالقوہ ہے۔ ارباب فن نے کتابت کو خاصہ انسانی قرار دے کر ان الفاظ میں اس کی تعریف کی ہے۔

الخاصة هو الخارج المقول على ماتحت حقيقة واحدة فقط یعنی خاصہ کلی خارجی ہے جو صرف متحدہ الحقیقہ افراد پر بولی جاتی ہے۔ اس کلی کا وجود جن افراد میں پایا جاتا ہے وہ دو طرح کے ہیں۔

۱۔ جو لکھنے کی صلاحیت، استعداد اور قابلیت تو رکھتے ہیں مگر عملاً کتابت نہیں کر رہے ان کے لئے یہ خاصہ بالقوہ کی حد تک ہے اور جو عملی طور پر وصف کتابت سے متصف ہیں۔ ان کے لئے کتابت کا ثبوت اور حکم بالفعل ہے۔ ارباب فن نے خاصہ کی تقسیم میں فرمایا

”ان الخاصة تنقسم الى خاصة شاملة لجميع افراد ما هي خاصة له كالکاتب بالقوة للانسان والى غير شاملة لجميع افرادہ كالکاتب بالفعل للانسان“

یعنی اگر خاصہ ایک ماہیت رکھنے والے تمام افراد کو شامل ہو تو اس کا نام خاصہ شاملہ ہے اور اگر ایک ماہیت رکھنے والے تمام افراد کو شامل نہ ہو تو یہ خاصہ غیر شاملہ ہے۔

ہمارے اس موقف کو کہ کتابت بالقوہ انسان کا خاصہ ہے اور انسان کا مساوی ہے تو بصورت مساوات یہ ضروری ہے کہ ہر فرد انسان کاتب بالقوہ ہو۔ غلام احمد بند یا لوی شریقیوری نے بھی تسلیم کر کے نقل کیا ہے کہ کتابت انسان کا خاصہ ہے لیکن کتابت بالفعل خاصہ مفارقہ ہے اور کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ ہے اور نوع انسان کے مساوی ہے کیونکہ ہر فرد انسانی کا کاتب

بالقوة ہونا ضروری ہے۔ (تحقیقات ص-31) یعنی کتابت بالقوہ کی صورت میں ہر انسان کے لئے کاتب ہونا لازم اور ضروری ہے۔ اگر ہر فرد انسان کاتب بالقوہ نہ ہو تو کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ نہ ہوگا۔ لیکن تعجب ہے کہ غلام احمد ہندیا لوی نے اس ضابطہ کو رسول اللہ ﷺ کی چالیس سال سے قبل نبوت پر کیسے چسپاں کیا؟ اور آپ کی نبوت خاصہ منفردہ کو انسان کے اس وضع کردہ قانون کے تحت کیسے درج کیا؟ کتابت بالقوہ میں تمام افراد انسانیت بلا تمیز اور بدوں امتیاز داخل اور شامل ہیں کیونکہ یہ مابیت انسانیت کا خاصہ لازمہ ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت مخصوصہ، منفردہ ممتازہ اور جزی حقیقی ہے، کوئی فرد بشمول انبیاء و رسل اس میں شریک ہے نہ مساوی؟ آپ کی نبوت مخصوصہ، ممتازہ اور منفردہ ہونے پر آپ کا فرمان ”کنت نبی آدم بین الماء والطين بطور نص موجود ہے، انبیاء کرام کا سلسلہ نبوت تو آپ کی حقیقت ذات اور نبوت کے بعد شروع ہوا ہے۔ جب آپ کی نبوت جزی حقیقی اور نبوت کا موصوف اور محل منفرد اور جزی حقیقی ہے تو نزول وحی سے قبل آپ کی نبوت کو نبوت بالقوہ کہنا غلط اور حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ”ہو الاول والاخر والظاہر والباطن“ کے مقابل مردود اور باطل ہے۔ عالم ارواح میں تو فقط آپ ہی نبی ہیں، آپ ہی ارواح انبیاء کے لئے مربی اور معلم ہیں۔ مزید چالیس برس سے قبل والی نبوت کو نبوت بالقوہ کہنا اس لئے بھی غلط ہے کہ آپ نے فرمایا ”کنت اول النبیین فی الخلق و آخرہم فی البعث“ (تحقیقات ص-69) ضمیر متکلم ذات مع وصف نبوت پر دال ہے جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ کی ذات شریفہ کی تخلیق مع النبوت ہوئی ہے جس میں کوئی فرد مخلوق شامل ہے نہ مشارک جب انسان کے متحدۃ الحقیقۃ افراد اس میں شریک ہیں نہ اس وصف سے متصف تو آپ ﷺ کی نبوت بالقوہ کیسے ہوئی؟

جس طرح کتابت بالقوہ انسان کا خاصہ لازمہ ہے کیونکہ انسان ہی کاتب ہے غیہ انسان کاتب نہیں اسی طرح نبوت بالقوہ بھی انسان کا خاصہ لازمہ ہے انسان کے بغیر دوسری کو

مخلوق بنی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ جب یہ انسان کا خاصہ لازمہ ہے اور انسان کے مساوی ہے تو بقول غلام محمد بند یا لوی شرق پوری ہر فرد انسان کا نبی بالقوہ ہونا ضروری قرار پایا یہ باطل ہے کیونکہ ماہیت انسانیہ کے حوالے سے یہود و نصاریٰ اور کافر انسان کے افراد ہیں، لیکن ہر فرد انسانی بشمول یہود و نصاریٰ اور کافر مسلمان نہیں چہ جائیکہ وہ استعداد نبوت کے حامل ہوں اور ان میں نبی ہونے کی صلاحیت اور قابلیت پائی جائے..... پھر..... اگر

بالقوہ کی بنیاد پر تمام افراد میں استعداد نبوت موجود ہے، تو ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لینا ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر منتخب کئے جانے والے فرد میں دوسروں کی بہ نسبت کوئی وجہ ترجیح موجود ہے تو بالقوہ کا مفہوم صادق نہ رہا کیونکہ بوجہ خاصہ لازمہ تمام افراد اس خاصہ میں برابر کے شریک ہیں۔

اسی لئے ارباب فن نے بالقوہ کی صلاحیت اور وصف کو ”خاصۃ لجمیع افراد ماہی خاصۃ لہ“ کہا اور کالکتاب بالقوۃ کیلئے انسان کی مثال پیش فرمائی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سال سے قبل والی نبوت کو بالقوۃ کے تحت لانا اس لئے بھی غلط ہے کہ انسان اپنی انسانی کاوش، انسانی عمل سے بالقوۃ کو بالفعل کے درجہ اور وصف سے ہمکنار کر سکتا ہے بلکہ کرتا ہے اور یہ انسان کے بس اور اختیار میں ہے جبکہ نبوت کے معاملہ میں انسانی عمل کا کوئی اثر اور کوئی دخل نہیں یہ امر وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور علم پر موقوف ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ“ امر وہی اور امر کسی میں تغاّر ذاتی ہے۔

مزید خاصہ بالقوہ اور خاصہ بالفعل باہم متضاد ہیں کیونکہ خاصہ بالقوہ خاصہ شاملہ ہے جو ماہیت انسانی کے تمام افراد کو بطریق مساوات شامل اور ان میں استعداد اور قابلیت کی صورت میں موجود ہے، جبکہ خاصہ بالفعل سب افراد انسانی کو شامل اور تمام افراد اس سے متصف اور موصوف نہیں، صرف کتابت کا عمل کرنے والے کو شامل ہے، اسی لئے اس کا نام خاصہ غیر شاملہ

ہے، لیکن خاصہ غیر شاملہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ترک اور انفکاک ممکن الوقوع ہے۔ جبکہ نبوت کا وجود اور اتصاف دائمی ہے۔ نبوت کا سلب ہونا، سلب کیا جانا، وصف نبوت سے موصوف فرد کا نبوت سے معزول اور محروم ہونا محال ہے۔

نبوت کے عنوان میں بالقوہ کا قول اس لئے بھی باطل ہے کہ خود تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت بالفعل کو دائم اور مستمر تسلیم کیا ہے، معزول اور مسلوب ہونے کو رد کر دیا ہے، عالم ارواح والی نبوت جو کنت نبی الخ کی نص سے ثابت اور واضح ہے نے نبوت بالقوہ کے عندیہ کو باطل کر دیا ہے کیونکہ نبوت آپ کی ذات اور حقیقت مقدسہ کے لئے خاصہ لازمہ ہے اور خاصہ لازمہ بینہ ہے جس میں دیگر کسی بھی فرد انسان کی شرکت ممنوع اور محال شرعی ہے۔

اسی طرح چالیس سال سے قبل اور بعد آپ کو بالفعل نبی ماننا بھی غلط اور مستلزم محالات ہے۔ کیونکہ کتابت بالفعل خاصہ لازمہ مفارقة ہے۔ غلام احمد بندیا لوی شرقپوری نے بھی اس کو تسلیم اور تحریر کیا ہے۔ (لیکن کتابت بالفعل خاصہ مفارقة ہے، ص 31)

لازمہ اس لئے کہ کتابت ماہیت انسان کا ہی خاصہ ہے اور مفارقة اس لئے کہ اس کا انقطاع اور انتفاء ممکن الوقوع ہے، گو یا دوسرے لفظوں میں یہ عرض مفارق ہے۔ زید کا تب اور زید قاعد میں کا تب اور قاعد کے عرض مفارق ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ اس خاصے کا نام مفارقة اس لئے ہے کہ یہ تمام افراد کو شامل نہیں ہوتا اسی پر اطلاق ہوتا ہے جو عملی طور پر اس سے متصف ہے، اگر زید کتابت نہ کر رہا ہو تو بالقوہ کی قید لگا کر یہ کہنا جائز ہوگا کہ زید کا تب بالقوہ اور اگر وصف کتابت سے عملی طور پر موصوف اور متصف ہے تو کہا جائے گا زید کا تب بالفعل اور جب کتابت ختم کر دے، چھوڑ دے تو اب زید کا تب بالفعل کہنا درست نہیں۔

اب آئیے نبوت بالفعل کی طرف نبوت بالفعل کا مقصد یہ ہے کہ وحی آئے، نبوت کا اعلان ہوا احکام خداوندی کا نزول ہوا اور نبی کو حکم ہو کہ وہ مخلوق کو دعوت تو حید دے اور احکام کی تبلیغ و

ارشاد کرے۔ ”تا کہ نبی کی بعثت کا مقصد جو افاضہ، استفاضہ، افادہ اور استفادہ ہے۔ پورا ہو۔“ لیکن نبوت بالفعل کا دورانیہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ تک محدود ہے۔ بالفعل نبوت کا یہ کلیہ آپ کی حیات برزخیہ اور نبوت مابعد الانتقال کو شامل نہیں۔ جبکہ حیات برزخیہ میں آپ کی نبوت اور رسالت قائم، دائم اور مستمر ہے ورنہ محمد رسول اللہ کا اطلاق درست نہ ہوگا اور نصوص قطعیہ کا انکار اور نفی لازم آئیگی۔ جو محالات شرعیہ میں سے ہے۔ اسی طرح دیگر آیات و ما ارسلناک الا کافۃ للناس و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کا بھی انکار لازم آتا ہے۔ مزید زید کا تب بالفعل میں کتابت جو فی الوقت موجود اور متحقق ہے اس کا انقطاع اور انتفاء ممکن ہے کیونکہ زید کے عمل کتابت کے ترک یا خارجی رکاوٹ پر انقطاع ممکن ہے مگر نبوت بالفعل کے باب میں نبوت کا ترک رکاوٹ ہر چیز کا موجود ہو کر بھی نبی سے نبوت کا اعتزال کرانا محال شرعی ہے۔ اسی لئے علمائے متکلمین نے کہا ہے کہ نبی کی نیند اور موت سے بھی نبوت ختم نہیں ہوتی نہ سلب ہوتی ہے۔ گویا منصب نبوت کے حوالے سے نبوت کا انقطاع ہے نہ انتفاء نبوت کی ماہیت میں دوام، تسلسل اور بقاء ہے جبکہ نبوت بالفعل میں ان تمام امور واقعہ کا انقطاع اور انتفاء موجود ہے جو محال ہے۔ بلکہ نبوت کا تحقق اور اتصاف ذات نبی کے لئے روز ازل سے لے کر عرصہ محشر تک ہے۔ اس دوران اس میں سلب ہے نہ انقطاع، امام اہل سنت ابو شکور السالمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور عالم تصنیف التہدید میں تفصیل سے اس پر بحث کی ہے ”حزاهم اللہ احسن الجزاء“

نبوت بالفعل کے معارض اور مقابل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے ”بعثت الی الخلق کافۃ“ ”بعثت کیا ہے؟“ کہ نزول وحی کے ذریعے قرآن اتارا قرآن کے ذریعے منصب رسالت عطا فرما کر دعوت توحید اور تبلیغ احکام پر مامور فرمایا جس کا اختتام تریسٹھ برس کی عمر شریف پر ہوا۔ آپ کے انتقال کے بعد بھی بعثت کا مقصد قائم، دائم، جاری اور ساری ہے جس کا دائرہ بعد از رحلت صبح قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ بعثت کا عملی معنی اور مقصد صرف تریسٹھ سال تک محدود

ہے مگر حکم صبح قیامت تک کیوں متعدی ہے؟ وہ اس لئے کہ اس حکم کی تعدی کے لئے الی الخلق گانۃ کا قرینہ لفظیہ موجود ہے جس کی حد اور وسعت صبح قیامت تک عریض و طویل ہے مگر نبوت بالفعل کے الفاظ اور معانی کا تعین فقط آپ کی حیات ظاہریہ تک ہے جو مضمون حدیث، مقصود حدیث اور منہوم حدیث اور مدعائے حدیث کے خلاف ہے۔ غلام محمد بندیا لوی شرچپوری نے تحریر کیا کہ ”کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ ہے۔ (ص 31)

غلام محمد بندیا لوی شرچپوری کے بقول کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ للماہیتہ انسانیہ ہے کیونکہ انہوں نے کتابت بالقوہ اور انسان کے درمیان مساوات قائم کر کے ان کا باہم حمل بالمواردات کا قول کیا ہے اور تمام افراد ماہیت کیلئے کتابت بالقوہ کو خاصہ لازمہ قرار دیا ہے لیکن ارباب فن نے کتابت بدوں لحاظ بالقوہ اور بالفعل خاصہ انسان قرار دیکر دو اقسام کی طرف تقسیم فرمایا ہے:

خاصہ لازمہ، اور خاصہ مفارقہ، کتابت بالقوہ اور کتابت بالفعل کو ترتیب ذکر کی کے مطابق بطور امثلہ اس کی وضاحت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کتابت بالقوہ کا محل، اور موصوف ماہیت انسانیہ ہے ماہیت انسانیہ کا کتابت بالقوہ سے معزول اور مسلوب ہونا محال ہے ماہیت انسانیہ جب بھی متحقق فی الخارج ہوگی کتابت بالقوہ کے وصف سے متصف ہوگی، اور ماہیت انسانیہ کا ہر ہر فرد بدوں امتیاز اور بلا فصل اس سے متصف ہوگا، اور ماہیت انسانیہ چونکہ کلی خارجی ہے اس کا تحقق افراد کے ضمن اور وساطت سے ہوتا ہے تو جب یہ ماہیت انسانیہ ضمن افراد میں پائی گئی تو یہ کتابت بالقوہ جو انسان کا خاصہ لازمہ ہے دو صورتوں میں موجود اور متحقق ہوگا ماہیت کے لحاظ سے خاصہ لازمہ اور افراد کے لحاظ سے خاصہ مفارقہ ہوگا، کیونکہ تمام افراد انسانی بالفعل کتابت سے متصف نہیں ہوں گے جو عمل کتابت کا محل اور موصوف ہیں ان کیلئے کتابت بالفعل کا وصف ثابت ہے مگر مفارق ہے کیونکہ اس وصف کا انقطاع، انتفاء، اور سلب جائز بلکہ امور واقعہ میں سے ہے آئیے غلام محمد بندیا لوی شرچپوری اور ان کے ممدوح صاحب تحقیقات کے قول ”کہ آپ

ﷺ چالیس سال عمر شریف سے پہلے بالقوہ نبی تھے اور چالیس سال کے بعد بالفعل نبی تھے کی طرف ہر دو کا یہ قول باطل ہے اس لئے کہ: خاصہ بالقوہ کا لزوم اور ثبوت ہر ہر فرد کیلئے لازمی ہے اور اس خاصہ میں مشارکت افراد کثیرہ غیر متناہیہ ہے، جبکہ نبوت بالقوہ میں افراد کثیرہ غیر متناہیہ کی شرکت محال شرعی اور محال عقلی ہے، کما لا یخفی علی من له ادنی فطن اور نبوت بالفعل کا قول بھی استحالہ شرعیہ کا موجب ہو کر باطل ہے بلکہ دیگر انبیائے کرام کے حق میں بھی نبوت بالقوہ اور نبوت بالفعل کا قول بھی محال شرعی ہے کیونکہ بالقوہ ماننے سے مشارکت افراد کثیرہ غیر متناہیہ لازم آتی ہے، اور بالفعل کے قول پر انبیاء کرام کی رحلت کے بعد انکار نبوت لازم آتا ہے جبکہ نبوت کا سلب ہے نہ انفکاک،، تمام انبیائے کرام بعد از رحلت بھی اسی طرح نبی اور رسول ہیں، قرآن حکیم نے دنیا سے رحلت کر جانے کے باوجود ان کو نبی اور رسول فرمایا ہے نبوت اور رسالت موت سے زائل نہیں ہوتی، جب دیگر انبیائے کرام کے حق میں بالقوہ اور بالفعل کا قول موجب استحالہ شرعیہ ہے تو نبی کریم ﷺ کیلئے یہ قول 'ریق اولی' ممنوع اور موجب استحالہ شرعیہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کی نبوت خاصہ، منفردہ اور جزئی حقیقی ہے۔ جو اپنے وجود اور لوازم کے اعتبار سے افراد کثیرہ تو رہے درکنار، دیگر انبیاء کرام کی نبوت کیلئے بھی مانع حقیقی ہے متکملین کا اس پر اجماع ہے کہ وصف نبوت کا انقطاع ہے نہ سلب، اس میں شرکت غیرے کا تصور ہے نہ مماثلت، جب نصوص قطعیہ سے یہ امر ثابت اور موجود فی الخارج ہے کہ روز اول سے لے کر میدان حشر تک آپ ﷺ وصف نبوت سے بطریق دوام اور استمرار متصف چلے آ رہے ہیں تو نبوت بالقوہ اور نبوت بالفعل کا مفروضہ کہاں سے آگیا؟ جس طرح کتابت انسان کا خاصہ ہے اسی طرح نبوت بھی بدوں لحاظ بالقوہ اور بالفعل خاصہء انسانی ہے خاصہء ماہیت نہیں خاصہء فرد ہے مفارق نہیں لازم ہے، فرد ہونے کی دلیل "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" نص قطعی ہے جو امر نبوت کے وہی اور من جانب اللہ ہونے کی برہان معجز نشان ہے اور عرض لازم ہونے پر "کل

امن بالله وملائكته ورسوله،، تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض ولكن رسول الله وخاتم النبيين“ اور دیگر بے شمار نصوص قطعیہ بطور دلائل موجود ہیں، جن کی موجودگی میں دیگر انبیاء کرام کیلئے بھی بالقوہ اور بالفعل کا اطلاق باطل ہے، رسول اللہ ﷺ کی نبوت تو ایک منفردہ، ممتازہ خاصہ کی صفت ہے متصف ہو کر جزی حقیقی ہے، جسکی حقیقت اور لوازم کو بالقوہ اور بالفعل کی مصنوعی، فرضی اور انسانی عقل کے ضابطہء علم و دانش کے تحت نہیں لایا جاسکتا، اس عنوان علامہ احمد بن محمد بن ناصر السلاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وان الاشارة بحديث كنت نبيا الى روحه الشريف والى حقيقة من الحقائق يعلمها الله سبحانه فيكون للنبوۃ محل اذ ذاك قامت به“ (جواہر الجار جلد رابع ص-210) بے شک آپ ﷺ نے جو فرمایا ”كنت نبيا“ اس میں اشارہ آپ کی حقیقت مقدسہ جس حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے وہ کیا ہے؟ کی طرف اور آپ کی روح انور کی طرف ہے، مقصد یہ ہے کہ اس وقت آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح انور وصف نبوت سے متصف اور نبوت کے وجود اور ثبوت کا محل تھے اور نبوت کا قیام آپ کی حقیقت اور روح کے ساتھ تھا۔

سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”بل ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح وخلع عليها خلعة التشريف بالنبوۃ“ ای ثبت لہا ذلک الوصف دون غیر ہا فی عالم الارواح الخ“ (جواہر الجار جلد ثالث ص-۳۵۷)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے قبل آپ کی روح اطہر کو پیدا فرمایا اور اس کو نبوت کی خلعت شریفہ سے مشرف فرمایا۔ آپ ﷺ کے لئے نبوت کا ثبوت اس وقت سے ہے جبکہ عالم ارواح میں نبوت کا وصف کسی اور نبی اور رسول کو ارزاں نہ ہوا تھا۔ ثابت ہوا آپ کی نبوت تمام انبیاء کی نبوتوں سے مقدم ہے۔ عالم ارواح میں فقط آپ نبی تھے اور یہ نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ اور آپ کی روح انور کو حاصل تھی اور آپ کی نبوت کا محل بھی یہی دو چیزیں تھیں، توجہ طلب

معاملہ یہ ہے کہ عالم ارواح میں دیگر انبیاء کی ارواح ہیں، نبوت حقیقت اور ابدان کا وجود نہیں، مگر رسول اللہ ﷺ کی حقیقت اور روح موجود ہے، آپ کی نبوت بھی موجود ہے اس نبوت کا قیام حقیقت اور روح کے ساتھ ہے، ظہور قدسی کے وقت یہی حقیقت اور وہی روح جسد عنصری میں موجود ہے، اس لئے آپ کی نبوت خاصہ منفردہ کو خاصہ شاملہ میں لا کر آپ کی خارج میں موجود نبوت کو نبوت بالقوہ کہنا غلط اور خلاف نقل ہے اور دیگر انبیاء کرام کی نبوتوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

آپ کی نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح پر نور کے لئے خاصہ لازمہ ہے، یہ خاصہ لازمہ برائے فرد ہے، برائے افراد نہیں، تا کہ خاصہ شاملہ قرار دے کر آپ کی نبوت کو نبوت بالقوہ کہا جائے، خاصہ لازمہ دو قسم ہے، بین اور غیر بین، کنت نبیاً میں جس نبوت کو آپ ﷺ نے اپنی ذات اور روح کے لئے خاصہ اور صفت لازم قرار دیا ہے یہ خاصہ لازمہ بینہ ہے کیونکہ جب کنت میں ضمیر متکلم برائے ذات اور نبوت اور اتصاف نبوت (نسبت محمولی) کا تصور کیا جاتا ہے تو آپ کے بغیر نہ اس کا کوئی محل نظر آتا ہے نہ مدلول اور مصداق۔ جب عالم اجساد میں آپ کی جلوہ گری اسی حقیقت اور اسی روح کے ساتھ ہوئی جو عالم ارواح میں وصف نبوت سے متصف تھی اور وصف نبوت اس سے سلب ہوا نہ روح انور کو معزول کیا گیا تو روح کا تعلق حلول اور سریان جسد انور میں نبوت کے ساتھ ہوا ہے۔ نبوت سلب ہوتی ہے نہ منقطع۔ جیسا کہ شیخ محقق نے تکمیل الایمان، علامہ سالمی نے التہبید اور علامہ التورپشتی نے المعتمد فی المعتقد میں اس کی تفصیل بیان کی ہے، جب نبوت موجود متحقق فی الجسد العنصری وہی ہے تو اس کو نبوت بالقوہ کا نام دینا غلط ہے کیونکہ بالقوہ کا وجود خارجی نہیں، جبکہ آپ ﷺ کی نبوت کا وجود خارج میں موجود تھا اگرچہ عملی اور فعلی طور پر نہ تھا۔ اگر بوقت ولادت آپ کی روح اور حقیقت اصلہ وصف نبوت سے معزول، مسلوب اور معری ہوتے تو جن فوق الفطرت اور خارق عادات امور کا ظہور ہوا ہے ہرگز نہ ہوتا۔

جن کی تفصیل علامہ یوسف نبہانی نے امام قسطلانی کے حوالے سے جواہر البحار۔ جلد ثانی ص۔ ۱۱) پر ذکر کی ہے، شیخ محقق رحمۃ اللہ نے مدارج النبوت میں بھی ان کو نقل فرمایا ہے، حافظ عماد الدین ابن کثیر، قاضی عیاض، ملا علی قاری رحمہم اللہ نے بالترتیب البدایہ والنہایہ، شفاء، شرح شفاء، اور امام سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں ذکر فرمایا ہے، جزاہم اللہ احسن الجزاء،

تحقیقات نے چالیس سال سے قبل نبوت کی نفی اور عدم پر نقل کیا کہ ”لہذا روح مجرد اور بدن سے حلوٰی تعلق رکھنے والی روح میں فرق ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے اور دونوں کے درجات و مراتب اور صلاحیات اور استعداد کا تفاوت مد نظر رکھنا واجب اور لازم ہے“ (ع۔ ۱۴۲)

توضیحاً کہا جاتا ہے کہ تحقیقات نے اپنے موقف پر عجیب دلیل کا انتخاب کیا ہے، یہ نہیں سوچا کہ محل نزاع کیا ہے؟ محل نزاع چالیس سال سے قبل نبوت کا عدم اور انشاء ہے، دلیل میں روح مجرد اور روح متعلق بالبدن کا حوالہ دیا ہے، دعویٰ کے اثبات میں اس دلیل کا کوئی کردار نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح اقدس روح مجرد نہیں، بلکہ آپ کی روح کو خلعت نبوت کا شرف حاصل ہے اور روز اول سے بطور خاصہ حاصل ہے، اس روح موصوفہ اور نبوت کا تعلق ذاتی، آپ کی ذات مقدسہ سے ہے، جس کی حقیقت کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے، اسی لئے ایک موقعہ پر دنیا، قبر، حشر و نشر کے آپ کے قریبی اور راز دان سنا تھی جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ”اے ابو بکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا، جب آپ کی حقیقت کا علم و ادراک انسانی وہم و تخیل سے بالاتر ہے وہ وصف نبوت کا محل ہے۔ روح انور وصف نبوت سے بطور اختصاص اور بصورت اعزاز متصف ہے، تو ان حقائق ازلیہ سے صرف نظر کرتے ہوئے روح انور کو وصف نبوت سے معزول کر کے، روح مع النبوت کے حقیقت مقدسہ کے ساتھ قائم تعلق خاص کو منقطع کر کے روح اطہر کو روح مجرد کہنا حقائق ازلیہ اور آپ کی صفات علیاء کا انکار اور انشاء ہے جو سراسر غلط اور باطل ہے، بدن اقدس کے ساتھ جو روح متعلق ہے وہ وصف نبوت

سے متصف ہے۔ روح مجرد نہیں بلکہ بنظر عمیق دیکھا جائے تو ایک عام آدمی کی روح بھی روح مجرد نہیں، مسلمان کی روح وصف ایمان سے متصف ہے، وصف ایمان کا روح سے سلب اور انفکاک محال شرعی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے وہ اس کو سلام کہتا ہے، مسلمان میت کی روح اس کے سلام کو سنتی اور جواب دیتی ہے، سلام کہنے والے کو شناخت بھی کرتی ہے، روح اگر صفت ایمان اور وصف اسلام سے متصف نہ ہوتی معری ہوتی تو وہ سلام کا جواب ”وعلیکم السلام“ کیوں اور کیسے دیتی؟ آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے ”جب تم مسلمانوں کی قبرستانوں میں جاؤ یا پاس سے گزرو تو انہیں السلام علیکم کہو۔ اگر روح وصف ایمان سے متصف اور بدن کوئی جو قبر میں ہے سے متعلق نہ ہوتی تو سلام کہنے کا حکم ہوتا نہ روح سلام کا جواب دیتی۔ قبر میں عذاب و تنعیم کا معادہ، قبر کا مومن کے لئے باغ جنت سے ہونا نم کنوۃ العروس کا اعزاز اور بشارت ایسے امور ثابتہ ہیں جو اس بات کی قوی دلیل ہیں کہ بعد از موت ایک مسلمان کی روح وصف ایمان اور صفت اسلام سے مجرد و معری نہیں ہوتی چہ جائیکہ رسول اللہ ﷺ کی روح مقدسہ جو روح الارواح اور روح کائنات ہے عالم ارواح سے تاج نیرت سے مرصع اور مزین ہو کر جسد اطہر میں حوالہ و سریان کر رہی ہے وہ روح مجرد ہو؟ انسان کے لئے یعنی مخلوق انسانی کے لئے سب سے برتر کمال اور اشرف تر مقام اور مرتبہ نبوت ہے جو انوار تجلیات کا مرکز اور منشاء ہے یہ کیسے متصور ہے کہ اللہ اپنے حبیب کو نبی آخر الزماں کا منصب عطا فرما کر دنیا میں بھیجے اور جو وجہ محبت اور شرف کمال ہو وہ سلب کرے اور روح اطہر کو وصف نبوت سے محروم و معزول کر کے روح مجرد کی صورت میں بسد تنہائی میں ڈالے اس سے بڑھ کر مقام تعجب اور کیا ہے؟ مزید انسان کا بچہ قطع نظر اس کے کہ اس کا جنم کس مذہب والے گھر میں ہوا ہے؟ فطرت اسلام لئے پیدا ہوتا ہے اس کی روح انوار اسلام سے مزین اور مجنی ہے مگر جو انا من اللہ انا من نور اللہ والمومنون من فیض نوری کی حقیقت اور نبوت کی گھٹی لے کر دنیا

میں جلوہ گر ہو رہا ہے اس کی روح مجرد ہے وہ نبوت جس کا محل جس کا موصوف روح انور ہے وہ کہاں گئی؟ سلب ہو گئی؟ مسلمہ اصول ہے کمال نبوت سلب ہوتا ہے نہ معزول، ماننا پڑے گا کہ جسد اطہر میں حلول و سریان کے وقت مجرد روح نہ تھی بلکہ وصف نبوت سے محفوظ اور موصوف تھی۔ روح مجرد کا قول ابطال الا باطل ہے۔

مزید تحقیقات نے لکھا کہ حالانکہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی
(ص-60)

آگے لکھا کہ ”وہاں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے وہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب اور مستور ہو گئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی۔ (ص-ایضاً)
:سمانی اعتبار سے بالقوہ رہ گئی (ص-ایضاً)

توضیحاً کہا جائے گا کہ اگر عالم ارواح والی بالفعل نبوت جس کے آثار اور اوصاف عملی طور پر عالم ارواح میں ظاہر ہو چکے تھے سلب نہیں ہوئی تھی تو علی الاطلاق چالیس سال سے قبل نبوت کا انتفاء اور انکار غلط ہے۔

ربانیہ کہ بشریت کے پردہ میں مغلوب اور مستور ہو گئی تھی۔ بقول تحقیقات بشریت حجاب ہے تو یہ حجاب آخری وقت تک رہا مگر نبوت مغلوب ہوئی نہ مستور، بلکہ بشریت نبوت کا الہ کار بنی رہی، اگر سلب نہیں ہوئی صرف بشریت کے پردہ میں مستور اور مغلوب رہی ہے تو چالیس سال کی عمر میں ملنے والی نبوت وہی نبوت مستورہ اور مجوبہ ہے یا اور؟ اگر وہی ہے اور یقیناً وہی ہے تو پھر چالیس سال کی تکمیل پر اظہار نبوت ہے، اعطائے نبوت نہیں، اگر چالیس سال کی تکمیل پر ملنے والی نبوت اور ہے تو لازم آئے گا کہ شی واحد (روح اقدس) دو متضاد صفات سے موصوف ہو یعنی ایک نبوت روحی، مستورہ مجوبہ جو بقول تحقیقات نبوت بالقوہ ہے اور دوسری نبوت عملی فعلی جو نبوت بالفعل ہے، نبوت بالقوہ اور نبوت بالفعل باہم متضاد ہیں۔

پھر نبوت، تجلی الہی ہے، رسول اللہ ﷺ کی نبوت نور الہی ہے، جسد عنصری مادی ارضی ہے، نور الہی، تجلی الہی پر اس کا غلبہ کیسا؟ مزید چالیس سال کی عمر کی تکمیل پر الگ نبوت کا قول محال شرعی ہے کیونکہ کنت نبیاً صحابہ کے سوال متی وجبت لك النبوة کا جواب ہے صحابہ نے نبی ہونے (اور نبوت دیئے جانے کا کل عرصہ اور کل زمانہ پوچھا ہے۔ ملا جیون رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اذا ومتی ید لان علی عموم الزمان و کلیة“ (نور الانور ص ۱۴۲)

لہذا چالیس سال کی تکمیل پر نبوت دیئے جانے کا عندیہ مستلزم محال ہے، کیونکہ کنت نبیاً حدیث صحیح مرفوع ہے اور تو اتر معنوی کی قوت سے لبریز ہے۔ اس نبوت کو جو کہ کنت نبیاً سے ثابت اور مبرہن ہے بالقوہ یا بالفعل کہنا غلط اور خلاف اصول ہے۔

جہاں تک عالم ارواح اور عالم اجساد والی نبوت کے احکام کی علیحدگی کا تعلق ہے وہ اس معنی میں مسلم ہے کہ عالم ارواح میں نبوت کا کردار اور نبوت کی ذمہ داری ارواح انبیاء اور ملائکہ کی تربیت اور تعلیم تھی، روحانی دنیا میں نبوت کے فرائض اور تعلیم و تربیت کا دائرہ کاری یہی تھا اور یہی مناسب تھا۔ لیکن عالم اجساد میں انسانوں کی تعلیم و تربیت کا معاملہ اور طریقہ مختلف ہے، وحی آسمانی کی تعلیم و تبلیغ کے لئے شعور، فطانت، قوت جہاد اور اجتہاد، دور اندیشی، مصلحت کشی، تفکر و تدبیر، ضبط و تحمل فرشتہ کو دیکھنے کی قوت و صلاحیت، قدسیانہ دباؤ کی برداشت اور دامن زینت کا عصمت و طہارت کی پاکیزگی سے معطر اور عطر بیز ہونا ضروری اور لازمی ہے، ان اوصاف کی جامعیت کے لئے بلوغت جسمانی اور بلوغت روحانی شرط ہے، جس کا وجود چالیس سال کی عمر سے ثابت ہے، اسی لئے چالیس سال عمر کا مکمل ہونا بعثت کی شرط ہے، نبوت کی شرط نہیں ملا، سعید الدین التفتازانی، امام رازی اور سید محمود الوسی رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے، اسکی پوری تفصیل عنوان کے تحت اندر کے صفحات میں موجود ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

مزید برآں چالیس سال کی حد اور شرط اس وقت موثر ہے جب روح کا ارتباط اور تعلق

جسد عنصری سے قائم ہو جسم کی حیثیت لوگوں کے لئے قابل قبول ہو بچوں کی بات موثر با عمل نہیں ہوتی، اختلاف مکاں سے فرائض نبوت کی ادائیگی میں عمر کے لحاظ سے تاخیر امر واقع ہے مگر نبوت کا انقطاع، سلب انتفاء محال ہے، یعنی نبوت کی ذمہ داری میں تبدل اور تاخیر امر واقع ہے، مگر اصل نبوت اور نفس نبوت میں تغیر اور تبدل محالات ہیں سے ہے، اندر کے صفحات میں اس پر طویل بحث موجود ہے، جب آپ کی ذات مقدسہ جو حقیقت نوریہ ہے اور روح اطہر کو نبوت کے عالی مقام اور بلند ترین وصف سے نوازا گیا ہے تو عالم اجساد میں روح اور حقیقت نوریہ سے نبوت کو سلب کرنا اور ذات کریمہ کو نبوت سے معزول کرنا محال ہے۔ شیخ محقق، علامہ التورپشتی، امام ابو شکور السالمی کی تصریحات ان کی کتب کے حوالے سے پہلے آچکی ہیں۔ اعادہ مناسب نہیں، مندرجہ بالا بحث کا ما حاصل یہ ہے کہ اختلاف مکاں، اختلاف احکام کے لئے موثر ہے لیکن نبوت کی ماہیت، حقیقت اور وجود کے لئے نفیاً سلباً اور تبدلاً موثر نہیں فائز۔

مزید: روح کی تجرید کا مرحلہ عالم ارواح میں موجودگی پر ہے جب روح بدن میں حلول کر گئی تو روح مجرد نہ رہی، روح متعلق بالبدن ہوئی، بدن کے ساتھ حلولی تعلق کا یہ حال ہے کہ اگر بدن موجود ہے یا معدوم و فناء یہ تعلق بدستور قائم اور موجود ہے اور روح اپنے اوصاف لازمہ سے اسی طرح متصف ہے جس طرح دنیاوی زندگی میں تھی، انبیاء کی ارواح لطافت و طاقت میں فرشتوں سے برتر ہیں، ان کے اجسام، عنصری ہونے کے باوجود ملائکہ کی نورانیت پر حاوی اور غالب ہوتے ہیں۔ ورنہ انبیاء ملائکہ کی قوت، نورانیت کا ثقل برداشت نہ کر پاتے، دیکھنے، سننے، وحی اخذ کرنے کی طاقت ہوتی نہ، ہمکلام ہونا ممکن ہوتا۔

ثابت ہوا کہ اختلاف مکانی، تغیر زمانی، تبدل جسمانی کو مستلزم ہے مگر اصل نبوت، حقیقت نبوت اور اتصاف نبوت میں رد و بدل کے لئے موثر نہیں، بایں ہمہ رسول اللہ ﷺ کی روح اطہر عالم ارواح میں موجود ہو کر بھی مجرد نہ تھی بلکہ وصف نبوت سے متصف اور حقیقت نوریہ

محمد یہ سے متصل اور مرتبط تھی ان تینوں حقائق کا مجموعہ ملائکہ اور ارواح انبیاء کے لئے معلم، مربی اور علوم الہیہ کا فیض رساں تھا، اسی مجموعہ کو آپ ﷺ نے حدیث کنت نبیاً میں ضمیر متکلم سے تعبیر فرمایا ہے، تحقیقات نے عالم ارواح میں آپ کی نبوت کو نبوت بالفعل تسلیم اور تحریر کیا ہے، علمائے علوم و فنون بالخصوص علمائے متکلمین نے نبی کی جو تعریفات بیان کی ہیں وہ عالم ارواح والی نبوت پر صادق آتی ہیں نہ منطوق ہوتی ہیں، اس لئے نبوت کے وجود اور ثبوت سے پہلے نبوت کے محل اور موصوف کو تلاش کرنا معلوم کرنا ضروری ہے، انکار ممکن نہیں کیونکہ آپ کی نبوت پر کنت نبیاً حدیث مرفوع، بقوت تواتر معنوی موجود ہے اور پھر علمائے امت اور عرفائے ملت نے تلقی بالقبول کر کے بلند پایہ علمی، تحقیقی حواشی، شروحات اور تفسیرات لکھیں ہیں۔ جب کنت نبیاً مرفوع لفظاً اور متواتر معنأً بطور نص موجود ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس نبوت کا محل، موصوف آپ کی روح انور ہے جس کا تعلق اتصالی آپ کی حقیقت نوریہ کے ساتھ ہے۔ لہذا آپ کی روح اطہر کو روح مجرد کہنا غلط اور باطل ہے۔

آپ کی روح انور کو روح مجرد قرار دینا اور عام ارواح کی صنف اور صفت میں لانا انکار نبوت کے مترادف ہے جس کا ادنیٰ تصور کرنا بھی وجود ایمان کے لئے سم قاتل ہے۔

محمد اقبال مصطفویٰ نے لکھا کہ روح مجرد میں لطافت محضہ اور نورانیت خالصہ ہوتی ہے جبکہ روح متعلق بالبدن پر بدن کے اثرات غالب آ جاتے ہیں۔ (ص ۴۱)

توضیحاً کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح، مجرد نہیں، بلکہ وصف نبوت سے متصف چلی آرہی ہے، تحقیقات کا اعتراف ہے کہ عالم ارواح والی نبوت سلب ہوئی ہے نہ منسوخ بلکہ دائم اور مستمر ہے۔ جب نبوت سے آپ کی روح انور کا اتصاف حقیقی اور خارجی طور پر موجود ہے تو پھر روح مجرد کیوں اور کیسے ہوئی؟

بقول مصطفویٰ جب روح مجرد میں لطافت اور نورانیت خالصہ موجود اور متحقق فی الخارج

ہے تو بدن کے اثرات کا نورانیت اور لطافت کو مغلوب اور متاثر کرنا ناممکن ہے۔ جبریل علیہ السلام بشر اسویا کی صورت میں مریم علیہا السلام کے پاس آئے انہوں نے بشر کامل سمجھ کر اللہ کی پناہ مانگی، جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری اس پھونک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے، پھونک مارنا بدن عنصری کا خاصہ اور اثر ہے، چس کر آنا، صفت بدن اور بشر ہے۔ ان امور کے ہونے باوجود آپ کی لطافت محضہ اور نورانیت خالصہ متاثر نہیں ہوئی، وجہ کلی کی شکل و صورت میں جبریل علیہ السلام آتے، بارگاہ رسالت میں حاضری کا شرف حاصل کرتے، ہم کلام ہوتے مگر آپ کی لطافت محضہ اور نورانیت خالصہ میں کوئی فرق نہ پڑتا، معرکہ ہائے حق و باطل میں فرشتے بشری لباس اور بشری صورت میں مجاہدین کا کردار ادا کرتے مگر لطافت محضہ اور نورانیت میں کوئی فرق نہ آتا۔

اور بھی امثلہ موجود ہیں، یہاں صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ، عنصریات، روحانیت پر غالب ہیں نہ موثر، بلکہ روح کی بالیدگی اور نورانیت، بدن کو متاثر کرتی اور اس میں لطافت اور نورانیت پیدا کرتی ہے، رسول اللہ ﷺ کے جسد عنصری کا سایہ نہ تھا کیونکہ آپ کی روح، نبوت اور حقیقت نوریہ کا جسد عنصری پر قبضہ اور غلبہ تھا۔ مصطفوی کا کلیہ باطل محض ہے۔ محمد اقبال مصطفوی نے لکھا کہ جب کہ اجسام کی پرورش و تربیت اور تدبیر و تصرف میں مصروف رہتی ہیں، تو ان کی وہ لطیف صلاحیتیں اور استعدادیں اور قوی روحانیہ اور توانائیاں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ ص ۴۱

توضیحاً کہا جائے گا کہ مصطفوی کی یہ عبارت ملاحظہ کرنے سے عیاں ہوتا ہے کہ بے چارے کو اصل مسئلہ کا علم ہی نہیں، وہ مسئلہ کی نزاکت کے ادراک سے قاصر اور محروم ہے۔ مسئلہ زیر بحث رسول اللہ ﷺ کی روح کے متعلقہ ہے جو شان نبوت، مقام نبوت کی حامل ہے، دیگر انسانوں کی ارواح زیر بحث نہیں، مبلغ علم کا حال یہ ہے کہ نبی الانبیاء کی روح اطہر کو دیگر مخلوق کی ارواح کے مماثل قرار دے کر ان کے اوصاف اور احکام جاری کر رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی روح

انور نے آپ کے جسد مقدس کو تدبر تصرف عطا فرمایا نہ تربیت دی یہ تمام امور اسرافیل علیہ السلام نے سرانجام دیئے لہذا روح انور کا کردار جسم کے لئے تدبر تصرف والا نہ تھا بلکہ روح نور نبوت سے تاباں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسد عنصری کے مادے کو جنت کی نہروں سے دھلا کر روح کے ہم پلہ اور ہم رنگ بنا دیا تھا علامہ اسماعیل حق رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ: "وقد ذکر وان جبریل علیہ السلام اخذ طينة النبي ﷺ فعجنها بمياه الجنة غسلها من كل كشافة وكدورة فكان جسده الطاهر كان من العالم العلوی كروحه الشريف (جواہر الجار۔ جلد ثانی ص۔ ۲۲۳)

مفسرین نے ذکر فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے جسد اقدس کی مٹی لی اور اس کو جنت کے پانیوں سے گوندھا یعنی خمیر تیار کیا اور اس سے ہر قسم کی کثافت دھو ڈالی اور ہر قسم کی کدورہ سے اس کو پاک کیا، گویا کہ آپ کا مقدس اور پاکیزہ جسم عالم علوی یعنی عالم نور سے ہو گیا جس طرح آپ کی روح شریف عالم نور سے ہے۔ گویا آپ کے قوائے روحانی اور قوای جسمانی ہم پلہ اور ہم نور تھے کثافت و کدورت نام کی کوئی شے آپ کے جسد مطہر میں نہ تھی جس کی وجہ سے قوت روح مغلوب اور محکوم ہو جائے۔ لہذا محمد اقبال مصطفوی کا یہ کہنا کہ بلکہ بدنی کثافت اور جسمانی عوارض کی وجہ سے مغلوب ہو جاتی ہیں۔ (ص۔ ۴۱) غلط ہے، تعجب اس بات پر ہے محمد اقبال مصطفوی رسول اللہ ﷺ کی روح مقدس کو دیگر انسانی مخلوق کی ارواح کے مماثل قرار دے کر ان میں شمار کر کے دیگر ارواح کی صفات کو ثابت اور احکام نافذ کر رہا ہے اس پائے کا علم رکھنے والا شخص ناموس رسالت کی شان بیکراں اور مقام معجز نشان پر شب خون مار رہا ہے اس سے بڑھ کر کوتاہ فہمی، کج علمی اور کیا ہو سکتی ہے؟ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کی شان رکھنے والی ذات پاک کو صف عوام میں لے آیا ہے اس کو اتنا بھی یاد نہ رہا کہ چہ نسبت خاک رابعالم پاک۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس عقیدہ اور تحریر کے وقت علمی بصیرت اور ایمانی بصارت سلب ہو گئی ہے۔ آگے لکھا کہ لیکن جب مجاہدات و ریاضات اور عبادات و اعمال شاقہ اور ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتی ہیں اور ارواح کو روحانی غذا ملنے لگ جاتی ہے تو ان کی سابقہ چمک دمک اور نورانیت اور قوت و طاقت بحال ہو جاتی ہے یوں ان میں اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کے ساتھ ربط و تعلق کی صلاحیت اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ (ص ۴۱، ۴۲)

محمد اقبال مصطفویٰ کی یہ تحریر سو قیانہ انداز تکلم کا بھی منہ چڑا رہی ہے، یہ تحریر ثابت کرتی ہے کہ ارواح انبیاء بدنی عوارض، جسمانی کثافتوں اور عملی کدورتوں سے متاثر ہوتی ہیں، بدنی اعمال و ریاضات کا دوام اور تسلسل استعداد و صلاحیت کی حیات نو میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور اس اوج کمال تک پہنچا دیتا ہے کہ انبیاء کے لئے اللہ اور فرشتوں کے ساتھ تعلق و ارتباط ممکن اور یقینی ہو جاتا ہے۔ عبارت شاہد ہے کہ محمد اقبال مصطفویٰ نبوت کے کسی اوصاف و لوازمات کو کسی تصور کرتا ان میں ترقی اور تنزل کا عقیدہ رکھتا ہے جبکہ اوصاف نبوت اور کمالات رسالت کسی نہیں وہی ہیں، عارضی حادثاتی اور وقتی نہیں بلکہ حقیقی دائمی اور فطری ہیں جن میں عروج و زوال محال ہے، نبی اوصاف نبوت اور نور نبوت اپنی ذات میں لے کر پیدا ہوتا ہے، جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا بیان بطور نص قطعی موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا الحمد للہ کہنا بحالت راکع اور ساجد و دنیا میں جلوہ گر ہونا دلائل و براہین کی ایسی پیوست کڑیاں ہیں، فکر فاسد اور سوچ کا سد جن کو لخت لخت کرنے کی ہمت اور توفیق نہیں رکھتے۔ غوث کبیر پیر سید عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ کا فرمان بھی پہلے زیب قرطاس ہو چکا ہے، مزید امام المحدثین قاضی عیاض اندلسی رحمہ اللہ کا کلام بھی ہدیہ ناظرین و قارئین ہے۔ ملاحظہ ہو:

”فظوا ہرہم و اجسادہم متصفۃ باوصاف البشر طاری علیہا ما یطر

ا علی البشر من الاعراض والاسقام و الموت والفناء و نعوت الانسانیۃ“

وارواحهم و بواطنهم متصفة باعلى من اوصاف البشر متعلقه بالملاء الا على
متشبهة بصفات الملائكة“ (شفا شریف، جلد دوم، ص- ۱۷۳)

انبیاء کرام ظاہری اور جسمانی اعتبار سے اوصاف بشریت سے متصف ہوتے ہیں۔
دیگر انسانوں کی طرح ان پر بھی امراض، موت، زندگی کا خاتمہ، شہوت انسانی، غصہ وغیرہ
عوارضات طاری ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی ارواح اور باطنی حالات بشریت کے اعلیٰ ترین
اوصاف سے متصف ہوتے ہیں، ان کا تعلق رب ذوالجلال سے ہوتا ہے اور باطنی حالات صفات
ملائکہ کی طرح ہوتے ہیں۔

جب ان کا باطن (یعنی روحانی حالت و کیفیت) رب ذوالجلال سے متعلق اور باطنی
کیفیات ملائکہ کی طرح ہیں تو بدنی عبادات، جسمانی ریاضات اور اعمال شاقہ روحانی رفعت و
ارتقاء میں غیر موثر اور غیر فعال ہیں، جس طرح صفات ملائکہ وہی ہیں کسی نہیں، اسی طرح صفات
انبیاء اور ان کے باطنی حالات و کیفیات بھی وہی ہیں کسی نہیں، مصطفوی کی ساری تقریر روحانیت
انبیاء اور کاوش بدنی کے عنوان میں ”لا یعنی اور بے مقصد ہے“ مصطفوی کی کوتاہ علمی اور کج بحثی اس
سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک تو بدنی اعمال کی تاثیر کو اوصاف روحانی اور کیفیات باطنیہ پر
فوقیت دی اور موثر قرار دیا، دوسرا یہ کہ فرشتوں کے سے اوصاف رکھنے والی بلند ترین مخلوق اور ہر
لحہ تعلق باللہ سے سرشار ہستیوں کو زید، عمرو، بکر کے مساوی اور مماثل قرار دیا۔ حالانکہ مصطفوی نے
اپنے نام کے ساتھ، فاضل جلیل، علامہ اور مصطفوی ہونے کی لائن لگا رکھی ہے، مصطفوی ہو کر مقام
مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے، تمام علمائے امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کا غار حراء میں خلوت نشیں ہو کر مصروف عبادت رہنا، روح کی بالیدگی اور حصول نبوت کے
لئے نہ تھا، اس کا مقصد روحانی استعداد اور صلاحیت کو بڑھانا نہ تھا، بلکہ کامل، اکمل اور مکمل طور پر
متوجہ الی اللہ ہونے کے لئے تھا۔ غار حراء میں ہی وحی کا آنا، نزول قرآن کا ہونا اسی کا ثمر اور نتیجہ

تھا، اللہ تو فیتق فہم عطا فرمائے۔

مولای صل و سلم دائما ابدًا ○ علی حبیبک خیر الخلق کلہم

سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ مصطفوی نے عام مسلمانوں کی ارواح اور انبیاء کرام کی ارواح مقدسہ کے درمیان تفریق کی نہ امتیاز رکھا، بالخصوص نبی کریم ﷺ کی روح اطہر کی انفرادیت اور خصوصیت کو ملحوظ رکھنا نہ احساس کیا، نبی کریم ﷺ کی روح اطہر کائناتی ارواح میں کسی کے مساوی مماثل اور مشابہ نہیں، دیگر ارواح کا دائرہ کار علم اور شعور کی حد تک ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی روح اطہر نبوت سے متصف ہے جو علم، شعور ادراک اور دیگر تمام کمالات کے لئے مبداء فیضان ہے۔ مصطفوی کی تقریر میں بنے گئے الفاظ کے تانے بانے ایک عام انسان کی جسمانی اور روحانی کیفیت کے ترجمان تو ہو سکتے ہیں مگر روح کائنات کے حق میں قطعاً دلیل ہیں نہ تعبیر و تشریح۔

دونبوتیں اور دور سالتیں؟ کیوں؟

تحقیقات نے لکھا کہ ”روز روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ آپ ﷺ اس دورانیہ میں عالم عناصر اور اجسام کے براہ راست نبی نہیں تھے نیز وہ نبوت اور تھی جو صرف ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام تک محدود رہی اور اس عالم عناصر میں ظہور کے بعد والی نبوت اور تھی جو سب مکاناتوں کو بھی اور مکینوں کو بھی محیط ہو گئی۔ (ص ۱۴۶)

توضیحاً کہا جائے گا کہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مخلوقات میں آپ اول الخلق ہیں۔ اور آپ کی نبوت اول النبوات ہے حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ”اول ما خلق اللہ نوری میں اول الخلق اور حدیث کنت اول النبیین فی الخلق و آخرہم فی البعث میں نبی اول ہونے کا بیان فرمان اور اعلان ہے سیدی غوث کبیر عبدالعزیز الد باغ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”ان المعرفۃ حصلت للنبی ﷺ حین کان الحبيب مع الحبيب ولا ثالث معهما

فہو علیٰ علیہ السلام اول المخلوقات جب آپ بحیثیت حبیب اپنے حبیب (اللہ تعالیٰ) کے پاس تھے اور تیسری کوئی مخلوق وہاں موجود نہ تھی اس وقت سے آپ کو معرفت ربانیہ حاصل ہے اور آپ ہی اول المخلوق ہیں۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے: ”ان الله خلق نوری قبل ان یخلق آدم علیہ السلام باربعة عشر الف عام و فی رواية یسبح ذالك النور و تسبح الملائكة بتسبیحه و هذا یوید انه ﷺ مرسل للملائكة کغیرهم فهذا صریح فی انه ﷺ ظهرت نبوته فی الوجود العینی قبل نبوة آدم و غیره وان الملائكة لم تعرف نیا قبله“ (جواہر البحار: ج ۱ ص ۳۳)

جواہر البحار کا یہ اقتباس ثابت کرتا ہے آپ نبی اول ہیں عالم ارواح اور عالم ملکوت میں نبی اول کے طور پر متعارف کرائے گئے۔ جب یہ امر ثابت اور محقق ہو گیا کہ آپ مخلوق اول اور نبی اول ہیں تو غور کرنا ہو گا کہ آپ کی نبوت کا دائرہ کار کہاں تک محیط و بسیط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وما ارسلنک الا کافة للناس“، الشیخ الامام، العلامة محمد الفاسی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”والانبیاء والرسل و جمیع اممهم و جمیع المتقدمین و المتأخرین داخلون فی کافة للناس“ تمام انبیاء اور تمام رسل اور ان کی امتیں اور تمام متقدمین اور متأخرین کافة للناس میں داخل ہیں۔ ثابت ہوا کہ آپ کی بعثت رسالت اجساد کے لیے ہے۔ عالم اجساد تمام متقدمین میں تمام متأخرین انبیاء و رسل اور ان کی امتوں کو شامل ہے عالم ارواح عالم ناسوت نہیں، عالم ارواح میں نبوت کا ثبوت حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین سے ہے۔ اور بعثت کیلئے بھی یہی حدیث دلیل ناطق ہے یعنی عالم ارواح کے لیے آپ کی نبوت اور رسالت بھی اسی حدیث سے ثابت ہے اور عالم اجساد کے لیے آپ کی نبوت و رسالت اور بعثت نص قرآنی ”وما ارسلنک الا کافة للناس“ سے ثابت ہے عالم ناسوت کا اطلاق جناب آدم علیہ السلام سے

لے کر صبح قیامت تک آنے والی ساری انسانیت پر ہے۔ کنت میں ضمیر متکلم اور ارسلناک میں ضمیر خطاب کا مدلول اور مصداق آپ کی ذات کریمہ ہے یہ ذات کریمہ معزول اور مسلوب عن النبوة نہیں کیونکہ ذات حقیقت نور یہ روح اقدس اور نبوت کے مجموعے کا نام ہے جو عالم ارواح سے لے کر ظہور قدسی بلکہ نبوت کے اعلان تک بدوں تغیر اور تبدل چلا آ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے محققین اور عرفائے کاملین نے آپ ﷺ کی عالم ارواح والی نبوت کو دائمہ اور مستمرہ فرمایا ہے۔ بقول تحقیقات اگر عالم ارواح والی نبوت اور تھی جو صرف ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام تک محدود رہی تو عالم اجساد میں دائمہ اور مستمرہ کیوں رہی؟ اس کا دائرہ کار تو عالم ارواح تک محدود ہے اس نبوت کے دوام اور استمرار کا مقصد؟ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس نبوت کے سلب ہونے کی نفی کی۔ اور اس کے دوام اور استمرار کا قول فرمایا خود تحقیقات نے (ص ۲۷۲) پر عقیدہ شیخ نقل کیا ہے جب یہ عالم ارواح والی نبوت قائم دائم اور مستمرہ ہے تو اور نبوت دینے کا مقصد؟ انبیاء کرام کی تخلیق اور ان کی بعثت مکمل ہونے پر اس کا وجود اور حکم مسدود ہونا لازمی تھا۔ جو نہ ہوا جو اس امر کی دلیل ہے کہ چالیس کی عمر شریف تک یہ نبوت موجود قائم اور دائم چلی آ رہی ہے۔ چالیس سال کی تکمیل پر اس نبوت کا اظہار اور اعلان ہوا ہے۔ اعطائے نبوت نہیں ہوا۔

خود تحقیقات نے لکھا کہ نیز نبی کریم ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے اور ارواح انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ کرام کو افادہ و افاضہ فرماتے رہے تو لباس بشری میں ملبوس ہونے پر وہ نبوت سلب تو نہیں ہو گئی تھی اگرچہ اس پر بشریت ایک طرح کا ستر اور پردہ بن گئی تھی۔ (ص 351)

تحقیقات کا مذکورہ یہ اقتباس دو امور کو ظاہر کر رہا ہے۔ نزول وحی تک نبوت سلب نہیں ہوئی صرف لباس بشریت میں ملبوس اور مستور ہو گئی تھی اس نبوت کے ہوتے ہوئے اور نبوت دیئے جانے کی وجہ اور ثبوت محتاج دلیل ہے جب کہ اس پر کوئی دلیل عقلی اور نقلی موجود نہیں۔

۲۔ عالم ارواح والی نبوت ارواح انبیاء اور ملائکہ کے لیے مخصوص اور ان تک محدود ہے دیگر

ارواح انسانیہ اور عالم اجساد کے لیے اس نبوت کا کوئی کردار نہیں جب کہ وما ارسلناک الا کافۃ للناس کا حکم پوری انسانیت اور ساری آدمیت کیلئے ہے۔ اور روح انبیاء اور ملائکہ تک آپ کی نبوت کو محدود اور محصور کرنے سے آیہء مقدسہ کے حکم عامی اور مدلول استغراقی کی نفی اور انکار لازم آتا ہے جو محال شرعی ہے جس میں مسلم شریف میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے:

”ارسلت الی الخلق کافۃ“ سے مراد جنس مخلوق ہے اور اس سے مراد جن وانس ہیں۔ کافۃ کی قید اور تمیز اس پر قرینہ لفظیہ ہے کہ اس سے مراد زائد تھی پورے جن اور سارے انسان ہیں جن میں جناب آدم علیہ السلام بھی داخل اور شامل ہیں یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر صبح قیامت تک تمام انسانوں اور جنوں کے آپ رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر خلق کافۃ کا مفہوم اور مدلول ساری انسانیت کو شامل نہ ہوتا تو انبیائے سابقین اور مرسلین اور ان کی امتیں آپ پر ایمان کیوں لاتیں؟ اور بقول تحقیقات لباس بشریت میں ملبوس اور مستور نبوت ایمان کے لیے اگر بنیاد اور موثر نہ ہوتی تو بحیرا راہب اور ورقہ بن نوفل مومنین اولین کیوں اور کیسے ہوتے؟ لباس بشریت میں مجبوب اور مستور نبوت ایمان کیلئے موثر اور کارگر نہ ہوتی تو بارہ سال کی عمر شریف میں بحیرا راہب جیسا کتب سماویہ کا بڑا عالم اور دانا آپ کو نبی مان کر ایمان کیوں لاتا؟ اگر نبوت مستورہ مجبوبہ حقیقتاً نبوت نہ ہوتی تو آپ کی نجی اور معاشرتی زندگی کا تقابل کتب سماویہ میں مذکورہ صفات سے کیوں کرتا؟ مہر نبوت کو دیکھ اور چوم کر، مشرف بایمان کیوں ہوتا؟

اگر بقول تحقیقات عالم ارواح والی نبوت الگ ہے اور عالم اجساد والی نبوت الگ ہے اور عالم ارواح والی نبوت ارواح انبیاء اور ملائکہ تک محدود ہے تو اعلان نبوت سے قبل اور عالم ارواح کے بعد عالم اجسام میں انبیاء و رسل اور ان کی امتیں جو ایمان لائے اور شیخ محقق نے انہیں مومنین (اولین قرار دیا ان کا ایمان کس کھاتے میں جائے گا یہ عالم اجسام میں ایمان لائے جب کہ اعلان نبوت ہوا ہے نہ ان کو عالم اجسام میں شرف زیارت حاصل ہے ماننا پڑے گا آپ کی نبوت

کا آفتاب عالم ارواح سے لے کر عرصہ محشر تک درخشندہ اور تابندہ ہے جس کی نور بار کرنوں سے ارواح اجسام منور ہوئے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ آپ کی دائمہ مستمرہ نبوت کا انکار محالات شرعیہ کے علاوہ دن کو رات کہنے کے مترادف ہے۔

علمائے متکلمین کا متفقہ اصول ہے کہ نبی اعلان نبوت سے قبل اور اعلان نبوت کے بعد واجب العصمتہ ہے تکمیل الایمان الہمید، المستعمد فی المعتقد شرح فقہ اکبر وغیرہ سے حوالہ جات بھی نقل ہو چکے ہیں سوال یہ ہے کہ اعلان نبوت سے قبل آپ واجب العصمتہ ہیں یا نہیں؟ بلا شک و شبہ آپ واجب العصمتہ ہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحقیقات نے ص 182 پر آپ ﷺ کے بچپن کا ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ جب آپ بچپن سے ہی واجب العصمتہ ہیں تو بچپن سے ہی نبی ہیں کیونکہ عصمت لازمہ نبوت ہے آپ ﷺ کے لیے عصمت کو واجب مان کر نبی تسلیم نہ کرنا خلاف فہم و دانش ہے کیونکہ لازم کا ملزوم کے بغیر تحقق محال عادی اور محال اصطلاحی ہے اس عصمت کا وجود اور لزوم اعلان نبوت تک پہلے سے موجود ہے جب عصمت موجود ہے تو اعلان نبوت تک نبوت بھی موجود ہے۔

اعلان نبوت تک کسی اور نبوت کا وجود ہے نہ تحقق تو اور نبوت کہاں سے آگئی۔

جس وقت وحی کا نزول ہوا وہ وقت عین عصمت ہے اور وہی وقت نبوت کے اظہار اور اعلان کا ہے جس میں کوئی تخلخل تخلف اور تعطل نہیں لہذا اور نبوت ہونے اور الگ نبوت دیئے جانے کا قول اور عندیہ اختراع اور افتراض کے سوا کچھ نہیں..... بقول تحقیقات جب پہلی نبوت موجود اور مستور ہے تو دیکھنا ہوگا کہ وحی کی کیفیت اور حکم کیا تھا۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چوں ایام وحی نزدیک رسید التزام واکثار کرد در خلوت و عبادت تا ناگہاں درآمد بروئے حق و وار دگشت وحی نازل شد قرآن مجید“ (مدارج النبوت: ج ۲: ص ۳۰)

جب وحی آنے کے دن قریب آئے تو آپ نے عبادت اور خلوت نشینی کو لازم اور اکثر کر لیا۔ حتیٰ

کہ اچانک غار میں خلوت اور عبادت کے ماحول میں حق کا اجالا ہوا اور وحی آئی اور قرآن نازل ہوا یعنی خلوت اور عبادت کی کیفیت میں جبریل علیہ السلام قرآن لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا مژدہ باد تر اے محمد کہ من جبریم و خدا مرا بتو فرستادہ است و تو رسول خدائے بریں امت بر جن و انس دعوت کن بقول لا الہ الا اللہ گفت بخواں یا محمد آنحضرت فرمود من خوانندہ نیستم و خواندن ندانم“ (مدارج النبوت : ج ۲ : ص ۳۱) جب فرشتہ وحی لے کر آیا تو اس نے رسول ﷺ سے کہا اے محمد ﷺ آپ کو مبارک ہو میں جبریل ہوں، خدا و تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ جن و انس پر مشتمل اس امت پر آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ جن و انس کو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی دعوت دیں۔ پھر کہا اے محمد ﷺ پڑھیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں مجھے پڑھنا نہیں آتا، شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا: ”پس جبریل نامہ از حریر بہشت کہ بدرویا قوت منسوج بود بیرون آمد و گفت بخواں“ (مدارج النبوت : ج ۲ : ص ۳۱)

جبریل علیہ السلام نے ایک دستاویز (تحریر) بہشتی ریشم کی نکالی جو موتیوں اور یا قوت سے بنائی گئی تھی اور اس میں اقراء باسم ربک الذی خلق لکھا ہوا تھا، اور پھر کہا کہ پڑھیے معلوم ہوا جبریل علیہ السلام قرآن حکیم لائے جو بہشتی ریشمی غلاف میں لپیٹا ہوا تھا۔ اور اس غلاف پر موتیوں اور یا قوت سے جڑھاؤ کیا گیا تھا۔ یہ نبوت نہیں رسالت ہے کیونکہ جبریل قرآن معہ غلاف لے کر نازل ہوئے جس نے آپ ﷺ کا صاحب کتاب ہونا ثابت ہوا۔ اور جو نبی صاحب کتاب ہو وہ رسول ہے نبی نہیں۔ اگرچہ ہر رسول صاحب نبوت ہے اسی لیے جبریل علیہ السلام نے آمد اور نزول کے بعد اپنا تعارف کرایا۔ آپ کو رسول ہونے کی خوشخبری سنائی اور کہا تو رسول خدائے بریں امت ہر انس و جن آپ اس امت کے لیے اللہ کے رسول ہیں۔ اگر آپ نبی ہوتے تو جبریل علیہ السلام آپ کو نبوت کی خوشخبری سناتے اور نبی کہتے رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی رسالت کا اعلان اور اظہار فرمایا ہے،، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا۔ وازاں بعد ہرگز

خیالے بد پیرامون خاطر من نگشت تا آنکہ مرا حق تعالیٰ برسالت خود نواخت“ (تفسیر عزیزی، پارہ عم: ص: ۱۲۱، ۱۲۲) اور اس کے بعد ہرگز اس قسم کا خیال میرے دل کے قریب نہیں پھٹکا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے منصب پر فائز فرمایا۔

امام رازی کے منقولہ الفاظ یہ ہیں: ”ماہمبت بعد ہا بسوء حتی اکرمنی اللہ برسالتہ“ (کبیر: ج: ۱۳: ص: ۲۱۸) اس کے بعد میں نے کبھی کسی نامناسب کام کا ارادہ نہیں کیا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رسالت کے ساتھ مکرم فرمایا۔

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی تو دودو آدمیوں پر مشتمل افراد کا انتخاب عمل میں لایا گیا رسول اللہ ﷺ کے ساتھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے، حضرت عباس کا بیان ہے کہ لوگوں نے اپنے ازار اتارے ہوئے تھے ازار پتھر کے نیچے رکھ کر لارہے تھے رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنا ازار اتار کر کندھے پر رکھا ہوا تھا اور آپ میرے آگے آگے جا رہے تھے اچانک آپ ﷺ گر پڑے اور منہ کے بل گرے، میں نے اپنا پتھر پھینک دیا اور دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا آپ ٹٹکی باندھ کر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے میں نے پوچھا کیا ہوا؟ آپ اٹھے اور ازار باندھا اور فرمایا: انی نہیت ان امشی عریانا“ (البدایہ والنہایہ: ج: ۲: ص: ۲۶۷)

مجھے ننگا ہو کر چلنے سے روک دیا گیا ہے صحیحین میں واقعہ عبدالرزاق کی زبانی بیان ہوا ہے،، ننگا پن زمانہ جاہلیت کی عادات کا ایک حصہ تھا تہذیب کا حصہ ہونے کی بناء پر معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ کو روک دیا گیا، یہ آپ ﷺ کیلئے من جانب اللہ عصمت تھی جو آپ کے قبل از بعثت نبی ہونے کی دلیل ہے اگر بحیثیت نبی عصمت آپ کیلئے لازم اور ضروری نہ ہوتی تو آپ ﷺ کو اس امر جاہلیت سے کیوں روکا جاتا؟ محدثین نے اس واقعہ کو بھی عصمت کے عنوان میں نقل فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ کی عصمت پر تحقیقات نے لکھا ہے کہ: آپ کی ولادت باسعادت

اور تربیت و پرورش تو حید و ایمان اور عصمت پر ہوئی ہے،، (ص: ۲۲۳)

تحقیقات نے قرارداد صادر کرتے ہوئے تحریر کیا کہ حالانکہ عصمت لازمہ نبوت ہے نہ کہ لازمہ اعلان نبوت۔ (ص: ۳۳۵)

اولاً: جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت عصمت پر اور توحد و ایمان پر ہوئی ہے تو پھر آپ ﷺ کو روز ولادت سے ہی نبی کیوں نہیں مانا گیا؟ یہ کہاں کی صداقت اور کہاں کی دانش ہے کہ لازم کو تو مان لیا جائے اور ملزوم سے انکار کر دیا جائے،،

ثانیاً: اعلان نبوت چالیس عمر شریف کی تکمیل پر ہوا نبوت پیدائشی ہے پہلے نبوت تھی جس کا باقاعدہ اظہار اور اعلان چالیس سال کی عمر شریف مکمل ہونے پر ہوا، یہ اعلان درحقیقت اعلان رسالت ہے اس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱: جبریل علیہ السلام نے کہا من جبریلیم و خدا مرا بتو فرستادہ است و تو رسول خدائے بریں امت برجن والنس، جبریل علیہ السلام نے آپ کو رسول کہا آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اس امت کے رسول ہیں،،

۲: رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: ”حتی اکرمنی اللہ برسالتہ“ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے مکرم فرمایا۔

۳: جبریل علیہ السلام جب غار حراء میں نازل ہوئے تو قرآن لے کر آئے، شیخ محقق نے فرمایا: ”وارد گشت وحی و نازل شد قرآن مجید علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جس ذات پر کتاب کا نزول ہو وہ رسول ہے علامہ التورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: وگویند رسول آں بود کہ فرشتہ بوحی بد و فرد آید و نبی آنکہ آواز می شود یا ملہم گرد“ (المعتمد فی المعتقد: ص: ۹۲)

رسول وہ ہے جس پر فرشتہ وحی لے کر آئے اور نبی وہ ہے جو پوشیدہ اور غیبی آوازوں کو سماعت کرے، یا اس پر الہام کیا جائے، نزول وحی سے قبل بچپن سے ہی آپ ﷺ پر الہامات ہونے

لگے تھے، غیبی آوازوں کو بھی سماعت فرماتے رہے بڑی بڑی روشنیاں بھی ملاحظہ فرماتے رہے یہ نزول وحی سے قبل آپ کے نبی ہونے کے ثبوت ہیں، اور علمائے متکلمین کے نزدیک یہ علامات نبوت ہیں غار حراء میں جبریل علیہ السلام وحی (قرآن) لے کر آئے یہ رسالت ہے نبوت نہیں، نبوت آپ ﷺ کو اس سے قبل حاصل ہے“

علامہ التورپشتی نے نبی اور رسول کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہر کہ ہر کرا حق تعالیٰ نبوت داد و امرے بوے آمد کہ پیغام من بخلق رساں و ایشاں را بمن خواں، دے نبی مرسل باشد پس ہر کہ نبی باشد رسول نہ باشد و ہر کہ رسول است البتہ نبی باشد“ (المعتقد فی المعتقد ص ۶۶، ۶۷) جس ذات کو اللہ نے نبی بنایا اور حکم دیا کہ میرا پیغام میری مخلوق کو پہنچاؤ اور ان کو میری طرف بلاؤ۔ وہ نبی مرسل ہے۔ پس ہر وہ ذات جو نبی ہو وہ رسول نہیں ہوتی اور جبکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے۔“

غار حراء میں جبریل علیہ السلام قرآن لائے اور اللہ کا حکم سنایا کہ لوگوں کو کلمہ توحید کی دعوت دو اور یہ تحریر پڑھو۔ بدیہی اور فصیح الفاظ میں یہ رسالت ہے اور آپ کے نبی مرسل ہونے کی دلیل ہے تحقیقات کا اس ساری کارروائی کو نبوت کی کارروائی قرار دینا غلط ہے۔ جب جبریل آگئے رسالت کی خوشخبری دی اور اعلان کیا اس امت پر تمام انسانوں اور جنوں کے لئے آپ اللہ کے رسول ہیں، موتیوں اور یاقوت سے مرصع جنتی ریشم پر لکھی ہوئی سورۃ اقرء پڑھنے کے لئے پیش کی، دعوت توحید اور تبلیغ کا حکم الہی سنایا، یہ نبوت کے لئے ہے اس ساری کارروائی جس کی تکمیل جبریل کے ہاتھوں ہوئی رسالت ہے نبوت نہیں، اس کارروائی کے بعد آپ صرف نبی نہیں بلکہ نبی مرسل ہیں۔

”مولای صل و سلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلم، ہوا

الحبیب الذی ترجی شفاعتہ“ لکل ہول من الا ہوال مقتحم“

تحقیقات کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت مطلقہ عامہ کے عنوان میں ہے، دائمہ

مطلقہ کے عنوان میں نہیں: تحریر کیا کہ اس مستدل مجتہد صاحب کو قضیہ مطلقہ عامہ اور دائمہ مطلقہ کا فرق معلوم ہوتا تو اس طرح کے بے بنیاد استدالات کے قریب نہ پھٹکتے۔ فی الجملہ اور فی وقت من الاوقات نبی ہونا علیحدہ بات ہے اور دوامی طور پر نبوت یا بوقت اطلاق لفظ نبوت سے متصف ہونا علیحدہ امر ہے اور کبھی مستقل میں حاصل ہونے والی حالت کو مد نظر رکھ کر اطلاق کر دیا جاتا ہے جیسے من قتل قتیلاً فلہ سلبہ (ص۔ ۲۸۰)

توضیحاً کہا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو فی الجملہ اور فی وقت من الاوقات اور مطلقہ عامہ کے عنوان میں تسلیم کرنا غلط اور خلاف اصول ہے، نبی کریم ﷺ کی نبوت دائمہ مطلقہ کے تحت ہے، خود تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت کا دوام اور استمرار تسلیم کیا بلکہ عقیدہ شیخ کو بھی ص۔ ۲۷۲۔ پر نقل کیا ہے، لہذا مطلقہ عامہ کا قول عقیدہ شیخ کے خلاف اور مغائر ہے، فی وقت من الاوقات اور فی الجملہ کا قول بھی باطل ہے۔ کیونکہ یہ عرض مفارق ہے، عرض مفارق کلی خارجی ہے، اس کا موصوف، معروض، محل فرد ماہیت ہے اس کا انفکاک اس سے جائز ہے ممتنع نہیں، ارباب فن کے نزدیک کتابت بالفعل اسکی مثال ہے، عرض مفارق کو زوال لازم ہے خواہ سریع الزوال ہو یا بطئی الزوال، لیکن زوال اس کا مقدر اور نصیب ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے لئے نبوت عرض مفارق نہیں کہ اس کا ثبوت فی الجملہ یا فی وقت من الاوقات ہو،

جیسا کہ مطلقہ عامہ میں ہوتا ہے اور پھر محمول کی جو نسبت جو موضوع کے ساتھ ہے اس کا تحقق اور ثبوت از منہ ثلثہ میں سے کسی ایک زمانے میں بالفعل ہوتا ہے۔ جس کا انفکاک اور زوال ممتنع نہیں ہوتا بلکہ امور واقعہ سے ہوتا ہے جب کہا گیا فلاں انسان کاتب بالفعل ہے یا زید کاتب بالفعل ہے بالفعل کتابت کا ثبوت از منہ ثلثہ میں سے ایک زمانہ (حال میں اگر بالفعل پایا گیا تو مطلقہ عامہ کا وجود اور صدق پایا گیا مگر زمانہ ماضی اور مستقبل میں کتابت بالفعل کا تحقق ہے نہ ثبوت، لیکن نبی کریم ﷺ کے لئے نبوت کا ثبوت مطلقہ عامہ کے تحت فی الجملہ یا فی وقت من الاوقات نہیں

بلکہ دائمی اور استمراری ہے۔ کیونکہ نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ اور روحانی کے لئے عرض لازم ہے اور لازم بین ہے۔ آپ کی حقیقت ذات روح اور نبوت کو زمانہ سے قبل پیدا کیا گیا ہے اس کا تذکرہ اندر کے صفحات میں موجود ہے روز اول سے ملنے والی نبوت عالم ارواح عالم اجساد میدان حشر تک دائم اور مستمر ہے اس پر احادیث و آیات شاہد ہیں پوری تفصیل اندر کے صفحات میں مرقوم ہے اس نبوت کا امتناع اور انفکاک آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح انور سے محال شرعی ہے۔ مزید اعلان نبوت سے لے کر رحلت تک کے عرصہ کو نبوت بالفعل مان کر آپ ﷺ کے لئے بعنوان فی الجملہ فی وقت من الاوقات بصورت قضیہ مطلقہ عامہ تسلیم کیا جائے تو بعد ازاں رحلت تک عرصہ محشر آپ کی نبوت کا قیام و دوام ہے یہ قضیہ مطلقہ کی تعریف میں نہیں آتا اور نہ ہی قضیہ مطلقہ عامہ اس پر صادق آتا ہے۔ مطلقہ عامہ میں محمول کی نسبت الی الموضوع بالفعل ہوتی ہے عملاً اس کا تحقق اور وجود پایا جاتا ہے جبکہ یہ کلیہ اور یہ شرط بعد از رحلت دالی نبوت پر صادق ہے نہ منطبق۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہریہ کے اختتام اور انقطاع کے باوجود آپ کی رسالت موجود اور متحقق ہے ورنہ محمد رسول اللہ کہنا اور اس پر ایمان رکھنا لازم اور فرض نہ ہوتا، جب رسول اللہ کی ترکیب اضافی بنیاد ایمان ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی نبوت کا امتناع انتفاء اور انفکاک نہیں ہوا، بلکہ بوصف دوام و استمرار موجود ہے اور قیامت تک آنے والے انسان اس کی تصدیق اور اقرار کے پابند ہیں مزید مطلقہ عامہ میں بالفعل کی قید سے رحلت کے بعد کا زمانہ عرصہ محشر تک نبوت اور رسالت سے خالی ہوگا، اور اس عرصہ طویل میں آنے والے کلمہ گو مسلمانوں کو قضیہ مطلقہ عامہ کے حکم اور شرط فعلیت کی روشنی میں مسلمان کہنا جائز نہ ہوگا، یہ محالات شرعیہ میں سے ہے،

کیا مطلقہ عامہ کی بنیاد اور شرط پر ان گنت مسلمانوں کو نعوذ باللہ دائرہ ایمان و اسلام سے خارج کرنا

ممکن ہے؟ اور میٹروں کے حساب سے لمبے لمبے القاب رکھنے اور لینے والے لوگ ان کے مستحق قرار پائیں گے؟

اسی طرح آپ کے فرمان عالی مقام کو من قتل قتیلا فله سلبہ کے مشابہ قرار دیکر زیرِ حکم لانا بھی غلط ہے کیونکہ اولاً یہ تحریریں وترغیب ہے اور بصورت شرط و جزا ہے جبکہ حدیث کنت نبیا، جملہ خبریہ ہے متعلقہ بزمان ماضی ہے دونوں میں بون بعید ہے،،

ثانیاً: قتل صفت مشبہ فعیل کے وزن پر ہے یہاں بمعنی اسم فاعل موول ہے معنی یہ ہوگا جو اسلام کے خلاف قتال کرنے والے کو قتل کرے گا اس کا سامان اسی کا ہوگا اس میں اسلام کے خلاف قتال کرنے والے کا حکم بصورت تحریریں اور ترغیب بیان ہوا ہے تاویل کی احتیاج اس لئے پڑی کہ ظاہری معنی متعذر ہے یہ تعذر لفظی ہے مگر معنایاً موول اسم فاعل بلا غبار ہے لیکن حدیث کنت نبیا، ظاہری معنی پر ہے یہاں تعذر لفظی ہے نہ معنوی،،

ثالثاً: تحقیقات کا یہ تحریر کرنا کہ بوقت اطلاق وصف نبوت سے متصف ہونا علیحدہ امر ہے،، غلط ہے کیونکہ تحقیقات نے متعدد بار عالم ارواح والی نبوت کو نبوت بالفعل تسلیم اور تحریر کیا ہے پھر اس لئے بھی غلط ہے کہ جب صحابہ نے متی وجبت لک النبوة سے سوال کیا تو اس وقت آپ بالفعل نبی تھے اور تمام مخلوق کیلئے نبی تھے۔

مختصر ا یہ کہ آپ کی بے کراں اور کائناتی نبوت کو جمیع انسانیت کی نبوت سے سکیڑ کر مطلقہ عامہ، فی الجملہ فی وقت من الاوقات کے قلیل مفہوم، قلیل مدت کیلئے محدود و محصور کرنا قواعد و اصول کے خلاف ہے آپ کی نبوت دوام اور استمرار کیلئے ہے جس کی تائید و توثیق آیات قرآنیہ، اور احادیث نبویہ سے روز روشن سے بھی زیادہ ظاہر و باہر ہے۔

رابعاً: نفس نبوت عرض ہے کلی ہے اس کا معروض دو قسم ہے، ماہیتی اور افراد، عرض پھر دو قسم ہے مستحیل الزوال اور عدم مستحیل الزوال، مستحیل الزوال ہو تو عرض لازم ہے اور اگر عدم استحالة ہو تو

عرض مفارق ہے، لازم ماہیت، جیسے اربعہ کیلئے زوجیت، اور لازم فرد، جو فرد ماہیت ہے یہ دو قسم ہے فرد خارجی، اور فرد ذہنی، فرد خارجی آگ کا جلنا آگ جہاں ہوگی وہاں خارجاً اور حساً ثبوت احراق پایا جائیگا یہ محال خارجی ہے کہ آگ احراق کے بغیر خارج میں پائی جائے فرد ذہنی جیسے انسان کی حقیقت کلیہ کا وجود بدوں افراد خارج میں غیر واقع اور غیر متحقق ہے لازم دو قسم ہے لازم بین لازم غیر بین،،

اس اجمال کی تقسیم کے بعد آئے رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور قضیہ مطلقہ عامہ کی طرف، مطلقہ عامہ میں عرض کا ثبوت موضوع کیلئے اور محمول کی نسبت موضوع کی طرف جو درجہ فعلیت میں ہے لازم ہونے کے باوجود مستحیل الزوال نہیں اس عرض کا زوال اور مفارقت فی وقت من الاوقات، اور بالجملہ، موجود فی الخارج، متحقق اور امر یقینی ہے مانا کہ کتابت بالفعل زید، عمرو، بکر کیلئے عرض ہے کیونکہ کتابت ماہیت انسانیہ کا خاصہ اور عرض لازم ہے لیکن اس کا لزوم لکھ بیع الاوقات نہیں بلکہ فی وقت من الاوقات ہو کر لازم مفارق ہے، نبوت رسول اللہ ﷺ کیلئے عرض لازم ہے عرض مفارق نہیں، آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ آپ کی ماہیت نوریہ اور ذات شخصی سے نبوت کی مفارقت کا انکار کرتی ہیں، حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ نے آیہ کریمہ وقلوبک فی الساجدین کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل فرمایا،، من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا“ (البدایہ والنہایہ: ج: ۲: ص: ۲۳۹)

امام رازی رحمہ اللہ نے آیہ کریمہ انا اعطینک الکوثر کی تفسیر میں فرمایا:

”ہی الاسلام والقرآن والنبوة“ روز ازل سے آپ ﷺ نبی بنائے گئے ہیں جو عرصہء حشر تک ثابت اور متحقق ہے دیگر انبیاء کرام کو نبوت اور اس کے متعلقہ امور ان کو وقت بعثت دیئے گئے لیکن نبی کریم ﷺ کو عالم ارواح میں نبوت اور متعلقہ امور کمالات وغیرہ عطا فرما کر انبیاء کرام کے سامنے اظہار کیا گیا اور انہوں نے دیکھ کر اعتراف اور اقرار کیا شیخ محقق رحمہ اللہ نے مدارج

النبوت، جلد اول، ص: ۴۷ پر اسی طرح فرمایا ہے اس سے آپ کی نبوت اور دیگر انبیاء کی نبوتوں کے درمیان فرق واضح ہو گیا، لہذا آپ کی نبوت کیلئے قضیہ مطلقہ عامہ کا اطلاق اور اصول غلط اور خلاف نصوص ہے۔ اس سے آپ کی نبوت دائمہ کا وجود ثابت ہوا کیوں کہ آپ کی حیات ظاہریہ کے کسی مرحلہ پر اس نبوت کا انتفاء اور سلب نہیں ہوا، اور نہ ہی بعد از رحلت نبوت آپ سے سلب ہوئی ہے۔

عالم ارواح میں آپ ﷺ کی نبوت بمعین اوصاف نبوت بالفعل تھی، اور دیگر انبیائے کرام کی نبوت علم باری تعالیٰ میں مقدر تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی حقیقت اور ماہیت نور محض اور تجلی الہی ہے جس کا تفصیلی علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے مخلوق اس سے لاعلم ہے تو آپ کی حقیقت اخص ہوئی، اسی حقیقت کے مساوی آپ کی روح اقدس تخلیق ہوئی روح بھی مخصوص ہوئی، ان کے متصل اور معاً ان کی شایان شان نبوت کا مقام دیا گیا، جس سے آپ کی نبوت کا بھی اخص ہونا ثابت اور معلوم ہوا، کنت نبیاً و آدم بین الماء والطين،، میں اسی نبوت خاصہ کا اظہار اور بیان ہے،، جب آپ کی حقیقت اخص الخواص ہے اور آپ کی روح، روح الارواح ہو کر اخص ہے، روح اور حقیقت کیلئے عرض لازم بننے والی نبوت لازم بین بالمعنی الاخص ہے یہ حقیقت نوریہ، اور روح اطہر جب اور جہاں جہاں پائے جائیں گے ان کا تحقق اپنی حیثیت اور نوعیت کے مطابق ہوگا اور نبوت بھی اپنی صفت خاصہ کے ساتھ ذات مقدسہ اور روح اطہر کیلئے بطور اختصاص ثابت ہوگی، لزوم کا سارا عمل لازم بین بالمعنی الاخص ہوگا، گویا آپ ﷺ کی نبوت لازم ماہیت من حیث الحقیقۃ ہے اور لازم فرداخص من حیث الثبوت اور انتساب ہے،

کیونکہ روز ازل سے مخلوق اول فقط آپ ہی ہیں، اور روز اول سے نبوت کا وجود فقط آپ کیلئے ہی ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لہذا آپ کی نبوت کیلئے قضیہ مطلقہ عامہ کا اطلاق اور اصول غلط اور

خلاف نصوص ہے۔ ”فتد برو تفکر“

○ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ○

دور حاضر انتہائی نازک اور کٹھن مراحل سے گزر رہا ہے ایک طرف مادیت کا سیل رواں اُٹھ آیا ہے جس کی تیز و تند لہریں انسانی بستیوں کو خس خاشاک کی طرح بہا کر لے جا رہی ہیں، اور دوسری طرف یہود و نصاریٰ کی چابک دستیوں، اہلسیانہ پالیسیاں عالم اسلام کے خلاف پوری طرح روبہ عمل ہیں، مسلمانوں میں تفرق و تشتت انگیزی میں پوری قوت سے سرگرم عمل ہیں، فرقہ واریت آتش نمرود کی طرح شعلہ زن ہے، جسکی حدت و شدت کے اثرات ہر گھر میں موجود اور اثر انگیز ہیں نئی نسل پر مادیت، ذہنی اور فکری آزادی کا غلبہ ہے گئے چنے علماء ماحول زمانہ کی چیرہ دستیوں سے مجبور اور محدود ہو گئے ہیں، مدارس ماحولیاتی تقاضوں کے مطابق افراد پیدا نہیں کر رہے تعلیم سند کی حد تک محصور ہو چکی ہے، مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کے مقابل اور متضادم نظریات کی بھرمار ہے، جن کا دفاع آسان نہیں رہا، اہل سنت و جماعت کے مقتداء اور جاندار علماء کی پہلے ہی قلت ٹھھی، مگر اب صورت حال انتہائی تشویشناک حد تک پہنچ چکی ہے، اہل سنت کے گھر سے خیرات، اور اہل سنت کے پلیٹ فارم سے عظمت و ناموس کی اوج ثریا پانے والے علماء مخالفین کی صفوں میں ایستادہ ہو کر زبان و قلم کی تیر اندازی سے اجماع امت اور جمہور اہل سنت کی صاف، شفاف حیثیت، اور قابل اتباع، شخصیت پر تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں، تحفظ عقائد کی جگہ فکری، ذہنی اور اعتقادی بگاڑ پیدا کیا جا رہا ہے، اور ہر فریق علم و دلائل کی قوت سے مد مقابل کو گرانے کی کوشش میں ہے ہر فریق اپنے دلائل کو حتمی، اجتماعی، اجماعی قرار دیکر فریق ثانی کو دعوت تقلید اور رغبت عمل دے رہا ہے، اسی سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ ”تحقیقات“ دیکھنے کا موقع ملا، یہ کتاب چار صد آٹھ صفحات پر مشتمل ہے، یہ مولانا اشرف سیالوی کے اعتقادی مواد، اور رشحات قلم کا نتیجہ ہے، سیالوی صاحب نے یہ کتاب صرف ایک موقف، ایک نظریہ اور ایک عقیدہ پر ترتیب دی ہے کہ، غار حراء میں نزول فرشتہ (جبریل علیہ السلام) سے پہلے آپ بالفعل نبی نہیں تھے، بلکہ بالقوہ نبی تھے، پیدائش سے لیکر چالیس سال تک کی عمر کا دورانیہ آپ کی نبوت سے عاری اور خالی تھا، چالیس سال

کے اختتام پر آپ کو منصب نبوت عطا کیا گیا، مولانا نے اہل سنت کی کتب سے استشہاد کیا اور قاری کو قائل حق التامل کے وزنی الفاظ سے دعوت تامل دی ہے، مولانا کے شاگردوں نے اس پر بسیط اور مربوط تقاریظ لکھی ہیں استاد محترم کی کاوش کو سراہا بھرپور تائید کے ساتھ دعوت تسلیم و عمل دی ہے، شنید میں آیا ہے کہ کچھ اہل دانش نے ”تحقیقات“ کا جواب لکھا ہے لیکن بندہ ناچیز اس تک رسائی سے قاصر رہا ہے، بندہ ناچیز ”عمدۃ التحقیق“ کی تالیف و تصنیف میں مشغولیت کے باعث دیر سے توجہ دے سکا! کتاب کی دستیابی میں بھی کافی وقت صرف ہوا، عزیزی، قاری صغیر احمد قادری، نے کتاب کی فراہمی میں نمایاں کردار ادا کیا،، بندہ ناچیز نے مولانا اشرف سیالوی کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ مادرسی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہولاہور میں صدر مدرس تھے، اور بندہ ناچیز نے ابتدائی تعلیم (آغاز تعلیم) کیلئے جامعہ میں قدم رکھا تھا، کچھ عرصہ بعد چکوال میں مدرسہ جامعہ اسلامیہ میں ان کے تلامذہ کا ہم سبق ہونا بھی میسر آیا، مولانا کو اہل سنت و جماعت کے علامتی اور شناختی علماء، اور مدرسین میں شمار کیا جاتا رہا ہے، اسلاف سے رجوع الی الحقیقت ثابت ہے اور یہی دلیل علم و عظمت ہے،،

بندہ ناچیز کو دو وجہ سے قائل حق التامل کی مجبوری پیش آئی ایک تو یہ الفاظ در تامل پر دستک دیتے ہیں نمبر دو کہ کچھ اہل دانش نے اس اختلافی نظریہ پر حق اور سچ واضح کرنے کا حکم فرمایا ہے، بندہ ناچیز خرابیء صحت، بیجہ ایکسیڈنٹ نحافت و کمزوری، اور آپریشنز کے باعث بے ہمتی کا شکار ہے، مگر مولانا کے دعوت تامل حق التامل کے جواب میں کچھ مواد ہدیہ ناظرین و قارئین کر رہا ہوں، موضوع امر نبوت ہے جس کا براہ راست واسطہ اور تعلق نبیوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، جو ۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر..... کے مصداق، اور مدلول ہیں،،

اللہ ذوالجود والا کرام کی بارگاہ بے کس پناہ میں التجاء ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے قلم و آوارگی اور ذہن و قلب کو خطا و نسیان سے محفوظ رکھے، آمین

بندہ ناچیز

قاضی محمد عظیم نقشبندی کھویرہ آزاد کشمیر



تحقیقات کے صفحات اور انداز تحریر سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ کسی کتابی موقف کا جواب ہے اور صاحب کتاب کو دلائل، اور ثبوت کے حوالے سے دعوت تامل مگر حق التامل کی بنیاد پر دی گئی ہے وہ صاحب کون ہیں جن کو جوابی صورت میں تامل مگر حق التامل کی پیش کش کی گئی ہے یہ معلوم کرنا ہماری ضرورت نہیں، مگر تامل حق التامل کا سخت گیر حکم لائق اتباع اور موجب تعمیل ہے، اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، پہلے تحقیقات کا موقف اور دلائل نقل کرینگے، اور اس کے بعد ہم اپنا موقف اور دلائل پیش کریں گے، واللہ ولی التوفیق

تحقیقات: نبوت کیلئے وحی کا نزول لازم اور ضروری ہے، خواہ وہ اس نبی کی ذات کی تکمیل کیلئے ہو جیسا کہ محدثین کا مذہب ہے، یا امت کی تبلیغ کیلئے ہو جیسے علمائے کلام کا مذہب ہے اور جب وحی عمر شریف کے چالیس سال گزرنے پر نازل ہوگی تو نبوت بھی اسی وقت سے ثابت ہوگی نہ کہ نبوت کا ثبوت و تحقق پہلے ہو جائے اور وحی کا نزول بعد میں ہو۔ (صفحہ: ۲۰۹)

اس سے ثابت ہوا کہ تحقیقات کے نزدیک نبوت کا آغاز، اور ثبوت و تحقق چالیس سال کی عمر کی تکمیل پر ہوا، کیونکہ نبوت کا ظہور، وجود، ثبوت اور تحقق فی الخارج نزول وحی پر موقوف ہے، چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل سے قبل آپ پر نزول وحی نہیں ہوا اس لئے آپ نبی نہیں تھے، عبارت مذکورہ بالا میں چالیس سال سے قبل کے عرصہ میں علی الاطلاق نبوت کی نفی ہے۔

سیالوی صاحب کے ایک شاگرد رشید محمد سہیل احمد سیالوی نے تائید کرتے ہوئے لکھا کہ: عالم ارواح اور عالم اجسام کے احکام جدا جدا ہوتے ہیں، روح مجرد عن البدن اور روح مع البدن کے احکام تقاضوں، اور معاملات میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ بقول عرفائے امت عالم ارواح میں بایں معنی نبوت و رسالت سے نوازا کہ آپ کی روح

اقدس ارواح انبیاء اور ملائکہ کی معلم و مربی ٹھہری، لیکن عالم اجسام میں بشمول سید عالم ﷺ کسی نبی کو بھی چالیس سال سے پہلے مقام نبوت پر فائز نہیں کیا گیا، یہی اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ رہی،، (ص: ۱۶)

تحقیقات کی تائید میں ایک تقریظ لکھنے والے غلام محمد بندیا لوی شرقپوری نے تحریر کیا کہ:
لیکن سوائے حضرات عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام یا نبی کریم ﷺ کے دوسرے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش پیغمبر کے حق میں پیدائشی نبوت کا قول اسلاف میں سے کسی نے نہیں کیا،، (ص: ۳۳)

یہی موصوف آگے القول الفیصل کے تحت لکھتے ہیں کہ: بحر العلوم والفنون حضرت شیخ الحدیث نے دلائل و براہین وافرہ، اور حج متکاثرہ کے ساتھ اپنے دعوائے حق اور اذعائے صادق کو ثابت کر دیا ہے اور اس امر کا اعتراف و اقرار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں چھوڑا اور کسی حیل و حجت اور عذر و بہانہ کی گنجائش نہیں چھوڑی کہ واقعی سید عالم ﷺ عالم ارواح میں نبی ﷺ تھے اور عالم اجسام میں ظاہر ہونے پر چالیس سال تک ولایت کبریٰ اور محبوبیت عظمیٰ کے مرتبہ پر فائز تھے،، اور باطنی اور روحانی نبوت کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بالقوہ نبی تھے،، (ص: ۳۸)

تحقیقات اور سہیل احمد سیالوی کا موقف یہ ہے کہ نزول وحی نبوت کے وجود اور ثبوت کی علت اور دلیل ہے وحی کے نزول سے قبل نبوت کا ثبوت اور تحقق ممکن نہیں، مگر غلام محمد بندیا لوی کا کہنا ہے رسول اللہ ﷺ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کی طرح پیدائشی نبی تھے، یعنی عالم اجساد میں آپ کی جلوہ گری مع النبوت تھی آپ ﷺ تاج نبوت پہن کر عالم اجساد میں تشریف فرما ہوئے تھے،، جس سے نبوت کے تحقق و ثبوت کیلئے نزول وحی کی شرط محل نظر ٹھہری۔

ثانیاً، اگر نزول وحی کی شرط کو لازم اور بر محل رکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کی نبوت کی نفی اور انکار لازم آئے گا کیونکہ ان کی نبوت کا وجود اور ثبوت

نزول وحی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ تخلیقی فطری اور پیدائشی طور پر ہے،، ان کی نبوت کا انکار، یا نفی محال شرعی ہے، بلکہ تصدیق و اقرار ہی اصل ایمان ہے،، یہ اقرار اور تصدیق عین ایمان ہونے کی وجہ سے ثابت کرتا ہے کہ نبوت کی ایک قسم ایسی بھی ہے جس کا تحقق و ثبوت نزول وحی پر موقوف نہیں بلکہ اس کے بغیر بھی ثابت اور متحقق ہے اسی طرح نبوت کے لوازمات میں سے دعوت اور تبلیغ بھی ضروری نہیں، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وہی بزمذہب ایشاں لازم نیست کہ داعی و مبلغ باشد“ محدثین کے مذہب میں نبی کیلئے داعی اور مبلغ ہونا ضروری نہیں ہے،، (اشعۃ اللمعات: ج: سوم: ص: ۶۳۶، بحوالہ تحقیقات: ص: ۹۲)

معلوم ہوا نبوت کا وجود اور ثبوت نزول وحی پر ہی موقوف نہیں، اور نہ ہی نبی کیلئے بہر حال اور بہر صورت دعوت و تبلیغ الی الحق فرض و لازم ہے،،

غلام محمد بند یا لوی کے کلام سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ روحانی اور باطنی نبوت کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بالقوہ نبی تھے،، غور طلب امر یہ ہے کہ بقول تحقیقات جب وحی عمر شریف کے چالیس پورے ہونے پر نازل ہوئی تو آپ روحانی اور باطنی طور پر کس طرح نبی تھے؟ اور جسمانی طور پر آپ ﷺ کس طرح نبوت بالقوہ کے مرتبہ پر فائز تھے؟

اگر یہ روحانی نبوت وہی تھی جو عالم ارواح میں ارواح انبیاء اور ملائکہ کیلئے مربی اور معلم تھی تو اس قول ”کہ عالم بشریت اور وجود عنصری کا حکم جداگانہ ہے،،“ (تحقیقات: ۶۹) کا کیا جواب ہے؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ عالم اجساد میں جلوہ گری کے وقت آپ ﷺ کو روحانی اور باطنی نبوت کے ساتھ نوازا گیا تو یہ محل نظر ہے اس پر مناسب مقام کے تناظر میں گفتگو کی جائے گی، مگر اس صورت میں بھی تحقیقات کے موقف کے مغائر ہے،،

اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی روح شریفہ اسی نبوت سے متصف تھی جو عالم ارواح میں آپ کو عطا فرمائی گئی تو یہ بھی تحقیقات کے موقف کی نفی ہے کیونکہ نبوت کا محل اور موصوف روح ہے جسم

عنصری تو آثار اور افعال نبوت کا آلہء کار ہے جس کی مکمل اور قوی کارکردگی اور ضبط و تحمل کا زمانہ چالیس سال عمر کی تکمیل ہے،

غلام محمد بندیا لوی نے رسول اللہ ﷺ کی روح مقدسہ اور باطن شریفہ، جو جوہر نورانی اور جوہر حقیقت ہے، کیلئے نبوت ثابت کی ہے اور قبل از بعثت ثابت کی ہے جبکہ تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ: نبی کی تعریف یہ ہے ”انسان بعثہ اللہ الی الخلق لتبلیغ الاحکام“ وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کیلئے مبعوث فرمائے تو کیا آپ نے عمر شریف کے پہلے حصے میں تبلیغ فرمائی جب نہیں اور بالکل نہیں بلکہ اس خاموشی اور دعویٰ سے دوری کو اپنی صداقت دعویٰ پر بطور دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ”قل لو شاء اللہ ماتلوہ علیکم ولا ادراکم بہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون“

ترجمہ: فرد بجئے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا میرا تم پر قرآن کو تلاوت نہ کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے آگاہ کرتا۔

تحقیق میں تمہارے درمیان عمر کا بہت بڑا حصہ ٹھہرا رہا ہوں کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے، اگر آپ نبی اور رسول تھے تو تبلیغ فرماتے اور ان کے کفر و شرک اور دیگر گناہوں پر سکوت اور خاموشی اختیار نہ فرماتے۔ (تحقیقات: ۶۸)

تحقیقات اور غلام محمد بندیا لوی کے مواقف باہم متضاد ہیں، غلام محمد بندیا لوی قبل از بعثت رسول اللہ ﷺ کی حقیقت باطنیہ اور روح مقدسہ کیلئے نبوت کو ثابت اور متحقق فی الخارج مانتے ہیں، مگر تحقیقات میں ہر قسم کی نبوت کا انکار ہے اور بطور دلیل آئیہ، مقدسہ سے استنباد بھی پیش کر دیا گیا ہے،

ثانیاً: تحقیقات میں مندرج نبی کی تعریف عالم ارواح میں موجود اور ثابت شدہ نبوت بالفعل پر صادق نہیں آتی، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ”كنت اول النبیین فی الخلق

”وآخرهم فی البعث“ بحیثیت نبی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے پہلے میری تخلیق فرمائی، اور میری بعثت سب سے آخر میں ہوئی پھر فرمایا ”كنت نبیاً و آدم بین الماء والطين“ ترجمہ: میں اس وقت نبوت سے بہرہ ور کیا جا چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کچڑ کے درمیان تھے، روح اور جسد کے درمیان تھے۔

تحقیقات میں ہے تو گویا آدم علیہ السلام کے روح اور جسم کی تخلیق اور آپ کے جوہر نوری اور حقیقت محمدیہ کی تخلیق کے درمیان ہزاروں سال بلکہ لاکھوں سال کا فاصلہ ہے اور آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت نبوت سے بہرہ ور کیا جا چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کچڑ کے درمیان تھے اور روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (ص: ۷۹)

مندرجہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ”كنت نبیاً و آدم بین الماء والطين“ اور بین الروح والجسد“ کا مفہوم اور مدلول یہ ہے کہ میں آپے جوہر نوری اور حقیقت کے لحاظ سے وصف نبوت سے متصف تھا، بشریت کا وجود لاکھوں سال بعد کا ہے لیکن تحقیقات نے نبی کی تعریف انسان بعثہ اللہ الی الخلق لتبلیغ الاحکام کے الفاظ سے معارضہ، مقابلہ اور نفی میں پیش کی ہے یہ تعریف ”كنت نبیاً و آدم بین الماء والطين“ پر صادق نہیں آتی، ماننا پڑیگا ”كنت نبیاً الحدیث“ میں بیان شدہ نبوت اور ہوا انسان بعثہ اللہ الخ میں تعریف کی گئی نبوت میں یکسانیت، مفہوم اور مدلول کا اتحاد نہیں، ”كنت نبیاً الحدیث“ میں نبوت کا محل اور موصوف رسول اللہ ﷺ کا جوہر نوری اور حقیقت مقدسہ ہے اور ہوا انسان بعثہ اللہ الخ سے مراد نبوت عملی ہے جس کے لوازمات میں دعوت و تبلیغ، دعوائے نبوت اور اظہار معجزات وغیرہ ہیں، جن کا تعلق عالم اجساد سے ہے رسول اللہ ﷺ کی حقیقت مقدسہ اور جوہر نورانی کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے سے قبل پیدا فرمایا تھا، جیسا کہ حدیث جابر میں اس کی تصریح موجود ہے، ساری کائنات سے پہلے آپ کی حقیقت مقدسہ اور جوہر نورانی کو پیدا کیا جانا اور تخلیق آدم سے لاکھوں

برس پہلے منصب نبوت سے سرفراز فرمایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ جب سے آپ کی حقیقت مقدسہ اور جوہر نورانی کی تخلیق ہے اسی مرحلہ سے آپ نبی بھی ہیں اور آپ کا فرمان ”کنت نبیا الحدیث“ جسمیں ضمیر متکلم ذات مقدسہ کی تعبیر، اور عنوان ماضی میں، جوہر نورانی حقیقت مقدسہ محمدیہ اور نبوت کے درمیان تلازم کو ثابت کر رہا ہے،، اسی جوہر نورانی اور حقیقت محمدیہ کو منصب نبوت سے سرفراز فرما کر عالم ارواح میں ارواح انبیاء اور ملائکہ کیلئے معلم اور مربی بنایا گیا تھا، اس جوہر نورانی اور حقیقت مقدسہ محمدیہ کو انتقالات کے مراتب سے گزارا گیا۔

تحقیقات میں ہے: حالانکہ چھ ہزار سال کا عرصہ آپ ﷺ آباء اجداد کے اصلاب اور پشتوں میں اور امہات اور جدات کے ارحام میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتے رہے جیسا کہ حبیب مکرّم ﷺ کا ارشاد ہے ”لما خلق الله آدم اهبطني الى الارض وجعلني في صلب نوح في السفينة وقذف بي في النار في صلب ابراهيم، ثم لم يزل ينقلني من الاصلاب الكريمة الى الارحام الطاهرة حتى اخرجني من بين ابوي“ ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی پشت میں ودیعت فرمادیا، تو ان کے ذریعے مجھے زمین کی طرف اتارا پھر مجھے نوح علیہ السلام کی پشت میں ہوتے ہوئے کشتی نوح پر سوار کیا، پھر ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ودیعت فرمانے کے بعد نمرود میں پھینکا پھر مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا، حتیٰ کہ مجھے میرے ماں باپ سے ظاہر فرمایا،، (ص: ۷۵)

اسی صفحہ پر ہے کہ اسی حقیقت کو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی صدارت اور سرپرستی میں منعقدہ محفل نعت اور محفل میلاد میں بیان فرمایا: جبکہ بعض روایات کے مطابق ایک لاکھ صحابہ کرام اس وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس غزوہ میں شریک اور شامل تھے، اور اس بابرکت اور نورانی محفل میں شریک تھے، ان کے قصیدہ اور ان کے کسی شعر پر نہ کسی

صحابی نے رد و قدح سے کام لیا اور نہ ہی بادیء اعظم، رسول معظم ﷺ نے اعتراض فرمایا: بلکہ ان کی اس قصیدہ خوانی کی درخواست کو شرف قبولیت بخشے ہوئے فرمایا: ”قل یا عم لا یفضض اللہ فاک“ اٹھو اے چچا جان بیان کرو، اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے، تو انہوں نے فرمایا:

من قبلها طبت فی الظلال وفی مستودع حیث یخسف الورق
زمین پر نزول اجلال سے قبل آپ جنت کے درختوں کے سائے میں خوش و خرم تھے اور اس ودیعت گاہ (صلب آدم) میں جس پر جنتی درختوں کے پتے لپیٹے جا رہے تھے، (بوقت خروج آدم)

ثم هبطت البلاد لا بشر انت ولا مضغة ولا علق
پھر آپ (آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کی وجہ سے) زمین کے شہروں اور علاقوں کی طرف نکلے جبکہ نہ گوشت کا ٹکڑا تھے نہ منجمد خون۔

بل نطفة ترکب السفین وقد بالجہم نسرا واهله الفرق
بلکہ مخصوص مادہ اور جوہر تھے جو کشتی نوح علیہ السلام پر سواری کر رہے تھے جبکہ نسرت اور ان کے بیماری غرق ہو رہے تھے۔

جیسے عارف جامی نے فرمایا:

ز جودش گرنگشتے راہ مفتوح . بجودی کے رسیدے کشیء نوح

وردت نار الخلیل مکتما فی صلبہ انت کیف یحترق

”آپ ابراہیم علیہ السلام والی آگ میں پوشیدہ طور پر ان کی پشت میں ہوتے ہوئے داخل ہو چکے تھے، تو وہ کیسے جل سکتے تھے۔

یابرد نار الخلیل ویا سببا لعصمة النار وہی تحترق

اے ابراہیم علیہ السلام والی آگ کے ٹھنڈا ہونے کے موجب اور علت تامہ ان کے آگ میں جل جانے سے تحفظ اور خلاصی کے سبب اور وسیلہ جبکہ وہ زور سے جل رہی تھی۔

”تنقل من صلب الی رحم اذا مضی عالم بداء طبق

آپ ایک صلب سے ایک رحم کی طرف یکے بعد دیگرے منتقل کئے جا رہے تھے، جبکہ ایک عالم اور قرن لوگوں کا گزر جاتا تو دوسرا طبقہ نمودار ہوتا جو کہ آپ کے انتقال مکانی کا موجب بنتا،

وانت لما ولدت اشرق ت الارض وضاءت بنورك الافق

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو تمام زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور سے تمام آفاق اور اطراف جہاں جگمگا اٹھے، اس پر جو تبصرہ زیب قرطاس ہوا وہ درج ذیل ہے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود مسعود کو ضمیر متکلم کیساتھ تعبیر فرمایا اور حضرت عباس نے آپ کے مختلف اصلاب اور ارحام میں منتقلی کو ضمیر خطاب سے تعبیر فرمایا ہے، لہذا اس کلام کو آپ کی ذات اقدس اور روح مبارک کے جوہر نوری سے متعلق ہوتے ہوئے ان مراحل سے گزارنے پر محمول کرنا لازم ہے، ورنہ آباء اجداد کے نطفے اور منویہ مادے تو ان کے ابدان کے اجزاء ہوتے ہیں اور ان مادوں اور نطفوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے کیسے تعبیر کر سکتے تھے، اور حضرت عباس ان کو آپ کی ذات کیسے قرار دے سکتے تھے، لہذا واضح ہو گیا کہ آپ کا جسمانی جوہر اور نورانی مادہ ایک الگ حقیقت اور منفرد جوہر تھا جس سے آپ کی روح پاک کا بھی تعلق تھا اور وہ جوہر نوری یکے بعد دیگرے آباء اجداد کی پشتوں میں منتقل ہوتا رہا، (ص: ۷۷)

اس تبصرے سے ہمارے موقف کی بھرپور تائید اور توثیق ہوتی ہے ”کنت نبیاً و آدم بین

الماء والطين“

فعل ناقص کنت ضمیر متکلم بعنوان ماہیت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے عبارت ہے اور وہ ذات مقدسہ ایک الگ اور منفرد حقیقت ہے، جس کو حقیقت محمدیہ اور جوہر نورانی کی حیثیت حاصل ہے اور یہی محل نبوت اور موصوف نبوت ہے، روح مقدس کا رابطہ اور تعلق بھی اسی سے ہے، جب یہ تمام امور انفرادی حیثیت کے حامل ہیں تو ان سے ترکیب پانے والی ذات مقدسہ اور متعین

ہونے والا جسد اطہر بھی عالم اجساد میں منفرد حیثیت اور ممتاز مقام کے حامل ہوں گے، احکام نبوت میں دوسرے اجساد انبیاء پر قیاس نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی ہر جہت انفرادیہ کو ملحوظ رکھنا لازمی ہوگا، بقول تحقیقات اگر ان امور منفردہ سے صرف نظر کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ آپ کی نبوت کا آغاز اور تحقق چالیس سال کے بعد ہوا تو پھر ذات اقدس کی انفرادیت کہاں رہی؟ آپ کی حقیقت مقدسہ اور جوہر جسمانی کی انفرادیت کو قرآن حکیم نے بیان فرمایا ہے: حافظ ابن کثیر نے ابن عساکر کے حوالے سے بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَتَقْلِبُكَ فِي السَّاجِدِينَ“ کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ: ”من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیاً“

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری ذات (حقیقت محمدیہ اور جوہر جسمانی) کو نبی سے نبی کی طرف منتقل کیا جاتا رہا ہے یہاں تک کہ اللہ نے بحیثیت نبی مجھے تخلیق فرمایا۔ ہشام بن محمد الکلبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ”کتبت للنبی ﷺ خمس مائة ام فما وجدت فيهن سفا حوا ولا شيئاً مما كان من امر الجاهلية“ (البداية والنهاية: ج ٦: ص ٤١٤)

ہشام بن محمد الکلبی نے اپنے والد سے جو روایت کی ہے اس کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کی مائیں پانچ سو ہیں ان میں کسی بھی قسم کی قباحت اور وصف جاہلیت نہیں پایا گیا۔

معلوم ہوا آپ کا جسمانی جوہر اور نورانی مادہ نبی سے نبی کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے جس سے آپ کی ذات مقدسہ جوہر جسمانی اور مادہ نورانی تھی کو انبیاء جیسی مقدس اور برتر شخصیات کے اصلااب میں منتقل کیا جاتا رہا، اور جن امہات و جدات کے ارحام میں منتقل کیا جاتا رہا، انہیں عفت و طہارت کی تعبیر و تصویر بنایا گیا آپ ﷺ اپنے جسمانی جوہر اور مادہ نورانی کی بدولت عالم اجسام میں نمایاں اور ممتاز ہی رہے، عالم اجساد میں جلوہ گری، ارحام و اصلااب میں

منتقلی کے ادوار میں جو ہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ساتھ آپ کی روح پاک کا رابطہ اور تعلق رہا ہے کبھی بھی یہ رابطہ اور تعلق منقطع نہیں ہوا۔

تحقیقات میں ہے الغرض آپ ﷺ کی روح مبارک بمع آپ کے جو ہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض و برکات سے آباء اجداد اور قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے،، (ص: ۷۸) غور طلب امر یہ ہے کہ آپ کی روح مبارک ان ادوار میں نبوت سے متصف تھی یا نہ؟

روح مبارک تو وہی ہے جو عالم ارواح میں نبوت بالفعل سے متصف تھی، اگر روح مبارک نبوت سے متصف تھی تو ماننا پڑے گا کہ آپ کا جو ہر جسمانی اور مادہ نورانی بحیثیت نبی اصلا ب اور ارحام میں منتقل ہو رہا تھا اس میں کوئی اشکال اور محال نہیں کیونکہ بقول تحقیقات روح مبارک بمع آپ کے جو ہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی ہے اور اسی حقیقت واقعیہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے ”من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا“ میرا انتقال نبی سے نبی کی طرف ہوتا رہا ہے یہاں تک مجھے نبی ہی پیدا کیا گیا ہے،، یہ حدیث ”تقلبك فی الساجدین“ کی تفسیر ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیدا نشی نبی ہیں، اگر آپ کی ذات بمقدسہ (روح مبارک جو ہر جسمانی اور مادہ نورانی) نبوت سے متصف نہ ہوتی تو آپ کے آباء اجداد، قبائل اور علاقے آپ کی ذات اقدس سے ہرگز مستفید نہ ہوتے،، اور اگر یہ کہا جائے کہ عالم اجسام میں روح مبارک کی موجودگی بدوں نبوت تھی تو یہ لانسلم ہے کیونکہ نبوت کا سبب اور انفکاک محال ہے، قرآن و حدیث میں اس کا کوئی ثبوت اور دلیل موجود نہیں، تحقیقات نے تسلیم کیا ہے کہ آپ کا جسمانی جوہر اور نورانی مادہ ایک الگ حقیقت اور منفرد جوہر تھا۔ (ص: ۷۷)

یعنی باقی تمام اجسام جو عالم اجساد میں متحقق یا ممکن ہیں آپ کے جو ہر جسمانی اور مادہ نورانی میں

مشارک ہیں نہ اس کے مماثل تو لازمی ٹھہرا کہ اس جوہر جسمانی کیلئے اسی وصف سے متصف روح مبارک بھی ہو، اسی لئے آپ کی روح مبارک کو متصف بالقوۃ کیا گیا اور عالم ارواح میں نبوت بالفعل سے سرراز فرما کر ارواح انبیاء اور ملائکہ کیلئے معلم اور مربی بنایا گیا، جب جوہر جسمانی اور مادہ نورانی اور روح مبارک اپنی انفرادی حقیقت اور جدگانہ حیثیت کی بناء پر شرکت غیرے کو قبول نہیں کرتے تو اعلان نبوت سے پہلے والی نبوت کو، نبوت بالقوۃ کہنا کیسے اور کیوں درست ہے؟ بالقوۃ کی تاثیر اور حکم یہ ہے کہ ماہیت کے تمام افراد کلی متواطی کے طور پر اس وصف بالقوہ میں شریک ہوتے ہیں۔

غلام محمد بند یا لوی شرقپوری نے تحریر کیا کہ کتابت انسان کا خاصہ ہے لیکن کتابت بالفعل خاصہ مفارقہ ہے اور کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ ہے اور نوع انسان کے مساوی ہے لیکن کیونکہ ہر فرد انسانی کا کاتب بالقوہ ہونا ضروری ہے۔ (تحقیقات ص: ۳۱)

یعنی کتابت انسان کیلئے خاصہ لازمہ ہے اور ماہیت انسانی کا وصف لازم ہے خاصہ دو قسم ہے لازمہ، اور مفارقہ، خاصہ لازمہ جیسے کتابت بالقوہ اور خاصہ مفارقہ جیسے کتابت بالفعل پھر کتابت بالقوہ کی تاثیر اور حکم یہ لکھا کہ ہر فرد انسانی کا کاتب بالقوہ ہونا ضروری ہے، یہ مفہوم اور حکم عام ہے جو ہر فرد انسانی کو شامل ہے کتابت کا علم، ہنر اور فن جانتا ہو یا نہ،، اور اگر یہ عملی طور پر کتابت کر رہا ہو تو اس کو کاتب بالفعل کہا جائے گا،، اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس میں کتابت کا علم، ہنر اور فن کی صلاحیت اور استعداد موجود ہے مگر وہ کتابت کا فعل نہیں کر رہا وہ کاتب بالقوہ ہے،، اس نوع کے لاکھوں افراد خارج میں پائے جاتے ہیں،، جو لکھنا نہیں جانتے، یا لکھنا تو جانتے ہیں مگر عملی طور پر کتابت نہیں کر رہے،، بند یا لوی صاحب نے تقریظ کے آخر میں لکھا کہ عالم اجسام میں ظاہر ہونے پر چالیس سال تک ولایت کبریٰ اور محبوبیت عظمیٰ کے مرتبہ پر فائز تھے اور باطنی اور روحانی قوت کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بالقوہ نبی تھے،، (تحقیقات ص: ۳۸)

کتابت کی طرح نبوت بھی انسان کا خاصہ ہے کیونکہ نبی کی تعریف یوں کی گئی ہے ”انسان بعثہ اللہ الی الخلق لتبلیغ الاحکام“ (تحقیقات: ص: ۱۰۰)

انسان کے علاوہ جنوں اور فرشتوں کو منصب نبوت عطا نہیں فرمایا گیا، چالیس سال سے قبل اگر رسول اللہ ﷺ کیلئے نبوت بالقوہ کا قول کیا جائے تو ہر فرد انسانی کا بالقوہ نبی ہونا ضروری ہوگا، اور پھر واجب التسلیم ہوگا ہر فرد کے وصف نبوت سے اتصاف میں رسول اللہ ﷺ کیلئے کوئی وجہ اختصاص نہ ہوگی۔

ثانیاً: بالقوہ میں وصف، اور خاصہ کو رد بعمل لانے میں فرد مجاز اور باختیار ہوتا ہے جبکہ وصف نبوت اختیاری نہیں بلکہ وہی، اور تابع مشیت ایزدی ہے، تابع مفروضات اور اصطلاحات نہیں بلکہ امر توقیفی ہے جس کا تعلق صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ سے ہے،

ثالثاً: یہی غلام محمد بندیا لوی پہلے تین انبیاء کیلئے پیدائشی نبوت کا ہونا لکھ اور تسلیم کر چکے ہیں، اس کے بعد بالقوہ نبوت کا قول اس سے متضادم اور اس کے مغائر ہے۔

رابعاً: بالقوہ کا موقف، خود تحقیقات کے دعویٰ کے مخالف ہے، تحقیقات کا دعویٰ ہے کہ آپ کا جسمانی جوہر اور نورانی مادہ ایک الگ حقیقت اور منفرد جوہر تھا۔ (ص: ۷۷)

خامساً: بالقوہ کا قول کرنا اس لئے بھی غلط ہے کہ عالم اجساد میں جلوہ گری کے وقت آپ کی روح مبارک وہی تھی جو عالم ارواح میں نبوت بالفعل سے متصف ہو کر ارواح انبیاء اور ملائکہ کیلئے معلم اور مربی تھی، عالم اجسام میں جلوہ گری کے وقت روح مبارک سے وصف نبوت کو سلب نہیں کیا گیا تھا،

تحقیقات میں ہے علامہ سلیمان جمل نے بھی دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم اور باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اس کے سلب ہو جانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر ہونے دیا بلکہ روح مجرد اور روح کے بدن میں حلول اور عالم اجسام کی طرف نزول

کا فرق واضح کیا ہے کہ روح اقدس کی ارواح کیلئے نبوت الگ معاملہ ہے اور بدن اقدس سے تعلق حلولی کے بعد ابدان و اجسام انسانیہ کیلئے نبی اور رسول ہونے کا معاملہ جداگانہ ہے۔ (ص: ۱۳۸)

مذکورہ بالا اس اقتباس سے یہ تائید ہوئی اور ثبوت میسر ہوا کہ عالم اجسام میں ظہور پذیری کے وقت روح مبارک اس نبوت بالفعل سے متصف تھی جو عالم ارواح میں روح مقدس کو حاصل تھی وہ نبوت سلب نہیں ہوئی تھی،، جب روح وہی ہے اور نبوت بھی وہی۔ ہے تو تحقیقات کا موقف غلط ثابت ہوا کہ جب وحی عمر شریف کے چالیس سال گزرنے پر نازل ہوئی تو نبوت بھی اسی وقت سے ثابت ہوگی، نہ کہ نبوت کا ثبوت و تحقق پہلے ہو جائے اور وحی کا نزول بعد میں ہو،، (ص: ۲۰۹) غور طلب بات یہ ہے کہ جب عالم اجساد میں عالم ارواح والی نبوت موجود ہے سلب نہیں ہوئی تو چالیس سال گزرنے پر جبریل علیہ السلام نئی نبوت لیکر آئے؟ جب نبوت پہلے سے دی گئی ہے تو دوبارہ عطا فرمانے کا مقصد تسلیم کرنا ہوگا کہ چالیس سال عمر شریف گزارنے پر منصب رسالت سے نوازا گیا، غار حراء میں جبریل علیہ السلام صحیفہ (قرآن) لیکر نازل ہوئے تھے، اس پر انشاء اللہ گفتگو کی جائے گی، سردست یہ بتانا مقصود ہے کہ غلام محمد بندیا لوی شریقیوری کا قول کہ چالیس سال سے قبل آپ ﷺ بالقوہ نبی تھے، اور تحقیقات کا یہ کلیہ کہ وحی کے نزول سے نبوت ثابت ہوگی غلط اور ناقابل تسلیم ہے۔

ولادت پاک سے قبل آپ کی والدہ کو بتایا گیا کہ آپ ﷺ افضل الخلق اور اللہ کے نبی ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ”و خواب دیدن آمنہ پیش از ولادت بود کہ در خواب آمد و گفت کہ مے دانی تو کہ حامل شدہ بہ بہترین است و پیغمبر خدا“

(اشعۃ اللمعات: ج: ۴: ص: ۴۷۵)

ترجمہ: آپ کی ولادت طیبہ (ﷺ) سے پہلے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ آپ کو علم ہے کہ آپ حاملہ ہو گئی ہیں اور یہ حمل افضل الخلاق اور

پیغمبر خدا کا ہے، اس عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ بحالت حمل بدوں تعین مدت آپ ﷺ کو پیغمبر خدا (نبی) کہا گیا ہے عالم اجساد کی طرف آپ منتقل نہیں ہوئے تو نبی ہیں، اور یہ کیسے باور کیا جائے کہ عالم اجساد کی طرف منتقلی ہو اور آپ نبی نہ ہوں،، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ”قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لك النبوة قال و آدم بین الروح والجسد“ رواہ الترمذی ”صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ کے لئے نبوت کب سے ثابت چلی آرہی ہے فرمایا آدم علیہ السلام کی خلقت مکمل نہ ہوئی تھی کہ میں نبی تھا۔ یہ حدیث قابل غور ہے اس میں غور و فکر کرنے سے مسئلہ نبوت بوضوح سمجھ آ سکتا ہے وہ یوں کہ: پوچھنے والے صحابہ کرام ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے دعوائے نبوت کے بعد ایمان لائے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ نے نزول وحی کے بعد دعوائے نبوت کیا، جس سے واضح ہے کہ صحابہ کرام کو علم ہے کہ آپ کب سے نبی ہیں؟ لیکن اس کے باوجود یہ سوال کرنا کہ متی وجبت لك النبوة یہ ثابت کرتا ہے کہ مقصد نزول وحی کے بعد والی نبوت کا آغاز معلوم کرنا نہیں بلکہ عالم ارواح والی نبوت کی ابتداء کا معلوم کرنا ہے، اور اگر آپ وحی سے پہلے نبی نہ ہوتے اور نہ چلے آ رہے ہوتے تو صاف فرمادیتے کہ نزول وحی کے وقت سے نبی ہوں، اس طرح صحابہ کا وقت نبوت سے باخبر ہونے کے باوجود سوال کرنا، اور نبی کریم ﷺ کا تخلیق آدم سے قبل نبی ہونے کا جواب ارشاد فرمانا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ عالم اجساد کی طرف منتقلی کے وقت بھی آپ نبی تھے۔ (ﷺ)

محدث ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الوفا“ میں نقل فرمایا ہے کہ: ”ان امہ علیہ السلام رأت حين دنت ولادتها اتاها آت فقال قولي اعيذه بالواحد من شر كل حاسد بعد ان رأت حين به ان اتيا اتاها وقال هل شعرت انك حملت بسيد هذه الامة ونبيها“ (مرقات: ج طبع)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا جب وقت قریب آیا تو ایک آنے والا آیا اور اس

نے کہا کہ: یہ کہو میں اس ذات مقدس کو ہر حاسد کی شر سے محفوظ رہنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں، لیکن یہ واقعہ حمل کے بعد اور قرب ولادت کا ہے حمل کے دوران آپ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ ایک آنے والا ان کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو شعور ہے کہ بلاشبہ آپ اس امت کے سردار اور اس کے نبی سے حاملہ ہیں، محدث ابن جوزی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ بحالت حمل آپ ﷺ پر سید، اور نبی کا اطلاق موجود ہے کیونکہ آپ کے جوہر جسمانی جو بصورت حمل شکم مادر میں موجود تھا اور مادہ نورانی سے روح مبارک کا رابطہ اور تعلق انفرادی نوعیت اور جداگانہ کیفیت میں موجود تھا، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ کا کلام اس امر پر دلیل ہے کہ عالم ارواح سے عالم اجساد میں انتقال کے کسی بھی مرحلہ پر روح مبارک کا رابطہ اور تعلق جوہر جسمانی اور مادہ نورانی سے منقطع ہوا اور نہ روح مبارک سے نبوت سلب ہوئی، جب یہی روح بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی، آپ کے آباء اجداد قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے تو دیکھنا ہوگا کہ یہ استفادہ اور استفادہ کس چیز کا ثمر ہے؟ ہزاروں سال تک اجسام اور اجساد کی دنیا میں فیض رسانی کا مرکز اور منبع کیا ہے؟ وہ صرف آپ کا جوہر جسمانی مادہ نورانی اور روح مبارک ہے جو وصف نبوت سے متصف ہے اور یہ نبوت خارج میں موجود اور متحقق ہے جس کے فیوض و برکات آباء اجداد قبائل اور علاقے سمیٹتے رہے اس اظہار اور اعتراف کے بعد نزول وحی سے قبل نبوت کا انکار یا نبوت بالقوہ کا اقرار ہرگز درست نہیں۔

ربا یہ کہ عالم ارواح اور عالم اجسام کے احکام جداگانہ ہیں اور بدن سے مجرد روح اور بدن میں حلول کرنے والی روح کے درمیان بون بعید اور بعد شدید ہوتا ہے روح مجرد میں لطافت محضہ اور نورانیت خالصہ ہوتی ہے۔ (تحقیقات: ۴۱)

محمد اقبال مصطفوی کو سہو ہوا ہے، مسئلہ زیر بحث عام ارواح کا نہیں بلکہ روح الارواح، روح

کائنات روح محمدی کا ہے جس کا حلول رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر، اور مادہ نورانی میں ہے اور بقول تحقیقات مذکورہ: ص: ۷۷: ایک حقیقت منفردہ ہے یہ روح مبارک عالم ارواح میں حقیقت محمدیہ اور جوہر نورانی میں جلوہ گر تھی تینوں کا اجتماع ایک منفرد اور ایک جداگانہ حقیقت تھی، جو ہر قسم کے کمالات اور فضائل سے مرصع اور مزین تھی، اسی انفرادی عظمت اور امتیازی شرف کی بناء پر روح مبارک کو نبوت سے ممتاز فرما کر ارواح انبیاء اور ملائکہ کیلئے معلم اور مربی بنایا گیا تھا، بقول تحقیقات عالم ارواح میں آپ ﷺ ان کے لئے نبی اور رسول تھے اور اللہ تعالیٰ کے فیوض جبریل اور اسرافیل اور دیگر ملائکہ تک بھی پہنچاتے تھے، اور بدن اقدس میں روح اطہر کے حلول و سریان کے بعد چالیس سال عمر شریف کے گزرنے کے باوجود اس تدریج کی ضرورت ہے،، اور شوق و محبت میں اضافہ اور ترقی کی۔ (ص: ۱۴۰)

۱: تحقیقات کے مطابق آپ کا جوہر جسمانی اور نورانی مادہ ایک الگ حقیقت اور منفرد جوہر تھا، جس سے آپ کی روح پاک کا بھی تعلق تھا۔ (ص: ۷۷)

۲: آپ ﷺ کی روح مبارک بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض اور برکات سے آباء، اجداد اور قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے۔ (ص: ۷۸)

۳: پہلی نبوت سلب نہیں ہوئی، علامہ سلیمان جمل نے پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم، باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے۔ (ص: ۱۴۸)

ان مندرجہ چار عبارات کو ترتیب دینے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وصف نبوت اور رسالت سے متصف روح مبارک آپ کی ولادت سے قبل آپ کے جوہر جسمانی اور مادہ نورانی سے برابر اور مسلسل رابطے میں رہی اور بدن مبارک میں بھی اسی روح اقدس کا حلول اور سریان ہوا، یہ حلول و سریان قائم و دائم رہا حتیٰ کہ عمر شریف کے چالیس سال گزر گئے، جب یہی روح مبارک عالم ارواح سے

لیکر عالم اجساد میں ہزاروں سال موجود رہی کسی لمحے سلب اور انقطاع واقع نہیں ہوا تو محمد اقبال مصطفوی نے روح مجرد عن البدن اور روح محلول فی البدن کی تفریق، اور اختلاف کا مسئلہ کہاں سے اور کیسے کھڑا کر دیا؟

مزید تحقیقات نے یہ تسلیم کیا ہے کہ روح مبارک سے نبوت سلب نہیں ہوئی اسی روح مبارک کا بدن اقدس میں حلول اور سریان ہوا، چالیس سال تک اسی روح اقدس کا تصرف اور تدبیر موجود ہے تو انکار نبوت چہ معنی دارد؟ اور نبوت کے وجود اور ثبوت کو نزول وحی پر موقوف اور معلق رکھنا کیسے درست ہے؟ یہ امر مسلمات اور شرعیات میں سے ہے کہ عام آدمی کے روح کا تعلق بدن سے منقطع نہیں ہوتا چہ جائیکہ روح الارواح، اور روح کائنات کا تعلق اپنے جوہر جسمانی (بدن اطہر) اور مادہ نورانی (جوہر نورانی، حقیقت محمدی) سے الگ اور منقطع ہو جائے،، حدیث مرفوع ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں: ”ما من احد یمر بقبرا خیہ المسلم کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام“ (ابن کثیر: ج ۱ ص ۱۱۱)

ترجمہ: جو کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا وہ اس کو سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس کی طرف متوجہ کرتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتی ہے،،

روح کے تعلق بالبدن کے بارے میں حافظ ابن قیم نے فرمایا: ”الروح من سرعة الحركة والانتقال الذی کلمح البصر ما یقتضی عروجہا من القبر الی السماء فی ادنی لحظۃ“ (مرقات: ج ۱ ص: ۲۵)

روح تیز حرکت اور تیز انتقال مکانی میں چشم زدن کی طرح ہے وہ ادنیٰ لحظہ میں قبر سے آسمان (جہاں اس کا ٹھکانہ ہے) کی طرف عروج کر جاتی ہے اور یہ اس کے مقتضیات میں سے ہے

،، یہ تعلق اس روح کا ہے جو عام بندہ مومن کی روح ہے بدن سے نکل کر اپنے مسکن میں پہنچ چکی ہے،، نبی کریم ﷺ کی روح مقدس کا انقطاع اور اخراج تو ہے ہی نہیں تو احکام کیسے تبدیل ہوئے؟ حکم کا تعلق روح سے ہے بدن آلہء کار اور ذریعہ تعمیل ہے، بدن سے جدا ہونے کے بعد اگر حقیقت، حیثیت اور خاصیت متاثر ہوتی تو بدن گل سڑ جانے کے بعد جواب دینے اور اتنی سرعت سے حرکت اور انتقال کرنے کی قوت میں کیوں ہوتی؟

شیء میں ظاہری تبدیلی شیء کی معنویت اور حقیقت کے تغیر کو مستلزم نہیں ہوتی، جبریل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بشر اسویا (مرد کامل) کی صورت میں آئے، غار حراء میں نزول پر جب رسول اللہ ﷺ کو غط کیا (بھینچا) تو سدرۃ المنتہی پر پائی جانے والی حقیقت ملکہ پر نہ تھے، صورت بشری میں تھے، رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں غزوات میں شرکت بھی صورت بشری میں ہوئی، اسی لئے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اقول لا يلزم من تشکل المملک بصورة الآدمی وتبدله عن اصل هیئۃ المملکی سلب القوة عنه ونفی الغلبۃ منه فان الامر المعنوی لا یتغیر بتغیر الہیکل الصوری“ (مرقات: ج ۱ ص ۵۷)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ فرشتے کا انسانی صورت میں صورت ملکی سے متشکل اور مبدل ہونا، طاقت ملکی، اور غلبہ ملکی کو فرشتے سے سلب نہیں کرتا، کیونکہ شکل صوری کی تبدیلی حقیقت کو متغیر نہیں کرتی یعنی ملکی اوصاف اور ملکی لوازمات سلب ہوتے ہیں نہ متاثر،، ”کنت نبیا و آدم بین السماء والسطین“ میں کنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس بصورت حقیقت محمدیہ روح مبارک، اور جوہر نوری ہے جس سے روح متعلق ہے،، عالم ارواح میں نبوت کا محل اور موصوف یہی تین چیزیں تھیں، جن کا انفکاک، سلب، اور خود ان میں افتراق عالم ارواح میں پایا گیا نہ عالم اجساد میں،، قابل غور امر یہ ہے کہ جب آپ عالم اجساد میں منتقل ہوئے اور حضرت آمنہ کی آغوش رحمت کو انوار نبوت سے بھر پور فرمایا تو آپ ﷺ کنت کے مصداق اور مدلول تھے یا نہ؟ اگر تھے

اور یقیناً تھے تو یہ تین امور ذات اقدس بصورت جسد اطہر، روح مبارک، اور جوہر نورانی بمع تعلیق روح اقدس موجودہ فی الخارج بطریق حس پائے گئے، تو پھر انکار نبوت کس بناء پر؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا نعتیہ قصیدہ تحقیقات کے علاوہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں نقل فرمایا، یہ قصیدہ رسول اللہ ﷺ کیلئے دائمی اور پیدائشی نبوت کو ثابت کر رہا ہے مگر درج ذیل الفاظ واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کے پیدائشی نبی ہونے، اور آپ کی نبوت کے موجودہ فی الخارج ہونے پر دلالت کر رہے ہیں،، وہ الفاظ یہ ہیں:

وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورك الافق

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو تمام زمین روشن ہو گئی، اور آپ کے نور سے دنیا کے تمام آفاق اور اطراف جگمگا اٹھے، تحقیقات نے لکھا ہے کہ یہ نعتیہ قصیدہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر ایک لاکھ صحابہ کرام کی موجودگی اور رسول اللہ ﷺ کی سربراہی اور سرپرستی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھا، سن کر رسول اللہ ﷺ نے تردید فرمائی نہ کسی صحابی نے نکتہء اعتراض اٹھایا، جس سے یہ قصیدہ حدیث تقریری بلکہ حدیث مرفوع کے حکم میں چلا گیا،، ساری زمین کا روشن ہونا، آفاق و اطراف جہاں کا جگمگا اٹھنا کسی بھی فرد انسانی، اور کسی بھی نبی کی ولادت کے وقت امور عادیہ سے نہیں، بلکہ یہ خرق عادت ہے جو نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پر ظہور پذیر ہوا، پھر بنورک الافق کے الفاظ آپ کی ماہیت نوریہ پر دلالت کرتے ہیں اور یہی حقیقت نوریہ عالم ارواح میں وصف نبوت سے متصف تھی، جب حقیقت تبدیل ہوئی اور نہ لوازمات سلب ہوئے تو قصیدہ عباس رضی اللہ عنہ کی روشنی میں آپ ﷺ کیلئے پیدائشی نبوت کا قول ناگزیر ہے۔

تحقیقات میں ہے نبی کریم ﷺ نے اپنے وجود مسعود کو ضمیر متکلم کے ساتھ تعبیر کیا اور حضرت عباس نے آپ کے مختلف اصلاہ اور ارحام میں منتقلی کو ضمیر خطاب سے تعبیر فرمایا ہے لہذا اس کلام کو آپ کی ذات اقدس اور روح مبارک کے جوہر نوری سے متعلق ہوتے ہوئے ان

مراحل سے گزرنے پر محمول کرنا لازم ہے۔ (ص: ۷۷)

یعنی ضمیر متکلم اور ضمیر خطاب سے مراد ذات اقدس، اور روح مبارک کے حقیقت نوریہ سے تعلق کا نام ہے، ”یعنی“

انت لما ولدت اشرق الارض وضئت بنورك الافق

میں ضمائر خطاب سے مراد آپ کی ذات اقدس ہے جس طرح قصیدہ حضرت عباس میں ضمائر خطاب سے مراد ذات اقدس ہے جو عالم نورانیت، اور عالم اجساد میں مختلف مراحل سے منتقل ہوتی ہوئی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی آغوش رحمت میں جلوہ گر ہوئی، ”کنت نبیا“ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ضمیر متکلم اپنی ذات مقدس کیلئے نبوت کا ثبوت اور وجود فرمایا، اور یہی ذات معہ جمیع صفات ”انت لما ولدت“ اور ”بنورك“ میں بیان ہوئی ہے، ان ضمائر الفاظ، اور تحقیقات کے اعتراف کے بعد کہ ضمائر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے کیا یہ تصور کرنا ممکن ہے کہ عالم ارواح میں آپ کی ذات مقدسہ بنی تھی مگر دنیا میں تشریف فرما ہونے پر آپ سے نبوت و سلب کر لیا گیا تھا؟

نبوت سلب کئے جانے اور واپس لئے جانے کا تصور تو محال شرعی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد ہے: ”لما خلق الله آدم اهبطني الى الارض وجعلني في صلب نوح

السفينة وقذف بي في النار حتى اخرجني من بين ابوي“ (تحقیقات:)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کریمہ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے ایلراپنے والدین کریمین کے باا ولادت با سعادت تک ضمیر متکلم سے تعبیر فرمایا ہے اصلا ب و ارحام لی طہارت، پاکیزگی اور عفت کو بھی بیان فرمایا ہے کیونکہ آپ نبی تھے اس لئے اصلا ب و ارحام و ان قدسی صفات سے متصف کیا جانا ضروری تھا۔

”وتقلبك في الساجدين“ کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی بحوالہ

البدائیہ والنہایہ پہلے ان الفاظ میں نقل ہو چکی ہے ”من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا“ ہر دو احادیث اس بات پر نص ہیں کہ کسی بھی دور اور کسی بھی مرحلہ پر ذات شریفہ سے نبوت سلب نہیں ہوئی،، بلکہ جب آپ اپنے والدین کریمین کے ہاں تشریف لائے تو اسی طرح نبی تھے،، جس طرح عام ارواح میں نبی تھے اگرچہ یہ نبوت عملی اور فعلی نہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے عرباض بن ساریہ کی حدیث میں فرمایا: ”ساخبرکم باول امری دعوة ابرہیم وبشارة عیسی رؤیا امی التی رأت حین وضعتنی وقد خرج لها نور اضاء لها منه قصور الشام“ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت، اور اپنے مقام رفیع کو بیان فرمایا ہے کہ میری نبوت اور رسالت و رفعت کا دنیا میں سب سے پہلا اعلان حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ہی بساؤل ماضہر من بنو تی ورفعتی فی الدنیا علی لسان ابی الملة ابرہیم علیہ السلام “ کہ سب سے پہلے میری نبوت اور رفعت کا اظہار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک سے ہوا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری رسالت کی بشارت دی، اور میری ماں نے خواب میں دیکھا کہ میری ولادت کے وقت شام کے محلات تک نور ہی نور چھایا ہوا ہے،، اگر آپ فی الحقیقت خارج میں رسول اور نبی نہ ہوتے تو آپ ان کے مبعوث فرمائے جانے کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کیوں کرتے؟ قرآن نے وابعث فیہم رسولاً کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں، بعث کیلئے درخواست کی ہے تخلیق کیلئے نہیں عرض کیا جو آپ کی نبوت خارجہ اور رسالات حقیقیہ کی واضح دلیل ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مبشراً برسول الایۃ کے الفاظ میں بشارت دی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ کے خواب کو باول امری فرما کر دلیل نبوت قرار دیا ہے تو گویا بوقت ولادت حجرہ مبارکہ سے لے کر شام کے محلات تک نور ہی نور کا ہو جانا نبوت ہے جس کا مرکز اور منبع آپ کی ذات مقدسہ ہے جوں ہی نور نبوت سے مزین، مرصع آپ کی ذات کا تولد اور ظہور ہوا نور ہی نور

پھیل گیا جس میں آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے ملک شام کے محلات دیکھ لئے۔

اس حدیث میں ملک شام تک نور نبوت سے اجالا ہونے کا ذکر ہے مگر حضرت عباس کے قصیدہ میں پوری روئے زمین اور اس کے تمام اطراف و اکناف کا روشن اور منور ہونا امور عادیہ اور اتفاقات سے نہیں بلکہ امر خارق للعادة ہو کر دلیل نبوت ہے جس کا ظہور اور صدور آپ کی ذات شریفہ سے بوقت تولد ہوا، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نزول وحی سے قبل نبوة بالقوة کہنا غلط ہے کیونکہ بالقوة کا ظہور اور تحقق فی الخارج نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس کے وجود پر دلیل عقلی یا حسی پائی جاتی ہے اسی طرح وحی کے نزول سے قبل آپ کی نبوت کا بالکلیہ انکار بھی غلط ہے چنانچہ ابو عبد اللہ فضل اللہ التورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: 'حق تعالیٰ در اول نبوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ترقی فرشتہ را موکل او کردہ بود تا ویرا از آنچہ ضرورت وقت او بود در طریق عبودیت آگاہ میکرد و در حدیث بدیں لفظ آمدہ است کہ "فکان یعلمہ الکلمۃ او الکلمتین" و دریں زماں خواہاں راست میدید و ایں نبوت بود، بعد ازیں جبریل بوے آمد، و وی را فرمود تا اہل مکہ را بتوحید دعوت کند آنگاہ بود نبوت و رسالت' (المعتمد فی المعتقد ص ۱۶) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک فرشتے کو مقرر فر رکھا تھا، طریقہ، عبودیت (عبادت) میں آپ کی جو وقتی ضرورت ہوتی اس سے آپ کو آگاہ کرتا، حدیث پاک میں اس آگاہی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے "فکان یعلمہ الکلمۃ و الکلمتین" وہ آپ کو ایک کلمہ یا دو کلمہ کی تعلیم کرتا، اس زمانے میں آپ سچے خواب دیکھا کرتے تھے، یہ نبوت تھی، اس کے بعد جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اہل مکہ کو دعوت توحید دو، یہ وقت آپ کی نبوت کا تھا، وحی کا نزول اس کے بعد ہوا وحی کے نزول پر نبی مرسل کے منصب پر فائز ہوئے، علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نبی اور رسول کی تعریف میں فرماتے ہیں: "وگویند رسول آں بود کہ فرشتہ بوحی بد و فرود آید، و نبی آنکہ آواز میشنود یا ملہم گردد یا خواب بیند" (المعتمد فی المعتقد ص ۱۶)

علماء فرماتے ہیں رسول وہ ہوتا ہے جس کی طرف فرشتہ وحی لے کر آئے، اور نبی وہ ہوتا ہے جو وحی فرشتہ کی آواز سے یا اس کو الہام کیا جائے یا سچے خواب دیکھے،

ثابت ہوا نبوت کا وجود اور ثبوت نزول وحی سے معلق نہیں، نزول وحی وجود رسالت کی دلیل ہے، نبی کے لوازمات میں سے فرشتہ کی آواز کو سماعت کرنا، الہامات کا ہونا اور سچے خوابوں کا دیکھنا ہے، علامہ رحمہ اللہ نے نبوت کے لوازمات میں فرمایا: ”اما آنچہ دانستن آں واجب است آنست کہ بدانند کہ حق تعالیٰ پیغمبراں را بدو چیز مخصوص کردہ است یکے تعلیم و دیگر تائید، تعلیم آنست کہ ایشاں را کہ از آنچہ ندانند، از علوم الہی بیاموزانند، و تائید آنست کہ ایشاں را قوی گردانند، باظہار حجتہا بزیادتی قوتہا ایشاں را یاری دہد و مدد فرستد و اکنون ہر چہ از باب تعلیم است آن نبوت است ہے و ہر چہ از باب تائید است آن حجت نبوت است“ (ص: ۷۱) جس چیز کا (عنوان نبوت میں) جاننا واجب ہے وہ یہ ہے کہ یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو دو چیزوں سے خدہ صیت عطا فرما رکھی ہے، ایک تعلیم اور دوسری عطا تائید، تعلیم یہ ہے کہ جن چیزوں مثلاً علوم الہیہ کا ان کو علم نہیں وہ ان کو تعلیم کئے جائیں،

اور تائید یہ ہے کہ ان کو طاقتور بنایا جائے، طاقت کی زیادتی کیلئے معجزات دیکر ان کی مدد کی جاتی ہے، تعلیم کے باب میں جو کچھ ہے وہ نبوت ہے اور جو تائید کے باب سے ہے وہ دلیل نبوت ہے۔

انبیاء کرام کی تعلیمات کے طریقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”وآنچہ از قبیل تعلیم است حاصل شدن آں بر چند وجہ است،، اما بشنیدن سخن حق تعالیٰ چنانچہ شنیدن موسیٰ صلوات اللہ علیہ، و اما بالہام خدا،، و الہام خدا ایشاں را آنست کہ علم چیزے در دل ایشاں اقلند، بے آنکہ پیش از اں ایشاں را در اں استدلالی بودہ باشد یا کس از اں اثر یافتہ باشند، و اما بر زبان فرشتہ وحی کند بہ پیغمبر، و فرشتہ باوے بگوید چنانکہ پیغمبر وے را بہ بیند و بخشش شنود چنانکہ یکے از آدمیاں را، و اما فرشتہ را بفرماید، تا علم چیزے کہ او میخواند جل و علا در دل پیغمبر دمد و ایں وحی باشد مخصوص بدل و گوش

ازاں، ہیچ نشودا نیست وجوہ تعلیم“ (ص: ۱۷) جو چیزیں عنوان نبوت میں تعلیم کے قبیل سے ہیں ان کے حصول کے چند طریقے ہیں، یا نبی اللہ تعالیٰ کا کلام بلا واسطہ سماعت کریگا، جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے سماعت کیا، یا اللہ تعالیٰ الہام فرمائے گا اللہ تعالیٰ کے الہام کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کے دل میں کسی چیز کا علم ڈال دیتا ہے جو پہلے استدلال، یا تاثیر حس کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا، یا فرشتہ کی زبانی نبی کی طرف وحی کی جاتی ہے، فرشتہ اللہ کا پیغام اس کو سناتا ہے، نبی اس فرشتے کو پچھتم خود دیکھتا بھی ہے اور اس کے کلام کو سنتا بھی ہے جس طرح عام شخص سنتا ہے، یا اللہ تعالیٰ فرشتہ سے فرماتا ہے جس چیز کا علم میرا نبی چاہتا ہے اس کے دل میں ڈال دے، یہ وحی کی وہ قسم ہے جو دل کے ساتھ مخصوص ہے، کان اس کو نہیں سن سکتے، یہ طریقہ بائے تعلیم ہیں۔

پھر فرمایا وحی در خواب ہم از قسم الہام باشد اما بواسطہ ملک و اما بے واسطہ“ (ص: ۱۷) خواب میں وحی فرشتہ کے ذریعے ہو، یا بغیر فرشتہ کے الہام کہلاتا ہے،

علامہ رحمہ اللہ کا کلام اس بات کی دلیل ہے کہ تعلیم جس طرح کی بھی ہو وہ نبوت ہے کیونکہ نبوت کا خاصہ لازمہ للماہیۃ ہے یہ محال شرعی ہے کہ نبوت ہو اور علم سے معری ہو، نبوت کیلئے سلسلہ، تعلیمات میں الہام بھی ہے اور بذریعہ فرشتہ وقتی ضروریات کے مطابق تعلیم دینا بھی خواص نبوت میں سے ہے، سچے خواب دیکھنا بھی لوازمات نبوت سے ہے،

علامہ رحمہ اللہ نے نبی کی تعریف میں فرمایا! جو آوازوں کو سنے، اس کو الہام یا جانے یا وہ سچے خواب دیکھے،

اس تعریف کے مقابل تحقیقات نے صفحہ نمبر ۸۸ پر نبی کی تعریف انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام“ جو نقل کی ہے وہ نبی کی نہیں بلکہ نبی مرسل (رسول) کی ہے جس کے بل بوتے رسول اللہ ﷺ سے قبل از نزول وحی نبوت کا نکار کرنا غلط ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و نزول وحی سے قبل فرشتہ کے ذریعے تعلیم دی جاتی رہی ہے، آپ خواب بھی دیکھتے رہے، آوازوں کو بھی

سماعت فرماتے رہے،، یہ تمام امور لوازمات نبوت اور خصائص میں سے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے: ”اول ما بدء به رسول الله ﷺ الوحي الرؤيا الصالحة ثم حب اليه الخلاء“ رسول اللہ ﷺ کیلئے وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے کی گئی، پھر آپ کیلئے گوشہ نشینی کی محبت اور رغبت پیدا کر دی گئی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ثم الظاهر ان من في قولها (من الوحي تبعية لا بيانية كما قيل اى اول ما ابتدئ به من اقسام الوحي الرؤيا الصادقة“ واضح بات ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول میں،، (من الوحي) میں من تبعية ہے بیانیہ نہیں، جیسا کہ کہا گیا ہے، حدیث کا معنی یہ ہے کہ اقسام وحی سے سب سے پہلے جس سے نبوت کی ابتداء ہوئی وہ سچے خواب ہیں،، معلوم ہوا سچے خواب وحی کی اقسام میں سے ایک قسم ہے علامہ قسطلانی نے فرمایا انما ابتداء ﷺ بالرؤيا لئلا يفجاء الملك ويأتيه بالصريح النبوة بغتة فلا تحملها القوى البشرية بدءاً بأوائل خصال النبوة“

(ارشاد الساری، شرح مسلم للنووی)

ترجمہ: سچے خوابوں کے ساتھ آپ پر وحی کی ابتداء صرف اور صرف اس لئے کی گئی کہ اچانک فرشتہ، نبوت صریحہ کو نازل کرے تا تو آپ کے قوی بشریہ اس کے متحمل نہ ہو سکتے، اس لئے خصال نبوت میں اولیات کے ساتھ آپ کیلئے آغاز کیا گیا:

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے روایا صالحہ کی حکمت اور حقیقت بیان فرمائی: ”لان الرؤيا الصالحة مبشرات تنبى عن وفور انوار عالم الغيب واثار مطالع الهامات شبه به الرؤيا التى هى جزء يسير من اجزاء النبوت وتنبيه من تنبيهاتها لمشارك العقول على ثبوت النبوة لان النبى انماسمى نبيا لانه ينبىء عن عالم الغيب الذى لا تستقل العقول بادراكه“ (مرقات: ج ۱)

ترجمہ: سچے خواب بشارات ہیں، جو خبر دیتے ہیں کہ عالم غیب کے انوار کثیر ہیں، اور الہامات کے مطالع (ظہور) کے آثار ہیں، (یعنی بتاتے ہیں کہ ان کے بعد الہامات کئے جا رہے ہیں) عالم غیب کے انوار کثیرہ، اور مطالع الہامات کے آثار اور دلائل کو الروایا الصالحہ سے تشبیہ دی گئی ہے جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز صغیر ہے۔

علامہ بدرالدین العینی نے فرمایا: ”انما ابتداء بہ باول حال النبوة وتباشیر الکرامة من صدق الرؤیا مع سماع الصوت وسلام الحجر والشجر علیہ بالنبوة ورؤية الضوء ثم اکمل له النبوة بارسال الملك فی الیقظة، وکشف له عن الحقیقة کرامة له“ (عملیہ القاری) رسول اللہ ﷺ کیلئے خصال نبوت کے مبادیات اور تباشیر کرامت کے ساتھ آغاز کیا گیا، یعنی آپ کی نبوت کا آغاز سچے خوابوں، غیبی آوازوں کی سماعت پتھروں اور درختوں کا یا نبی اللہ کہہ کر سلام پیش کرنے، نور اور روشنی کے مشاہدے سے کیا گیا، پھر فرشتہ کو حالت بیداری میں بھیج کر آپ کی نبوت کی تکمیل کی گئی، حقیقت سے پردے ہٹا کر آپ کو تکریم بخشی گئی،

ملا علی قاری، امام قسطلانی، امام ابن حجر عسقلانی، امام بدرالدین العینی کی مذکورہ ان تصریحات سے ثابت ہوا، کہ روئے صالحہ نبوت کی جز ہیں، نبوت کے بنیادی اور اولین خصائل ہیں، وحی کی قسم ہے، وحی نبوت کا خاصہ ہے نزول وحی (جبریل علیہ السلام کے وحی لانے سے قبل آپ غیبی آوازوں کو سماعت فرماتے تھے، شجر و حجر آپ کو نبی مان اور نبی کہہ کر سلام پیش کرتے تھے، نور اور وسیع روشنی کا مشاہدہ فرماتے تھے،، جب یہ سب کچھ تھا اور کتب احادیث سے ثابت ہے تو پھر آپ نبی کیوں نہ تھے؟ علامہ بدرالدین العینی رحمہ اللہ کا یہ جملہ: ”ثم اکمل له النبوة بارسال الملك“ قابل توجہ ہے تکمیل اسی لئے کی گئی کہ نبوت کا وجود اور ثبوت رسول اللہ ﷺ کیلئے نزول وحی سے قبل موجود تھا، ورنہ مکمل کرنا چہ معنی دارد؟

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: روایہ صالحہ عالم غیب کے انوار کثیرہ کی خبر دینا ہے، اور نبی وہی ہوتا ہے جو عالم غیب کی خبر دیتا ہے، لہذا روایہ صالحہ خصائل نبوت میں سے ہیں، یعنی جو نبی ہوگا روایہ صالحہ سے وہی متصف ہوگا کیونکہ روایہ صالحہ اقسام وحی میں سے ہیں وحی نبی کے علاوہ اور کسی پر نہیں ہوتی، احادیث سے رسول اللہ ﷺ کیلئے روایہ صالحہ ثابت ہیں لہذا نبوت بھی ثابت ہے جیسا کہ ابو عبد اللہ علامہ فضل اللہ تورپشتی نے نبی کی تعریف میں فرمایا ہے۔

انبیاء سابقین کی نبوت کا آغاز بھی روایہ صادقہ سے ہوتا رہا ہے،، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”مناسبة الآية للترجمة واضح من جهة ان صفة الوحي الى نبينا ﷺ توافق صفة الوحي الى من تقدمه من النبيين ومن جهة ان احوال الانبياء في الوحي بالرؤيا كما رواه ابو نعيم في الدلائل باسناد حسن عن علقمه بن قيس صاحب ابن مسعود رضي الله عنه قال ان اول ما يؤتى به الانبياء في المنام حتى تهده قلوبهم ثم ينزل الوحي بعد ذلك“ آیت کریمہ ”انا وحينئذ اليك“ (النساء ٦٨) کی مناسبت ترجمہ اور عنوان کے ساتھ واضح ہے اس لحاظ سے بھی کہ ہمارے نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کی حالت و کیفیت آپ ﷺ سے قبل تشریف لانے والے انبیاء علیہم السلام کے موافق و مطابق ہے اور اس لحاظ سے بھی کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ابتداء وحی سچے خوابوں سے ہی ہوئی ہے جیسا کہ علقمہ ابن قیس جو کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصاحب اور شاگرد ہیں، سے ابو نعیم نے دلائل النبوة میں اسناد حسن کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ پہلے پہل انبیاء کرام کو خوابوں میں علوم دیئے جاتے ہیں انہیں انکشافات ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان کے دلوں کو سکون اور قرار حاصل ہو جاتا ہے، اور بعد ازاں ان پر بیداری میں وحی نازل کی جاتی ہے،،

توجہ طلب امر یہ ہے کہ انبیاء کرام روایہ صالحہ سے پہلے نبی ہوتے ہیں یا بعد میں یا نہ بعد میں“ یہ

مسلمہ امر ہے کہ انبیاء کرام رویائے صالحہ اور نزول وحی سے قبل نبی ہوتے ہیں، اسی لئے ان پر رویائے صالحہ کی صورت میں وحی کی جاتی ہے رویائے صالحہ ان کے امر نبوت کے ثبوت اور وجود کی پہلی کڑی ہے، رویائے صالحہ کے دکھانے کا مقصد ان کے قلوب و اذہان کو سکون اور طمانیت کی دولت سے مالا مال کرنا اور عالم غیب کے انوار سے روشناس کرنا، اور ضروری تعلیم دینا ہے ان تمام چیزوں سے نبی کے علاوہ کسی کو بھی مستفیض نہیں کیا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: ”اقام رسول اللہ ﷺ بمکہ خمس عشرة سنة يسمع الصوت ويرى الضوء سبع سنين ولا يرى شيئا وثمان سنين يوحى اليه واقام بالمدينة عشرا وتوفي وهو ابن خمس و ستين سنة“
ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں پندرہ سال اس حال میں قیام پذیر رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب سے آوازیں سنائی دیتی تھیں، اور سات سال تک نور اور روشنی دکھائی دیتی رہی مگر کوئی شیء نظر نہیں آتی تھی اور آٹھ سال تک آپ پر وحی نازل ہوتی رہی، مدینہ منورہ میں آپ کی مدت اقامت دس سال ہے، پینسٹھ سال کی عمر میں آپ نے رحلت فرمائی، صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو متفق علیہ کہا ہے لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اتفاق نہیں کیا اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں بلکہ صرف مسلم شریف میں ہے اس حدیث میں اقامت مکہ کے پندرہ سال بتائے گئے ہیں جن میں سات سال کا عرصہ بغیر وحی کے گزرا، صرف غیبی آوازوں کو سماعت فرماتے، نور اور روشنی کا مشاہدہ فرماتے،، یہ دورانِ نبوت کا ہے، اس دوران بھی آپ نبی ہیں، علامہ بدرالدین العینی کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ یہ خصائل نبوت ہیں،، يسمع الصوت کے تحت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ای صوت جبریل، آپ جبریل علیہ السلام کی آواز کو سماعت فرماتے مگر وہ نظر نہ آتے تھے،

امام طہی نے فرمایا ”یعنی انه ﷺ کان يرى من امارات النبوة سبع سنين“ (مرقات

ج: ۱۱: ص: ۱۰۳) یعنی رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں اقامت کے دوران سات سال، نور و ضیاء،

اور آواز جبریل کی صورت میں علامات نبوت کا مشاہدہ فرماتے رہے،

اگر آپ ﷺ نبی نہ ہوتے تو نبوت کی علامات آپ پر کیوں ظاہر کی جاتیں؟

امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: ”ان الله فطر محمدا ﷺ على التوحيد وبغض

الاوثان اليه ووهب له اول اسباب النبوة وهي الرؤيا“ (فتح الباری)

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تو حید اور بتوں کی عداوت پر پیدا فرمایا، اور آپ ﷺ کو اسباب نبوت سے پہلا سبب یعنی رؤیا صالحہ عطا فرمایا،، یعنی تو حید باری تعالیٰ اور بتوں سے بغض اور عداوت آپ کی فطری تخلیقی، خصلت ہے اس خصلت فطری اور حقیقت سرشتی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبوت کا پہلا سبب اور پہلا نشان سچے خوابوں کی صورت میں عطا فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت فطری اور تخلیقی ہے، نزول وحی کے بعد آپ کو نبوت نہیں بلکہ رسالت عطا فرمائی گئی ہے جو آپ کی بعثت ہے نبوت نہیں،،

باب المبعث و بدء الوحی فصل اول میں یہ حدیث موجود ہے جس کے راوی حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

”قال بعث رسول الله ﷺ لاربعين سنة فمكة ثلاث عشرة سنة، يوحى اليه الحديث متفق عليه“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہونے پر مبعوث فرمایا گیا ہے آپ تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں رہے آپ کی طرف وحی کی جاتی تھی۔ اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے فرمایا: ”بصيغة المجہول ای جعل مبعوثا الى الخلق بالرسالة“ بعث مجہول کا صیغہ ہے معنی حدیث یہ ہے کہ آپ کو منصب رسالت عطا فرما کر مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا، معلوم ہوا چالیس سال عمر مبارک کے مکمل ہونے پر جو وحی کی گئی وہ وحی رسالت ہے، وحی نبوت نہیں، نبوت تو آپ کی

فطری اور تخلیقی ہے۔

علامہ امام قاضی عیاض رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ” (ومن ذالك) ای مما يدل على نبوته ورسالته (ماظهر من الايات) ای خوارق العادات (عند مولده) ای قرب ولادته ^{صلی اللہ علیہ وسلم} (وما حکته) ای آمنه بنت وهب انها اتيت فقيل لها قد حملت بسيد هذه الامة فاذا خرج فقولي اعيزه بواحد من شر كل حاسد (وكونه رافعا راسه) ای للدعاء (عند ما وضعتہ شاخصا ببصره الى السماء) كما رواه البهيقي عن الزهري مرسلًا (وما رآته) ای امه (من النور الذي خرج معه عند ولادته) حتى رويت قصور بصرى كما رواه احمد والبيهقي عن العرباض وابی امامة، (وما رآته اذ ذاك) ای وقت ولادته (ام عثمان بن ابي العاص) ای الثقي (من تدلى النجوم) ای تزولها ودنوها تبركا يحضرته (وظهور النور) ای الذي سطع منه باشعته (عند ولادته حتى ماتنظر) ای ام عثمان (الا النور) وفي رواية الا النور كما رواه البهيقي والطبراني عن ابنها عنها ترجمه: آپ کی نبوت اور رسالت پر دلائل میں سے وہ خوارق عادات بھی ہیں، جن کا ظہور قرب ولادت باسعادت کے وقت ہوا، ان میں سے ایک وہ روایت ہے جس کو آمنہ بنت وہب نے روایت کیا ہے کہ آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ آپ اس امت کے سردار سے حاملہ ہیں، جب دنیا میں آئے تو یہ کہنا کہ ہر حاسد کے شر سے میں اس کو اللہ وحدہ کی پناہ میں دیتی ہوں اور جو آپ کی ولادت باسعادت کے وقت حاضہ تھے انہوں نے عجیب قسم کے واقعات بیان کیے ہیں، کہ ولادت باسعادت جب ہو چکی تو آپ اپنا سر مبارک اوپر اٹھائے ٹھٹھکی باندھ کر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے، جیسا کہ امام بیہقی نے امام زہری سے حدیث مرسل روایت کی ہے،، آپ کی والدہ ماجدہ نے ولادت کے وقت دیکھا کہ آپ کے ہمراہ ایک ایسا نور نکلا ہے جس کی روشنی میں بصری کے محلات دیکھ لئے، جیسا کہ امام

احمد اور محدث بیہقی نے عرباض بن ساریہ اور ابوامامہ سے روایت کیا ہے حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ نے بوقت ولادت دیکھا کہ ستارے قریب آگئے ہیں یعنی آپ کے دربار اقدس سے حصول تبرک کیلئے قریب ہو گئے ہیں اور ایک ایسا نور چمکا جس کی چمک سے ام عثمان کو ہر طرف نور ہی نور دھائی دینے لگا، ایک روایت میں ہے کہ اس نور نے ہر شی کو منور کر دیا ہے جیسا کہ محدث بیہقی اور طبرانی نے حضرت عثمان سے ان کی والدہ کی زبانی روایت کیا ہے،

”وقول الشفاء ام عبد الرحمن بن عوف لما سقط ﷺ علی یدی واستهل قائلاً
يقول رحمك الله واضاء لي مابين المشرق والمغرب حتى نظرت الى قصور

الروم، ای بارض الشام“ (شفاء شریف: ج: ۱ ص: ۱۰۰)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عوف کی والدہ محترمہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ میرے ہاتھوں پر تشریف لائے آپ ﷺ نے آواز بلند چھینک ماری اور فرمایا الحمد للہ (شرح میں ہے) تو میں نے سنا کہنے والے کو اس نے کہا رحمک اللہ، میرے لئے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام زمین روشن ہو گئی، یہاں تک کہ میں نے ملک شام میں واقع روم کے محلات دیکھ لئے قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے ان تمام واقعات کو خوارق عادات تحریر فرمایا ہے جس سے یہ امر بہ دلائل اور خوارق عادات سے ثابت اور مبرہن ہے کہ آپ ﷺ پیدا نشی، فطری اور تخلیقی طور پر نبی تھے، پیدا ہوتے ہی دعا کیلئے سراقدس کا رفع اور آسمان کی طرف ٹٹکی باندھ کر دیکھنا آپ کی والدہ محترمہ کا آپ ﷺ کے ہمراہ نکلنے والے نور کی روشنی میں شام کے محلات کو دیکھ لینا، اور حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا ہر طرف نور ہی نور دیکھنا اور ہر شی کا منور ہونا امور عادیہ سے نہیں بلکہ خوارق عادات ہیں جو آپ کی نبوت کیلئے دلائل حسیہ ہیں جن کا انکار اور جن سے منکر ممکن نہیں، مزید یہ کہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کا قول آپ کے پیدا نشی نبی ہونے پر دلیل قطعی ہے کیونکہ بلند آواز سے چھینک آنے کے بعد الحمد للہ کہنا نبی کے علاوہ کسی بھی

شخص کیلئے ممکن ہے نہ روا

عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارہ بچپن میں کلام کیا اور عبدیت اور نبوت کا اعلان فرمایا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آتے ہی اللہ کی حمد بیان کی، خوارق عادات کی صورت میں موجود، اور ثابت شدہ ان دلائل کی موجودگی میں نزول وحی سے قبل آپ کو نبی نہ ماننا یا نبوت بالقوہ کا قول کرنا غلط ہے،،

علام محمد بند یا لوی کے ساتھ علامہ کا لقب ہے، علامہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت رکھنے والے عالم کو کہا جاتا ہے ساتھ ہی بند یا لوی لکھ کر یہ تاثر دیا کہ وہ منطق میں بھی علامہ ہیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نزول وحی سے قبل نبوہ بالقوہ کے قول کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدائشی، فطری اور تخلیقی نبوت کا انکار کیا ہے،، کیونکہ بالقوہ، بالفعل کے مقابل ہے بالفعل وہ جو موجود فی الخارج حسی طور پر ہو، کتابت بالفعل اسی وقت ہوگی جب کہ وصف کتابت عملی اور حسی طور پر موجود ہو، بالقوہ میں صلاحیت اور استعداد ہے جو امر باطن ہے حسی طور پر خارج میں موجود نہیں، خارج میں لائے جانے کے امکانات ہیں جن میں ایک ماہیت کے کثیر التعداد افراد کی شرکت متحقق ہے بلکہ اس ماہیت کے ہر فرد کا اس استعداد سے متصف ہونا اور اس کا حامل ہونا ضروری قانونی تقاضا ہے،، علام محمد بند یا لوی شرعی پوری خود لکھتے ہیں کیونکہ ہر فرد انسانی کا بالقوہ کاتب ہونا ضروری ہے (تحقیقات: ۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بالقوہ ماننا تحقق فی الخارج اور فطری نبوت کے انکار کو مستلزم ہے کیونکہ بالقوہ ہونیکی صورت میں تحقق فی الخارج ہوگا نہ شرکت افراد انسانیت سے مانع ہوگی، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت متحققہ فی الخارج ہے اور اس پر آثار و دلائل کا معتد بہ ذخیرہ موجود ہے۔

حافظ، امام، بہیقی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے دین میں میرے داخل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آپ کے نبی ہونیکی ایک علامت دیکھی تھی: ”رأيتك فسی

المهد تناغی القمر وتشیر الیہ باصبعك فحيث اشرت الیه مال قال ، انی كنت احده ويحدثنی ويلهینی عن البكاء واسمع وجبته حين يسجد تحت العرش ، ثم قال تفرد به الليثی وهو مجهول “ (البدايه والنهايه : ج ١ : ص ١٠٠)

میں نے آپ کو پنگھوڑے میں چاند سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اس کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بھی ، پس آپ جس طرف اشارہ کرتے چاند اور ہر کو ہو جاتا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے ، ، باتوں کے ذریعے رونے سے روکتا تھا جب چاند عرش عظیم کے نیچے سجدہ کرتا تو اس کے سجدہ کرنے کی آواز کو میں سنتا تھا ، اگرچہ محدث بہیقی نے الليثی راوی کو مجہول کہا تاہم فضائل میں یہ روایت مقبول اور قابل عمل ہے ، ،

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ نے اس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے ان الفاظ میں اس کا ترجمہ فرمایا ہے :

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں ” کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

اس روایت میں ”امارة لبوتك“ کے الفاظ آپ کی پیدائشی ، فطری اور خارجی نبوت کی دلیل ہیں ، چاند کی طرف اشارہ فرمانا ، چاند کا ادھر ہی ہو جانا ، چاند سے باتیں کرنا ، چاند کا آپ سے باتیں کرنا اور رونے نہ دینا ، چاند کا عرش عظیم کے نیچے سجدہ کرنا اس کی آواز کا سماعت فرمانا دلائل نبوت ہیں ، خوارق عادات ہیں کیونکہ مہد طفولیت میں ان امور کا صدور اور وجود امور عادیہ سے نہیں بلکہ خوارق عادات سے ہے ، جو آپ کی نبوت پر سورج کی روشنی سے بھی زیادہ روشن دلائل ہیں ، اسی روایت سے ملتی جلتی روایت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے بھی تحریر کی ہے ، کہ حضرت عباس نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنوں چہل روزہ تھے آپ نے فرمایا مادر مشقت نے میرا ہاتھ مضبوط باندھ دیا تھا اس کی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا ، حضرت عباس نے عرض کیا آپ ان دنوں چہل روزہ تھے یہ

حال کیوکر معلوم ہوا فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا، حالانکہ شکم مادر میں تھا، بلفظہ،
(مجموعۃ الفتاوی: ج: ۲: ص: ۹۷، مطبوعہ یوسفی واقع لکھنؤ)

معلوم ہوا آپ ﷺ چالیس روزہ تھے اور آپ چاند سے باتیں کرتے تھے، اور چاند آپ کو باتوں میں مصروف اور مشغول کر کے رونے سے روکتا تھا اور جدھر انگلی مبارک سے اشارہ فرماتے تعمیل حکم کرتے ہوئے چانداد برہی ہو جاتا، چاند کے سجدے کی آواز سماعت فرماتے، غور طلب امر یہ ہے نبوت کے علاوہ عام انسان کیلئے یہ افعال اور یہ اوصاف ممکن ہیں ہرگز نہیں قرآن حکیم نے گفتگو کی حد تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال بیان فرمائی ہے حضرت یوسف اور حضرت جریج کی پاکدامنی اور صفائی پر بچوں کی گفتگو کا ثبوت ملتا ہے یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر بچے کا بولنا خرق عادت ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے نبی ہونے اور حضرت جریج کی صفائی اور بے گنہی پر بچے کا بول اٹھنا خرق عادت ہے جو حضرت جریج کے ولی ہونیکے دلیل ہے مگر رسول اللہ کے افعال اور اوصاف بلند پایہ اور بے مثال ہیں ان کی تاثیر اور جائے انتہاء آسمان ہے، چاند کا واقعہ تو عالم دنیا کا ہے، مگر لوح محفوظ پر قلم کے چلنے کی آواز اور فرشتوں کے عرش عظیم کے نیچے تسبیح پڑھنے کی آواز کے معاملات کا تعلق تو شکم مادر (رضی اللہ عنہا) سے ہے، یہ فوق الفطرت قوت اور خصائص صرف اور صرف نبی کو دیئے جاتے ہیں، اور نبی ہی ان خوارق عادات کے صدور اور وقوع کا مرکز اور منبع ہوتا ہے اگر رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی بقاء اور اس کا استمرار نزول وحی سے قبل نہ ہوتا تو یہ خوارق عادات ہرگز آپ ﷺ سے صادر نہ ہوتے اور آپ ﷺ ہرگز ان کی علت اور وجہ ثبوت و ظہور نہ ہوتے،

انبیاء کرام وحی سے قبل بھی نبی ہوتے ہیں

امام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی کی رحمۃ اللہ نے قصیدہ ہمز یہ کے اس شعر کی توضیح اور تشریح کرتے ہوئے فرمایا: فاستبانت خدیجة انه كنز حاولته والکیمیاء

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے متعلق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے معلوم کر لیا کہ یہی وہ مخفی کنز اور کیمیاء ہیں جس کے حاصل کرنے کا انہوں نے ارادہ کر رکھا تھا

”اشار بذکر ماوقع لخدیجة الی سبب ذالک وهو قصة ابتداء بعثته ﷺ وحاصلها انه ﷺ لما بلغ الاربعین سنة قیل وکسرا بعثه الله تعالى يوم الاثنين کما فی خبر مسلم فی سبع عشر من رمضان وقیل لثمان من ربیع الاول وقیل کان فی رجب رحمة اللعالمین ورسولا الی كافة الخلق اجمعین کما قال ﷺ ارسلت الخلق كافة“

ترجمہ: اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کیلئے سبب بنا، وہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کی عمر شریف چالیس سال ہو گئی اور بقول بعض چالیس سال سے قدرے زائد ہو گئی تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، یہ بعثت بروز سوموار سترہ رمضان اور بقول بعض آٹھ ربیع الاول کو ہوئی، اور بقول بعض ماہ رجب میں ہوئی، اور یہ بعثت بحیثیت رسول كافة الخلق اور رحمة للعالمین کے ہوئی جیسا کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا مجھے ساری مخلوق کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے،،

علامہ رحمہ اللہ کے کلام سے واضح ہوا کہ عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ کی بعثت ہوئی ہے اور بحیثیت نبی نہیں ہوئی بلکہ بحیثیت رسول کائنات اور بحیثیت رحمة للعالمین ہوئی ہے اور اس بعثت خاصہ کی حقیقت اور مفہوم و عنوان کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تائید اور توثیق

حاصل ہے،

علامہ موصوف کے نزدیک آپ وقت ولادت سے نبی تھے تو اب مجاہدہ اور ریاضت، خلوت و عزلت کے ذریعے اس کے طلب کرنے کا تو ہم ہی کیسے ہو سکتا تھا اور اس کے ازالہ کی ضرورت کیا ہو سکتی تھی کیونکہ حاصل شدہ چیز کا دوبارہ حاصل کرنا ہر عقل مند کے نزدیک محال اور ناممکن ہے اور تحصیل حاصل قطعاً جائز اور روا نہیں ہے،، (تحقیقات: ص: ۲۱۲)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی فرماتے ہیں ”وصح عن الشعبي انه قال انزلت عليه النبوة وهو ابن اربعين سنة ففرون بنوته اسرافيل ثلاث سنين و كان يعلمه الكلمة والشيء ولم ينزل عليه القرآن على لسانه فلما مضت ثلاث سنين قرن بنوته جبريل عليه السلام بالقرآن على لسانه عشرين سنة“

ترجمہ: حضرت امام شعبی سے مروی ہے کہ چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہونے پر آپ پر نبوت نازل کی گئی، آپ کی نبوت کے ابتدائی تین سالوں میں حضرت اسرافیل علیہ السلام امور نبوت میں آپ کے ساتھی اور مصاحب رہے جو آپ کو ایک کلمہ یا اس سے زائد ضروری چیز کی آپ کو تعلیم دیتے تھے، لیکن ان کی زبانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول نہیں ہوا، تین سال گزرنے کے بعد آپ کی نبوت کے مصاحب جبریل علیہ السلام بنے اور ان کی زبانی تین سال کے عرصہ قرآن پاک کا نزول ہوا، علامہ رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ نزول وحی سے قبل بھی آپ نبی تھے، کیونکہ بقول امام شعبی نزول نبوت کے بعد تین سال تک امور نبوت کی تعلیم میں حضرت اسرافیل علیہ السلام مامور رہے جو ایک کلمہ یا اس سے زیادہ کی صورت میں تعلیم دیتے رہے، قرآن حکیم نازل نہیں ہوا، ایسی صورت میں نبوت تو ہے مگر تبلیغ موجود ہے نہ فرض، اگر نبی کی تبلیغ فرض ہو تو یہ دورانیہ نبوت کا نہ ہوگا جبکہ یہ دورانیہ نبوت کا ہے، بقول امام شعبی اسرافیل علیہ السلام کی تعلیم نزول نبوت کے بعد شروع ہوئی جس کا دورانیہ تین سال ہے،،

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وہی بزمذہب ایشاں لازم نیست کہ داعی و مبلغ باشد بلکہ اگر وحی کردہ شد بسوئے وے در خاصہ نفسی وے بس است کما تقرر فی موضعہ“ (اشعۃ اللمعات ج: ۳: ص: ۶۳۶)

ترجمہ: محدثین کے نزدیک یعنی ان کے مذہب میں نبی کیلئے داعی اور مبلغ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر اس کی طرف وحی کی جائے صرف اس کی اصلاح نفس کیلئے (جیسا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو اعلان نبوت سے پہلے تین سال تک مقرر فرمایا گیا) تو یہ بھی اس کے نبی ہونے کیلئے کافی دلیل ہے۔

علامہ فضل اللہ التورپشتی نے فرمایا: ”حق تعالیٰ در اول نبوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تے فرشتہ را موکل او کردہ بود تا ویرا از آنچہ ضرورت وقت او بود در طریق عبودیت آگاہ میکرد در حدیث بدیں لفظ آمدہ است کہ ”فکان یعلمہ الکلمۃ او الکلمتین“ اور میں زمان خواہائے راست میدید و ایں نبوت بود،، (المعتمد فی المعتقد: ص ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی نبوت میں ایک معین مدت تک فرشتے کو مامور فرما رکھا تھا جو آپ کو طریق عبودیت (اصلاح نفس) میں وقتی ضروریات سے آگاہ کرتا، اور یہ طریقہ آگاہی و تعلیم حدیث پاک میں ان الفاظ سے بیان ہوا ہے، یعلمہ الکلمۃ و الکلمتین اور اسی زمانہ تعلیم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے خواب بھی دیکھتے رہے تھے، اسرافیل علیہ السلام کا شخصی تعلیم کیلئے مامور فرمایا جانا اور سچے خوابوں کا دیکھنا نبوت اور آپ کا نبی ہونا ہی تو ہے۔

آگے فرمایا بعد ازیں جبریل بوئے آمد وے را فرمود تا اہل مکہ را بتوحید دعوت کند آنگاہ بود نبوت و رسالت“

ترجمہ: شخصی اصلاح اور تعلیم کے بعد جبریل علیہ السلام کو آپ کی طرف بھیجا گیا کہ اہل مکہ کو دعوت توحید دیں یہ وقت (نزول جبریل) کے بعد رسالت کا ہے اور پہلے نبوت کا تھا۔

مندرجہ بالا تصریحات سے ثابت اور واضح ہوا کہ تحقیقات نے، ص: ۸۸، پر نبی کی تعریف: انسان بعث اللہ الی الخلق لتبلیغ الاحکام جو کی ہے یہ نبی کی نہیں بلکہ رسول کی ہے اور اس کی دو جہیں ہیں:

۱۔ تبلیغ احکام کیلئے سابق نبی یا رسول کی کتاب اور شریعت کا وجود ضروری ہے۔

۲۔ بذریعہ وحی اس کتاب کے احکامات کی اتباع اور تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

رسول اللہ ﷺ ماقبل کسی شریعت اور کسی نبی کے قبیح، پیروکار نہ تھے،، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”و ظاہر آنست کہ از جانب حق نور رشد و ہدایت در دل مے تافتہ بود کہ بد اں مقرب و مرضی در گاہ بعمل مے آید بے اتباع شریعتے“ (اشعۃ اللمعات: ج ۳: ص ۵۰۶)

ترجمہ: ظاہر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رشد و ہدایت کا ایک نور آپ کے قلب اطہر میں تاباں تھا جس کی بدولت آپ ﷺ ایسی عبادت کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ احدیت میں قریب کرنے والی اور پسندیدہ تھی، آپ کسی بھی شریعت کے پیروکار نہ تھے۔

۳۔ جب یہ ثابت ہوا کہ نزول قرآن جبریل علیہ السلام کی زبانی ہوا، اسرافیل علیہ السلام نے اپنی زبانی آپ پر قرآن نازل نہیں فرمایا تو تبلیغ الاحکام کا حکم اور ذمہ داری زمانہ اسرافیل سے نہیں بلکہ زمانہ جبریل علیہ السلام سے ہے، اور یہ زمانہ رسالت کا ہے نبوت کا نہیں،، لہذا نبوت کیلئے نزول وحی کو لازم قرار دینا غلط ہے بلکہ نبوت کیلئے کسی بھی فرشتے کا اصلاح نفس کیلئے نہ، مصاحب ہونا نبی ہونے کیلئے کافی ہے جیسا کہ شیخ محقق کا فرمان“ (اشعۃ اللمعات ج ۳: ص ۶۳۶، سے پہلے نقل ہو چکا ہے۔

مزید یہ کہ علامہ فضل اللہ التورپشتی نے آمد جبریل کے زمانے کو رسالت کہا ہے،،

۴۔ تبلیغ الاحکام کا حکم نبوت مملی سے ہے یعنی حسی طور پر نزول وحی اور اثرات وحی کا وجود متحقق ہو، تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو متعلقہ نبی نے دعویٰ نبوت بھی کر دیا ہو، حجت نبوت (معجزات) سے بھی مزین فرمایا گیا ہو۔

غار حراء میں نزول قرآن سے قبل آپ ﷺ لتبلیغ الاحکام کے مکلف نہ تھے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے نبوت اور رسالت کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے فرمایا: ”وہو البعثة المجردة الحاصلة بالوحي فقط، وتسمى النبوة او منضمة الى تبليغ الغير وتسمى الرسالة“ (شرح شفاء: ج ۱ ص ۱۰۰)۔

نبوت اور رسالت بعثت (منتخب کرنے، بھیجنے) کا نام ہے، اگر بعثت بدوں تبلیغ غیر بذریعہ وحی ہو تو نبوت ہے اور اگر بعثت بذریعہ وحی تبلیغ غیر کیلئے ہو تو رسالت ہے، چالیس سال کی تکمیل پر غار حراء میں جبریل علیہ السلام جو وحی بصورت نزول قرآن لیکر آئے، دعوت توحید اور تبلیغ احکام کیلئے تھی، لہذا یہ وحی نبوت نہیں بلکہ وحی رسالت ہے،،

اس وحی سے نبوت کو ثابت کرنا اور اس وقت سے آپ کی نبوت کا تعین کرنا غلط ہے،، ☆ تامل
حق التامل ☆

نبوت کا آغاز، اور قانون خداوندی

امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

”على هذا فابتداء النبوة بالرؤيا وقع شهر مولده وهو ربيع الاول بعد اكمالہ

اربعين سنة وابتداء وحى اليقظة وقع في شهر رمضان“ (جلد اول ص ۱۰۰)۔

ترجمہ: اس بناء پر آپ ﷺ کی نبوت کی ابتداء عمر شریف کے چالیس سال پورے ہونے کے بعد سچے خوابوں کے ذریعے ولادت پاک والے مہینے ربیع الاول میں ہوئی، اور بیداری والی وحی کی ابتداء رمضان المبارک سے ہوئی،

مزید فرمایا: ”ان اول احوال النبيين في الوحى الرؤيا كما رواه ابو نعيم في الدلائل

باسناد حسن عن علقمة بن قيس صاحب ابن مسعود رضى الله عنه ان اول

مايوتى به الانبياء فى المنام حتى تهدأ قلوبهم ينزل الوحي بعد فى اليقظة“

(جلد اول حصہ ۳)

ترجمہ: بلاشبہ انبیاء کی وحی کی ابتداء خوابوں کے ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ حضرت علقمہ بن قیس جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصاحب ہیں سے مروی ہے کہ پہلے پہل انبیاء علیہم السلام کو وحی حالت نیند میں کی جاتی ہے تاکہ ان کے دل مطمئن اور پرسکون ہو جائیں پھر حالت بیداری میں وحی کا نزول ہوتا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے نبوت کا ایک اصول اور کلیہ بیان کیا ہے کہ نبوت کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس کو وحی خفی کی جائے یعنی بحالت خواب اس پر وحی کی جائے اور یہ شرط لازم اس لئے ہے کہ آنے والے معاملات نبوت کیلئے ان کے قلوب و اذہان سکون و طمانیت حاصل کر لیں، خوف و ہراس، کی کیفیت پیدا نہ ہو، اور دوسری شرط نبوت یہ ہے کہ بیداری کی حالت میں وحی کی جائے، اگر عالم رویاء میں وحی ہو تو وہ بھی اسی طرح وحی ہے جس طرح حالت بیداری میں کی جائے والی وحی، وحی ہے فرق صرف نیند اور بیداری کا ہے جب اس نوع اور ان اقسام کی وحی خاصہ، نبوت ہے تو رویائے صالحہ والا زمانہ نبوت ہے جس پر وحی کے آثار اور انوار موجود ہیں، جب یہ بھی زمانہ نبوت ہے تو یہ کہنا کہ نبوت کیلئے نزول وحی کا ہونا ضروری ہے اور نبوت کا تحقق اور ثبوت بھی نزول سے ہوگا غلط ثابت ہوا، نزول وحی کا دور تو بعد کی بات ہے۔

رویاء صالحہ نبوت کی خبر ہے: ”رویاء الصالحة جزء من ستة واربعين جزء من النبوة“ (متفق علیہ)

سچے خواب نبوت کے چھیا لیس اجزاء میں سے ایک جز ہیں، جب رویائے صالحہ جزو نبوت ہیں تو جس دور میں ان کا تحقق اور ثبوت ہوگا وہ دور، نبوت کا دور ہوگا، لیکن یہ دور وحی منائی کا ہے وحی، بیداری کا نہیں، لیکن تحقیقات: ص: ۸۸، پر نقل شد و تعریف انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی

الخلق لتبليغ الاحكام اس پر صادق نہیں آ رہی۔

تحقیقات میں ہے: تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ روئے صالحہ صادقہ کا سلسلہ آپ کو چالیس سال کی عمر شریف کے قریب پیش آیا اور چھ ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا، اور اس دوران غار حراء میں خلوت اختیار فرمائی۔ (ص: ۱۹۰)

محدثین کا مذہب دربارہ نبوت

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نقل فرماتے ہیں: ”مذہب محدثان آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مدت شش ماہ مرتبہ، نبوت مخصوص بود و مکلف بود بہ تہذیب نفس شریف خود خاصہ پس ازاں مامور گشت بدعوت و ابلاغ کہ نزد ایشان معنی رسالت است و نبی ہند ہب ایشان لازم نیست کہ داعی و مبلغ باشد بلکہ اگر وحی کردہ شود بسوئے وے، و خاصہ نفسی وے بس است کما تقرر فی موضعہ“ (اشعۃ اللمعات: ج: ۳: ص: ۶۳۶)۔

محدثین کا مذہب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھ ماہ تک مرتبہ، نبوت تک محدود اور مخصوص تھے، اور صرف اپنے نفس کی تہذیب اور ترتیب کے مکلف تھے بعد ازاں آپ دعوت خلق اور تبلیغ پر مومور ہوئے جو کہ محدثین کے نزدیک منصب رسالت ہے اور ان کے مذہب میں نبی کیلئے داعی اور مبلغ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی طرف اگر صرف اصلاح نفس کیلئے وحی کی جائے تو یہ بھی اس کے نبی ہونے کیلئے کافی ہے۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے کلام سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱: محدثین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ ماہ تک نبوت مخصوصہ محدودہ کے مرتبہ پر فائز تھے اس دوران آپ صرف اپنے نفس کی اصلاح اور تربیت کے مکلف تھے، یعنی یہ نبوت فقط آپ کی ذات تک محدود تھی یہ وہی عرصہ ہے جو روئے صادقہ اور غار حراء میں خلوت نشینی کا ہے۔

۲: یہ وحی خفی کا دور ہے محدثین کے نزدیک یہ دور نبوت ہے باوجودیکہ حالت بیداری میں وحی کا

نزول نہیں ہوا،

۳: چھ ماہ کے بعد جو وحی کا نزول ہے یہ وحی، نبوت نہیں بلکہ وحی، رسالت ہے کیونکہ اس وحی کے نزول پر آپ ﷺ کو دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے،

۴: محدثین کے مذہب پر تحقیقات کی نقل کردہ نبوت کی تعریف: ص: ۸۸: نبی کی نہیں بلکہ رسول کی ہے جبکہ موضوع رسالت زیر بحث ہی نہیں،

۵: مزید یہ کہ شیخ محقق رحمہ اللہ کا مذہب دربارہ نبوت وہی ہے جو محدثین کا ہے۔

۶: محدثین کے نزدیک نبوت کیلئے حالت بیداری میں وحی کا آنا ضروری نہیں، وحی، منامی بھی ثبوت نبوت کیلئے کافی اور شافی ہے۔

۷: اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ جن علمائے عظام نے چالیس سال کی تکمیل پر وحی کے آنے کا نقل فرمایا ہے ان کی مراد نبوت والی وحی نہیں بلکہ رسالت کی وحی ہے۔

حضرت برہ بنت ابی تجرۃ سے مروی ہے کہ ”ان رسول اللہ ﷺ حین اراد اللہ کرامتہ وابتداءہ بالنبوة (الی) فلا یمر بحجر ولا شجر الا قال السلام علیک یا رسول اللہ“ (بحوالہ تحقیقات: ص: ۱۹۷)

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بزرگی عطا فرمانے، اور نبوت کا آغاز فرمانے کا ارادہ فرمایا تو آپ جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے وہ عرض کرتا ”اسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ“ توجہ طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگی اور سیادت عطا فرمانے اور نبوت کا آغاز فرمانے کا ارادہ فرمایا ہے، بالفعل اور عملی طور پر نبی نہیں بنائے گئے نبوت دینے جانے سے قبل شجر و حجر آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر کیوں سلام کرتے تھے، شجر و حجر کا سلام کرنا بولنا معجزہ ہے اور معجزہ وادما، نبوت کے بعد ہوتا ہے اگر خرق عادت او عائے نبوت سے پہلے ہو تو ارباب ص ہے، حضرت برہ بنت ابی تجرۃ نبوت دینے جانے کی بات کر رہی ہیں اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ ارباب ص ہے اور ارباب ص نبوت

ہے تو شجر و حجر آپ کو یا رسول اللہ کیوں کہہ رہے ہیں؟

شجر و حجر کے خارق عادت کلام کو دیکھا جائے تو یہ ارباب نبوت نہیں بلکہ ارباب رسالت ہے، ماننا پڑیگا شجر و حجر کا خارق عادت کلام معجزہ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ نزول وحی الرسالت سے قبل آپ نبی ہیں جیسا کہ چند سطور پہلے محدثین کا کلام اور مذہب نقل ہو چکا ہے۔

نبی ہونے کے ناطے یہ معجزہ ہے چونکہ عنقریب آپ کو نبوت جلی یعنی نبوت دعوت و تبلیغ کا منصب عطا ہونے والا ہے جو درحقیقت رسالت ہے اس لحاظ سے یہ رسالت کیلئے ارباب بھی ہو سکتا ہے

نبوت اور رسالت میں فرق

نبوت و رسالت کے بارے میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”هو البعث المجردة

الحاصلة بالوحي فقط وتسمى النبوة او منضمة الى تبليغ الغير وتسمى الرسالة وهي في حد ذاتها شيء واحد“ (شرح شفاء بج ج ۱ ص ۱۰۰)

اگر بعثت صرف وحی کی حد تک ہو تو نبوت ہے اور اگر بعثت دوسروں کی تبلیغ کیلئے ہو تو رسالت ہے حقیقت میں یہ ایک ہی چیز ہے لہذا حضرت براہنت ابی تہرات رضی اللہ عنہا کے قول میں النبوة سے مراد رسالت بھی ہو سکتی ہے۔

چالیس سال کی عمر مکمل ہونے پر آپ رسول بنے، مفسرین کے اقوال

حضرت علامہ ملا جیون رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فلما بعث محمد ﷺ بالرسالة وكان ابن اربعين سنة دعاه (ابابكر) فامن به“ (تفسيرات احمدية: ص ۱۰۰)

جب محمد ﷺ رسالت کے ساتھ مبعوث ہوئے تو آپ چالیس سال کے تھے تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام دی تو وہ آپ پر ایمان لائے۔

شیخ احمد صاوی مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فلما بلغ رسول الله ﷺ اربعين سنة واكرمه

اللہ تعالیٰ بالنبوة واختصه برسالتہ امن به ابوبکر الصديق رضى الله عنه وصدقہ
 “(الصاوى على الجلالين ج: ١٤٦)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر کو پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نبوت سے نوازا اور رسالت سے نوازا، اور مشرف فرمایا، ابوبکر صدیق آپ پر ایمان لائے،، اور آپ کی تصدیق فرمائی،،

ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فہو یخرج علی وجہین احدهما وما کنت ترجوا وان کنت مطيعا ای خاضعا ان یلقى الیک الكتاب وینزل علیک وتصیر رسولاً الخ“ (تاویلات اہل سنت: ص: ۲۰۶، بحوالہ تحقیقات) اس آیہ، کریمہ کے دو مطلب ہیں، اول یہ کہ اگرچہ آپ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار تھے متواضع اور منکسر مزاج تھے لیکن آپ کو یہ امید نہیں تھی کہ آپ پر کتاب کا القاء اور نزول ہوگا، اور تم رسول بن جاؤ گے۔

ابوالعالیہ کی تفسیر میں ہے: ”ما کنت تدری قبل الوحی ان تقرء القرآن ولا کیف تدعوا الخلق الی الایمان“ ترجمہ: آپ نزول وحی سے قبل قرآن مجید کی قرأت اور تلاوت نہیں جانتے تھے اور نہ یہ کہ لوگوں کو ایمان کی طرف دعوت کس طرح دینی ہے۔

(تحقیقات: ۱۶۷)

ان مفسرین کے اقوال سے معلوم ہوا کہ، جبریل علیہ السلام غار حراء میں جو وحی لائے تھے وہ وحی، رسالت تھی نہ کہ وحی نبوت کیونکہ وہ وحی حالت بیداری میں تھی اور برائے دعوت و تبلیغ کے ملا وہ وحی بالقرآن تھی، یہ رسالت ہے نبوت نہیں۔

متکلمین کے نزدیک نبوت اور رسالت

ملا علی قاری علیہ الرحمہ کے نزدیک نبوت بعثت کا نام ہے اگر بعثت بذریعہ وحی جلی کے ہو اور تبلیغ

و دعوت کیلئے ہو تو رسالت ہے، نبوت نہیں، جن علمائے امت نے چالیس سال کے اختتام پر وحی کے نزول سے نبوت تحریر کی ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ کے بقول اس نبوت سے مراد بعثت ہے، محدثین کے مذہب پر وحی برائے اصلاح اور تربیت نفس نبوت کیلئے کافی ہے دعوت و تبلیغ شرط نہیں، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”الابشہر فی الفرق بینہما من المنقول بان النبی اعم من الرسول اذا لرسول من امر بالتبلیغ، والنبی من اوحی الیہ اعم من ان یؤمر بالتبلیغ ام لا، قال القاضی عیاض والصحیح الذی علیہ الجمہور ان کل رسول نبی من غیر عکس وهو اقرب من نقل غیرہ الاجماع علیہ لنقل غیر واحد الخلاف فیہ فقیل النبی مختص بمن لا یؤمر وقیل ہما مترادفان واختارہ ابن الہمام“ شرح فقہ اکبر، مطبع سعیدی کراچی)

نبی اور رسول کے درمیان جو مشہور ترین فرق نقل کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ نبی رسول سے عام ہے کیونکہ رسول وہ ہوتا ہے جو تبلیغ پر مامور ہو، اور نبی وہ جس پر صرف وحی کی جائے تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو یا نہ؟ یہ قاضی عیاض کا قول ہے لیکن صحیح فرق وہی ہے جو جمہور کا قول ہے وہ یہ کہ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں، باقی تمام منقولات سے یہ صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ یہ قول جمہور ہے کہ نبی مختص ہے جس کو تبلیغ کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ ایسا قول یہ بھی ہے کہ نبوت اور رسالت ہم معنی ہیں، محقق ابن الہمام کا یہی مختار ہے، جن روایات اور اقوال میں چالیس سال کے بعد نبوت دیئے جانے کا ذکر ہے اس سے مراد رسالت ہے کیونکہ جبریل آمین رسالت لائے تھے جیسا کہ

امام اہل سنت مولانا الشہ احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، جب سورۃ اقراء نازل ہوئی تو آپ ﷺ کو فضیلت رسالت حاصل ہوئی۔ (مطلع القمرین: ۱۲۳)

تحقیقات کے آخری بیرونی ٹائٹل پر یہ کہا گیا ہے کہ یہاں رسالت سے مراد نبوت ہے اس تاویل کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ عبارت صریحاً معنی رسالت پر دلالت کر رہی ہے ظاہری معنی سے

تبدیلی کیلئے مجبوری اور قرینہ صارفہ کا ہونا ضروری ہے لیکن اس کا مفہوم یہ ہوا کہ نبوت اور رسالت ہم معنی ہیں، جب ہم معنی ہوئے تو جہاں، جہاں یہ آیا ہے کہ چالیس سال کی تکمیل پر آپ کو نبوت دی گئی اس سے مراد رسالت ہے کیونکہ یہ وہ نبوت ہے جو مامور و بدعت و تبلیغ ہے نبوت اور رسالت مرادف الفاظ ہیں، ترادف معنوی کی بنیاد پر روایات و اقوال میں آنے والا لفظ نبوت کا معنی رسالت ہوگا، کیونکہ وحی، جبریل قرآن حکیم ہے،، اور یہ نبوت مقرون بہ دعوت و تبلیغ اور مقرون بہ کلام الہی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعثت اگر فقط بذریعہ وحی ہو تو نبوت ہے اور اگر بذریعہ وحی، برائے دعوت و تبلیغ ہو تو رسالت ہے اور یہی مذہب جمہور ہے،، شرح مقاصد میں ہے: ”والرسول نبی معہ کتاب“ رسول وہ نبی ہے جو صاحب کتاب ہو، والنبی غیر الرسول من لا کتاب معہ،، نبی وہ ہے جو صاحب کتاب نہ ہو علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے فرمایا: ”من یکون معہ کتاب او شرع“ جو صاحب کتاب یا صاحب شریعت ہو وہ رسول ہے علامہ چلی نے فرمایا: ”والاقرب ما قیل ان الرسول هو الذی انزل علیہ الكتاب“ رسول وہ ہے جس پر کتاب نازل کی گئی ہو، ”وامر بحکم لم یکن قبلہ“ یا ایسے حکم کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو جس کا وجود پہلے سے نہ ہو، وان لم یُنزل علیہ کتاب“ اگرچہ اس پر کتاب نازل نہ کی گئی ہو ”والنبی اعم“ اور نبی اعم ہے، وقیل من انزل علیہ جبریل“ جس پر جبریل نازل ہو ”وامرہ بالتبلیغ“ اور اس کو تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو، والنبی غیر الرسول من سمع صرنا اوقیل له فی المنام انک نبی فبلغ النبوة واعطی المعجزة“ نبی رسول نہیں کیونکہ جو نبی آوازیں سنے یا غنیمت میں اس کو کہا جائے کہ تو نبی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور اس کو معجزہ بھی دیا جاتا ہے۔

شرح عقائد نسفیہ میں ہے کہ رسالت: ”هو سفارة العبد بین الله سبحانه و بین ذوی الالباب“ بندے کی سفارت کاری کا نام ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اہل بقول کے درمیان ہوتی

ہے، یعنی رسول اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پہنچاتا ہے جو اہل عقل ہوں اس سے بھی معلوم ہوا کہ رسول بندوں تک احکامات باری تعالیٰ ذوالعقول تک پہنچانے (یعنی تبلیغ و دعوت دینے کا پابند اور مکلف ہے جبکہ نبی کیلئے دعوت و تبلیغ شرط نہیں غار حراء میں جبریل نے پہلے پہل سورہ اقرآن نازل کی جو آپ ﷺ کیلئے دلیل رسالت ہے دلیل نبوت نہیں کیونکہ نبوت تو پہلے موجود ہے اور اس پر یہ قانون موجود ہے کہ ہر رسول نبی ہے گویا نزول سورہ اقرآن کے وقت آپ منصب رسالت پر فائز ہوئے نہ کہ منصب نبوت پر،

متکلمین کے نزدیک آپ ﷺ پیدائشی نبی ہیں

ملاطی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ”قال الامام فخرالدين الرازى رحمه الله بالحق ان محمدا ﷺ قبل الرسالة ما كان على شرع نبى من الانبياء وهو المختار عند المحققين من الحنفية. لانه لم يكن امة نبى قط لكنه كان فى مقام النبوة قبل الرسالة وكان يعمل بما هو الحق الذى ظهر عليه فى مقام نبوته بالوحى الخفى ولكشف الصادقة من شريعة ابراهيم وغيرها كذا نقله القونوى فى شرح عمدة النسفى وفيه دلالة على ان نبوته لم تكن منحصرة فيما بعد الاربعين كما قال جماعة بل اشارة الى انه من يوم ولا دته متصف بنعت نبوته بل يدل حديث كنت نبيا وادم بين الروح والجسد على انه متصف بوصف النبوة فى عالم الارواح قبل خلق الاشباح وهذا وصف خاص له لانه محمول على خلقه النبوة واستعداده للرسالة كما يفهم من كلام الامام حجة الاسلام فانه حينئذ لا يتميز عن غيره“ (شرح فقہ اکبر، مطبع سعیدی کراچی) ترجمہ:

امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ نے فرمایا حق بات یہ ہے کہ محمد ﷺ رسالت سے قبل کسی نبی کی شریعت پر نہ تھے، محققین حنفیہ کے نزدیک یہی مذہب مختار ہے اس لئے کہ آپ کبھی بھی کسی نبی

کے امتی نہیں تھے، لیکن آپ ﷺ رسالت سے قبل مقام نبوت میں تھے مقام نبوت پر فائز ہونے کی وجہ سے وحی اور انکشافات صادقہ کے ذریعے جو حق بات شریعت ابراہیمی سے آپ کے سامنے ظاہر ہوتی اس پر عمل فرماتے، شرح عمدۃ النسفی میں امام قونوی نے یہی نقل فرمایا ہے،، اور اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے بعد میں منحصر نہیں جیسا کہ ایک جماعت کا قول ہے بلکہ اس میں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ یوم ولادت سے ہی وصف نبوت سے متصف ہیں بلکہ حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطين دلالت کرتی ہے آپ عالم ارواح سے ہی وصف نبوت کے ساتھ متصف چلے آ رہے ہیں، جبکہ اجساد موجود نہ تھے، اور عالم ارواح سے نزول وحی تک وصف نبوت سے متصف چلے آنا یہ آپ کا ہی خاصہ ہے اس حدیث کا یہ معنی نہیں کہ آپ کو نبی بنایا جائیگا اور رسالت کی استعداد بھی آپ کی حقیقت مقدسہ میں ودیعت رکھی گئی ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی کا خیال ہے اس معنی میں دوسرے انبیاء سے آپ کیلئے امتیاز اور خصوصیت کیا باقی رہی؟

ملا علی قاری امام فخر الدین الرازی اور امام قونوی کے کلام سے واضح اور ثابت ہوا کہ آپ پیدائشی نبی ہیں بوقت ولادت بھی آپ وصف نبوت سے متصف تھے اور یہ وہی نبوت تھی جو عالم ارواح سے لے کر، چالیس سال کے اختتام تک مسلسل چلی آرہی تھی، غار حراء میں آپ ﷺ جو عبادت فرماتے تھے وہ شریعت ابراہیمی کے وہ امور تھے جو وحی کے ذریعے اور انکشافات کی صورت میں آپ پر ظاہر کئے جاتے تھے۔

علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشبی فرماتے ہیں: اس لئے کہ نبوت جیسا کہ ہم نے بیان کیا انبیاء سے نزول وحی سے قبل ثابت ہوتی ہے تو بعد الوفاات نبوت زائل نہیں ہوتی،، (تمہید ابوشکور سالمی: ۱۸۳، مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

نبی کی تعریف میں فرمایا: نبی وہ ہے جو انباء کا مدعی ہوا ظہار معجزہ کے ساتھ۔ یا رسول اللہ ﷺ کے

خبر دینے، یا وحی یا الہام یا روایئے صالحہ یا تفہیم احکام وغیرہ کے ساتھ اور وہ قطعاً اور یقیناً حکم کرتا ہے کہ یہ نبی ہے،، (التمہید: ۱۷۹، مطبوعہ، ایضاً)

معلوم ہوا نزول سورۃ اقرآن سے قبل آپ نبی تھے، اسی لئے آپ روایئے صالحہ دیکھتے اور غار حراء میں خلوت نشین ہوتے رہے۔

مزید فرمایا: اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں، معصوم اور واجب العصمت اور رسول قبل وحی رسول اور نبی ہوتا ہے، اور مامون ہوتا ہے اور ایسے ہی بعد وفات، دلیل اس کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا قول ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی اور تصدیق فرمائی، جب کہ وہ مہد پرورش میں تھے: ”قال انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا“ (مریم ۳۰)

عیسیٰ نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے،، معلوم ہے کہ بچوں کو وحی نہیں ہوتی، اور کتاب نہیں ملتی مگر نبی اور رسول کو یہ نص قطعی ہے بغیر تاویل و تعریض کے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ (ص: ۱۶۶)

نبی محترم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کس وقت نبی تھے؟ فرمایا میں اس وقت نبی تھا کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے، اس کے معنی یہ ہیں کہ انبیاء کیلئے عصمت قبل وحی موجبات ضروریہ سے ہے، آگے اسی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب نبی قبل وحی واجب العصمت ہوئے تو ثابت ہوا کہ وہ نبی تھے،، (ص: ۱۶۷) یعنی یہ ضروری ہے کہ نبی وحی سے قبل بھی معصوم ہو، اور یہ معصومیت اس لئے ضروری ہے کہ نبی وحی سے قبل بھی نبی ہوتا ہے۔

حضرت امام فخر الدین الرازی نے فرمایا: ”اقول هذا مشكل بعيسى عليه السلام فان الله جعله نبيا من اول عمره الا انه يجب ان يقال الا غلب انه ما جاءه الوحي الا

بعد اربعین ، وہکذا کان الامر فی حق رسولنا ﷺ “

(تفسیر کبیر : ج ۳ : ص ۲۷۷)

چالیس سال کی عمر سے پہلے نبی کے مبعوث نہ ہونے پر متکلمین کا قول قابل تسلیم نہیں، اس پر اشکال ہے بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی نبی بنایا تھا، مگر یہ کہنا لازم ہے کہ غالباً ان کے پاس وحی چالیس سال کے بعد آئی تھی، ہمارے رسول کریم ﷺ کے حق میں معاملہ بھی اسی طرح ہے۔

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ ﷺ بھی بچپن سے نبی تھے، مگر وحی چالیس کے بعد آئی تھی، امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں، بچپن نبوت کیلئے رکاوٹ نہیں بلکہ کمی عقل اور کمی فہم مانع ہے اس پر سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”کون الصبی ناقصاً لیس لذاتہ بل لامر یرجع الی قصر جسمہ ، ونقصان فہمہ ، بچپن بذاتہ نبوت کیلئے باعث نقص نہیں، باعث نقص جسم کا چھوٹا ہونا اور فہم کا ناقص ہونا ہے۔

یعنی صغریٰ میں ہونے کی وجہ سے تو جسم چھوٹا تھا، مگر فہم و ذکا ء کامل اور اکمل تھے،،

قاضی عضدین عبدالرحمن یحییٰ رحمہ اللہ نے مقاصد میں نقل فرمایا: ”وقد قال القاضي ان عیسیٰ کان نبیا فی صباہ لقوله وجعلنی نبیا“ قاضی نے کہا بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن میں نبی تھے، کیونکہ ان کی نبوت پر جعلی نبیا کا فرمان موجود ہے۔ سید سند شریف جرجانی نے فرمایا ولا یتمنع من القادر المختار ان یخلق فی الطفل ما هو شرط النبوة من کمال العقل وغیرہ “ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو قادر اور مختار ہے سے یہ ممنوع نہیں کہ بچے میں کمال عقل وغیرہ جو شرائط نبوت ہیں وہ پیدا کر دے،، آگے فرمایا: ”ومن الیس ان ثبوت النبوة فی مدة طويلة بلا دعوة و کلام مما لا یقول به عاقل“ دعوی نبوت اور کلام کرنے کے بغیر، طویل مدت تک نبوت کے قائم رہنے کا کوئی عاقل قائل نہیں، علامہ جرجانی نے

اس عبارت سے ان لوگوں کو رد کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ اس کلمہ کے بعد شرائط نبوت پورا ہونے تک نہ آپ نے کلام کیا اور نہ دعوائے نبوت اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ نزول وحی سے قبل بھی نبی نبی اور رسول رسول ہی ہوتا ہے،، اسی لئے تو قبل از وحی نبوت کیلئے عصمت کو واجب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ التمہید کے حوالے سے پہلے نقل ہو چکا ہے،، علامہ سید محمود احمد آلوسی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ”قيل اكمله الله تعالى استنباء طفلاً وروى ذلك عن الحسن“ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حالت بچپن میں عیسیٰ علیہ السلام کو عقل کامل عطا فرمائی جو شرط نبوت ہے اور بچپن میں ہی آپ کو نبی بنایا یہ قول حضرت حسن بصری سے مروی ہے،، ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ ”ان عیسیٰ علیہ السلام درس الانجیل واحكمه فی بطن امه وذاك قوله آتانی الكتاب“ ترجمہ: بے شک عیسیٰ علیہ السلام نے شکم مادر میں انجیل کو پڑھا اور حفظ کر لیا تھا آپ کے قول آتانی الكتاب سے اشارہ اسی طرف ہے، امام رازی، قاضی عتدین اور حضرت حسن البصری کے اقوال سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن سے نبی تھے،،

مواقف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کو ”كنت نبيا و آدم بين الماء والطين“ کے ساتھ تشبیہ دیکر ہر دو اقوال کو تعبیر مستقبل قرار دیا گیا ہے لیکن علامہ سیالکوٹی نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ”ان سياق الحديث يشعر باختصاصه عليه السلام بهذه الفضيلة من بين الانبياء صلوات الله عليهم“ ترجمہ: سیاق حدیث بتاتا ہے کہ تخلیق آدم سے قبل آپ کا نبی ہونا ایک ایسی فضیلت ہے جو آپ کا ہی خاصہ ہے، یہ خصوصیت آپ کے علاوہ اور کسی بھی نبی کو عطا نہیں کی گئی،، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کرنے سے یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو طفولیت کے زمانہ میں نبی اور کلام کو معجزہ قرار دیا جائے تو لازم آئے گا اظہار معجزہ قبل النبوت ہو کیونکہ آپ علیہ السلام نے چالیس سال کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا ہے امام رازی نے

اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”ان تقديم المعجز على زمان البعثة جائز عندنا
وذلك هو المسمى بالارهاص“ (کبیر طبریزی آیت الم نشرح)
زمانہ بعثت سے قبل امر معجز کا اظہار اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے اور اس کا نام
ارہاص ہے۔

ارہاص بھی دلیل نبوت ہے ارہاص اور معجزہ کا فرق زمانہ نبوت سے متعلق ہے اگر امر خارق
للعادات نبوت کے ادعاء اور ظہور سے پہلے ہو تو ارہاص ہے اور اگر ادعاء نبوت کے بعد
ہو تو معجزہ دونوں اس بات کی دلیل ہیں کہ متعلقہ شخص نبی ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ صاحب
معجزہ اظہار معجزہ اور وحی کے نزول سے قبل نبی ہے، اگر چہ ارہاصات کا ظہور اور وجود ولی کیلئے
جائز اور ممکن ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ولی کسی نبی کے زمانہ نبوت میں پایا جائے، یا وہ ولی اس نبی
کا تابع ہو، لیکن انبیاء تو کسی کے تابع نبوت نہیں ہوتے، البتہ پہلے نبی کے نائب اور اس کی شریعت
کیلئے مبلغ ہو سکتے ہیں۔

ادعاء نبوت سے قبل معجزات کے ظہور میں اہل سنت و جماعت اور
معتزلہ وغیرہ کا اختلاف ہے

اہل سنت و جماعت کے نزدیک دعوی نبوت سے قبل معجزہ کا ظہور جائز ہے، مگر معتزلہ کے نزدیک
دعوی نبوت سے قبل معجزات کا وجود اور ظہور ناجائز ہے، امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا
:”ولا شك ان هذه الواقعة كانت دالة على قدرة الصانع وعلمه وحكمته
وكانت دالة على شرف محمد ﷺ وذلك لان مذهبنا انه يجوز تقديم
المعجزات على زمان البعثة تأسيساً لنبوتهم وارهاصاً لها، ولذا قالوا كانت
الغمامة تظله، وعند المعتزلة ان ذلك لا يجوز“ (کبیر طبریزی آیت الم ترکیف

فعل ربك باصحاب الفيل)

ترجمہ: بے شک اصحاب فیل کا یہ واقعہ صانع کائنات کی قدرت اس کے علم اور اس کی حکمت کی ایک رفیع الشان دلیل ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے شرف عظیم کی دلیل ساطع ہے اور یہ اس لئے ہے کہ ہمارے مذہب اہل سنت و جماعت میں زمانہ بعثت سے قبل معجزات کا پیشگی ظہور جائز ہے ان کی نبوت کی بنیاد اور ثبوت کیلئے،، اسی لئے علمائے امت نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل بادل آپ پر سایہ کیا کرتا تھا، اور معتزلہ کے نزدیک ادعائے نبوت سے قبل معجزات کا ظہور اور صدور ناجائز ہے مندرجہ بالا اس بحث سے ثابت ہوا کہ ادعائے نبوت سے قبل بھی انبیاء کرام نبی ہوتے ہیں، ان سے متعلقہ امور خارقہ للعادت کا ظہور اور وجود نبی ہونے کے دلائل ہوتے ہیں، یہ تو دیگر انبیاء کا حال ہے۔ سید محمود احمد آلوسی رحمہ اللہ نے ”الم شرح لك صدرك کے تحت نقل فرمایا: ”ان اباہريرة قال يا رسول الله ما اول ما رانت من امر النبوة فاستوى رسول الله ﷺ وقال انى لى الصحراء ابن عشرين سنة واشهر اذ بكلام فوق رأسى واذا رجل يقول للرجل أهو هو فاستقيلا نى بوجوه لم ارها بخلق قط و ارواح لم اجدها من خلق قط وثياب لم اجدها على احد قط فاقبلا الى يمشيان واذا دينا اخذ كل واحد منهما بعضدى لا اجد لاخذهما مسا فقال احدهما لصاحبه افلق صدره فهوى احدهما الى صدرى ففلقه فيما ارى بلادم ولا وجع، الخ“ (روح المعانى، جزء ۴) بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ آپ نے سب سے پہلے اپنے نبی ہونے کی سب سے پہلی نشانی کیا دیکھی تھی؟ رسول اللہ ﷺ سیدھے ہو کر تشریف فرما ہوئے، اور ارشاد فرمایا، بے شک میری عمر بیس سال اور کچھ ماہ تھی اچانک مجھے اپنے سر کے اوپر سے ایک کلام سنائی دی (میں نے دیکھا) ایک شخص دوسرے شخص سے کہہ رہا تھا کہ کیا

یہ وہی ہیں؟ وہ میری طرف متوجہ ہوئے، ایسی مخلوق میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی، اور مخلوق میں ایسی ارواح کو بھی کبھی نہ پایا تھا، اور جو کپڑے وہ پہنے ہوئے تھے میں نے کسی کو بھی پہنے ہوئے نہ دیکھا تھا، وہ چلتے ہوئے میرے پاس آئے یہاں تک کہ وہ میرے قریب ہوئے تو دونوں نے میرا ایک، ایک بازو پکڑ لیا، لیکن ان کے پکڑنے کا مجھے احساس تک نہ ہوا، ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان کا سینہ چاک کرو، وہ میرے سینے کی طرف جھکا پس اس نے میرا شق صدر کیا لیکن میں نے دیکھا کہ میرا خون نہیں نکلا، اور نہ ہی درد ہوا،،

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے نزول وحی سے قبل، بلکہ پیدائشی نبی ہونے پر دلیل قطعی ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ابتدائے نبوت، اور علامت نبوت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اپنی عمر شریف بھی بتائی، اور نبی ہونے کی جو دلیل دیکھی وہ بھی ارشاد فرمائی، دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کو یہ علم نہ تھا کہ آپ کب سے نبی ہیں یقیناً تھا کہ چالیس سال کی عمر کی تکمیل پر وحی کا نزول ہوا ہے پھر پوچھنے کا کیا مقصد تھا؟ لیکن اس کے باوجود ابو ہریرہ کا سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا عقیدہ تھا کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے اختتام میں منحصر نہیں اسی طرح صحابہ کا یہ عرض کرنا کہ متی وجبت لک النبوة بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ صحابہ وحی کے نزول سے قبل بھی آپ کو نبی مانتے تھے ورنہ سوال نہ کرتے۔

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے جو روایت علامہ سید محمود احمد آلوسی رحمہ اللہ نے شرح قصیدہ ہمزہ سے نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: ”انی لفی صحراة واسعة ابن عشر حجج الحدیث“ کہ وسیع صحراء میں تھا اور میری عمر دس برس تھی،، علامہ آلوسی نے فرمایا: ”فیکون الشق علیہ قبل البلوغ“ اس روایت کی بناء پر شق صدر بلوغت سے پہلے ہوا ہے۔

مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ ان رسول اللہ ﷺ اتاہ جبریل وهو يلعب مع الغلمان فاخذه فصرعه فشق عن قلبه فاستخرج منه علقه

فقال هذا حظ الشيطان منك ثم غسله في طست بماء زمزم ثم لائمه
واعاد في مكانه وجاء الغلمان يسعون الى امه يعني ظروءه فقال ان محمدا قد
قتل فاستقبلوه وهو منتقع اللون قال انس فكنت ارى اثر المخيط في صدره“
(رواه مسلم)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے جبکہ آپ ﷺ کو اس کے
ساتھ کھیل رہے تھے جبریل علیہ السلام نے آپ کو پکڑا اور زمین پر لٹایا، اور آپ کے قلب اطہر کو
شق کیا اور اس سے جما ہوا خون نکالا اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ تھا، پھر قلب اطہر کو سنہری تھال
میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا اور دل کو اپنی جگہ رکھ کر زخم سی دیا لڑکے دوڑتے ہوئے ان کی
رضاعی والدہ حلیمہ کے پاس آئے جبکہ آپ کا رنگ متغیر تھا اور کہا کہ بے شک محمد ﷺ کو قتل
کر دیا گیا ہے۔ اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لان تصور حیاتہ بعد شق البطن
ومعالجاتہ من خوارق العادۃ وعلامۃ النبوة“ (ملاقات: ج ۱ ص ۱۰۰)

شکم مبارک کے شق کئے جانے کے بعد آپ کی زندگی کا تصور (زندہ رہنا) اور علاج کیا جانا معجزہ
ہے اور آپ کے نبی ہونے کی دلیل اور علامت ہے۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”بدانکہ شق صدر شریف چہار بار واقع شدہ
، نخست در صغرت نزد حلیمہ، دوم در دہ سالگی، سوم در نزول بعثت، چہارم در شب اسراء در وقتیکہ جبریل
در طلب دے آمد ﷺ“ (اشعۃ اللمعات: ج ۲: ص ۵۱۷)

ترجمہ: جان لو کہ رسول اللہ ﷺ کا صدر شریف چار دفعہ شق کیا گیا ہے، سب سے پہلے زمانہء
بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں تشریف فرما ہونے کے وقت دوسری بار دس سال کی عمر میں
، تیسری بار نزول وحی کے وقت، چوتھی بار شب اسراء میں جس وقت کہ جبریل علیہ السلام نے آپ
کو تلاش کیا، معلوم ہوا اوپر مسلم شریف کی حدیث میں سب سے پہلے شق صدر ہونے کا واقعہ بیان

ہوا ہے، جس کی تفسیر شیخ محقق اور ملا علی قاری نے بیان فرمائی ہے بہر حال یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ بچپن یعنی ولادت کے روز سے ہی وصف نبوت سے متصف تھے، جیسا کہ شرح فقہ اکبر کا حوالہ پہلے بھی نقل ہو چکا ہے رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے قبل اپنا نبی ہونا خود بیان فرمایا: حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انی لاعرف حجرا بمكة كان يسلم على قبل ان ابعث“ رواہ مسلم :: بے شک البتہ مکہ میں اس پتھر کو اب بھی جانتا پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھے سلام دیتا تھا یعنی جو مجھ پر سلام بھیجتا تھا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یسلم علی کی تفسیر میں فرمایا: ”ای ویقول السلام علیک یا نبی اللہ“ ”کما ورد فی روایۃ“ (مرقات ج ۳ ص ۱۸۷) یعنی وہ پتھر کہتا: اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو۔ یہ ایک نبوی شہادت ہے جس کا انکار محال شرعی ہے اس میں غور کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ یہ واقعہ ایک آدھ دفعہ کا نہیں بلکہ یہ پتھر کا معمول تھا جب آپ ﷺ کا اس کے پاس سے گزر ہوتا تو وہ السلام علیک یا نبی اللہ کہتا، اس کی دلیل کان یسلم علی ماضی استمراری ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”یمکن ان یکون الحجر المتکلم المعروف بزقاق الحضر بین المسجد و بین بیت خدیجۃ رضی اللہ عنہا“ ترجمہ: ممکن ہے یہ معروف کلام کرنے والا پتھر مسجد الحرام اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر کے درمیان گلی کا کوئی پتھر ہو،

ملا علی قاری نے یہ بھی نقل فرمایا ہے: ”وقیل انه الحجر الاسود کذا فی البعض حواشی الشفاء“ کہ شفاء شریف کے حواشی میں ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ یہ حجر اسود تھا جو قبل از بعثت آپ کو السلام علیک یا نبی اللہ کہا کرتا تھا، اگر آپ بعثت سے قبل نبی نہ ہوتے تو حجر اسود مسجد حرام، اور بیت حضرت خدیجہ کے درمیان آنے والی گلی کا اور کوئی پتھر آپ کو یا نبی اللہ کیوں کہتا؟ حجر اسود یا کوئی اور پتھر، غیب کا علم نہیں رکھتا کہ یہ آئندہ نبی ہوں گے، اگر آئندہ نبی ہوتے تو قبل از

نبوت نبی اللہ کہنے کا مقصد؟

پتھر کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے نبی ہونے کی پہچان اور شناخت عطا فرمائی اس نے نبی اللہ کہا اور اپنا معمول بنالیا، اگر پتھر میں نبوت کی شناخت اور پہچان نہ تھی بلکہ آپ کی تشریف آوری پر اس میں اللہ تعالیٰ یہ صلاحیت پیدا کر دیتا کہ وہ نبی مان کر آپ کی خدمت اقدس میں سلام پیش کرے تو یہ خرق عادت ہے اور آپ کا معجزہ ہے جو آپ کے نبی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

شیخ محقق ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ”اس متواتر آمدہ از اہل مکہ خلفاء عن سلف“ یہ سلسلہ خلفاء عن سلف جاری رہا۔

صاحب مشکوٰۃ نے شق صدر، پتھر کے سلام کرنے کے واقعات باب علامات النبوت میں ذکر کئے ہیں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کی توضیح اور تفسیر میں فرمایا ہے علامت ”در اصل نشان کہ بر سر راہ نہند و مراد اینجا نشانہائے ست کہ دلالت کند بر پیغمبری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از صفات و اخلاق و فضائل و شمائل و افعال و احوال آنحضرت کہ عاقل متفہم کہ در اس نظر کند استدلال پر نبوت، و آنچه در کتب سابقہ سماویہ از صفات و احوال و صلی اللہ علیہ وسلم نوشتہ شدہ نیز اس قبیل است، و شک نیست کہ معجزات ہمہ علامات نبوت است، و معلوم نشد کہ مولف دو باب عقد کرد یکے در علامات نبوت دیگر در معجزات بچہ وجہ است وجہ فرق نہادن میان علامت و معجز، با آنکہ در ہر دو باب خوارق ذکر کردہ وجہت موجبہ برائے آں ظاہر نہ شود“

ترجمہ: علامت اصل میں اس نشان یا نشانی کو کہا جاتا ہے جو سر راہ رکھا یا رکھی جاتی ہے یعنی یہ بتانے کیلئے کہ راستہ یہاں سے شروع ہوتا ہے یا راستہ یہ ہے، اور یہاں یعنی اس باب میں علامات سے مراد وہ نشانات (واقعات) ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں (کہ آپ قبل از بعثت نبی ہیں)

یہ علامات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات، اخلاق، فضائل، شمائل، افعال اور احوال ہیں کہ جو عقل مند، غما

کرنے والا ان میں نظر و فکر کرے گا وہ ان امور سے آپ کی نبوت پر استدلال کریگا، سابقہ کتب سماویہ میں جو آپ کی صفات اور حالات ذکر ہوئے ہیں وہ بھی اسی قبیل سے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام معجزات علامات نبوت ہیں، معلوم نہیں کہ مولف نے ”دو باب ایک علامات نبوت اور دوسرا معجزات نبوت میں الگ الگ کیوں کر دیئے ہیں،، باوجودیکہ دونوں ابواب میں خوارق عادات کا ذکر ہے الگ الگ ذکر کرنیکی کوئی وجہ خاص معلوم نہیں ہو سکی۔

شیخ محقق کی اس کلام سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی صفات، اخلاق، فضائل، شمائل افعال اور احوال سب آپ کے نبی ہونے کے دلائل ہیں کیونکہ یہ سب خوارق عادات ہیں، شق صدر ہوا پتھروں کا سلام کرنا خوارق عادات ہیں جو آپ ﷺ کے نبی ہونے کے دلائل ہیں شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا جب عقل مند اور حق شناس ان میں غور کرے گا تو وہ بلا تامل کہے گا کہ آپ ﷺ نزول وحی سے قبل بھی نبی تھے۔ درج ذیل حدیث اس موقف کی تائید مزید ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ”اقام رسول اللہ ﷺ بمكة خمس عشر سنة يسمع الصوت يا محمد ويرى الضوء سبع سنين ولا يرى شيئا وثمان سنين يوحى اليه واقام بالمدينة عشرا وتوفى وهو ابن خمس وستين سنة متفق عليه“ مشکوٰۃ باب المبعث وبدء الوحي ”رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں پندرہ سال قیام پذیر رہے اس حال میں آپ آواز سنتے تھے کہ کہنے والا یا محمد (ﷺ) کہہ کر پکار رہا ہے روشنی دیکھتے تھے سات سال تک (یہ سلسلہ جاری رہا) مگر آواز دینے والا اور روشنی دینے والا کوئی بھی نظر نہ آتا تھا، آٹھ سال تک اس حال میں رہے کہ آپ پر وحی آتی رہی مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور پینسٹھ سال کی عمر میں رحلت فرمائی،، لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تیرہ برس رہے یہ تعارض ہے باوجودیکہ راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: تیرہ برس قیام والی

روایت کو ترجیح حاصل ہے اور وہی ارجح ہے کیونکہ اکثر روایات تیرہ برس کے قیام پر ملتی ہیں۔
ان تیرہ برس کی اقامت میں آپ غیبی آواز سنتے، اور روشنی دیکھتے رہے لیکن یہ تیرہ برس تو بعثت
کے ہین نزول وحی کے بعد کے ہیں، یہ آوازیں اور روشنی آپ نے نزول وحی سے قبل سنی اور دیکھی
ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اس حدیث دلالت دارد بر آنکہ شنیدار
آواز و دیدن روشنائی بعد از نبوت بود در مدت اقامت مکہ کہ پانزدہ سال بود، و از کتب یہ
واحادیث دیگر معلوم میشود کہ اس حال پیش از ظہور نبوت بود“ (اشعۃ اللمعات، ج ۴: ص ۵۰۵)

ترجمہ: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آواز کا سننا اور روشنی کا دیکھنا ظہور نبوت کے بعد
تھا، کیونکہ ظہور نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں عرصہء اقامت پندرہ برس بیان ہوا ہے، لیکن سیرت
کتابوں اور دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حال ظہور نبوت سے پہلے کا ہے، ظہور نبوت
سے قبل آوازوں کا سننا روئے صالحہ کا دیکھنا نبوت ہے جیسا کہ ہم پہلے ابو عبد اللہ فضل اللہ التو
پشتی، اور فاضل اجل علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، ملا علی قاری رحمہم اللہ کے اقوال معھا حوالہ جات پہ
نقل کر آئے ہیں، اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ظہور نبوت سے قبل بھی نبی
تھے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شق صدر شریف چار مرتبہ ہوا ہے:
۱: حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جبکہ آپ کی عمر شریف چار سال تھی۔

۲: دوسری دفعہ جب کہ آپ کی عمر شریف دس برس یا بیس برس تھی (روح المعانی سے اختلاف
روایات پہلے نقل ہو چکا ہے)۔

۳: تیسری دفعہ بعثت کے وقت۔

۴: چوتھی دفعہ شب معراج۔

لیکن غوث کبیر قطب وقت شیخ عبدالعزیز دباغ مغربی فرماتے ہیں کہ شق صدر شریف تین مرتبہ ہوا ہے، فرمایا: ”اولها عند حلیمہ واستخرج منه حظ الشيطان وهو ما تقتضيه الذات المادية من مخالفة الامر واتباع الهوى، وثانیا عند عشر سنين ونزع منه اصل الخواطر الردية وثالثا عند النبوت“ (بحوالہ جواہر البحار ج ۱)

پہلی بار شق صدر حلیمہ سعدیہ کے ہاں ہوا، شیطانی وساوس کو قبول کرنے والا مادہ جو دم غلیظ کی صورت میں تھا، اور تمام معاصی اور مفاسد کی جڑ بننے والا تھا اس کو نکال کر باہر کیا، اور دوسری مرتبہ دس سال کی عمر میں ہوا تا کہ ردی، اور فاسد خیالات کا مرکز بننے والے مادہ کو ہی جڑ سے نکال دیا جائے اور تیسری دفعہ نبوت کے وقت: گویا منجانب اللہ آپ کے جوہر جسمانی کی تربیت، طہارت اور نگرانی کی گئی تاکہ آپ کی ذات مقدسہ کو فکری اور عملی طور پر طہارت و معصومیت کے آخری درجہ پر فائز کیا جائے جو لوازمات نبوت میں سے ہے۔

یہی غوث کبیر فرماتے ہیں: ”ان المعرفة حصلت للنبي ﷺ حين كان الحبيب مع الحبيب ولا ثالث معهما فهو ﷺ اول المخلوقات فهناك سقيت روحه الكريمة من الانوار القدسية والمعارف الربانية ما صارت به اصلا لكل ملتمس ومارة لكل مقتبس فلما دخلت روحه الكريمة في ذاته الطاهرة، سكنت فيها سكون الرضا والمحبة والقبول فجعلت تمددها باسرارها وتمنحها من معارفها فصارت تترقى في المعارج والمعارف شيئا فشيئا من لدن صغره ﷺ الى ان بلغ اربعين سنة فزال الستر حينئذ الى بين الذات والروح وانمحي الحجاب بينهما بالكلية وحصلت له المشاهدة التي لا تطاق حتى صار يشاهد كمشاهدة العيان ان الحق سبحانه هو المحرك لجميع المخلوقات وانه المنقل لهم من حيز الى حيز والمخلوقات بمنزلة الظروف واواني الفخار لا تملك لنفسها ضرا

ولا نفعاً فارسله الله تعالى“

(الابریز شریف، جواہر البحار، جلد دوم ص ۳۳۳، تحقیقات ج ۳)

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ کو معرفت اس وقت سے حاصل ہے جبکہ حبیب، حبیب کے ساتھ موجود تھا اور کوئی تیسری ذات موجود نہ تھی پس رسول اللہ ﷺ اول مخلوق ہیں پس اس وقت وہاں پر آپ کی روح مقدسہ کو انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ سے اس قدر سیراب کیا گیا کہ آپ ان انوار و معارف کی بدولت ہر طلبگار کے لئے اصل اور اساس اور ہر اکتساب فیض کرنے والے کیلئے مادہ

اور بنیاد بن گئے پھر جب آپ کی روح مکرمہ آپ کی ذات طاہرہ میں داخل ہوئی تو اس نے اس میں رضا و رغبت اور محبت و الفت کے ساتھ سکونت اختیار کر لی اور روح مقدس اس ذات اقدس کو اپنے اسرار و رموز اور معارف سے سرفراز کرنے لگی، پس آپ کی ذات مقدسہ اور جسم مبارک کو معارج اور معارف میں لمحہ بہ لمحہ ترقی ہونے لگی۔ بچپن سے لے کر چالیس سال کی عمر تک یہ معارف اور معارج ترقی پذیر رہے یہاں تک کہ اس مرحلہ پر (چالیس سال مکمل ہونے پر) روح مقدس اور جسم اقدس کا درمیانی پردہ مکمل طور پر زائل ہو گیا اور درمیانی حجاب بالکل اٹھ گیا۔

اور جسمانی طور پر آپ کو وہ مشاہدہ حاصل ہو گیا جسم میں جسکی پہلے استطاعت اور طاقت نہ تھی، حتیٰ کہ آپ کو قوت مشاہدہ حاصل ہو گئی اور آپ حقیقت کو اس طرح دیکھنے لگے جس طرح جسمانی آنکھوں سے اشیاء کو دیکھا جاتا ہے آپ کے مشاہدے کا حال یہ تھا کہ آپ مشاہدہ کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری مخلوقات کا محرک ہے اور اسے ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل کرتا ہے، اور ساری مخلوق بھی میں پکے ہوئے برتنوں کی طرح ہے اور اپنی ذوات کے لحاظ سے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں، اور تخلیق کائنات سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے توحید کے علوم

ومعارف اور مشاہدہ سے سرفراز فرمایا، علوم و معارف اور مشاہدہ میں اسقدر اعلیٰ مقام عطا فرمایا کہ ساری مخلوق معرفت و مشاہدہ میں آپ کی محتاج اور مرہون ہوگئی، جب یہی روح آپ ﷺ کے بدن اقدس میں داخل ہوئی، تو جسم مبارک کے درمیان جسد اطہر کی کثافت اور جسم اقدس سے پیدا شدہ حجاب بالکل ختم ہو گیا یعنی توحید کے علوم و معارف سے منور اور درجہء لطافت اور نورانیت میں چلا گیا۔

اور کائنات کی ہر شے اپنے حیز اصالت میں بھٹی میں پکے ہوئے برتنوں کی طرح غیر موثر دکھائی دینے لگی یہ مشاہدہ کائنات تھا جو آپ کو روح اور جسم کے معارف اور معارج کے کمالات سے حاصل ہوا، غور طلب امر یہ ہے کہ ابتدائے خلقت میں ہی روح کو معارف اور معارج کی بلند اقدار سے کیوں سیراب فرمایا گیا، وہ صرف اس لئے کہ آپ کی روح کو نور نبوت سے سجایا گیا تھا جس کے تحت معارف اور معارج کی سرفرازی نبوت کی ضروریات میں سے تھی،، اور یہی روح جب آپ کے جسم اطہر میں داخل ہوئی تو اس نے ذات مقدسہ کو اپنے اسرار و رموز اور معارف خاصہ سے نوازا شروع کر دیا، جس کی وجہ سے جسم اطہر میں معارف و معارج روز افزوں ترقی کرنے لگے حتیٰ کہ روح مبارک اور جسم اقدس کے درمیان کوئی حجاب اور کوئی پردہ باقی نہ رہا معارف اور معارج کے فیضان اور ارزانی میں روح کا کردار ابتدائے تخلیق بدن سے ہے یہ معارف و معارج توحید کے علوم و معارف سے وابستہ ہیں، ثابت ہوا عالم اجسام میں جلوہ گری کے وقت سے ہی آپ پر بذریعہ روح اطہر لوازمات نبوت کی برسات شروع ہوگئی تھی، لوازمات نبوت کا وجود اور ثبوت وجود نبوت کو مستلزم ہے بقول غوث اگر ان معارج اور معارف کا دورانیہ بدن میں سریان روح سے لے کر نزول وحی تک ہے تو ماننا پڑیگا کہ جب آپ اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے شکم میں بطور جسم اور بحیثیت بدن موجود تھے اور روح نے داخل ہو کر معارف اور معارج کا فیضان شروع کیا تھا آپ ﷺ اس وقت سے نبی ہیں، جس سے ظاہر ہے کہ چالیس

سال کے اختتام پر آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ مشاہدہ حق اور مشاہدہ کائنات دیا گیا جس کا نام رسالت ہے چالیس سال کی عمر کے اختتام پر معارف اور معارج کی تکمیل ہوئی، روح اور جسم کے درمیان مغائرت جاتی رہی یہ مرتبہ نبوت کا ہے مشاہدہ حق اور مشاہدہ خلق کا مرتبہ رسالت کا ہے جو آپ کو چالیس سال کے بعد عطا فرمایا گیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں چار سال کی عمر میں صدر مبارک کا شق کیا جانا بھی افاضہ روح اور استفاضہ جسم کی ایک کڑی ہے اور علوم و معارف اور عطائے معارج کی ارزانی کا ایک پہلو اور ایک حصہ ہے چونکہ روح اقدس ذات اقدس میں سریان کے وقت سے ہی معارف اور معارج کی فیض رسان ہے اس لئے صدر مبارک اور قلب مبارک کا شق کیا جانا بھی ضروری تھا تا کہ ایک تو معارف و معارج کا وجود ترقی پذیر ہو، اور دوسرا یہ کہ توجہ الی اللہ کے اکمال و اتمام کیلئے شیطان کا عمل دخل روک دیا جائے، تحقیقات نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ پہلی دفعہ حلیمہ سعدیہ کے ہاں شق صدر ہوا اور شیطانی وساوس کو قبول کر سکنے والا مادہ ہی آپ کے دل سے نکال باہر کیا گیا، جو کہ خاک کی مادہ کا مقتضی اور ممکنہ اثر اور نتیجہ ہوا کرتا ہے، یعنی امر خداوندی کی مخالفت کرنا اور خواہشات نفسانیہ کی اتباع کرنا،، (ص: ۱۲۲)

یعنی شق صدر کی حکمت اور غرض شیطانی وساوس کا خاتمہ، امر خداوندی کی مخالفت سے بچنا ہے، نفسانی خواہشات کی پیروی شیطانی وساوس کی موجودگی، اور نشأت اور حکم خداوندی کی مخالفت شان نبوت کے منافی ہیں، کیونکہ نبی معصیت کا نہیں ہوتا بلکہ ہر قسم کی معصیت ظاہری ہو یا باطنی سے معصوم ہوتا ہے نبی کا ہر قسم کے گناہ سے محفوظ اور معصوم ہونا نبوت کے واجبات میں سے ہے حدیث میں فرمایا گیا: ”فاستخرج منه علقۃ (دما غلیظا) فقال هذا حظ الشیطان منك“ یعنی شق صدر حلیمہ سعدیہ کے ہاں ہوا اس کا مقصد آپ کو شیطان کے کارہائے خبیثہ سے محفوظ رکھنا تھا، جس کو عملی طور پر چار سال کی عمر میں کر دیا گیا، چار سال کی عمر میں اتباع شیطان

کیا ہو سکتی ہے؟ مگر چونکہ شیطانی وساوس ہوں یا شیطانی کردار عصمت کے مغائر اور مبائن ہے اس عمر میں آپ کو حظ الشیطن سے پاک کیا جانا آپ کی عصمت کیلئے تھا، اور آپ کی عصمت اس عمر میں کیوں ضروری ہے اس لئے کہ آپ نبی ہیں فی الحقیقت شق صدر کا واقعہ آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے،، اور اس شق صدر میں قلب اطہر کا اپنی جگہ سے ہٹا کر، نکال کر سنہری تھال میں رکھنا چیر کر علقہ کو باہر پھینکنا، دل اقدس کو اپنی جگہ رکھنا زخم کو سی دینا، آب زم زم سے دھونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچشم خود پورے آپریشن کو ملاحظہ فرمانا اور بقید حیات رہنا یہ آپ کے نبی ہونے کی دوسری دلیل ہے جیسا کہ ملا علی قاری کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے شق صدر کا واقعہ علامات نبوت میں ذکر کیا ہے اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے خرق عادت کہہ کر دلیل نبوت قرار دیا ہے، غوث کبیر کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تین دفعہ شق صدر کا واقعہ آپ کی ذات مقدسہ اور جسم اقدس میں لمحہ بہ لمحہ معارف اور معارج کے ترقی پذیر ہونے اور ارتقاء کی وجہ سے تھا، جو چالیس سال تک جاری رہا،، یعنی روح اقدس جسمانی اور کثافتی حجابات اٹھنے اور کلیئاً زائل ہونے تک معارف اور معارج کا فیضان کرتی رہی اور ذات شریفہ عالم وجود سے لے کر چالیس سال کی عمر تک ان معارف و معارج کو سمیٹتی رہی کیونکہ روح اقدس کی طرح وہ بھی وصف نبوت سے متصف تھی۔

شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فقد علم اتصاف حقیقۃ ﷺ بالاصاف الشریفۃ المفاضۃ علیہ من الحضرة الالہیۃ من اول الامر قبل خلق کل شیء وانما تاخر اتصافہ بالاصاف الوجودیۃ العینیۃ لجسدہ لما وجد فی الدنیا“ (جواہر البحار جلد چہارم، تحقیقات)

ترجمہ: معلوم ہو گیا کہ آپ کی حقیقت مقدسہ کا اوصاف شریفہ کمالیہ کے ساتھ موصوف اور متصف ہونا جو آپ پر بارگاہ الوہیت کی طرف سے فیضان کئے گئے تھے اول امر سے ہی ہے جبکہ

کوئی شیء تخلیق نہیں کی گئی تھی، اگر التواء اور تاخیر پائی گئی تھی تو صرف اور صرف دنیا میں موجود ہونے پر آپ کے جسد اطہر کے اوصاف وجودیہ خارجیہ محسوسہ کے ساتھ اتصاف میں،،

شیخ سلاوی رحمہ اللہ کے کلام سے واضح اور ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شیء کی تخلیق سے پہلے آپ کو اوصاف شریفہ کمالیہ سے متصف اور موصوف فرما دیا تھا، اوصاف کمالیہ نبوت اور رسالت ہیں اور یہی بقیہ تمام اوصاف شریفہ کمالیہ کا مرکز اور منبع ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شیء کی تخلیق سے قبل آپ کو نبوت کا کمال اور شرف اور رسالت کا منصب اور لوازمات سے متصف اور موصوف فرما دیا تھا لیکن التواء اور تاخیر آپ کے جسد اطہر کے موخر ہونے کی وجہ سے ہوئی، اس کلام سے دو باتیں ثابت اور معلوم ہوئیں:

۱: آپ کو اول الامر سے ہی ساری کائنات کی تخلیق سے قبل نبی اور رسول کے منصب سے نوازا گیا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے نبی ہیں، اور ساری مخلوق پر آپ کی رسالت کا دائرہ محیط ہے انبیاء کرام ہوں یا ملائکہ آپ سب کے نبی اور رسول ہیں اور یہ صرف اور صرف آپ کی ہی شان ہے لیکن عالم اجساد میں آپ کی جلوہ گری آخر میں ہوئی کیونکہ آپ اول الامر میں نبوت اور وجود عنصری کے لحاظ سے خاتم النبیین ہیں لہذا وجود اور ظہور کے لحاظ سے آپ سب سے اول ہونے کے باوجود موخر ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے ”ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین“ اور احادیث اسراء میں یہ حدیث قدسی موجود ہے ”جعلتك اول النبیین خلقا و آخرهم بعثا“ اول الامر سے ہی آپ مخلوق اول اور نبی اول اور بعثت میں سب سے آخر مقدر ہو چکے تھے اس لئے آپ کے وجود اقدس کے ظہور پر آپ کو خاتم النبیین بنایا گیا اور اول الامر سے مقدر شدہ اوصاف شریفہ کو خارجی اور حسی طور پر وجود میں لایا گیا۔ علامہ سلاوی رحمہ اللہ کے قول کا آخری حصہ ”وانما تاخر اتصافه بالاوصاف الوجودیہ العینیہ لجسده لما وجد فی الدنیا“ قابل توجہ ہے یعنی آپ کے جسد اطہر کو نبوت کے اوصاف عینیہ وجودیہ اوصاف محسوسہ

خارجیہ سے اس وقت متصف کیا گیا جس وقت آپ دنیا میں موجود پائے گئے، اس سے ثابت ہوا آپ وقت موجودگی (وقت پیدائش) سے ہی وصف نبوت سے متصف اور نبی ہیں،، اور اگر بالفرض ”لما وجد فی الدنیا“ سے مراد چالیس سال کی تکمیل لی جائے جو کامل العقل، کامل الفہم ہونے کی بناء پر شرط نبوت ہے تو معنی یہ ہوگا جب دنیا میں یہ شرط پائی گئی تو آپ کو نبوت کے اوصاف وجود یہ عینیہ یعنی اوصاف خارجیہ محسوسہ سے متصف کیا گیا یہ مفہوم بھی آپ کے بچپن سے نبی ہونے کی نفی اور نقیض نہیں کیونکہ یہ تاخر ہے یعنی بالفعل نبوت کو موخر کیا گیا ہے سلب یا انقطاع واقع نہیں ہوا کیونکہ تاخر اول کی نقیض ہے سلب اور انقطاع کی نہیں تاخر وجود نبوت کو مستلزم ہے اور اس تاخر کی علت سب انبیاء کے آخرین وجود حسی کے ساتھ آپ کی جلوہ گری ہے،، لہذا علامہ سلباوی کا یہ قول بھی آپ کی پیدائشی نبوت کی نفی نہیں کرتا،، علامہ نے یہ وضاحت کی ہے کہ آپ اول الامر سے ہی اوصاف شریفہ مفاضہ من حضرت اللہ سے متصف ہیں ان اوصاف کے اتصاف اور وجود میں اول الخلق ہیں لیکن دنیا میں آپ کی تشریف آوری کے وقت تک ان اوصاف سے حسی اور خارجی طور پر اتصاف کو موخر کیا گیا تاخر اتصاف حسی خارجی میں ہے کیونکہ وجود اقدس خارج میں موخر ہے اتصاف حسی خارجی کی تاخیر اصل وصف (نبوت اور رسالت کے سلب اور عدم کو مستلزم نہیں)،،

تحقیقات نے شیخ جلیل نور الدین علی بن زین الدین الشہیر بابن الجزار کا ارشاد نقل کیا: ”والمراد انہ کان نبیا بالفعل فانه تعالى لما اطلع على عالم الارواح في عالم الذر وقال لهم الست بربکم فاول من قال بلی محمد ﷺ فوہبہ مواہب شریفۃ تلیق بذاتہ وارسل روحہ الی ارواح الانبیاء فامنوا بہا“ الخ۔ (ص: ۳۶) ترجمہ: اس حدیث کا معنی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ پہلے عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عالم ذر و تسماوات آدم پر عالم ارواح میں تجلی فرمائی اور ان سے دریافت کیا کیا میں تمہارا رب

نہیں ہوں تو سب سے پہلے جس نے بلی (ہاں کیوں نہیں) کہا وہ محمد ﷺ تھے تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ان کو عظیم اور بزرگ تحفے اور ہدایا عطا فرمادیئے جو ان کی ذات والا صفات کے شایان شان تھے، آپ کی روح کو انبیاء علیہم السلام کی ارواح کیلئے نبی اور رسول بنادیا تو وہ سب آپ پر ایمان لے آئے،

شیخ جلیل کے کلام سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

۱: آپ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، یعنی عملی طور پر آپ کی نبوت، موجود، بحیثیت مربی اور معلم کام کر رہی تھی، ملائکہ اور انبیائے کرام کی ارواح فیضیاب ہو رہی تھیں اور یہ بھی منقول ہے کہ: "كان ذالك النور يسبح وتسبح الملائكة بتسبيحه" آپ کا نور اقدس اللہ تعالیٰ کے تسبیح و تقدیس میں مصروف اور مشغول ہوتا تھا اور ملائکہ اس کی تسبیح کے ساتھ اس کی اقتداء اور اتباع میں تسبیح کہتے تھے،

۲: سب سے پہلے "بلی" کہنے والے محمد ﷺ تھے محمد صرف روح کا نام نہیں، بلکہ حقیقت مع الروح کا نام ہے۔

لَفَوْهَبَهُ مَوَاهِبَ شَرِيفَةٍ تَلِيْقُ بِذَاتِهِ" کا جملہ آپ کی ذات شریفہ پر دلالت کر رہا ہے جو ذات ان بلند پایہ صفات سے متصف تھی جو اس ذات کے شایان شان تھیں،

۳: ثم ارسل روحه الى ارواح الانبياء فامنوا بها" کا جملہ آپ کی روح مقدسہ کے وصف نبوت سے متصف ہونے پر دلالت کر رہا ہے، یہ سارا کلام اس بات پر شاہد ہے کہ آپ عالم ارواح میں روح اور ذات (حقیقت محمدیہ) دونوں کے لحاظ سے بالفعل نبی تھے، جس کا اظہار آپ ﷺ نے "كنت نبياً الحدث" میں فرمایا، شیخ رحمہ اللہ نے بحث کو سمیٹتے ہوئے اپنا مقصد اور مدعا بیان فرمایا: "وثبت ذالك بانه لو قيل انه كان نبيا في علم الله تعالى و آدم بين الماء والطين لم يكن في التنصيص على قوله كنت نبيا الحديث فائدة

اذہم مستون معہ فی ذالک فتعین تقریرہ علی ما ذکرنا “ (بحوالہ، تحقیقات طبع)
اس حدیث کو آپ کے نبی بالفعل ہونے پر محمول کرنے کا سبب یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ
آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے تو
آپ کے اس وقت میں نبی ہونے کی تنصیص اور تصریح کا کوئی عظیم فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ سبھی
انبیاء علیہم السلام علم الہی میں نبی ہونے کے اعتبار سے آپ کے ساتھ مساوی اور برابر تھے لہذا اس
حدیث کی یہی تشریح اور تفسیر متعین ہو گئی جو ہم نے ذکر کی ہے،، وہ یہی ہے کہ آپ ﷺ عالم
ارواح میں بالفعل نبی تھے اور آپ کی ذات معلیٰ اوصاف شریفہ علیاء کی جامع تھی،، امام بکر
عارف شہیر قطب عالم سید ابوالعباس التیجانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”الحقیقة المحمدية لم تنزل
مشحونة من جميع هذه المعارف والعلوم والاسرار من اول الكون من حيث انه
اول موجود اوجده قبل وجود كل شی وفطره علی هذه العلوم والمعارف والا
سرار ولم یزل مشحونة بها الی ان كان زمن وجود جسده الکریم ﷺ
فضرب الحجاب بينهما وبين علمه بها الی ان كان زمن النبوة رفع الحجاب
واعلمه علی ما اودعه فی حقيقة المحمدية (الی) حتی اذا بلغ مرتبة النبوة رفع
الحجاب بین علمه وبين ما كان مودعا فی حقيقة المحمدية من العلوم
والمعارف والاسرار ويدل علی هذا الذی ذکرنا قوله ﷺ کنت نبیا و آدم بین
الماء والطين وحيث كان ذالک نبیا يستحيل ان یجهل الرسالة والنبوة
والكتاب ومطالبات الجميع وما یؤل الیه کل منها وما یراد من جمیعها
، فالحدیث شاهد علی ما ذکرنا “ (جواهر البحار: ج ١٥ ص ١٢٢ بحوالہ تحقیقات طبع)
ترجمہ: حقیقت محمدیہ علی صاحبها الصلوة والسلام ابتداءً تخلیق سے ہی تمام معارف، علوم و اسرار
سے بھر پور اور معمور تھی کیونکہ موجودات میں وہ پہلی چیز تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر شی اور ساری

مخلوق سے پہلے پیدا فرمایا، اور اس کو انہی علوم و معارف اور اسرار پر بطور فطرت مطلع فرمایا، اور ان علوم و معارف سے ہمیشہ ہمیشہ وہ حقیقت مقدسہ معمور رہی یہاں تک کہ اس کے جسد اطہر موجود ہونے کا زمانہ آ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے ان علوم و معارف ان کے عرفان و ادراک کے اور آپ کے درمیان پردہ قائم کر دیا، یہاں تک کہ زمانہ نبوت آن پہنچا تو اس حجاب کو اٹھا دیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان علوم و معارف اور اسرار پر مطلع فرمایا جو آپ کی حقیقت اور روح اقدس میں ودیعت فرمائے تھے، اور جب آپ کی نبوت (عملی نبوت) کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے علم، ادراک اور آپ کی حقیقت میں ودیعت کئے ہوئے علوم و معارف اور اسرار کا درمیانی حجاب اٹھا دیا اور ہمارے اس قول کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے ”كنت نبيا آدم بين الماء والطين“ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کچھڑ کے درمیان تھے کیونکہ جب اس وقت میں نبی تھے تو یہ محال ہے کہ نبی ہونے کے باوجود رسالت، نبوت اور کتاب سے بے خبر ہوں، ان کے مطالب اور تقاضوں سے آگاہ نہ ہوں، اور نہ ہی ان کے نتائج اور مقاصد سے بے خبر ہوں لہذا یہ حدیث ہمارے دعوے کی اہم دلیل اور ہمارے اس قول پر شاہد صادق ہے، امام عارف کبیر التیجانی رحمہ اللہ کی تقریر سے ثابت اور واضح ہوا کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم اول الموجودات اور اول الکائنات ہے جس کو اول الامر سے ہی علوم و معارف اور اسرار سے نوازا گیا تھا، اور ایک فطرت کے طور پر اس حقیقت محمدیہ میں ودیعت رکھے گئے تھے ہر دور اور ہر زمانہ میں یہ حقیقت محمدیہ ان علم و معارف اور اسرار سے متصف رہی کسی لمحے بھی ان علوم و معارف اور اسرار کا اس حقیقت مقدسہ سے سلب اور انفکاک نہیں ہوا۔

اور جب آپ کے ظہور قدسی کا دور آیا تو آپ کے علم ادراک، اور ان علوم و معارف و اسرار کے درمیان حجاب ڈال دیا گیا اور جب آپ کی نبوت کا وقت آیا تو یہ حجاب زائل اور پردہ ہٹا دیا گیا، اور جب آپ اس وقت جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کچھڑ کے درمیان تھے، تو اس وقت

آپ اپنی نبوت رسالت ان کے مطالب اور تقاضوں سے باخبر اور آگاہ تھے نتائج اور عواقب سے باخبر تھے، اس وقت میں آپ ﷺ سے ان چیزوں کی نفی کرنا محال شرعی ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ نبی تو ہوں مگر ان امور کا آپ کو علم نہ ہو،

عارف الہیجانی رحمہ اللہ نے اول الامر سے لیکر ظہور نبوت تک آپ ﷺ کیلئے یہ علوم و معارف اور اسرار بدو، تعطل، بدو، سلب و انفکاک، ثابت کئے ہیں یہ امور ماہیت نبوت کے لوازمات ہیں، اسی لئے تو عارف مذکور رحمہ اللہ نے آپ کی نبوت، رسالت ان کے مطالب و تقاضوں کا علم کنت نبیا الحدیث کے تحت عالم ارواح میں بھی ثابت کیا ہے زمانہ بچپن سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف کے اختتام تک آپ کے علم ادراک اور ان علوم و معارف و اسرار کے درمیان صرف حجاب ہے سلب و انقطاع نہیں اتصاف اور لزوم بدستور موجود ہے یہ حجاب کیوں ہے؟ اس لئے کہ نبوت عملی شرعی کیلئے چالیس سال کا مکمل ہونا قانون خداوندی ہے چالیس سال سے قبل عقل و فہم توحید باری تعالیٰ کے علوم و معارف اور اسرار کے متحمل نبوت و رسالت کے مطالب و نتائج سے باخبر ہونے کی صلاحیت و استعداد نہیں رکھتے،

عارف الہیجانی رحمہ اللہ نے صاف فرمایا ہے کہ عالم ارواح میں آپ کو اپنی نبوت، رسالت، مطالب اور نتائج کا علم اس لئے تھا کہ وہاں صرف اور صرف حقیقت محمدیہ نور یہ تھی بشری ابادہ نہ تھا توحید باری تعالیٰ کے علوم و معارف اور اسرار روح اقدس اور ذات شریفہ پر پوری طرف منکشف تھے، عالم دنیا میں تشریف آوری پر حقیقت محمدیہ نور یہ اور روح طاہرہ مطہرہ کو جسد اطہر میں ڈھالا گیا، علوم و معارف اور اسرار کے ادراک اور متحمل نہ ہونے کی وجہ سے قوت ادراک اور استعداد تحمل کی تکمیل تک ذات شریفہ کے ادراک اور ان علوم و معارف اور اسرار کے مابین حجاب ڈال دیا گیا ابتدائے ولادت سے لے کر چالیس سال مکمل ہونے تک حقیقت محمدیہ نور یہ اسی نبوت اور اس کے لوازمات سے بہ تسلسل متصف ہے جس کا اعلان آپ ﷺ نے کنت نبیا و آدم بین الماء

والطین میں فرمایا ہے،،

ابتدائے ولادت سے لیکر وحی کے نزول تک نبوت کے انکار کی کوئی وجہ ہی نہیں علوم و معارف اور اسرار کی موجودگی لوازمات نبوت کی موجودگی ہے لوازمات نبوت کی موجودگی وجود نبوت کو مستلزم ہے اگر یہ علوم و معارف اور اسرار، نبوت اور حقیقت شریفہ کو لازم نہ ہوتے تو حقیقت محمدیہ میں ان کو ودیعت نہ رکھا جاتا،،

یہ عارف شہیر ابولاعباس التیجانی رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کے علم ادراک اور علوم معارف اور اسرار کے درمیان حجاب ڈالنے کی وجہ اور حکمت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ان منع اللہ له من الرسالة والنبوة قبل بلوغه اربعین سنة ان النبوة والرسالة لا تكون الا عن تجلی الہی ولو وضع اقل قليل منه علی جمیع مافی کورة العالم لذابت کلها لثقل اعباءه و سطوة سلطانه فلا تقدر الانبیاء علی تحمل اعباءه والثبوت لسطوة سلطانه الا بعد بلوغهم اربعین سنة ولما قبل بلوغ الاربعین سنة فلا قدرة لاحد علی تحمل اعباء ذلك التجلی لما فطرت علیہ الشریفة من شدة الضعف حتی اذا بلغ الانسان اربعین سنة وکان فی علم اللہ نبیا اور سولا افاض علی روحه قوة الہیة ما یقدر به علی تحمل اعباء ذلك التجلی فلهذا السر لم ینبأ احد الا بعد اربعین سنة، وهذا هو المانع له من النبوة قبل ذلك ﷺ ولغیره من النبین علیہم السلام“

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے آپ کو نبوت اور رسالت سے دور رکھا کیونکہ نبوت اور رسالت اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی کے بعد حاصل ہوتی ہے جس کا اقل قلیل حصہ بھی اگر دنیا اور جو کچھ اس میں ہے پر رکھا جائے تو وہ اس کے بوجھ اور غلبہ رعب کی وجہ سے پگھل جائے یہی وجہ ہے کہ پیغمبران کرام بھی نبوت کا بارگراں اور اس کے رعب و غلبہ کے متحمل ہونے

اور اس کے آگے ثابت قدم رہنے کی ہمت اور طاقت چالیس سال کی عمر سے پہلے نہیں رکھتے اور چالیس سال کی عمر تک رسائی سے پہلے کسی میں بھی اس تجلی کے برداشت کرنے کی سکت اور استطاعت نہیں ہو سکتی کیونکہ بشریت میں فطری اور پیدائشی طور پر شدید ضعف اور ناتوانی پائی جاتی ہے حتیٰ کہ جب انسان چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے اور علم الہی میں اس کا نبی اور رسول ہونا مقدر ہو چکا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی روح پر قوت الہیہ میں سے افاضہ فرماتا ہے جس کی بدولت وہ اس تجلی کے بارگراں کو برداشت کرنے پر قادر ہو جاتا ہے، یہی وجہ اور سبب خاص ہے جس کے تحت ہر پیغمبر کو منصب نبوت چالیس سال کے بعد ہی عطا کیا گیا، اور آپ کیلئے بھی اور دوسرے انبیاء کیلئے بھی چالیس سال سے قبل اس عظیم منصب پر فائز ہونے سے یہی امر مانع ہے،

عارف التیجانی رحمہ اللہ کے تبصرہ سے واضح ہوا کہ نبوت اور رسالت اللہ تعالیٰ کی تجلی خاص کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

اس کا اقل قلیل دنیا و مافیہا کو پگھلانے کی طاقت رکھتا ہے ابتدائے ولادت سے نبوت اور رسالت نہ دینے کی وجہ بھی یہی ہے کہ عمر کا یہ ابتدائی دور تجلی کے رعب، غلبہ اور ثقل برداشت کرنیکی طاقت نہیں رکھتا،

چالیس سال مکمل ہونے پر تجلی کے برداشت کی ہمت اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور پھر تقریرات الہی کے مطابق نبی اور رسول ہونے والے شخص کو اس منصب عظیم پر فائز کر دیا جاتا ہے سوال یہ ہے کہ عارف التیجانی کا یہ کلیہ ”کہ نبوت اور رسالت اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی کے بعد حاصل ہوتی ہے تو کنت نبیا و آدم بین الماء والطين کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اور روح مطہرہ کو جو منصب نبوۃ بالفعل حاصل تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تجلی خاص کے بعد حاصل ہوا تھا؟ اگر تجلی خاص کے بعد حاصل ہوا تھا تو ابتدائے ولادت سے لے کر ظہور نبوت تک وہی روح اور وہی ذات مقدسہ ہے جو عالم ارواح میں وصف نبوت سے متصف تھی اگر عالم ارواح میں قوت

الہیہ موہوبہ من حضرت اللہ تجلی خاص کی برداشت اور تحمل کیلئے تھی تو جسم اطہر میں بھی وہی روح اور وہی حقیقت مقدسہ ہے یہاں برداشت و تحمل کی قوت کیوں نہیں باوجودیکہ روح اقدس اور حقیقت شریفہ انہی اوصاف شریفہ علیا سے متصف ہیں جو اول الامر سے ان کو ودیعت کئے گئے ہیں اور اگر عالم ارواح والی نبوت اللہ تعالیٰ کی تجلی خاص کے بغیر حاصل ہوئی ہے تو عالم دنیا میں بطور شرط کے اس کی پابندی کیوں ہے؟

مکان تبدیل ہوا ہے مکیں تو تبدیل نہیں ہوا، تا کہ تغیر ذات و ماہیت کا تغیر حکم کو مستلزم ہو، اور اگر عالم ارواح والی نبوت اللہ تعالیٰ کی تجلی خاص کے بعد حاصل ہوئی ہے تو دنیا میں نبوت کے حصول و وجود میں اس کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ روح مقدسہ اور ذات شریفہ پہلے تجلی خاص سے محفوظ ہو چکے ہیں۔

عارف التیجانی کی توجیہ اور علت مانعہ کی تشریح ہے ثابت ہوا کہ صغریٰ تجلی خاص کی متحمل نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا اقل قلیل دنیا و مافیہا کو پگھلا کر رکھ دیتا ہے تو دیکھنا یہ ہے چالیس سال کی عمر میں اس تجلی خاص کو برداشت کرنے کی استطاعت و استعداد کہاں سے آئی نبوت تو تجلی خاص کے بعد حاصل ہوگی، جسد کے ذریعے تو آ نہیں سکتی کیونکہ جسد تو دنیا و مافیہا کا ایک فرد ہے جب دنیا و مافیہا تجلی خاص کے اقل قلیل کو برداشت نہیں کر سکتی تو دنیا و مافیہا کا ایک فرد اس کو بھر پور انداز میں کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اگر یہ قوت برداشت اور استعداد تحمل روح کے راستے جسم کو اس قابل بناتی ہے تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ روح تو وہی ہے جو عالم ارواح سے چلی آرہی ہے، تو صغریٰ میں تحمل اور برداشت کی اہلیت کیوں نہیں؟

نبی کریم ﷺ کی روح مقدسہ اور ذات علیا (حقیقت محمدیہ) کا معاملہ تو امتیازی اور انفرادی حیثیت کا حامل ہے جس کو دیگر انبیاء کرام کی حالت اور نبوت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا،

الشیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشمرانی فرماتے ہیں: ”هذا هو اول موجود فی العالم ثم

انه تعالى تجلى بنوره الى ذلك الهباء والعالم كله فيه بالقوة فقبل منه كل شى
فى ذلك الهباء على حسب قربہ من النور كقبول ذوايات البيت نور السراج
فعلى حسب قربہ من ذلك النور يشتد ضوءه وقبوله ولم يكن احد اقرب اليه من
حقيقة محمد ﷺ فكان اقرب قبولاً من جميع ما فى ذلك الهباء فكان ﷺ
مبدء ظهور العالم واول موجود“ (اليوقيت الجواهر مجلد ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کائنات میں موجود اول ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے غبارہ نما اس کرہ جس میں ساری
مخلوق بالقوہ موجود تھی کی طرف اپنے نور کی تجلی فرمائی ہر شے نے اس نور سے قربت کی بنیاد پر اس
نور کو قبول کیا (یعنی استفادہ کیا) جس طرح گھر کے کونے چراغ کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں
جو جو قریب تھا اس کی قربت پر نور کی روشنی سے زیادہ روشن ہوا مگر حقیقت محمدیہ عیہا التحیۃ والثناء
سے اس نور کی تجلی کے زیادہ قریب اور کوئی نہ تھا اسی لئے آپ کی قبولیت (نور سے فیض یاب
ہونا) کرہ میں موجود ساری کائنات سے زیادہ تھی، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے ظہور کا
مبدء اور اول موجود فی الکائنات ہیں، معلوم ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اور حقیقت محمدیہ علی
صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم سب سے پہلے اللہ کے نور کی تجلی سے مستفید اور محفوظ ہوئی جبکہ بقیہ انبیاء
کرام اس نور کی تجلی سے اپنے مقام اور اپنے مرتبہ کے لحاظ سے محفوظ ہوئے لیکن سب سے زیادہ
اقرب اور سب سے زیادہ مستفید و محفوظ ہونے والی آپ کی ذات مقدسہ تھی، اقرب ہوتے
ہوئے آپ کی ذات طاہرہ مطہرہ اگر پگھلنے سے محفوظ رہی تو وہی ذات بوقت ظہور قدسی یا اس کے
بعد کیسے متاثر ہو سکتی تھی، یہی ذات معہ الجسم دنا فتدلی فكان قاب قوسینا وادنی کے
انوار ذاتیہ حقیقیہ کے غیر متناہی سلسلہ میں نہیں پگھلی جسم نہیں ہوئی چالیس سال تک پروان
چڑھنے والے روح اور جسم کو کیسے متاثر کر سکتی تھی ماننا پڑیگا یہ کا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نہیں بلکہ دیگر
انبیاء کیلئے ہے،

رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے انوار ہر دور میں موجود اور درخشاں رہے
 عارف شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ان مستمد جميع الانبياء والمرسلين من روح
 محمد ﷺ اذ هو قطب القطاب، فهو ممد لجميع الناس اولا و آخرافهو ممد
 كل نبى وولى سابق على ظهوره حال كونه فى الغيب وممد ايضا لكل ولى لا
 حق به فيوصله بذلك الامداد الى مرتبة كماله فى حال كونه موجودا فى عالم
 الشهادة وفى حال كونه منتقلا الى الغيب الذى هو البرزخ والدار الاخرة فان
 انوار رسالته ﷺ غير منقطعة عن العالم من المتقدمين والمتأخرين“
 (اليواقيت الجواهر: ص ٤١٤)

ترجمہ: بے شک تمام انبیاء اور مرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی روح اقدس سے استمداد کرتے رہے
 ہیں،، کیونکہ آپ ﷺ قطب الاقطاب ہیں (مرکوز کائنات ہیں) پس آپ ہی تمام متقدم اور
 متاخر انسانیت کے مددگار ہیں آپ ہی ہر نبی اور ہر ولی کے مددگار ہیں آپ سے قبل ظاہر ہو چکا ہو
 یا عالم غیب میں ہو، اور آپ ہی بعد میں آنے والے ولی کے مددگار ہیں پس آپ اپنی اس امداد
 کے ذریعے ولایت کے مرتبہء کمال تک پہنچاتے ہیں وہ عالم شہادۃ (دنیا) میں ہو یا عالم غیب یعنی
 برزخ اور دار آخرت میں چلا گیا ہو، پس بے شک آپ ﷺ کی رسالت کے انوار جہان سے
 بالکل منقطع نہیں ہیں،، خواہ یہ جہاں متقدمین کا ہو یا متاخرین کا،،

معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ کی رسالت اول الامر سے لے کر عالم آخرت تک دائم مستمر اور باقی ہے
 کیونکہ اس رسالت کے انوار ظہور قدسی سے قبل بھی متقدمین انبیاء اور رسولوں کیلئے موجود ہو کر
 معاون اور مددگار رہے اور ظہور قدسی کے بعد عالم دنیا عالم برزخ اور دار آخرت میں بھی تابندہ اور
 مددگار ہیں، اول الامر سے لے کر دار آخرت تک انوار رسالت کی بقاء، دوام، استمرار اور امداد کا
 تسلسل آپ کی نبوت اور رسالت کے ساتھ تسلسل، دوام اور استمرار کو مستلزم ہے لہذا نبوت کا انحصار

چالیس سال کی تکمیل پر غیر منطقی اور غیر معقولی ہے،،

امام شعرانی نے انبیاء سابقین کی امداد فرمانے پر بطور دلیل نقل فرمایا: ”من الدلیل علی ذالک قوله تعالیٰ اولئک الذین ہدی اللہ فبہدہم اقتدہ“ (الانعام ۶۷) ای ان ہداهم ہو ہدایہ الذی سرى الیہم منک فی الباطن فاذا اہتدیت بہداهم فانما ذالک اہتداء بہدایہ اذ اولیۃ لک باطنا والاخرۃ لک ظاہرا ولو ان المراد بہداهم غیر ما قررناہ تعالیٰ لہ ﷺ فبہم اقتدہ“ (الیواقیت الجواہر ۱۰)

ترجمہ: انبیاء سابقین کی مدد فرمانے پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی ہے آپ بھی ان کی راہ پر چلیں،، یعنی بے شک ان کی ہدایت وہی ہے جو عالم باطن میں آپ سے ان کو فیضان کیا گیا ہے،، پس اب آپ ان کے راستے پر چلیں گے تو بے شک یہ وہی راستہ ہوگا جو آپ کی بدولت ان کو دکھایا گیا تھا، کیونکہ باطن میں سب سے اول تو آپ ہی ہیں، اگرچہ ظاہری طور پر آخر ہیں پس فبہداهم مذکورہ بالا کلام سے معلوم ہوا کہ اول الکائنات، اول الموجدات رسول اللہ ﷺ کی ذات کریمہ ہے اور آپ ہی آخر بھی ہیں، اول الخلق، اول الموجدات، اور قطب الاقطاب ہونیکے وجہ سے سبیل ہدایت میں آپ ان کے مد ہیں، ظہور قدسی سے قبل بھی آپ راہ ہدایت میں ان کے رہبر، معاون اور مددگار رہے ہیں۔

یہی عارف شعرانی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں، سوال یہ ہے کہ ”هل اعطی احد النبوة و آدم بین الماء والطين غیر محمد ﷺ“ کیا رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو بھی نبوت دی گئی تھی جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور کچھڑ کے درمیان تھے،، جواب ارشاد فرمایا: ”لم یبلغنا احدا اعطی ذالک انما کانوا انبیاء ایام رسالتہم المحسوسۃ“ اس کے متعلق ہمیں کوئی خبر، یا اطلاع نہیں ہوئی کہ آپ کے علاوہ کوئی اور بھی نبی تھا،، دیگر انبیائے کرام اپنے اپنے زمانے میں نبی ہوئے ہیں،،

پھر ایک سوال نقل فرمایا: ”فلم قال كنت نبيا و آدم الماء والطين ولم يقل كنت انسانا او كنت موجودا“ کہ آپ ﷺ نے کیوں فرمایا ”كنت نبيا و آدم الماء والطين“ یہ کیوں نہیں فرمایا كنت انسانا یا كنت موجودا“ جواب ارشاد فرمایا: ”انما خص النبوة بالذكر دون غيرها اشارة الى انه اعطى النبوة قبل جميع الانبياء فان النبوة لا تكون الا بمعرفة الشرع المقدر عليه من عند الله تعالى“ (اليواقيت الجواهر ج ۱: ترجمہ: آپ ﷺ نے كنت نبيا میں اپنی نبوت کا ذکر فرمایا اور کسی وصف مثلا رسالت وغیرہ کا ذکر نہیں فرمایا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو نبوت سب سے پہلے عطا کی گئی کیونکہ نبوت شریعت کی معرفت کے بغیر نہیں ہوتی جو شریعت اس نبوت کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقدر کی جا چکی ہے۔“

یعنی جو شریعت اللہ تعالیٰ کے علم میں آپ ﷺ کیلئے مخصوص اور مقدر کی جا چکی تھی پہلے اس کی معرفت حاصل ہوئی اور اس کی بدولت آپ ﷺ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان فرمایا۔

آپ ﷺ مخلوق خاص ہیں

امام شعرانی ایک سوال نقل فرماتے ہیں، جس کی عبارت یہ ہے: ”فما معنی قولهم انه ﷺ اول خلق الله هل المراد به خلق مخصوص؟ او المراد به الخلق على الاطلاق“ ترجمہ: آپ ﷺ کے اول الخلق ہونے سے مراد کیا ہے؟ خلق مخصوص یا خلق مطلق؟ جواب ارشاد فرمایا: ”كما قاله الشيخ في الباب السادس ان المراد به خلق مخصوص وذلك ان اول ما خلق الله الهباء واول ما ظهر فيه حقيقة محمد ﷺ قبل سائر الحقائق وايضا ذلك ان الله تبارك وتعالى لما اراد بدء ظهور العالم على

حد ما سبق في علمه ان فعل العالم عن تلك الارادة المقدسة بضرب من تجليات التنزيه الى الحقيقة الكلية فحدث الهباء وهو بمنزلة النباء الجص ليفتح فيه من الاشكال والصور ما شاء وهذا هو ما اول موجود في العالم ثم انه تجلى بنوره الى ذلك الهباء والعالم كله فيه بالقوة فقبل منه كل شئ في ذلك الهباء على حسب قربه من النور كقبول زوايا البيت نور السراج فعلى حسب قربه من ذلك النور يشتد ضوئه وقبوله، ولم يكن احد اقرب اليه من حقيقة محمد ﷺ فكان اقرب قبولاً من جميع ما في ذلك الهباء وكان ﷺ مبدء ظهور العالم واول موجود“ (اليواقيت الجواهر) ترجمه: شيخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے ”الفتوحات“ کے چھٹے باب میں فرمایا ہے کہ: ”اول ما خلق“ سے مراد خلق مخصوص ہے اور یہ اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے الہباء نورانی ذرات کی شکل میں ایک مادے کو سب سے پہلے اور تمام حقائق عالم (حقائق کائنات) سے پہلے پیدا فرمایا اور اس میں سب سے پہلے حقیقت محمدیہ ظہور پذیر ہوئی اس کی توضیح یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں تقдіرات عالم کے مطابق عالم کے ظہور کی ابتداء کرنے کا ارادہ فرمایا تو عالم کو اپنی تجلی تنزیہ (بے کیف) کے ذریعے حقیقت کلیہ (تمام حقائق) کے تعارف کیلئے عالم کو آگاہ فرمایا، پس اس تجلی تنزیہ سے الہباء نورانی ذرات کی شکل میں ایک مخلوق ظاہر ہوئی جو ایک شیشے کے مکان کی طرح صاف، شفاف تھی، اور اس کی تخلیق کا مقصد یہ تھا کہ اس میں اشیائے عالم کی اشکال اور صورتیں منعکس ہوں، عالم میں موجود ہونے والی یہ پہلی چیز تھی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ہباء کی طرف تجلی فرمائی جبکہ سارا عالم اس ہباء میں بالقوہ موجود تھا، اس ہباء میں موجود کائنات کی ہر شئی نے اس نور سے قرب کے مطابق ضیاء اور نورانیت کو قبول کیا جس طرح مکان میں جلّائے گئے چراغ سے قرب مکانیت کے لحاظ سے گوشہ ہائے بیت قبول کرتے اور منور ہوتے ہیں اس ہباء میں نور کی اس تجلی

کے اقرب حقیقت محمدیہ کے علاوہ اور کوئی شے نہ تھی، اس لئے سب سے زیادہ حقیقت محمدیہ نے اس سے استفادہ کیا، اسی لئے آپ ﷺ ظہور عالم کے مبداء اور اول الموجودات قرار پائے، امام شعرانی رحمہ اللہ نے حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطين کے تحت فرمایا: ”فکل نبی تقدم فی زمن ظهوره فهو نائب عنه فی بعثة بتلك الشریعة ویوید ذالك قوله ﷺ فی حدیث وضع الله تعالى یدہ بین ثدی ای کما یلیق بجلاله فعلمت علم الاولین والآخرین اذ المراد بالاولین هم الانبیاء الذین تقدموه فی الظهور عند غیبة جسمه الشریف وایضاح ذالك انه ﷺ اعطى العلم مرتین، مرة قبل خلق آدم علیه السلام ومرة قبل ظهور رسالته ﷺ کما انزل القرآن علیه اولا من غیر جبریل ثم انزل علیه به جبریل مرة اخرى ولذلك قال تعالى له ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیه“ (طہ ۱۰۱) ای لا تعجل بتلاوة ما عندك منه قبل ان تسمعه من جبریل بل اسمعه من جبریل وانت منصت الیه کانک ما سمعته قط“ (الواقیت الجواهر ۱۰۱)

ترجمہ: آپ کے زمانہ ظہور سے قبل ہر نبی اس شریعت میں جس کیلئے اسکو مبعوث کیا گیا تھا آپ کا نائب تھا اس بات کی تائید آپ کے اس قول سے ہوتی ہے جو حدیث کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ اپنی جلالت شان کے لائق میرے سینے پر رکھا مجھے اولین اور آخرین کے علوم کا علم ہو گیا، میں واقع ہوا ہے کیونکہ اولین سے مراد وہ انبیائے کرام ہیں جو آپ کے جسم شریف کے ظہور سے قبل آپ کی غیبت میں پہلے ہو گزرے ہیں اس کی توضیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کو دو مرتبہ علم سے نوازا گیا ایک مرتبہ تخلیق آدم سے قبل اور ایک مرتبہ آپ کی رسالت کے ظہور سے قبل (ﷺ) پہلے جبریل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر آپ پر قرآن اتارا گیا پھر دوسری مرتبہ بواسطہ جبریل اتارا گیا اور اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا، وحی مکمل ہونے سے پہلے آپ قرآن کی تلاوت میں

عجلت سے کام نہ لیں یعنی جو قرآن آپ کے پاس پہلے سے موجود ہے اس کو جبریل سے سننے سے قبل اس کی تلاوت میں جلدی نہ کریں بلکہ جبریل کی زبانی اس کو سنیں اور خود چپ رہیں، گویا کہ اس سے قبل آپ نے کبھی سماعت ہی نہیں کیا۔

عارف شعرانی رحمہ اللہ کے کلام سے واضح اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول الموجودات اور اول المخلوق ہیں آپ کی ذات مقدسہ (حقیقت محمدیہ) ظہور کائنات کیلئے مبداء، مصدر اور وجہ تخلیق ہے اول الامر سے آپ نور کی تجلی سے محفوظ اور مستفید ہوتے آرہے ہیں ساری کائنات سے اقرب الی اللہ آپ ہی کی ذات مقدسہ ہے، تخلیق آدم سے قبل آپ کو علوم قرآن دیئے گئے تعلیمات قرآن سے بھرپور انداز میں سرفراز فرمایا گیا۔

تمام انبیاء آپ کی شریعت کے مبلغ تھے

ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش جتنے انبیائے کرام اور رسول دعوت و تبلیغ کیلئے مبعوث فرمائے گئے وہ آپ کے قائم مقام اور نائب ہو کر آپ کی شریعت کی تبلیغ فرماتے رہے یعنی آپ کے ظہور سے قبل جس قدر بھی شرائع اور احکام نازل ہوئے وہ درحقیقت آپ کی ہی شریعت اور آپ کی شریعت کے ہی احکامات تھے جن کو انبیاء اور رسول اللہ کے حکم سے دنیا میں پہنچاتے اور سناتے رہے جس طرح انبیاء کا سلسلہ طویل ہے اسی طرح آپ کی رسالت کا دائرہ کار تمام ادوار اور تمام زمانوں پر محیط ہے یعنی ہر نبی اور ہر رسول کے زمانہ نبوت اور رسالت پر آپ کی رسالت کی چھاپ ہے اور گویا ہر نبی اور ہر رسول نے آپ کی عدم موجودگی کے باوجود آپ کی شریعت کی تبلیغ کی اور آپ کی نبوت کا اعلان فرمایا۔

آپ کی نبوت دائمہ اور مستمرہ ہے

امام شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فان انوار رسالته ﷺ غیر منقطعة عن العالم من المتقدمين والمتاخرين“ (ص: ۱۸) ترجمہ: آپ ﷺ کی رسالت کے انوار دنیا میں دائم اور مستمر رہے اور تمام اگلے پچھلے آپ کے انوار رسالت سے مستفید اور مستفیض ہوتے رہے، متقدمین آپ کے جسد انور کے ظہور سے قبل آپ کی ذات اور رسالت سے اکتساب فیض کرتے رہے اور متاخرین ظہور قدسی کے بعد آپ کے وجود مسعود حقیقت محمدیہ نبوت اور رسالت سے صبح قیامت تک مستفید ہوتے رہیں گے اول الامر سے لیکر صبح قیامت تک متقدمین اور متاخرین کا آپ کی رسالت کے انوار سے تسلسل دوام اور استمرار کے ساتھ فیضیاب ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اس جہاں میں کسی وقت بھی آپ کی نبوت اور رسالت کا تعطل ہوا ہے نہ انقطاع بلکہ اول الامر سے ان کی معاون اور مددگار رہی ہے بلکہ ساری انسانیت آپ ﷺ سے مدد یافتہ ہے جیسا کہ عارف شعرانی نے فرمایا: ”فہو ممد لجميع الناس اولا و آخر افہو ممد لكل نبی و ولی سابق علی ظہورہ حال کونہ فی الغیب“ آپ اپنے ظہور قدسی سے قبل آنے والی انسانیت انبیاء اولیاء اور ظہور قدسی کے بعد آنے والی انسانی مخلوق کیلئے حین حیات اور بعد از وفات کے بھی معاون اور مددگار ہیں بلکہ دنیا سے انتقال کر جانے کے بعد برزخ اور دار آخرت میں بھی آپ کی امدادی کارروائی اور کرم فرمائی کا سلسلہ جاری ہے جب آپ کے انوار رسالت اور فیضان نبوت سارے جہاں میں ہر لمحہ موجود اور عالم کا ہر ذرہ ان انوار سے اکتساب فیض کر رہا ہے تو ماننا پڑیگا کہ آپ کی نبوت اور رسالت دائمی اور علی سبیل الاستمرار ہے کسی لمحہ میں بھی آپ کی نبوت اور رسالت کا سلب اور انقطاع نہیں ہوا، خواہ ابتدائی عمر ہو یا چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہو چکے ہوں،، اور اگر نبوت کا حصول وجود اور حکم چالیس سال کے بعد

تسلیم کیا جائے جیسا کہ تحقیقات نے چار صد سے زائد صفحات پر اس موقف کو پھیلا دیا ہے تو کسی ایک وقت میں بھی نبوت کا سلب ہونا کیا جانا اور رسالت کے منصب سے معزول اور سبکدوش کیا جانا امر ضروری کے طور پر ثابت کرنا لازمی ہوگا جبکہ کوئی ضعیف روایت بھی اخبار و آثار سیرت اور تاریخ کی کتب میں نہیں ملتی، بلکہ کسی بھی نبی یا رسول کے بارے میں ایسی خبر نہیں پائی گئی کہ اس سے نبوت کا سلب یا انقطاع ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور رسالت کا معامدہ تو ایک مخصوص نوعیت کا حامل ہے جس کو قیاس و قیافوں کے ضابطوں میں نہیں لایا جاسکتا،

امام الشیخ سلیمان الجمل نے فرمایا: ”انہ نبی فی عالم الارواح والنور وارسل الیہا بالفعل ودعاہا ودلہا ثم نبی ء وارسل ثانیاً فی عالم الاجساد بعد بلوغہ اربعین سنة من عمرہ فامتاز عن الانبیاء والرسل بانہ نبی ء مرتین وارسل مرتین الاولى فی عالم الارواح للارواح وثانیة فی علم الاجساد للاجساد فقد دعا صلی اللہ علیہ وسلم ودل علی اللہ تعالیٰ فی کل من الحالتین کما تقدم والاشارة الی ذالک بقوله تعالیٰ وما ارسلنک الا کافة للناس، والانبیاء والرسل وجميع اممهم وجميع المتقدمین ولمتاخرین داخلون فی کافة الناس وکان هو داعیا بالاصالة وجميع الانبیاء والرسل يدعون الخلق الی الحق عن تبعيته وکانوا خلفاءه ونوابه فی الدعوة“ (جواهر البحار جلد ثانی: بحوالہ تحقیقات ترجمہ)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو عالم ارواح اور عالم ذر میں بالفعل نبی اور رسول بنایا گیا اور آپ نے ان کو دعوت دی اور ان کی راہ نمائی فرمائی پھر آپ کو دوبارہ نبی اور رسول بنایا گیا عام اجساد میں چالیس سال کی عمر شریف کو پہنچنے کے بعد تو آپ کو دوسرے انبیاء و رسل علیہم السلام سے اس طرح امتیاز اور انفرادیت حاصل ہو گئی کہ آپ کو دو مرتبہ نبی بنایا گیا اور دو مرتبہ رسول بنایا گیا، پہلی دفعہ عالم ارواح میں ارواح کیلئے اور دوسری دفعہ عالم اجساد میں اجسام کیلئے تو آنحضرت ﷺ داعی

ہیں کیونکہ آپ نے دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، اور راہنمائی فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا) میں اسی عموم کی طرف اشارہ ہے انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان کی تمام امتیں اور تمام متقدمین اور متاخرین كافة الناس میں داخل ہیں نبی مکرم ﷺ اپنے دونوں ادوار میں اصل اور مستقل نبی اور رسول ہونے کے لحاظ سے دعوت دینے والے تھے، دوسرے انبیاء و رسل علیہم السلام حق کی طرف مخلوق کو دعوت دیتے تھے تو آپ کے نائب اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اور آپ کی اتباع میں اسی لئے الداعی کا لقب صرف اور صرف آپ کے ہی شایان شان ہے،

امام شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وقال الشيخ في الباب السابع والثلاثين وثلثمائة في حديث لو كان موسى حيا ما وسعه الا ان يتبعني - اعلم انه ﷺ نبي الانبياء للعهد الذي اخذ على الانبياء بسيادته عليهم ونبوته في قوله تعالى (واذا اخذنا ميثاق النبيين لما اتيكم من كتاب وحكمة) (آل عمران ٥١) الاية فعمت رسالته وشريعته كل الناس فلم يخص نبي بشيء الا ان كان ذلك الشيء لمحمد ﷺ بالا صالة انتهى، فكل نبي تقدم على زمن ظهوره فهو نائب له ﷺ في بعثته بتلك الشريعة ذكره الشيخ ثقي الدين السبكي نقله عنه الجلال السيوطي في اول الخصائص“ (اليواقيت الجواهر ١٤٦)

ترجمہ: شیخ محی الدین ابن عربی نے ”فتوحات“ کے باب نمبری: ۳۳۷، میں زیر حدیث لو کان موسی حیا ما وسعه الا ان يتبعني “فرمایا معلوم ہونا چاہیے کہ بے شک آپ ﷺ تمام انبیاء کے نبی ہیں اس عہد کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے ان کی سرداری اور نبوت پر لیا تھا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ میں فرمایا گیا ہے اور جب ہم نے انبیاء سے یہ عہد لیا البتہ ضرور میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا، الآیہ اس عہد اور فرمان خداوندی کی روشنی میں آپ کی رسالت اور

شریعت سب لوگوں کیلئے ہے کسی نبی کو بطور خاص جوشیء بھی دی گئی تھی مگر وہ شیء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اصالتاً دی گئی ہے یعنی اصل میں وہ شیء آپ کو پہلے دی گئی ہے اور بعد میں آپ کی وساطت سے کسی نبی کو دی گئی ہے پس ہر نبی جو آپ کے ظہور قدسی سے پہلے مبعوث ہوا ہے جو شریعت وہ لے کر آیا اس کی تبلیغ و اشاعت میں وہ آپ کا نائب اور خلیفہ ہے شیخ تقی الدین السبکی رحمہ اللہ نے اس کو ذکر فرمایا ہے اور ان سے امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے الخصائص الکبریٰ کے اوائل میں نقل فرمایا ہے۔

امام شعرانی نے فرمایا: ”وقال فی الباب العاشر من الفتوحات“ فی قوله ﷺ انا سید ولد آدم ولا فخر، انما کان ﷺ سید ولد آدم لان جمیع الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نواب له ﷺ من لدن آدم الی آخر الرسل وهو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کما ابان عن ذالک حدیث ”لو کان موسیٰ وعیسیٰ حین ما وسعهما الا اتباعی، وصدق رسول اللہ ﷺ فی ذالک فانه لو کان موجوداً بجسمہ من لدن آدم الی زمان وجودہ لکان جمیع نبی آدم تحت شریعتہ حساً، وهذا لم یبعث نبی الی الناس عامة الا هو خاصة، فجمیع شرائع الانبیاء هی بالحقیقة شرعہ ﷺ“ (الیواقیت والجواهر)۔

ترجمہ: شیخ محی الدین بن عربی رحمہ اللہ نے ”الفتوحات“ کے دسویں باب انا سید ولد آدم کہ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں کے تحت فرمایا کہ یہ اس لئے فرمایا کہ تمام انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام آدم علیہ السلام سے لے کر آخری رسول یعنی عیسیٰ علیہ السلام تک آپ سے ثابت ہیں جیسا کہ اس مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں خود بیان فرمایا ہے اکرم مویٰ اور عیسیٰ علیہا السلام آج زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کیلئے کوئی چارہ کار نہ ہوتا، اور اس مضمون کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تصدیق فرمائی ہے کہ اگر آدم علیہ السلام سے لے کر میرے موجود رہنے

تک تمام اولاد آدم جسمانی حیات کے ساتھ زندہ رہتی تو تمام اولاد آدم حسی طور پر آپ کی شریعت کے تابع اور تابع ہوتی، اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی بھی نبی عامۃ الخلق کی طرف مبعوث نہیں ہوا بلکہ مخصوص لوگوں کی راہ نمائی کیلئے بھیجا گیا پس تمام انبیاء کرام کی شریعتیں درحقیقت آپ ﷺ کی ہی شریعت تھی،،

ان علماء اعلام اور عرفائے عظام کی تصریحات اس بات پر گواہ ہیں کہ کسی زمانے اور کسی دور میں بھی آپ کی نبوت اور رسالت کا تعطل اور انقطاع نہیں ہوا، تمام انبیاء مختلف ادوار مختلف علاقوں اور مختلف قوموں اور لوگوں کی طرف مبعوث کئے گئے انبیاء و رسل کو تبلیغ کیلئے مختلف شریعتیں دی گئیں جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت و تبلیغ کیلئے وقف کیا، مگر تمام شریعتیں آپ کی ہی شریعت تھی یہ تمام شریعتیں آپ کی شریعت کی تعبیرات، تفاسیر اور موضوعات تھیں، انبیاء کرام آپ ﷺ کے نائب اور جانشین بن کر ان شرائع اور احکام کی تبلیغ کرتے رہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے نامزد کرتے ہوئے فرمایا اگر میرے زمانے میں موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ موجود ہوتے تو وہ اپنی نبوت اور رسالت کا پرچار و اظہار نہ کرتے بلکہ مجھ پر ایمان لاتے، رسول نبی اور صاحب کتاب ہونے کے باوجود اپنی شریعت اور اپنی رسالت کی تشہیر و تبلیغ وغیرہ ان کیلئے جائز نہ ہوتا بلکہ انہیں بھی میری رسالت پر ایمان لانا پڑتا کیونکہ اصل رسالت میری ہی رسالت اور اصل شریعت میری ہی شریعت ہے اگر جسمانی طور پر آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر میرے دور تک انسانیت قائم اور موجود رہتی تو سب میری رسالت کے تصدیق کنندہ، اور اسی پر ایمان لانے والے ہوتے اور میرے ہی جھنڈے کے نیچے جمع ہوتے یعنی سب مخلوق میری فرمانبردار میری پیروکار اور میری امت ہوتی جب یہ ثابت اور متحقق ہے کہ باب نبوت اور عنوان رسالت میں اصل نبوت اور رسالت آپ کی نبوت اور رسالت ہی ہے اور تمام انبیاء و رسل آپ کے نائب ہو کر اپنے اپنے دور میں مبعوث ہوئے، اور ان کی شریعتیں دراصل آپ کی شریعت تھی اور آپ کی

نبوت و رسالت کے انوار سے بدوں قید زمانہ پوری انسانیت اور ساری مخلوق روشن و منور ہوتی رہی تو یہ کہنا غلط ہوگا کہ آپ کی نبوت چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہونے پر دی گئی اور پھر حدیث انا سید ولد آدم کا کیا جواب ہوگا؟ اور اخذ میثاق پر مبنی آیات بینات کا محمل کیا ہوگا؟ امام شیخ سلیمان جمل رحمہ اللہ نے آپ کی بعثت عالم اجسام کیلئے تحریر فرمائی عالم اجسام کا دائرہ وجود آدم علیہ السلام سے لیکر صبح قیامت تک موجود ہونے والے اجسام کو شامل اور محیط ہے، اور آپ کی دعوت و تبلیغ کو متقدمین اور متاخرین کیلئے ثابت کیا ہے، شیخ تاج الدین شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ عارف باللہ شعرانی، امام جلال الدین السیوطی رحمہم اللہ کی تصریحات اس پر نقل ہو چکی ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ کی نبوت اور رسالت دائمی، ابدی اور استمراری ہے کسی لمحہ اس کا سلب، انفکاک اور تعطل نہیں ہوا خواہ انبیائے سابقین کے ادوار مقدسہ ہوں یا آپ کا دور ولادت۔“

چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل پر عطاء نبوت کا قول کرنے سے پہلے نبوت کا سلب یا تعطل ضروریات موضوع سے ہے، جس کا ثابت کرنا محالات شرعیہ میں سے ہے، پہلے نقل ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوبار آپ کو تعلیم قرآن سے مشرف فرمایا ہے ایک بار آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے اور دوسری بار ظہور رسالت کے بعد: ”ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ“ آیہء مقدسہ ظہور رسالت کے بعد نازل ہوئی جس میں آپ کو فرمایا گیا جو قرآن پہلے سے آپ کے پاس ہے اس کے بل بوتے آپ تلاوت میں جدی نہ کریں، بلکہ جبریل سے سنیں اور چپ رہیں، اور اس طرح ہو جائیں کہ گویا اس سے قبل آپ نے قرآن سنا ہی نہیں اس پر آپ اول الامر سے نبی نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل آپ کو قرآن کا علم کیوں دیا جاتا؟ جب انسانیت کا ہر دور آپ کی نبوت سے فیضیاب اور انوار رسالت سے منور ہے تو بلاشبہ آپ کی نبوت و رسالت موجود ہے جب نبوت و رسالت موجود ہے تو ہر دور نور قرآن سے روشن اور منور ہے نور

قرآن اور وجود قرآن کا یہ سلسلہ ”ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ“ تک قائم، دائم ہے جب یہ سلسلہ قائم اور دائم ہے تو کیوں؟ وہ صرف اس لئے کہ آپ کی نبوت اور رسالت کا وجود اور تحقق اول الامر سے لیکر دوبارہ نزول قرآن تک موجود ہے اگر آپ نزول وحی سے قبل نبی اور رسول نہ ہوتے تو یہ علم قرآن نزول قرآن تک کیوں اور کیسے باقی رہتا؟ واضح ہوا کہ نزول قرآن سے پہلے بھی آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا رہا ہے،

العرف الشذی ابواب المناقب میں مولانا علامہ سید محمد انور شاہ لکھنوی نے حدیث متی و جبت لک النبوة کی توضیح میں فرمایا: ”ای کان النبی ﷺ نبیا و جرت علیہ احکام النبوة من ذالک الحین بخلاف الانبیاء السابقین فان الاحکام جرت علیہم بعد البعثۃ“ (ترمذی صحیح)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نبی تھے اس وقت سے آپ ﷺ پر نبوت کے احکام جاری تھے بخلاف دیگر انبیاء کرام کے کہ ان پر بعثت کے بعد احکام نبوت کا اجراء ہوا ہے جیسا کہ مولانا جامی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے شک رسول اللہ ﷺ جسم عنصری کے ظہور سے پہلے نبی تھے تنبیہ چالیس سال کی عمر مبارک کی تکمیل سے پہلے اگر آپ نبی نہ تھے تو آپ پر نبوت کے احکام کیوں جاری ہوتے رہے؟ کیا غیر نبی پر بھی نبوت کے احکام جاری ہوتے ہیں؟ اگر غیر نبی پر جاری ہونا جائز اور ممکن ہوتا تو دیگر انبیائے کرام پر بعثت کے بعد کیوں جاری ہوئے؟ بعثت سے پہلے کیوں نہ جاری ہوئے؟

واضح اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور دیگر انبیائے کرام کی نبوت میں فرق ہے،

تحقیقات میں بحوالہ جواہر البحار: ج ۳: ص ۸۷، پر ہے: ”وہو ﷺ مطبوع علی الحق والخیر و اخلاق الکرام الموافقة لما جاء بہ شریعتہ بالہام اللہ لہ من حین نشاء صغیراً“ ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی تخلیق ہی حق و صواب اور خیر و رشد پر ہوئی اور ان اخلاق

کریمہ پر جو آپ کی شریعت میں وارد ہونے والے احکام کے موافق تھے، بسبب اللہ تعالیٰ کے الہامات کے جو صغریٰ سے ہی آپ کو ہونے لگے تھے۔ (ص: ۲۳۲)

معلوم ہوا آپ تخلیقی اور پیدائشی طور پر حق و صواب اور خیر و رشد پر تھے اور اخلاق کریمہ آپ کی فطرت اور سرشت کا آئینہ دار اور آپ کی شریعت کی تعلیمات کے مطابق اور موافق تھے، جن تعلیمات کو بذریعہ وحی نازل کر کے ان کی تبلیغ کا حکم دیا جانا تھا، آپ ﷺ ان خوبیوں کے مالک اور ان خصائل اور فضائل کے جامع کیوں تھے؟ اس لئے کہ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کے الہامات کا سلسلہ آپ پر شروع ہو گیا تھا۔ الہامات وحی ہیں اور وحی انبیاء کرام کو ہوتی ہے آپ ﷺ پر صغریٰ میں الہامات کا ہونا آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

نبی اور رسول کی تعریف اور آپ کا پیدائشی نبی ہونا

علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ التورپشتی نے فرمایا: ”وگویند رسول آں بود کہ فرشتہ بوق بد و فرود آید و نبی آنکہ آوز می شنود یا مہم گردد“ (المعتمد فی المعتمد: ۹۲) ترجمہ: علماء کہتے ہیں کہ رسول وہ ہوتا ہے جس پر فرشتہ وحی لائے اور نبی وہ ہوتا ہے جو آواز سے یا اس پر الہام ہوتا ہو، علامہ تورپشتی کی بیان فرمودہ نبی اور رسول کی تعریف سے معلوم ہوا کہ جس پر الہام ہوتا ہو وہ نبی ہے رسول اللہ ﷺ پر صغریٰ سے ہی الہامات ہونے لگے تھے لہذا آپ بچپن سے ہی نبی تھے اگر نبی نہ ہوتے تو بچپن میں ہی الہامات کا سلسلہ کیوں ہوتا؟

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لانه لم یکن امة نبی قط لکنہ کان فی مقام النبوة قبل الرسالة وکان یعمل بما هو الحق الذی ظہر علیہ فی مقام بیوتہ بالوہی الخفی والكشوف الصادقة من شریعة ابراہیم وغیرہا“ (شرح فقہ اکبر: ۱)

ترجمہ: آپ ﷺ بالکل کسی نبی کے امتی نہیں رہے لیکن رسالت سے قبل آپ مقام نبوت میں

مقام نبوت میں جو وحی آپ پر آتی اس میں جو حق بات آپ کے سامنے ظاہر ہوتی آپ اس پر عمل پیرا ہوتے اور وہ حق بات کشف صادق یا شریعت ابراہیمی وغیرہ سے ہوتی،،،

ملا علی قاری کے کلام سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی سے قبل نبی تھے مقام نبوت میں تھے آپ پر وحی ہوتی تھی اور اللہ تعالیٰ اس وحی کے ذریعے آپ کی تعلیم و تربیت اور اصلاح ذات فرماتا رہا ہے چالیس سال عمر شریف کے جب مکمل ہوئے تو وحی کا نزول ہوا یہ وحی بالرسالت تھی وحی، نبوت نہ تھی تو گویا چالیس سال کے بعد آپ کو نبوت نہیں بلکہ رسالت دی گئی ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت: ”وفیه دلالة علی ان نبوته لم تکن منحصرة فیما بعد الاربعین کما قال جماعة بل اشارة الی انه من یوم ولا دته متصف بنعت نبوته بل یدل حدیث کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد علی انه متصف یوصف النبوة فی عالم الارواح قبل الاشباح“ سے فرماتے ہوئے نقل کیا۔ (شرح فقہ اکبر: ۲، مطبوعہ سعیدی کراچی)

اس میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے بعد میں منحصر نہیں (یعنی چالیس سال کے بعد آپ کو نبوت نہیں ملی) جیسا کہ ایک جماعت کا کہنا ہے بل اس میں اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقت پیدائش سے ہی وصف نبوت سے متصف (یعنی نبی ہیں) ہیں بلکہ آپ کے یوم پیدائش (پیدائشی نبی) سے نبی ہونے پر حدیث کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد ایک واضح دلیل ہے کہ آپ تو عالم ارواح میں تخلیق اجسام سے پہلے بھی نبی تھے ملا علی قاری رحمہ اللہ کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت چالیس سال کے بعد نہیں ملی بلکہ آپ عالم اجسام سے قبل عالم ارواح سے ہی نبی چلے آ رہے ہیں اور آپ کی نبوت آپ کے ظہور سے قبل بھی ہر دور میں موجود رہی ہے ہر نبی اور ہر رسول کا دور آپ کی نبوت کے فیوض و برکات اور انوار رسالت سے مستفید

ہوتا رہا ہے اس کی تائید امام عارف باللہ عبدالوہاب الشمرانی کے کلام سے بھی ہوتی ہے

”فان انوار رسالته ﷺ غیر منقطعة عن العالم من المتقدمين والمتاخرين“

(اليواقيت الجواهر ۱۰)

ترجمہ: بلاشبہ آپ ﷺ کی رسالت کے انوار عالم (کائنات) سے بالکل منقطع نہیں ہوئے خواہ متقدمین کا دور ہو یا متاخرین کا، پھر فرمایا: ”اذھو قطب القطاب“ (ص ایضاً) کیونکہ آپ ﷺ مرکز عالم ہیں، یہ امر آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن ہو گیا کہ آپ ﷺ مرکز کائنات اور روح کائنات ہیں کائنات کیلئے آپ کی ذات مقدسہ مبدا، اور بنیاد اول ہے کائنات کی رنگینیاں اور رعنائیاں آپ کی ذات مقدسہ سے وابستہ ہیں کائنات کا وجود دوام اور بقا کے دوار آپ کے گرد ہی گھومتے ہیں، اس لئے تمام عوالم کا آپ کے انوار رسالت سے بہرہ ور ہونا، اور آپ کے انوار رسالت کا بدوں تعطل، بدوں سلب و انفکاک ان پر برسا ایک لازمی اور فطری تقاضا ہے،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے محدثین کا مذہب نقل فرمایا: ”مذہب محدثان آنست کہ آنحضرت ﷺ در مدت شش ماہ بمرتبہ، نبوت مخصوص بود و مکلف بود بہ تہذیب نفس شریف خود خاصۃً پس از اں مامور گشت بدعوت و ابلاغ کہ نزد ایشاں معنی رسالت است، و نبی بمذہب ایشاں لازم نیست کہ داعی و مبلغ باشد بلکہ اگر وحی کردہ بسوئے دے در خاصہ نفس دے پس است کما تقررنی موضعہ“ (اشعۃ اللمعات: ج ۳: ص ۶۳۶)

محدثین کا مذہب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ چھ ماہ تک نبوت کے مخصوص مرتبہ پر فائز رہے صرف اپنے نفس شریفہ کی تہذیب و اصلاح کے مکلف تھے اس کے بعد آپ کو نبوت تو حید اور تبلیغ احکام کا حکم دیا گیا، محدثین اس کو رسالت کہتے ہیں، نبی کیلئے محدثین کے مذہب میں دعوت تو حید دینا اور احکام کی تبلیغ کرنا لازم نہیں، اگر اس کی طرف اس کے نفس کی تہذیب اور اصلاح کیلئے وحی کی

جائے تو بھی اس کے نبی ہونے کیلئے دلیل کافی ہے،،

شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک نبوت اور رسالت

شیخ محقق کی عبارت سے ثابت ہوا کہ نزول وحی جو چالیس سال کے بعد ہوا وہ نبوت نہیں وہ رسالت ہے کیونکہ وہ دعوت و تبلیغ کے ساتھ بشرط ہے اور نزول وحی سے قبل آپ نبی تھے تہذیب نفس اور اصلاح ذات کیلئے آپ پر وحی کا نزول ہوتا یا الہامات ہوتے رہے ہیں عارف باللہ امام عبد الوہاب الشعرانی نے نبی اور رسول کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”ان النبی اذالقى اليه الروح شيئا اقتصر به ذالك النبی على نفسه خاصة ويحرم عليه ان يبلغ اذالقى غيره، ثم ان قيل له بلغ ما انزل اليك اما لطائفة مخصوصه كسائر الانبياء واما عامة ولم يكن ذالك الا لمحمد ﷺ سمي بهذا الوجه رسولا“ (اليوقيت الجواهر: ج ۱، ص ۱۰۰)

ترجمہ: بے شک جب نبی پر روح الامین کسی شی کا لقاء کریں اگر وہ نبی کی ذات تک محدود اور مقصور ہو اور کسی کو تبلیغ کرنیکی اجازت نہ ہو تو وہ نبی ہے اور اگر اس شی کی تبلیغ کا حکم دیا جائے تو وہ شی مخصوص ہے یا عام؟ اگر مخصوص ہو تو انبیائے سابقین کی نبوت ہے اور اگر عام ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے مختص ہو یہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت ہے،، ابام شعرانی کی کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وحی کے ذریعے کسی شی، کو نازل کیا گیا جس کا عمل اور اثر نبی کی ذات کیلئے محدود اور مقصور ہے تو یہ بھی نبوت ہے اور اگر وہ شی، جس کا بذریعہ وحی لقاء کیا گیا وہ شی، نبی کی ذات تک محدود نہیں اس کے لقاء اور نزول کا مقصد اس نبی کی ذاتی اصلاح اور تہذیب نہیں بلکہ تبلیغ ہے تو اگر شی ملقی الیہ خاص ہو تو یہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء کی نبوت ہے اور شی ملقی عام ہے یہ رسالت ہے اور نبی کریم ﷺ کی رسالت ہے لیکن تہذیب نفس اور اصلاح ذات کیلئے کی جانے والی وحی

وحی، نبوت ہے اور وہ شخص نبی ہے،،

علامہ تورپستی نے نقل فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ در اول نبوت پیغمبر ﷺ تے فرشتہ تاموکل او کرده بود تاوے را از آنچہ ضرورت وقت او بود در طریق عبودیت آگاہ میگرد، و در حدیث بدیں لفظ آمده است کہ فکان الکلمة او الکلمتین“ (المعتمد فی المعتقد) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی نبوت کے مرحلہ پر ایک فرشتہ کو مقرر کر رکھا تھا جو ایک مدت تک آپ کو عبودیت کی راہ میں وقتی ضروریات سے آگاہ کرتا تھا یعنی آپ ﷺ کو ایک کلمہ یا دو کلمے سکھاتا تھا،،

نبی کیلئے دعوت و ارشاد اور تبلیغ شرط نہیں

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: بعضے گفتہ اند نبوت آنحضرت ﷺ مقدم است بر رسالت وے، و بر مذہب محدثین در نبوت تبلیغ و انداز شرط نیست و نزول وحی برائے نفس کافی است چنانچہ سورۃ اقرآء برائے تعلیم و تکمیل وے نازل شد و آں نبوت است بعد از اں نازل شد سورۃ یالہھا المدثر برائے تبلیغ و انداز و ایں رسالت است“ (مدارج النبوت: ج: ۲: ص: ۳۵) ترجمہ: بعض محقق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت آپ کی رسالت پر مقدم ہے محدثین کے مذہب پر نبوت میں دعوت و انداز اور تبلیغ احکام شرط نہیں نبی کیلئے نزول وحی تہذیب نفس اور اصلاح کیلئے کافی ہے چنانچہ سورۃ اقرآء تعلیم و تکمیل نفس کیلئے نازل ہوئی ہے اور یہ دلیل نبوت ہے اور اس کے بعد سورۃ یالہھا المدثر نازل ہوئی ہے جو دعوت و انداز اور تبلیغ احکام پر مبنی ہے اور یہ رسالت ہے یہ اقتباس ماقبل مذکورات کے منافی اور مناقض نہیں ہے بعض محققین کا یہ مذہب تحریر ہوا ہے جو مرجوح اور از قبیل شاذ ہے،،

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”نکتہ اول دریں جا ایں کہ عادت تربیت در نبی

آدم تدریجاً راقضا میکند پس اگر اول وہلہ آنحضرت ﷺ را بوحی قرآن مشرف سے ساختند تحمل
 آں را طاقت نئے آوردند، ناچار اول در خواب کہ حالت غفلت ازیں عالم است القائے علوم
 جزئیہ شروع فرمودند، تا مر اور عادت تلقی علوم از عالم غیب پیدا شود“ (تحقیقات: ۱۲۸) ترجمہ:
 یہاں ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ نبی آدم کی تربیت میں اصول یہ ہے کہ وہ تربیت تدریجاً ہو، یعنی
 یک لخت مقصود کی انتہا تک نہ پہنچایا جائے بلکہ درجہ بدرجہ ترقی دیکر منزل معبود تک لے جایا جائے
 اگر پہلے ہی مرحلہ پر آپ کو وحی، قرآن سے مشرف فرمایا جاتا تو آپ کو اس کے برداشت کرنیکی
 طاقت نہ ہوتی، اس ضرورت کے تحت آپ پر وحی منامی کا نزول ہوا، جو عالم دنیا سے لا تعلقی کا
 مقام ہے، اس وحی منامی کے ذریعے آپ کو نبوت کے جزوی علوم دیئے جانے لگے تاکہ ان علوم
 کی تلقی سے آپ کو عالم غیب کے علوم کے حصول کی عادت پڑ جائے،،

نزول وحی سے قبل آپ کی نبوت خارج میں موجود تھی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی نزول قرآن سے قبل وحی منامی کے ذریعے علوم
 نبوت دیئے جانے کی تصریح فرمائی ہے، اس سے قبل علامہ قونوی ملا علی قاری، علامہ سلیمان الجمل
 ، شیخ نور الدین المعروف ابن جزار، محی الدین ابن عربی علامہ تورپستی، شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی
 ، قاضی عیاض، علامہ انور شاہ کشمیری، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہ رحمہم اللہ علیہم کی
 تصریحات گزر چکی ہیں جن سے ثابت اور واضح ہوا کہ نزول وحی (نزول قرآن سے) پہلے آپ
 پر وحی نازل ہوتی تھی، جو آپ پر احکام نبوت، اور نفس مقدسہ کی اصلاح اور تہذیب کیلئے ہوتی تھی
 اور عالم دنیا کا کوئی خطہ ظہور قدسی سے قبل اور بعد ایسا نہیں جس پر آپ کے انوار رسالت کی
 برسات نہ ہوئی ہو جب یہ تمام حقائق ہیں، نبوت و صداقت سے مزین ہیں تو غلام محمد بندیا لوی

نے کیسے کہہ دیا ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ بالقوہ نبی تھے، بالقوہ کی تعریف جو ان کے بدست تحقیقات: ص: ۳۱،، پر مرقوم ہے اس کی روشنی میں رویائے صادقہ، الہامات، وحی خفی کی آمد، آواز کا سننا نور کا دیکھنا، تعلیم نفس کیلئے فرشتہ کا مامور فرمایا جانا بوقت ظہور قدسی کائنات کا نور کی گھٹاؤں میں ڈوب جانا، چاند سے باتیں کرنا انگلی کے اشارے پر چاند کا ادھر ہی جھب جانا، شکم مادر میں لوح پر قلم کے چلنے کی آواز کو سننا، ستاروں کا حجرہ آمنہ کے قریب آ جانا کسی اور انسان کیلئے کیوں نہ ہوا؟ جبکہ بالقوہ کی عموم معنویت اور لازمیت ہر فرد انسانی کو محیط ہے ماننا پڑیگا کہ نزول قرآن، نزول وحی سے قبل آپ نبی تھے، یعنی آپ کی نبوت کا تحقق اور ثبوت خارج میں موجود تھا جسکی بناء پر نزول قرآن سے قبل بھی بصورت علامات نبوت اور معجزات کا ظہور ہوتا رہا ہے اسی لئے علماء نے خوارق عادات کو نبوت کی علامات اور معجزات کے عنوان میں ذکر کیا ہے،، جو داخل اور ثبوت ہائے نبوت ہیں،، اگرچہ عملی اور تشریحی طور پر بالفعل نبی نہ تھے،، مذکورہ بالا واقعات و حالات چونکہ حسی اور خارجی طور پر پائے گئے ہیں، اسی لئے علمائے محدثین نے ان واقعات کو معجزات نبوت اور علامات نبوت کے عنوانات کو معنوی طور پر یکسانیت اور وحدت منہوم سے تعبیر فرمایا ہے،، اس کیلئے دیکھئے اشعة اللمعات جلد چہارم: ص: ۵۱۶)

فرمایا: ”و شک نیست کہ معجزات ہمہ علامات نبوت است، و معلوم نشد کہ مولف کہ دو باب عقد کردیکے در علامات نبوت و دیگر در معجزات چه وجه است وجه فرق نہادن میان علامت و معجزه، با آنکہ در ہر دو باب خوارق ذکر کردہ و جہتی موجبہ برائے آن ظاہر نمے شود“ ترجمہ ”اور کوئی شک نہیں کہ معجزات سارے کے سارے نبوت کی علامات ہیں،، اور یہ معلوم نہیں کہ مولف ”صاحب مشکوٰۃ“ نے ان کو دو الگ الگ ابواب میں کیوں ذکر کیا ہے، باوجودیکہ ہر دو ابواب میں خوارق عادات کو ذکر کیا ہے الگ الگ ذکر کرنے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی،، سوال یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت اور موجود فی الخارج نہ ہوتی تو ان خوارق عادات کا ظہور، وجود اور ثبوت

غلام محمد بند یا لوی شرقپوری کی منطق کہ آپ بالقوہ نبی تھے کا تحقیقات سے ایک اور جواب

غلام محمد بند یا لوی شرقپوری نے کہا کہ: واقعی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارواح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور عالم اجساد میں ظاہر ہونے پر چالیس سال تک ولایت کبریٰ اور محبوبیت عظمیٰ کے مرتبہ پر فائز تھے اور باطنی اور روحانی نبوت کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بالقوہ نبی تھے،، (تحقیقات: ۳۷، ۳۸) اولاً: یہ موقف، تحقیقات کے خلاف ہے کیونکہ تحقیقات نے علی الاطلاق نبوت و چالیس سال کی تکمیل میں محدود اور محصور کیا ہے اور اسی پر مواد نقل کیا ہے،،

ثانیاً: ولایت کبریٰ اور محبوبیت کا قول بھی محل نظر ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے، علامہ ابوشکور محمد بن عبد السعید سالمی رحمہ اللہ نے فرمایا! نبی اظہار نبوت اور وحی سے قبل ولی ہوتا ہے یعنی لوگوں کے روبرو وہ ولی ہوتا ہے اگرچہ اللہ کے نزدیک تو اس وقت بھی نبی ہی ہوتا ہے اور قبل ظہور نبوت اظہار کرامت جائز ہے، جیسے ہمارے نبی مکرم علیہم اجمعین کیلئے جائز ہے کہ ظہور نبوت و قبل وحی لوگوں کے نزدیک ولی اور خدا کے نزدیک نبی تھے،،

علامہ عبد السعید سالمی کا یہ کلام واضح دلیل ہے کہ ظہور نبوت اور نزول وحی سے قبل نبی لوگوں کے نزدیک ولی ہے مگر اللہ کے ہاں پھر بھی نبی ہی ہے اللہ کے ہاں کیوں نبی ہے؟ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق اور فطرت نبوت پر رکھی ہے۔

علامہ کے اس کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت کا محل روح ہے، جسم اس کے اظہار اور کردار کا آئینہ اور آلہ کار ہے اوصاف نبوت سے روح متصف ہوتی ہے روح ہی بار نبوت کی متحمل ہوتی ہے: علامہ شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی نے فرمایا: ”فقد علم اتصاف حقیقہ ﷺ بالا

وصاف الشریفة المفاضة علیہ من الحضرة الالهیة من اول الامر قبل کل شی
وانما تاخر اتصافہ بالاوصاف الوجودیہ العینیة لجسده لما وجد فی
الدنیا“ (جواهر البحار: ج ۳، بحوالہ تحقیقات: ص ۳۴)

ترجمہ: تو معلوم ہوا کہ آپ کی حقیقت مقدمہ کا اوصاف شریفہ کمالیہ کے ساتھ موصوف اور
متصف ہونا جو آپ پر بارگاہ الوہیت کی طرف سے فیضان کئے گئے تھے اول الامر سے ہی ہے
جب کہ کوئی شی تخلیق نہیں کی گئی تھی تاخیر صرف اور صرف یہ تھی کہ جب آپ دنیا میں وجود اطہر کے
ساتھ موجود ہوں تو ان اوصاف وجودیہ خارجیہ کے ساتھ آپ کی ذات اقدس کو موصوف اور
متصف کر دیا جائے،، یہ عبارت صریحاً اس بات پر دلالت کر رہی ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شی کی تخلیق
سے پہلے وہ تمام اوصاف و فضائل کمالات و معجزات عطا فرمائے جو آپ کے شایان شان تھے
،، اور آپ کی حقیقت و ذات کو ان سے موصوف اور متصف فرمایا لیکن یہ اوصاف و کمالات اپنے
وجود حسی، یعنی کے ساتھ اس وقت ظاہر ہوئے جب آپ اپنے جسد اطہر کے ساتھ دنیا میں جلوہ گر
ہوئے، یعنی ان اوصاف کا حسی اور خارجی وجود آپ کے ظہور قدسی اور دنیا میں جلوہ گری تک موخر
رہا جب آپ دنیا میں ظہور پذیر ہوئے تو آپ ان اوصاف سے حسی اور خارجی طور پر موصوف اور
متصف کر دیئے گئے۔

ہر شی سے پہلے آپ کا جوہر نوری تخلیق ہوا

ہر شی سے پہلے آپ کے جوہر نوری کو پیدا فرمایا گیا جیسا کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ ”کہ اے جابر
سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا، یہ نور حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ
والسلام میں ڈھالا گیا اور وصف نبوت سے موصوف اور متصف گردانا گیا اور یہ اتصاف اول الامر
سے ہے اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”كنت نبيا و آدم بين الماء والطين“ لیکن

یہ نبوت عالم ارواح میں ارواح انبیاء اور ملائکہ کی تربیت اور تعلیم تک محدود اور محصور تھی،،

یہ نبوت سلب ہوئی نہ منقطع بلکہ آپ ﷺ کی دنیا میں آمد اور جلوہ گری تک اس کا حسی خارجی اور عینی وجود موخر کر دیا گیا ہے جب آپ ﷺ کا ظہور اور وجود حسی طور پر پایا گیا تو نبوت بھی حسی اور خارجی طور پر پائی گئی،، ”وانما تاخر اوصافه بالاوصاف الوجودیہ العینیہ، اوصاف وجودیہ عینیہ (خارجیہ محسوسہ) کیا ہیں؟ اوصاف نبوت کمالات رسالت یہ اوصاف اول الامر سے ہی آپ ﷺ کو بارگاہ الوہیت سے فیضان ہو چکے ہیں، ان سے آپ کا روحانی اوصاف بہ تسلسل چلا آ رہا ہے، عالم دنیا ان اوصاف کے انوار اور فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتی رہی ہے لیکن عالم دنیا میں ان امور (نبوت و رسالت کے اوصاف و کمالات) کا وجود حسی خارجی کب متحقق ہوگا؟ ”لجسدہ لما وجد فی الدنیا“ جب آپ کا جسد انور دنیا میں پایا جائے گا کیونکہ نبوت اور رسالت اور اوصاف شریفہ کا تعلق آپ کے جسد اطہر کے ساتھ ہے،، جب جسد اطہر کا تعلق ان اوصاف کمالیہ کے ساتھ ہو رہا ہے اور جسم اطہر کے ظہور اور وجود پر ان کا تحقق عینی خارجی پایا گیا ہے تو پھر یہ نبوت بالقوہ کیسی؟ یہ تو نبوت متحقق فی الخارج بجمع اوصافہا ہے اور واذ ثبت الشی ثبت بجمع لوازمہا“ کی تعبیر و تشریح ہے اگر آپ کا ظہور قدسی ان اوصاف شریفہ (نبوت، رسالت اور ان کے لوازمات) سے متصف اور موصوف نہ ہوتا تو خوارق عادات کا ظہور کیوں ہوتا؟ جو نبوت کیلئے علامات اور معجزات ہیں،،

پیدائشی نبی ہونے کا اعتراف پھر انکار کیوں؟

غلام محمد بند یا لوی شرقپوری نے یہ تحریر کیا کہ لیکن سوائے حضرات عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام یا نبی کریم ﷺ کے دوسرے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش پیغمبر کے حق میں پیدائشی نبوت کا قول

اسلاف میں سے کسی نے نہیں کیا،،

معلوم ہوا غلام محمد بند یا لوی کا عقیدہ (موقف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائشی نبی ہونے پر بھی ہے پیدائشی نبوت کے حوالے سے انہوں نے تین انبیاء کو نامزد بھی کیا، سوال یہ ہے کہ اگر نبوت سے متصف اور موصوف ہو کر دنیا میں جلوہ گر ہوئے ہیں تو ان کے ممدوح نے ایک ضخیم مواد اس بات پر کہ نبوت چالیس سال کی تکمیل کے بعد دی گئی وحی کے نزول سے ہی نبوت کا ثبوت اور وجود متحقق ہوتا ہے،، کیوں جمع کیا؟

اگر تحقیقات کے مندرجات ”کہ نبوت چالیس سال کے بعد ملتی ہے“ درست ہیں تو ان کے پیدائشی نبی ہونے کا موقف کیا حیثیت اور کون سا محمل اختیار کرے گا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدائشی نبی ہونے پر یہ دلیل دی گئی ہے کہ: رباً معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چالیس سال کی عمر سے پہلے نبی بن جانے کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ محض بشر نہ تھے وہ نصف، نصف تھے آدھے بشر تھے اور آدھے روحانی تھے کیونکہ وہ حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ان کے امی جان حضرت مریم میں تین نفخ اور پھونک سے پیدا ہوئے تھے تو ان میں بشریت والا ضعف (روح الامین کے نفخ کی آمیزش سے) قوت اور توانائی میں بدل گیا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر قوت برداشت اور استعداد تحمل میں زائد ہو گئے۔

تحقیقات کی یہ تقریر اور عیسیٰ علیہ السلام کیلئے استعداد نبوت کیلئے کی گئی یہ توجیہ مان لیتے ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام آدھے بشر اور آدھے روحانی تھے کیونکہ وہ جبریل امین کے نفخ اور پھونک سے پیدا ہوئے تھے، اور اسی وجہ سے ان میں تحمل اور ضبط موجود تھا لیکن جو ذات اول الامر سے ہی تمام اوصاف شریفہ کمالیہ کی جامع چلی آرہی ہے عالم ارواح میں عملی اور بالفعل نبوت سے متصف ہے انبیاء اور ملائکہ کیلئے مربی اور معلم ہے ان ارواح انبیاء میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کی روح موجود نہ تھی؟ آپ کی ذات مقدسہ ”کنت نبیا الحدیث پر فائز ہو کر روح عیسیٰ علیہ السلام کیلئے معلم

اور مربی نہ تھی؟ اور ملائکہ میں جبریل آمین رسول اللہ ﷺ کے زیر تعلیم اور زیر تربیت نہ تھے جبریل آمین بذات خود رسول اللہ ﷺ کی ذات ارفع و اعلیٰ سے اکتساب فیض نہیں کر رہے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی روح مقدسہ تعلیمات نبویہ سے مستفیض نہیں ہو رہی تھی؟ تعلیم و تعلم اور تربیت کیلئے فریقین کا ہم مجلس اور آمنے سامنے ہونا ضروری ہے، جب تربیت و تعلیم کا سلسلہ عالم ارواح میں موجود ایک دوسرے کی رویت اور ہم مجلس ہونا بھی متحقق ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انوار جبریل، انوار نبوت پر غالب آجائیں؟

ثانیاً: عیسیٰ علیہ السلام آدھے روحانی ہیں رسول اللہ ﷺ روحانی نہیں (جبریل کے نفخ اور پھونک کا نتیجہ نہیں) بلکہ نور ہیں آپ کی حقیقت نوری ہے آپ نے خود ارشاد فرمایا: ”اول ما خلق اللہ نوری“ ارشاد باری تعالیٰ ”قد جئکم من اللہ نو و کتاب مبین بھی آپ کے بارے میں نازل ہوا ہے آپ کی حقیقت حقیہ پر آپ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ای جبریل او نبی مرسل ای نفسہ الانفس“ (شرح فقہ اکبر:)

یہ کیسے قابل تسلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن سے اس لئے نبی اور رسول تھے کہ وہ آدھے روحانی اور آدھے بشر تھے تعجب ہے کہ جو نفخ جبریل ہو وہ تو نبی اور رسول ہے اور جو ذات مجسمہ نور ہو، تمام نوریوں کا مبداء اور تمام نوریوں کی بے تاج بادشاہ معلم اور مربی ہو وہ نبی اور رسول نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا اظہار ”انی عبد اللہ الایہ سے شروع فرمایا۔ یعنی اپنی عبدیت سے اظہار نبوت اور رسالت فرمایا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت اپنی رسالت کا اظہار تحمید باری تعالیٰ (الحمد للہ) سے فرمایا، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے آپ کے پیدائشی نبی ہونے پر دلائل نقل فرماتے ہوئے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا یہ قول نقل فرمایا: ”لما سقط رسول اللہ ﷺ علی یدی واستهل سمعت قائلاً یقول رحمک

اللہ“ ترجمہ: دنیا میں ظہور قدسی کے بعد جب آپ ﷺ میرے ہاتھوں میں آئے تو یہ کہتے ہوئے سنا اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ای رفع صوتہ بان عطس وقال الحمد لله“ (شفاء شریف ج: اول ص ۳۷) ترجمہ: آپ کو چھینک آئی تو آپ نے بلند آواز سے کہا الحمد للہ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے جواب میں کہنے والے نے رحمک اللہ کہا۔

اگر جناب عیسیٰ علیہ السلام آدھے روحانی اور آدھے بشر ہو کر اورانی عبد اللہ فرما کر نبی اور رسول ہیں تو جو ذات نور الانوار منبع روحانیت مبداء کائنات معلم ملائکہ اور ارواح انبیاء کے لئے مربی ہو وہ الحمد للہ اونچی آواز سے کہنے کے باوجود نبی نہیں، یا للعجب

آپ ﷺ نزول وحی سے پہلے بالقوہ نبی نہیں تھے

حضرت امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے الحافظ ابوالفضل بن حجر کے حوالے سے لکھا کہ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں سیر الواقدی سے نقل فرمایا: ”ان النبی ﷺ تکلم اوائل ما ولد و ذکر ابن سبع فی الخصائص ان مہدہ کان یتحرک بتحرک الملائکہ، وان اول کلام تکلم بہ ان قال، اللہ اکبر کبیرا، والحمد للہ کثیرا“ (الخصائص الکبری ج: ۱ ص ۱۷۷)

ترجمہ: پیدائش کے بعد آپ نے سب سے پہلے کلام فرمایا، محدث ابن سبع نے الخصائص میں نقل فرمایا ہے کہ آپ کے پنگھوڑے کو فرشتے جھولاتے تھے، اور سب سے پہلے جو آپ نے کلام فرمایا وہ اللہ اکبر کبیرا اور الحمد للہ کثیرا ہے،،

چاند سے ہم کلامی اور اشارے سے جھٹکنے والی روایت البدائیہ والنبیہ کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے اس میں ایک راوی احمد بن ابراہیم الجیلی ہے وہ مجہول ہے اس نے تفرد سے کام لیا ہے

امام جلال الدین السیوطی نے فرمایا: ”وقال الصابونی: هذا حديث غريب الاسناد، والمتمن في المعجزات حسن“ (الخصائص: ایضاً)

ترجمہ: محدث صابونی نے فرمایا کہ چاند سے ہمکلامی اور اشارہ پر جھکنے والی روایت کے اسناد غریب ہیں لیکن چونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے اس لئے اس کا متن حسن ہے

مندرجہ بالا روایات میں رسول اللہ ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے باب معجزات میں ان کے متون حسن ہیں سند غریب اور ضعیف ہی کیوں نہ ہو،، جب محدثین نے ان روایات کو معجزات کے ضمن میں درج فرمایا، اور ان مذکورہ بالا امور کو معجزات کہا، متن کو بھی معجزات کی قوت اور حیثیت سے حسن کا درجہ دیا تو ماننا پڑیگا کہ یہ روایات متن کے لحاظ سے حسن ہیں،، اور یہ امور معجزات ہیں، معجزات اسی لئے ہیں بحیثیت نبی ان امور کا آپ ﷺ سے ظہور اور صدور ہوا ہے یہ معجزات حسی اور خارجی طور پر پائے گئے ان کا تحقق خارجی، یعنی ہوا، لہذا جس نبوت کے یہ معجزات ہیں وہ نبوت موجود، متحقق فی الخارج ہوئی اس نبوت کو، نبوت بالقوہ کہنا غلط ہے جیسا کہ غلام محمد بندیا لوی شرچوری نے تحقیقات کے حص: ۳۷، ۳۸، پر کہا ہے۔

غلام محمد بندیا لوی کا قول امام سہلی کی نظر میں مردود ہے

موصوف نے لکھا: دریافت طلب امر یہ ہے کہ سارے انبیاء علیہم السلام تو بالا جماع آغاز ولادت سے نبی نہیں بلکہ چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد اس منصب پر فائز ہوئے تو اس دلیل کی رو سے ان کو بھی روز ولادت سے نبی ماننا لازم ہوگا، اور اس امر کا لازم بھی واضح ہے اور اس کے بطلان پر بھی اجماع ہے لہذا کوئی صاحب عقل و دانش اس طرز استدلال کو کیونکر اپنا سکتا ہے،،

(تحقیقات: ۳۳)

بالکل درست ہے جو کلیہ موصوف نے تحریر کیا ہے کہ سارے انبیاء علیہم السلام بالاجماع آغاز ولادت سے نبی نہیں،، اس کو کوئی صاحب عقل و دانش تسلیم نہیں کرتا امام اہل سنت علامہ ابو شکور محمد بن عبد السعید سالمی کشمی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس لئے کہ نبوت جیسا کہ ہم نے بیان کیا، انبیاء سے نزول وحی سے قبل ثابت ہوتی ہے تو بعد الوفاات نبوت زائل نہیں ہوتی۔ (التمہید: ۱۸۳)

مزید فرمایا: اس لئے کہ نبی اظہار نبوت اور وحی سے قبل ولی ہوتا ہے یعنی لوگوں کے روبرو وہ ولی ہوتا ہے اگرچہ اللہ کے نزدیک وہ اس وقت بھی نبی ہوتا ہے،، مثال دیتے ہوئے فرمایا: جیسے ہمارے نبی مکرم حضور پر نور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہم صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین ظہور نبوت و قبل وحی لوگوں کے نزدیک ولی اور خدا کے نزدیک نبی تھے،، (التمہید: ۱۸۰)

مزید فرمایا: اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں: کہ انبیاء کرام علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں، اور معصوم واجب العصمتہ اور رسول قبل وحی رسول اور نبی ہوتا ہے اور مامون ہوتا ہے، دلیل اس کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا قول ہے عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی اور تصدیق فرمائی، جب کہ وہ مہد پرورش میں تھے: ”قال انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیاً“ (مریم: التمہید: ۱۷۵)

امام سالمی نے دلیل نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ: اور معلوم ہے کہ بچوں کو وحی نہیں ہوتی،، اور کتاب نہیں ملتی، مگر نبی اور رسول کو یہ نص قطعی ہے بغیر تاویل و تعریض کے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

امام رحمہ اللہ نے دلیل قطعی سے ثابت فرمایا کہ نبی وحی سے قبل بھی نبی ہوتا ہے اور معصوم من الخطاء، ہوتا ہے امام سالمی رحمہ اللہ نے حسی دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت اور رسالت کا اعلان فرمایا تو مہد پرورش میں تھے اگرچہ چالیس سال عمر کی تکمیل و بطور شرط لازم لیا جائے تو تین خرابیاں لازم آتی ہیں، (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں نہ رسول جبکہ

امام نے آپ کے قول اور شہادت قرآن کو نص قطعی فرما کر انکار کو کفر قرار دیا ہے، (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بے محل اور غیر مطابق للواقع قرار پاتا ہے کہ نبی اور رسول واقع میں نہیں کیونکہ شرط نبوت چالیس سال کی عمر کا ہونا نہیں پایا جا رہا جبکہ نبی کا کلام محل اور واقع کے مطابق ہوتا ہے، (۳) کلام کا مطابق للواقع نہ ہونا کذب ہے جو گناہ کبیرہ ہے، اللہ کا نبی جس طرح نزول وحی کے بعد معصوم عن الخطاء ہے اسی طرح نزول وحی اور دعوی نبوت سے قبل بھی معصوم عن الخطاء ہے اور بطور وجوب اس کیلئے عصمت کا ثبوت لازم ہے،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام معجزہ ہے

علی سبیل الفرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ اخبار مافی المستقبل ہے یعنی زمانہ مستقبل میں جس امر کا تحقق لازمی اور ضروری ہے لفظ ماضی کے ساتھ اس کو تعبیر کیا گیا ہے یہ دلیل نبوت نہیں، جیسا کہ شرح مواقف میں ہے: ”واما قوله وجعلنی نبیا فهو كقول النبی علیہ الصلوۃ والسلام كنت نبیا و آدم بین الماء والطين فی انه تعبیر عن المتحقق فیما یستقبل بلفظ الماضی“

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان بالفاظ قرآن کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے یہ اسی طرح ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم (علیہ السلام) پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے، علامہ جرجانی رحمہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مشابہ قرار دیکر مشبہ اور مشبہ بہ کی صورت پیدا کی ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ وجہ شبہ کیا ہے؟

حضرت عیسیٰ کے قول کا تعلق اس امر سے ہے جس کا حتمی اور یقینی ہونا مستقبل میں ہے اور حضرت محمد رسول اللہ کے فرمان کا تعلق عالم امر یعنی اول الامر سے ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں یہ امر اتفاقی اور اجماعی ہے اختلاف معنوی واقعی نفس الامری کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پاک کے ساتھ تشبیہ دینا محل نظر ہے۔

سید سند شریف جرجانی اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی

پھر رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذی شان آپ کی عظمت بیکراں اور فضیلت مجردہ کا اظہار ہے جس پر تمام محدثین اور مفسرین کا اجماع ہے جن کے مقابل متکلمین کے اقوال بحکم مرجوح ہیں، رسول اللہ ﷺ کے ارشاد عالی کو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے مشابہ قرار دینے سے آپ کی شان یکتائی اور فضیلت منفردہ کی نفی اور انکار لازم آتا ہے اسی لئے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ نے فرمایا ونبینا علیہ السلام کان فی نشاتہ الروحانیۃ نبیا للارواح و متوسطا فی تعیین حصص کمالاتہم الروحانیۃ الی بحسبہا یتظهر کمالاتہم الجسمانیۃ کما یروی عنہ علیہ السلام، اول ما خلق اللہ نوری“ (شرح مواقف، حاشیہ)

ترجمہ: ہمارے نبی کریم ﷺ اپنی روحانی حالت اور نوری کیفیت میں تمام ارواح کیلئے نبی تھے (عالم ارواح میں نبی تھے) اور ارواح کے روحانی حالات اور حصص کے تعیین میں آپ ہی واسطہ تھے جو کمالات عالم اجسام میں ان سے ظاہر ہوئے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

اخبار بالغیب معجزہ ہے

پھر اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو تعبیر مستقبل بلغظ ماضی قرار دیا جائے تو یہ اخبار الغیب ہے،، علامہ جرجانی نے توضیح کرتے ہوئے نقل فرمایا: ”واما ان یکون تاخرہ بزماں

متداول مثل ان يقول معجزتي ان يحصل كذا بعد شهر فحصل فاتفقوا على انه معجز، دال على ثبوت النبوة لكن اختلفوا في وجه دلالة فقيل اخباره عن الغيب، فيكون المعجز على هذا القول للدعوى لكن تخلف علمنا يكونه معجزاً“ (شرح مواقف طبع)

اگر اس امر کا ظہور اور وجود طویل مدت تک موخر ہو مثلاً مدعی نبوت یہ کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ ایک ماہ کے بعد یہ امر ایسے ہو جائے گا ایک ماہ گزرنے پر وہ امر اسی طرح ہوا جس طرح اس نے کہا تھا تو اس پر متکلمین کا اتفاق ہے وہ معجزہ ہے جو اس شخص (مدعی نبوت) کی نبوت پر دلالت کر رہا ہے لیکن اس کے وجہ دلیل ہونے میں متکلمین کا اختلاف ہے کہ یہ امر جو مہینہ گزرنے پر اسی طرح واقع ہوا ہے یہ کس پہلو اور کس وجہ سے دلیل نبوت ہے ایک قول یہ ہے کہ اس میں غیب کی خبر دی گئی ہے اور یہ قول اخبار عن الغیب کی وجہ سے دلیل نبوت ہے اور چونکہ یہ قول دعویٰ کے بعد ہے اس لئے دلیل نبوت ہے ہمیں اس کے معجزہ ہونے کا علم بعد میں ہوا ہے،

پھر شرح المواقف میں فرمایا گیا: ”والحق ان المتأخر هو علمنا بكونه معجزاً يعني ان المختار هو القول الاول لان اخباره كان اخباراً بالغيب في نفس الامر فيكون معجزاً مقارنة للدعوى“ (ص طبع)

ترجمہ: حق بات یہ ہے کہ اس کے معجزہ ہونے کا علم ہمیں تاخیر سے ہوا ہے مختار قول اول ہی ہے اس لئے کہ مدعی نبوت کی اخبار بالغیب نفس الامر میں غیب کی خبر ہے پس یہ خبر بالغیب اس مدعی نبوت کا معجزہ ہے جو دعویٰ کے مقارن اور متصل ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ”انی عبد الله الاية“ اگر اخبار مانی مستقبل کے طور پر لیا جائے تو بھی معجزہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں دلیل نبوت ہے اور مقارن اور ملاصق للدعویٰ ہے اسی لئے علامہ امام ابو شکور عبد السعید السالمی کشی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی وحی اور اظہار نبوت سے پہلے بھی نبی ہے اور واجب العصمة

ہے۔ (جزاۃ اللہ احسن الجزاء)

وحی سے قبل نبی واجب العصمتہ ہوتا ہے

علامہ امام ابو شکور عبدالسعید السالمی کشنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اس کا سچ بھی جھوٹ ہوتا ہے اور باوجود شبہ واقع ہونے کے اس دعوی نبوت میں اور ایسے شخص پر وحی نازل کرنا جائز نہیں جو کاذب ہو اور دعوی میں شبہ ظاہر ہو، اور اس لئے کہ اگر وحی سے قبل جھوٹا دعوی نبوت کرے اور پھر بعد وحی وہ سچا دعوی نبوت کرے تو پھر پہلے کی طرح یہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اگر وہ ایسے گناہوں سے معصوم نہ ہو جو سقوط عدالت کا موجب ہیں تو وہ فاسق ہوگا اور فاسق اہل شہادت سے نہیں کیونکہ شبہ اس میں گھر کر گئی ہے متمکن ہو گیا ہے، وجہ یہ ہے جب اس میں اتنی دیانت بھی نہیں کہ فسق سے باز رہے اور منع کرے تو بسا اوقات وہ جھوٹ اور کذب سے بھی احتراز نہیں کرے گا اس لئے ہم نے کہا حکمت کے خلاف ہے کہ جھوٹے اور فاسق شخص پر وحی نازل کی جائے تو نہ صرف جواز بدیہ واجب ہے کہ وہ وحی سے پہلے معصوم ہو، اس لئے کہ جو چیز جواز میں ہے تو اس میں نبی، غیر نبی امت سب مساوی ہیں کہ جائز ہے کہ وہ معصوم ہو، اور جائز ہے کہ معصوم نہ ہو تو عصمت انبیاء بہ طریق وجوب ثابت ہوگئی نہ کہ بطریق جواز تو جب نبی قبل وحی واجب العصمت ہوئے تو ثابت ہوا کہ وہ نبی تھے اس لئے غیر کا (جو نبی نہ ہو) معصوم ہونا واجب نہیں، تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء کے حق میں عصمت واجب ہے تو ضروری ہوا کہ معصوم ہوں،، (التمہید ابو شکور السالمی ص ۱۶، مکتبہ فرید بکسٹال لاہور)

علامہ امام ابو شکور عبدالسعید السالمی کشنی رحمہ اللہ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء، وحی کے نزول سے قبل بھی معصوم ہوتے ہیں، اور ان کا معصوم ہونا واجبات میں سے ہے، اور یہ اس لئے ہے کہ

نبی نزول وحی سے قبل بھی نبی ہوتا ہے اگر نبی نہ ہو تو واجب العصمتہ بھی نہ ہو، اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے فرقہ کرامیہ کا مذہب ہے کہ نبی قبل وحی نبی نہیں ہوتا مگر معصوم ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ولی ہوتا ہے، فرقہ کرامیہ کی شاخ متقشفہ کا یہی عقیدہ ہے،، (التمہید ابو شکور سالمی: ۱۶۶) غلام محمد بندیا لوی شرقپوری رقم طراز ہیں: اور اللہ تعالیٰ نے جن ہستیوں کو اس اعلیٰ ترین منصب پر فائز کرنا ہوتا ہے روز ازل سے ہی ان کو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے تحت طاہر و مطہر اور بے داغ سیرت و کردار کا مالک بنا دیتا ہے تاکہ اعلان نبوت کے بعد کسی بد باطن کو ان کے دامن عظمت پر ایسی گرداڑا نہ لانے کا موقعہ ہی نہ ملے،

بندیا لوی صاحب کی تحریر سے ثابت اور واضح ہوا کہ ان کا عقیدہ ہے کہ روز ازل سے ہی اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کو طہارت پاکیزگی اور بے داغ سیرت و کردار کے نمونے بنا کر بھیجتا ہے اور وہ نمونہ بن کر کیوں آتے ہیں، اس لئے کہ وہ نبی ہیں، جیسا کہ امام عبدالشکور سالمی نے یہ عقیدہ اہل سنت قرار دیا ہے، عصمت و طہارت کو ضروری اور واجب کیوں قرار دیا گیا کیونکہ یہ نبوت کی علامت اور اس کی تعبیر اور تشریح ہے اگر یہ شخص نبی نہ ہوتا تو اس کی سیرت و کردار کو، طاہر اور مطہر اور بے داغ کیوں بنایا جاتا جبکہ دیگر افراد انسانی اس اعزاز اور اس انعام سے محروم ہیں، ثابت ہوا عصمت دلیل نبوت ہے اور ماہیت نبوت کو لازم ہے یعنی جو نبی ہوگا وہی معصوم ہوگا اس کیلئے عصمت واجب ہوگی انبیائے کرام جب روز اول سے ہی معصوم چلے آ رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے تحت ان کو معصوم بنایا اور معصوم پیدا کیا ہے تو پھر یہ کہنا کہ سارے انبیاء علیہم السلام تو بالا جماع آغاز ولادت سے نبی نہیں چہ معنی دارد؟ (تحقیقات: ۳۴) بندیا لوی شرقپوری کے اپنے کلام سے یہ ضمن، باطل ٹھہرا،،

غلام محمد بندیا لوی کے نزدیک نزول وحی سے قبل آپ ﷺ ولی ہیں

بند یا لوی شر قپوری نے ضمن نمبر ۲، میں یہ تحریر کیا ہے کہ اگر اس دورانہ میں (وحی کے نزول سے پہلے) ولی تسلیم نہ کیا جائے بلکہ عام مومنین کی سطح پر رکھا جائے بلکہ بقول بعض ان کو عام انسانوں کی سطح پر رکھا جائے جن میں کفر اور ضلالت کا نعوذ باللہ تحقق ہو سکے تو اس وقت کیا آپ کا استدلال عام اور اکمل ہو جائے گا یعنی استدلال کی تکمیل اسی صورت ممکن ہے جب نزول وحی سے قبل انبیاء کو ولی تسلیم کیا جائے، معلوم ہونا چاہیے کہ یہ قول غلط ہے اور خود ان کی اپنی تحریر: ص: ۳۵، کے مغائر ہے کیونکہ نبی تو روز اول سے ہی طاہر، مطہر بے داغ سیرت و کردار کا مالک چلا آ رہا ہے معصوم عن الصغار والکبار ہے جبکہ ولی کیلئے ایسی کوئی ضمانت اور ذمہ داری نہیں لی گئی، غوث کبیر عارف کامل سیدی عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ثم ذکر الفرق بین النبوة والولاية بان نور النبوة اصلی ذاتی حقیقی مخلوق مع الذات فی اصل نشأتها ولذا کان النبی معصوما فی کل احواله ونور الولاية بخلاف ذالک“ (جواہر البحار: ج ۱: ص ۱۰۷) پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نبوت اور ولایت کے درمیان فرق کا ذکر فرمایا کہ نبوت کا نور اصلی ذاتی حقیقی ہے اور یہ نور نبی کی ذات کے ساتھ ہی تخلیق کیا گیا ہے جبکہ نور ولایت کی حقیقت اس کے خلاف ہے یعنی نور ولایت ذاتی حقیقی اور اصلی نہیں بلکہ نبی کی متابعت کا اثر اور ثمر ہے معلوم ہوا نبی ابتداءً تخلیق سے نبی ہے جو اپنی ذات کے ساتھ نور ذاتی حقیقی اور اصلی کو لے کر پیدا ہوا ہے، اس کا نور کسی کی اتباع اقتداء کا مرہون منت نہیں بلکہ فیضان خداوندی ہے،، نبوت اور ولایت اپنی اپنی ماہیات کے لحاظ سے بھی باہم مغائر ہیں،، اسی وجہ سے نبی اپنے تمام احوال و معاملات میں معصوم ہوتا ہے جبکہ ولی معصوم نہیں ہوتا،،

اسی لئے عصمت کو نبوت کا لازم قرار دیا گیا ہے،، جب یہ ثابت اور محقق ہو گیا کہ عصمت نبوت کو لازم ہے جو نبی ہوگا وہ معصوم ہوگا ایسا نہیں جو معصوم ہے وہ نبی ہے بلکہ جو نبی ہے وہی معصوم ہے دوسرا کوئی فرد انسانی معصوم نہیں،،

نزول وحی سے قبل رسول اللہ ﷺ کی عصمت پر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے ایک ہی مفہوم کے دو واقعات نقل فرمائے ہیں: ”(العشرون) روی عن علی علیہ السلام عن النبی ﷺ انه قال ما همت بشيء مما كان اهل الجاهلية يعملون به غير مرتين كل ذلك يحول الله بيني وبين ما اريد من ذلك ثم ما همت بعد هما بسوء حتى اكرمني الله برسالته“ (کبیر: ج ۱: ۱۰۷)

ترجمہ: آیہء مقدسہ کی بیسویں توجیہ یہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی ان کاموں میں سے کسی ایک کام کا ارادہ نہیں کیا تھا جو اہل جاہلیت کیا کرتے تھے سوائے دو دفعہ کے، اور ہر دفعہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان افعال کے درمیان حائل ہو گیا جن کا میں ارادہ رکھتا تھا اس کے بعد میں نے کبھی کسی غیر مناسب امر کا ارادہ نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رسالت کے ساتھ نوازا،، ہوا یوں کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ پر بکریاں چرا رہے تھے مکہ تشریف لائے وہاں ایک شادی کی تقریب تھی، وہاں دف اور مزامیر یعنی میوزک بج رہا تھا آپ ﷺ سننے کیلئے بیٹھے پس بیٹھنا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کانوں کو گانے بجانے کی آواز سننے سے عاری کر دیا اور پورے جسم پر نیند مسلط کر دی جو سورج نکلنے تک رہی سورج کی حرارت نے آپ ﷺ کو بیدار کیا، یہ عصمت من جانب اللہ تھی، جیسا کہ آپ نے اس کی وضاحت بحول اللہ بینی وبين ما اريد من ذلك کے الفاظ سے فرمائی ہے سوائے آپ کے شادی کی تقریب میں شامل کسی شخص کی قوت سماعت سلب ہوئی اور نہ ہی نیند مسلط ہوئی،، اللہ تعالیٰ نے شادی کی تقریب میں پائے جانے والے امور جاہلیت سے آپ کو بچایا یہ عصمت ہے جو آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے اگر آپ نبی نہ ہوتے تو نہ اس وقت بچایا جاتا اور نہ بعد کے دور حیات میں اس واقعہ کے دیکھنے اور پڑھنے کے بعد یہ کہنا کہ آپ ﷺ کو چالیس سال کے بعد نبوت دی گئی ہے، قابل تسلیم نہیں بلکہ آپ ﷺ نے خود اس کی وضاحت فرمادی ہے کہ نزول

وحی کے بعد مجھے رسالت دی گئی ہے نبوت نہیں۔

نزول وحی سے قبل نبی ہونے کے دلائل

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وقد يستدل ارباب البصائر على نبوته بوجهين احدهما ماتوا تو احواله قبل النبوة وحال الدعوة الخ، ووثوقه بعصمة الله تعالى في جميع الاحوال“ (شرح عقائد ج ۱)

ارباب بصیرت نے آپ کے نبی ہونے پر دو وجہ سے استدلال فرمایا ہے (۱) اعلان نبوت سے پہلے جو بطریق تواتر آپ کے حالات تھے، اور اعلان نبوت کے بعد دعوت و تبلیغ کا حال دیکھ کر (۲) آپ کی عصمت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام حالات و معاملات میں معصوم ہی رکھا ہے یعنی آپ کے نبی ہونے پر اعلان نبوت سے پہلے کے حالات اور گناہان صغیرہ اور کبیرہ سے اللہ تعالیٰ کا آپ کو بچائے رکھنا (معصوم ہونا) آپ کے نبی ہونے کے دلائل ہیں،، اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپ کے نبی ہونے کی دلیل عصمت بھی ہے جو روز اول (ازل) سے ہی آپ کو حاصل ہے، غلام محمد بندیا لوی شرقپوری نے تحقیقات: ص: ۳۴، ۳۵، ضمن (۲) کے تحت تحریر کیا ہے،، اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روز ازل سے نبی چلے آ رہے ہیں، چالیس سال کی عمر شریف سے پہلے آپ کی ذات شریفہ سے نبوت کی نفی اور سلب غلط ہے۔

شیخ تقی الدین السبکی نے فرمایا: ”وبهذا بان لنا معنى حديثين كان خفيا عنا احدهما قوله ﷺ بعثت الى الناس كافة كذا نظن انه من زمانه الى يوم القيامة“

ترجمہ: آپ پر تمام اولین اور آخرین کے ایمان لانے ان دو احادیث کا معنی ہمارے لئے مخفی تھا وہ ظاہر ہوا، پہلی حدیث جس کا معنی پہلے مخفی تھا اور اب ظاہر ہوا ہے وہ بعثت الى الناس كافة ہے ہمارا گمان یہ تھا کہ یہ آپ کے زمانہ پاک سے لے کر قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کیلئے ہے

اب ظاہر ہوا کہ آپ کی بعثت شریفہ تمام اوّلین اور آخرین کیلئے ہے اور دوسری حدیث جس کا مفہوم مخفی تھا وہ کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین تھی، ہمارا گمان یہ تھا کہ یہ علم کے ساتھ ہے یعنی علم کی حد تک ہے کہ میں نبی ہوں گا، بعد میں ظاہر ہوا نبوت کا معاملہ علم پر امر زائد ہے یعنی فی الواقع آپ اس وقت نبی تھے۔

اس پر عرفائے امت کے اقوال اور دلائل

شیخ ابو عثمان فرغانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ولم یکن داعیا حقیقتا من الابتداء الی الانتہاء الا هذه الحقيقة الاحمدية التي هي اصل جميع الانبياء وهم كالا جزاء والتفاصيل لحقيقته فكان دعوتهم من حيث جزئيتهم عن خلافة من كلهم لبعض اجزائه وكانت دعوته دعوت الكل لجميع اجزائه الی كليته، والاشارة الی ذالك قوله تعالى وما ارسلناك الا كافة للناس والانبیاء والرسل وجميع اممهم وجميع المتقدمين والمتأخرين داخلون فی كافة للناس وكان هو ﷺ داعيا بالاصالة، وجميع الانبياء والرسل عليهم السلام يدعون الخلق الی الحق عن تبعيته ﷺ وكانوا خلفاءه ونوابه فی الدعوة وفی البردة :

كل ای آتی الرسل الكرام فانما اتصلت من نور ه بهم

فانه شمس فضل هم كواكبها يظهرن انوارها للناس فی الظلم

ترجمہ: ابتداء سے لیکر انتہا تک داعی حقیقی، حقیقت احمدیہ ہے جو تمام انبیاء کرام کی اصل ہے اور انبیاء کرام اس حقیقت کے اجزاء اور تفصیل (حصے) ہیں انبیاء کرام کی دعوت اجزاء ہونے کے لحاظ سے بعض اجزاء کی دعوت ہے جبکہ آپ ﷺ کی دعوت سب انبیاء کی دعوت ہے کیونکہ یہ دعوت کل ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وما ارسلناك الا كافة للناس“ میں اسی طرف اشارہ

فرمایا گیا ہے تمام انبیائے کرام اور رسل عظام اور ان کی ساری امتیں تمام متقدمین اور تمام تاخرین کافۃ للناس میں داخل ہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ اصالتاً داعی الی اللہ ہیں اور دیگر تمام انبیاء اور رسولوں نے رسول اللہ ﷺ کے تابع ہو کر مخلوق کو دعوت الی اللہ دی ہے، وہ دعوت الی اللہ دینے میں رسول اللہ ﷺ کے ناصبین اور خلفاء ہیں، قصیدہ بردہ شریف میں ہے رسل کرام جتنے بھی معجزات لائے ہیں وہ سب آپ کے نور کی کرنیں ہیں، بے شک آپ ﷺ بزرگی کے آفتاب ہیں، انبیاء کرام اس کے ستارے ہیں، جو اندھیروں میں وہ لوگوں پر روشنی بکھیرتے ہیں،

شیخ ابو عثمان فرغانی رحمہ اللہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اصل داعی الی اللہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے دیگر انبیاء اور رسل، ان کی تمام امتیں کافۃ للناس میں داخل ہیں، بلکہ پوری انسانیت متقدم ہو یا متاخر آپ سب کیلئے رسول بن کر تشریف لائے ہیں، دیگر انبیاء کرام بے شک آپ سے متقدم ہیں ان کی بعثت اور تبلیغ کا زمانہ مقدم ہے مگر ان کی دعوت و تبلیغ اصالتاً اور حقیقتاً نہیں بلکہ ان ادوار میں بھی داعی حقیقی اور اصلی آپ ﷺ ہیں، دیگر انبیائے کرام نے جو دعوت الی اللہ دی ہے وہ آپ کے تابع، ناصبین اور خلفاء ہو کر دی ہے امام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ نے فرمایا، کہ پہلے ہم پر بھی آپ کے ساری انسانیت متقدمین ہوں یا متاخرین کیلئے رسول ہونے کا نکتہ مخفی تھا ہم یہی سمجھے تھے کہ آپ ﷺ اپنے زمانہ بعثت سے لے کر قیامت تک مخلوق کیلئے رسول ہیں، انبیاء، رسولوں اور ان کی امتوں کیلئے داعی الی اللہ اصلی اور حقیقی ہونے کا ثبوت اب معلوم ہوا جبکہ و ما ارسلناک الا کافۃ للناس پر غور و فکر کیا تو حدیث پاک بعثت الی الناس کافۃ کا مفہوم واضح ہوا، کہ آپ ﷺ کی رسالت عامہ ہے جو روز ازل سے لے کر قیامت تک ہر فرد انسانی کو شامل اور ہر دور پر محیط ہے اس توضیح، تفصیل اور نص قرآنی کی موجودگی میں یہ کہنا غلط ہوگا کہ نزول وحی سے آپ کی نبوت کا ثبوت ہے اور عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ کی نبوت کا

منصب عطا فرمایا گیا ہے،،

شیخ نور الدین علی بن زین الدین ابی المواہب الشہیر بابن الجزار رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وہو رحمۃ اللہ علیہ مطبوع علی الحق والخیر واخلق الکرام الموافقة لما جاء

ت بہ شریعتہ بالہام اللہ لہ من حین نشأ صغیرا“ (جواهر البحار جلد: ص ۱۰۰)

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تخلیق ہی حق و صواب اور خیر و رشد پر ہو، اور اخلاق کریمہ پر ہوئی ہے جو آپ کی شریعت میں وارد ہونے والے احکام کے موافق تھے ان کی وجہ اللہ تعالیٰ کے الہام تھے جو بچپن سے ہی آپ کو ہونے لگے تھے،،

شیخ ابن الجزار رحمہ اللہ کے کلام سے واضح اور ثابت ہوا کہ نزول وحی سے پہلے شریعت ابراہیمی پر آپ کا عبادت کرنا مسلمات میں سے نہیں اور نہ ہی متفق علیہ ہے بلکہ اقرب الی الحق والصواب یہی ہے کہ سکوت کیا جائے کیونکہ آپ کی تخلیق حق و صواب، خیر و رشد پر ہوئی ہے یہ امور آپ کی حقیقت شریفہ اور ذات مقدسہ کے لوازمات ہیں، آپ ان امور کے ملزوم اور ان صفات علیا سے موصوف اور متصف ہو کر تولد ہوئے ہیں ان امور کو معرض وجود میں لانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی ان کے الہامات شروع کر دیئے تھے، اور جو اخلاق کریمہ آپ کی ذات کے شایان شان تھے ان کو آپ کی فطرت بنایا گیا جو نزول قرآن پر آپ کی شریعت کے احکام کہلائے، مذکورہ ان امور پر آپ کا تخلیق کیا جانا آپ کی شریعت کے احکام پر نزول قرآن سے پہلے آپ کے اخلاق کریمہ کو استوار کیا جانا، بچپن سے ہی الہامات کا ہونا ثابت کرتا ہے کہ تبلیغ و تہذیب کا یہ اہتمام اس لئے ہوا کہ آپ پیدائشی نبی ہیں۔

ورنہ آپ کے اخلاق کریمہ کو نزول قرآن سے پہلے قرآنی احکامات پر استوار کیا جاتا نہ صغریٰ میں ہی آپ کو الہامات ہوتے (رحمۃ اللہ علیہ) الہام ایک گونہ وحی ہے اور وحی انبیاء کے بغیر کسی کو نہیں ہوتی

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”واعلم ان اتصاف حقیقۃً بِحُضْرَتِكَ بِالْاوصاف الشریفة المفاصدة علیہ من الحضرة الالهية حاصل له من ذلك الوقت، ای
 حیث کان نبیا اوحین اخذ الميثاق بِحُضْرَتِكَ“ (جواهر البحار: ج ۱۰: ۱۰۰)

ترجمہ: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آپ ﷺ کی حقیقت مقدسہ آج بھی ان ہی صفات سے متصف ہے جو اللہ تعالیٰ کے دربار الوہیت سے کنت نبیا و آدم بین الماء والطین یا اذاخذ الله ميثاق النبین کے وقت عطا فرمائے گئے تھے،، عالم ارواح اور ميثاق انبیاء علیہم السلام کے وقت آپ وصف نبوت اور رسالت سے متصف تھے یہی اوصاف نبوت اور رسالت ظہور نبوت سے قبل اور ظہور نبوت کے بعد، بلکہ برزخ قیامت اور ابدال الابد تک آپ کو حاصل ہیں جو کسی دور، کسی زمانے اور کسی وقت بھی آپ سے سلب ہوئے نہ منقطع،،

علامہ موصوف آگے فرماتے ہیں: ”وحاصل ما ذكره في المواهب وغيره انه ﷺ نبی الانبياء مرسل الى الجميع مع بقائهم ولهذا ظهر في الاخرة جميع الانبياء تحت لوائه وفي الدنيا كذلك ليلة الاسراء صلى بهم اماماً، ولو اتفق مجيئه في زمن آدم ونوح وابراهيم وموسى وعيسى صلوات الله وسلامه عليهم لوجب عليهم ولا مهم الايمان به ونصرته ﷺ وبذلك اخذ الله عليهم الميثاق“ (جواهر البحار: ج ۱۰: ۱۰۰)

ترجمہ: مواہب اللدنیہ وغیرہ میں جو کچھ مذکور ہے وہ یہی ہے کہ آپ ﷺ نبیوں کے بھی نبی ہیں، ہر نبی اپنی نبوت پر قائم دائم ہے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کو ان کی طرف بھی نبی بنا کر بھیجا گیا ہے، اور اس کا ظہور قیامت کے دن بھی ہوگا کہ تمام انبیاء کرام آپ کے تہنڈے تلے جمع ہوں گے، اور دنیا میں اس کا ظہور ہو چکا ہے کیونکہ شب معراج آپ سب کے امام تھے اور امام ہو کر آپ نے تمام انبیاء اور رسل کو نماز پڑھائی تھی، اگر حضرت آدم، حضرت نوح حضرت ابراہیم

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ صلوٰات اللہ علیہم اجمعین کے ادوار بعثت میں آپ کی تشریف آوری کا اتفاق ہوتا تو تمام انبیاء اور ان کی امتوں کو آپ پر ایمان لانا واجب ہو جاتا اور دعوت و تبلیغ میں آپ کی مدد کرنا انبیاء اور مرسلین پر لازم اور ضروری ہوتا اسی عنوان کی تکمیل اور تعبیر میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے عہد لیا تھا، اس تقریر سے واضح ہوا کہ آپ ﷺ ہر نبی اور ہر رسول کے نبی ہیں، اور آپ کی بعثت اور ارسال جس طرح دیگر افراد انسانی کیلئے ہے اسی طرح انبیاء کرام کیلئے بھی ہے انبیاء اپنے اپنے مخصوص زمانے میں مبعوث ہو کر دعوت الی اللہ اور تبلیغ احکام کا فریضہ سر انجام دیتے رہے، مگر انبیاء کرام کا سلسلہ دعوت و تبلیغ حقیقی، اصلی نہیں بلکہ اس پر رسول اللہ ﷺ کی رسالت عامہ اصلیہ حقیقیہ کی چھاپ ہے ہر نبی ہر رسول اپنے اپنے زمانے اور اپنے اپنے دائرہ کار میں آپ ﷺ کا نائب اور خلیفہ ہے انبیاء اور رسولوں کے ادوار حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک پھیلے ہوئے ہیں تو ثابت ہوا کہ آپ کی نبوت عالم ارواح، اور عالم اجساد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک موجود متحقق فی الخارج رہی ہے،

عارف باللہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ولهذا لم يبعث الى الناس عامة الا هو ﷺ خاصة فهو الملك والسيد وكل رسول سواء بعث الى قوم مخصوص فلم تكن رسالة احد من الرسل سوى رسالته ﷺ فمن زمن آدم عليه السلام الى زمن بعثت محمد ﷺ الى يوم القيامة ملكه وتقدمه في الاخرة على جميع الرسل وسيادته منصوص عليه في الصحيح، فروحانيته ﷺ موجودة مع روحانية كل نبي ورسول وكان الامداد يأتي اليهم من تلك الروح الطاهرة فيما يظهرون به من الشرائع في زمن وجودهم رسلا“

(جواهر البحار ج ۱۰ ص ۱۰۰)

ترجمہ: اسی لئے انسانیت کی طرف آپ کے بغیر کسی کو بھی رسالت عامہ دیکر مبعوث نہیں کیا گیا اور یہ صرف اور صرف آپ کا ہی خاصہ ہے پس آپ ہی پوری انسانیت کے بادشاہ اور سردار ہیں رسول اللہ ﷺ کے بغیر کسی بھی رسول کو رسالت عامہ کے ساتھ مبعوث نہیں فرمایا گیا بلکہ اس کو مخصوص قوم کیلئے رسول بنایا گیا پس حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہء پاک سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت اور قیامت تک آپ ﷺ کی بادشاہت ہے حدیث صحیح سے یوم آخرت میں تمام رسولوں سے آپ کی افضلیت اور سرداری پر نص موجود ہے پس آپ ﷺ کی روحانیت ہر نبی اور ہر رسول کی روحانیت کے ساتھ موجود رہی، اور آپ ﷺ کی روح طاہرہ سے بھرپور امداد پہنچتی رہی ہر رسول اور ہر نبی اپنے زمانہ بعثت میں شرعی اور عملی اعتبار سے اس کا اظہار کرتا رہا،

جب آپ رسالت عامہ لیکر مبعوث ہوئے جس کا دائرہ کار، اور مبداء فیض آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر صبح قیامت تک ہے اور تمام اولاد آدم پر آپ کی سیادت مسلمہ اور منصوصہ ہے آپ کی روح اطہر ہر نبی اور ہر رسول کی مددگار اور ہر لمحہ ساتھ رہی انبیاء اور رسول روح اقدس کی امداد اور فیضان کا اظہار علمی اور تشریحی انداز میں کرتے رہے تو یہ کہنا کہ آپ ونبی پالیس سال کے بعد بنایا گیا غلط نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی طرح غلام محمد بندیاوی شریقیوری کا آپ کو ہا لقا وہ نبی کہنا ان شواہد کی موجودگی میں کیسے درست ہے؟

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عام اجساد میں حسی طور پر آپ کی ذات اور جسد چونکہ انبیائے سابقین کے دور میں موجود نہ تھا اس لئے آپ کی شریعت کو مبعوث نبی کی طرف منسوب کیا گیا "لکن لما لم يتقدم في عالم الحس وجود عينه ﷺ اولاً نسب كل شرع الى من بعث وهو في الحقيقة شرع محمد ﷺ وان كان مفقود العين عند بعث لا يعلم كما هو مفقود العين الان" (حواہر الحارج ص ۴۴)

لیکن چونکہ عالم حس (دنیا) میں آپ کا وجود عینی پہلے موجود نہ تھا اس لئے ہر نوع شریعت کو نبی مبعوث کی طرف اولاً منسوب کیا گیا، حالانکہ درحقیقت وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت تھی، اگرچہ نبی مبعوث کے نزدیک بھی آپ کا حقیقی وجود مفقود تھا جس طرح اس وقت آپ کا وجود عینی مفقود ہے سید احمد عابدین رحمہ اللہ کے مذکورہ اس کلام سے واضح ہوا کہ تمام شرائع درحقیقت شرع محمد ﷺ تھیں لیکن چونکہ آپ عالم محسوسات میں وجود عینی کے ساتھ موجود نہ تھے، اسلئے آپ ﷺ کی شریعت کو ہر دور کے نبی مبعوث کی طرف منسوب کیا گیا۔

ثانیاً: یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت کا تعلق نبوت کے ساتھ ہے یہ تعلق اصالتاً ہو یا بالاتباع،،
 ثالثاً: یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت کا محل جسم عینی خارجی نہیں بلکہ روح اور ماہیت (حقیقت) ہے نبوت کا اتصاف ان ہی دو چیزوں سے ہوتا ہے۔ جسم عینی خارجی کا قول آیہ کریمہ ”وما ارسلناک الا کافۃ للناس“ کے حکم اور مدلول اور علماء و عرفاء کی تصریحات کے خلاف ہوگا جبکہ امت کے اعظم علماء و عرفاء کا اتفاق ہے کہ کافۃ الناس میں تمام انبیاء تمام رسول اور ان کی امتیں بلکہ متقدمین اور متخرین کا ہر ہر فرد کافۃ للناس کا مدلول اور منطوق ہے،،

رابعاً: اگر نبوت اور رسالت کا محل اور موصوف جسم عینی خارجی کو قرار دیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور نبوت کی نفی اور انکار لازم آئے گا یہ محال شرعی ہے کیونکہ یہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے کیونکہ آپ کے دنیا سے اوجھل ہونے کے بعد بھی صبح قیامت تک آپ کی شریعت مطہرہ باقی ہے اور رسالت عامہ متحقق اور جاری و ساری ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبوت اور شریعت کا محل جسم عنصری نہیں بلکہ روح اور ماہیت ہے رسول اللہ ﷺ کی روح مقدسہ اور حقیقت نورانی انبیاء سابقین اور رسل متقدمین کے ادوار میں وصف نبوت سے متصف رہ کر عالم انسانیت کیلئے فیض رساں، اور منبع فیوض و برکات رہی ہے، رسول اللہ ﷺ جب عالم اجساد، عالم محسوسات میں جلوہ گر ہوئے تو جسد اطہر میں اسی روح اطہر نے سر بیان فرمایا جو روز ازل سے نبوت اور رسالت سے

سرفراز چلی آرہی تھی، چالیس سال سے پہلے اسی روح اطہر کو منصب نبوت اور مقام رسالت سے معزول کرنے سے قبل نبوت کی تہنیک یا سلب کو ثابت کرنا لازمی ہوگا، جبکہ نبوت کی منسوخی اور سلب ہونا محالات شرعیہ میں سے ہے۔

امام عبدالسعید ابوشکور سالمی رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ نبوت کسی ذنب (گناہ) کی وجہ سے زائل نہیں ہو سکتی اور کسی نبی کا نبوت سے معزول ہونا جائز نہیں، اشعر یہ کہتے ہیں کہ نبوت موت سے زائل نہیں ہوتی، آگے فرمایا اگر نبوت موت سے زائل ہو جاتی تو محمد رسول اللہ کہنا صحیح نہ ہوتا یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے تھا کہ کان محمد رسول اللہ محمد اللہ کے رسول تھے، اور اس پر ہمارا (اہل سنت کا) اجماع ہے کہ یہ کہنا درست اور صحیح ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں،، (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

پھر فرمایا: اسی طرح انبیاء کرام وفات کے بعد انبیاء ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”کل امن باللہ وملئکتہ وکتابہ ورسولہ لا نفرق بین احد من رسلہ“ (البقرہ ص) اور مومن بھی سب ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر (یہ کہتے ہوئے کہ ہم ایمان لانے میں) فرق نہیں کرتے کسی کے درمیان اس کے رسولوں میں سے آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کے بعد رسول ہی فرمایا ہے وفات کے بعد بھی وہ رسول ہی ہیں، حیات (زندگی، موت) میں رسول ہونے میں کچھ فرق نہیں ہوتا تو جو کچھ ہم نے کہا وہ صحیح ہے،، (اتمہید: ص: ۱۸۳، ۱۸۴، مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

ثابت ہوا جس طرح بعد از وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت اور موجود ہے اور اس پر ایمان لانا عین ایمان ہے اسی طرح آپ کی رسالت عامہ روز ازل سے لے کر دار آخرت تک حاوی اور محیط ہے پر ایمان لانا واجبات شرعیہ میں سے ہے اور خصوص قطعاً بعثت الی الخلق کافۃ، وما ارسلک الا کافۃ للناس کا مفہوم و مدلول اور تقاضائے حکم بھی یہی ہے جب

رسالت عامہ کے حکم اور مدلول میں چالیس سال عمر شریف کے قبل کا عرصہ اور مدت شامل ہے تو اس عرصہ میں نبوت کی نفی اور انکار کس بناء پر اور کیوں؟

غلام محمد بند یا لوی شرقپوری کی تضاد بیانی

غلام محمد بند یا لوی شرقپوری نے تحریر کیا کہ: بعضے عرفاء اور بعضے علماء ظاہروہاں آپ کے بالفعل نبی ہونے کے قائل جبکہ بعض اکابرین کے نزدیک صرف آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنانے کی تشہیر اور اعلان مقصود تھے یا مستقبل میں آپ کے نبی بنائے جانے کے تحقق اور یقینی وقوع کے پیش نظر صیغہ ماضی کے ساتھ اس کو تعبیر کر دیا گیا،، (تحقیقات: ۳۳)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام محمد بند یا لوی شرقپوری، عالم ارواح والی نبوت میں بھی تذبذب کا شکار ہیں، بلکہ ان کی اغلب رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نبی نہیں تھے، چہ جائیکہ چالیس سال سے قبل مرتبہ نبوت پر فائز ہوں، لیکن اس بات پر تعجب ہے کہ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائشی نبی ہونے کا تحریر کرتے ہیں، (ص: ۳۳) اور دوسری طرف عالم ارواح میں بالفعل نبی نہ ہونے کا تحریر کرتے ہیں، اور بعض اکابرین کا مذہب بیان کرتے ہیں، پھر پیدائشی ہونے کا عقیدہ، عقیدہ اسلاف تحریر کرتے ہیں، اور عالم ارواح میں بالفعل نبی نہ ہونے کا عقیدہ، بعض اکابرین کا بتاتے ہیں، مگر ان میں سے کسی ایک کا بھی بحوالہ عقیدہ تحریر نہیں کیا،

جبکہ تحقیقات میں غوث کبیر شیخ عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ کا عقیدہ بالفعل نبوت میں: ص: ۱۶۱،
الشیخ العلامة الجمل کا عقیدہ: ص: ۱۴۶، الشیخ سید احمد عابدین کا عقیدہ: ص: ۱۶۹،

غوث کبیر، شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی کا عقیدہ: ص: ۱۵۰،،

شیخ نور الدین علی بن زین الدین الشبیر با بن الجزار کا عقیدہ: ۱۵۲، ۱۵۳ (تبصرہ، ۱۵۳)

قطب عالم، سید ابوالعباس التیجانی کا عقیدہ: ۱۵۴،، پر مذکور اور موجود ہے (رحمہم اللہ تعالیٰ)

علامہ شہاب الدین الخفاجی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ولیس المعنی انه كان نبيا في علم الله تعالى كما قيل لانه لا يختص به بل ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح وخلع عليها خلعة التشریف بالنبوة ای ثبت لها ذلك الوصف دون غيرها في عالم الارواح اعلاما للملاء الاعلیٰ به واذا كانت النبوة صفة روحه علم انه ﷺ بعد موته نبی رسول ولا یضر انقطاع الاحکام والوحی“ (جواهر البحار ج ۱ ص ۳۳)

ترجمہ: کنت نبیا و آدم بین الماء والطین کا یہ معنی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم الہی میں نبی تھے جیسا کہ کہا گیا ہے کیونکہ اس معنی کے اعتبار سے آپ کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی، بلکہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح اقدس کو تمام ارواح سے پہلے پیدا فرمایا اور نبوت دے کر خلعت شرف و تکریم سے نوازا یعنی عالم ارواح میں یہ وصف نبوت آپ کی روح کے علاوہ کسی کو عطا ہوا اور نہ ثابت ہے ملاء اعلیٰ (فرشتوں) کو بتانے کیلئے آپ کو یہ وصف نبوت دیا گیا جب نبوت آپ کی روح اقدس کی صفت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وفات بھی نبی ہیں آپ جس طرح عالم ارواح میں نبی تھے،

علامہ شہاب الدین الخفاجی رحمہ اللہ کے کلام سے واضح ہوا کہ کنت نبیا کا معنی یہ نہیں کہ آپ کا نبی ہونا علم الہی میں مقدر ہو چکا تھا اور تحقق مافی المستقبل و آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسینہ ماضی تعبیر فرمایا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ تمام ارواح سے قبل اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح اقدس کو پیدا فرمایا اور وصف نبوت سے سرفراز فرمایا اور بطور خاص آپ کی روح اطہر و وصف نبوت سے موصوف اور متصف فرمایا، آپ کی روح اقدس کے علاوہ کسی نبی اور کسی رسول کی روح کو یہ خاصہ اور یہ اعزاز نہیں بخشا گیا،

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کا فرمان فرشتوں اور دیگر نوری مخلوق کے ماننے اعلان کی حد تک

نہ تھا، بلکہ فرشتوں کے سامنے اس امر کو واضح کرنا تھا، کہ روح محمدی، منصب نبوت پر فائز ہے، اور یہ روح تمام ارواح اور ملائکہ کے لیے معلم اور مربی ہے، لہذا غلام محمد بند یا لوی شر قپوری کا کنت نبیا کے عنوان، مدلول، اور معنی حقیقی میں شک واریتاب اور اختلاف پیدا کرنا قطعی غلط ہے۔ علامہ خفاجی رحمہ اللہ کی تقریر بلیغ سے یہ بھی ثابت اور واضح ہوا کہ نبوت صفت ہے اور اسکی موصوف روح اقدس ہے، اسی لیے سب ارواح سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ، طاہرہ کو پیدا فرمایا گیا، اور اس کو صفت نبوت سے مشرف فرمایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح انور، عالم ارواح، عالم اجساد، اور عالم برزخ میں وہی ہے، جو ہر دور، ہر زمانے، اور ہر عالم میں وصف نبوت سے متصف رہی، کسی دور، کسی زمانے، اور کسی عالم میں ایک لمحہ کے لیے نبوت سے معزول ہوئی نہ محروم تو ماننا پڑیگا کہ، آپ کی نبوت عالم ارواح، عالم اجساد اور چالیس سال کی عمر شریف سے پہلے بھی موجود ہے، اور چالیس سال کی عمر کے بعد، بلکہ بعد از وفات بھی موجود ہے، جیسا کہ علامہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب یہ امر پایہ تحقیق کو پہنچ گیا کہ نبوت روح کی صفت ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وفات بھی نبی ہیں، عبارت یہ ہے: ”علم انه صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ نبی رسول“ بعد از وفات نبی اسی لیے ہیں کہ آپ کی روح اطہر وہی ہے جو عالم ارواح سے انوار نبوت سے مزین چلی آرہی ہے اگر بعد از وفات روح وہی ہے، اور وصف نبوت سے متصف ہے تو حیات طیبہ قبل از وحی ہو یا بعد از وحی مقام نبوت سے کیوں محروم اور کیوں عاری ہے؟

عالم ارواح والی نبوت غیر موثر ہے؟

تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت کو عالم اجسام میں غیر موثر، اوزنا قابل اصلاح قرار دیتے ہوئے تحریر کیا کہ: ظاہر ہے کسی بستی کو منصب نبوت اور رسالت پر فائز کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے ان کی تعیم و تربیت کے طفیل اس علاقہ والوں کی عقائد و اعمال اور اخلاق و خصائل

کے لحاظ سے اصلاح ہو، فسادات اور خرابیاں دور ہوں،، اور خیرات و حسنات اپنائی جائیں، دینی و اخروی فوائد، فوز و فلاح، کامیابی و کامرانی کی راہ ہموار ہو سکے اگر اس نبی کو نہ کوئی دیکھ سکے اور نہ اس کی سیرت اور سنت سامنے آ سکے، نہ اسکی تعلیم و تربیت کے اصول و ضوابط کا پتہ چل سکے تو اسکی نبوت کا فائدہ و فیضان کیا ہوا؟ (ص- 142)

اولاً۔ تو ان تمام امور کا تعلق، نبوت عملی تشریعی اور ادعائی سے ہے، جس کا وجود، ثبوت اور بالفعل تحقق نزول وحی پر موقوف ہے دوسرے لفظوں میں یہ رسالت ہے، کیونکہ نبوت کیلئے دعوت و تبلیغ شرط نہیں، جیسا کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعة اللمعات، جلد، ۳، ص: ۶۳۶، پر محدثین کا مذہب نقل فرمایا ہے،،

ثانیاً: دعوت الی اللہ اور تبلیغ احکام رسول کیلئے ضروری ہے کیونکہ وہ کتاب جدید اور حکامات جدیدہ کا مبلغ اور پیروکار ہے جبکہ نبی اپنے پیش رو نبی اور رسول کی شریعت کا مبلغ بھی ہوتا ہے لہذا تحقیقات کا یہ اقتباس ہمارے موقف کے معارض ہے نہ نقیض،،

نبی کا قوم میں موجود ہونا ضروری ہے؟

اسی طرح تحقیقات کا یہ کلیہ کہ لا محالہ اس امر کا اعتقاد و اذعان لازم ہے کہ قوم کا نبی قوم میں موجود ہونا ضروری ہے، ص: ۱۴۲، غلط ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اوجھل ہونے کے بعد قیامت تک مسلمانوں اور دنیا میں موجود نہیں ہوں گے نہ ہو سکتے ہیں باوجود اس کے آپ کی نبوت آپ کی بعثت سے لے کر دار آخرت تک پھیلی ہوئی ہے ثابت ہے اور امر محقق ہے جس کا انکار اور جس سے اعراض کرنا کفر صریح ہے،،

ثالثاً تحقیقات کا مذکورہ اقتباس جو چالیس سال سے قبل والی نبوت کی نفی اور انکار پر رقم ہوا ہے، تحقیقات کے اپنے موقف کے خلاف ہے ملاحظہ ہو وہ موقف:

الغرض آپ ﷺ کی روح مبارک بمعہ آپ کے جوہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض و برکات سے آباء اجداد قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے، (ص: ۷۸)

جب آپ کی روح اقدس جو وصف نبوت سے متصف اور موصوف ہے آپ کے جوہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ہمراہ ہزاروں سال عالم اجساد میں موجود رہی، اور اس روح اقدس کے فیوض و برکات سے رسول اللہ ﷺ کے آباء و اجداد قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے، یہ فیضان نبوت ہے، کیونکہ روح اقدس جوہر جسمانی مادہ نورانی کی بیت ترکیبی اور ان کا اتصال معنوی مفہوم نبوت سے عبارت ہے ورنہ فیوض و برکات کا فیضان کیوں اور کس طرح؟

رابعاً: پہلے نقل ہو چکا ہے کہ داعی اصلی حقیقی آپ کی ذات ستودہ صفات ہے انبیاء کرام اور رسل عظام نے بے شک اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی شریعت کی دعوت دی اور تبلیغ کی ہے مگر درحقیقت ہر نبی اور ہر رسول نے آپ کی شریعت کی ہی تبلیغ کی ہے۔

علامہ شہاب الدین الخفاجی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فانہ ﷺ النبی المطلق، وسائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خلفائہ والشرائع شریعتہ ظہرت علی لسان کل نبی بقوۃ استعداد اہل زمانہ فهو ﷺ ابو الانبیاء و آخرہم“

(جواہر البحار ج ۳)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ النبی المطلق ہیں یعنی آپ کی نبوت کسی دور، اور کسی زمانے، اور کسی مدت کیلئے مختص، محصور، محدود اور مقصور نہیں، آپ کی نبوت تمام ادوار، تمام زمانیات اور مکانات میں موجود جاری اور ساری رہی ہے، دیگر تمام انبیاء آپ کے خلفاء اور نائبین ہیں، اور تمام شرائع آپ کی ہی شریعت ہے جس کا ظہور اہل زمان کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ہر نبی کی زبان سے ہوا، اگرچہ آپ سب کے آخر تشریف لائے مگر آپ ﷺ ابواء الانبیاء ہیں، لہذا

تحقیقات کا اس بات کو کہ قوم کا نبی قوم میں موجود ہونا ضروری ہے غلط ثابت ہوا۔
 بالفرض اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ چالیس سال سے قبل آپ ﷺ پر الہامات ہوئے، نہ وحی ہوئی تو
 بھی آپ ﷺ کی نبوت کے منافی نہیں، اور نہ ہی بطور دلیل اس کو نفی نبوت پر پیش کیا جاسکتا ہے،
 علامہ خفاجی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ولا یضر انقطاع الاحکام والوحی وقد اکمل دینہ
 کما تقدم“ (جواہر البحار لیس ص ۳)

احکام نبوت دعوت و تبلیغ کا انقطاع اور وحی کا نہ آنا بعد از وفات آپ کی نبوت اور رسالت کیلئے مضر
 نہیں کیونکہ آپ کا دین اسلام مکمل ہو چکا ہے علامہ رحمہ اللہ کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ
 احکام نبوت کا انقطاع اور وحی کا نہ آنا نبوت کے منافی نہیں اگر یہ امور نفی نبوت کی دلیل اور اساس
 ہوتے تو بعد از وفات رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی بقا ہوتی، اور نہ دوام اور استمرار ہوتا۔

آپ ﷺ کا جوہر نوری اور حقیقت احمدیہ

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”واعلم انه لما تعلق ارادة الحق بايجاد الخلق
 ابرز الحقيقة الاحمدية من كون الحضرة الاحدية فميزه بميم الامكان وجعله
 رحمة للعالمين وشرف به نوع الانسان بل جميع العلمين، ثم انبجست منه
 عيون الارواح ثم بدا في عالم الاجساد والاشباح كما قال عليه الصلوة
 والسلام انا من نور الله والمؤمنون من فيض نوري فهو الغاية الجليلة من ترتب
 الكائنات كما قال تعالى في الحديث القدسي لولاك ما خلقت الافلاك فيكفيه
 ﷺ بهذا شرفا وفضلا، وانما خلق الله الخلق وبعث الانبياء والرسول ليكون
 مقدمة لظهوره ﷺ، في عالم الملك والشهادة فارواحهم واجسادهم تابعة
 لروحه الشريفة وجسمه اللطيف فيه تم وکمل سعدهم“ ((جواہر البحار

ترجمہ: جان لو کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کی تخلیق سے متعلق ہوا تو حقیقت احمدیہ کو دربار الوہیت سے ظاہر فرمایا گیا اور درجہ امکان میں تمیز بخشی گئی اور اس حقیقت احمدیہ کو عالمین کیلئے رحمت بنایا گیا، اور نوع انسانی کو اسکی بدولت شرف ملا، بلکہ تمام عالمین اس کی وجہ سے مشرف ہوئے، پھر ارواح کی ذوات کو ظاہر کیا گیا، عالم اجساد، عالم اجسام میں جس جس کو ظاہر کرنا تھا، اس کا ظہور ہوا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری حقیقت اللہ کے نور سے ہے اور بقیہ تمام مومنین میرے نور کا فیضان ہے ترتیب کا کتاب میں یہ انتہائی بڑائی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے، اگر اے رسول آپ کو پیدا نہ کیا جاتا تو یہ آسمانی مخلوق نہ ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشرف المخلوقات اور افضل المخلوق ہونے کیلئے یہ حدیث قدسی ہی کافی ہے آپ کو ظاہر کرنے کی خاطر ساری مخلوق کو پیدا اور انبیاء اور رسولوں کو مبعوث فرمایا گیا تاکہ وہ آپ کے ظہور کیلئے مقدمہ ثابت ہوں، عالم ملکوت اور عالم شہادت میں پس انبیاء اور رسولوں کی ارواح آپ کی روح شریفہ کے تابع اور ان کے اجساد مبارکہ آپ کے جسم لطیف کے تابع ہو کر اپنی سعادتوں کا اتمام اور مکمل کر سکیں،،

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے، انبیاء کرام، زسل عظام اور دیگر کائنات کی اصل آپ کا جوہر نوری ہے جس کا مبداء فیض اللہ تعالیٰ کا نور ہے انبیاء کرام کے روحانی کمالات اور جسمانی فضائل آپ کی روح اور جسم لطیف سے مستفید ہوئے،،

آپ کا فرمان ہے: ”ان الله خلق نوری قبل ان یخلق آدم علیہ السلام باربعة عشر الف عام کما رواہ ابن القطان“ (جواہر البحار ج لیص ۳) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار برس پہلے پیدا فرمایا،،

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر ارشاد فرمایا: ”ان الله تعالى قد خلق قبل

الاشیاء نور نیک من نورہ“ ترجمہ: تمام اشیاء سے پہلے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

مولد ابن حجر رحمہ اللہ جسکی شرح میں امام داؤدی نے اپنے شیخ ابن عقیلہ کی زبانی فرمایا: ”لما کان سبحانہ کنز الایعرف فاحب ای یعرف اوجد نور امن نور وجهہ الکریم وسماء النور العظیم، والنور المحمدی والسر الاوحدی اوجد منه الکائنات“ (جواهر البحار: ج ۱ ص ۱۳۵)

اللہ تعالیٰ ایک غیر معروف خزانہ تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے تعارف کو پسند فرمایا، اپنی ذات کریم کے نور سے ایک نور کو وجود بخشا، اور اس کا نام نور عظیم، نور محمدی اور سر اوحدی رکھا اور اس نور سے کائنات کو پیدا فرمایا۔

عارف کامل سید عبدالغنی نابلسی نے فرمایا: ”ان النور نور ان النور الحق وهو الغیب المطلق وهو النور القديم المنزه عن کیفیة وهو المشار الیه بقوله تعالیٰ مثل نورہ ای نور محمدی ﷺ کمشکاة الایہ، لانه اول ما خلق اللہ من نورہ ثم خلق منه کل شیء کما تقدم الی ان قال، فهو ﷺ کل شیء من حیث الحقیقة وغیرہ من حیث الصورة کما انه نور الحق من حیث الحقیقة وغیرہ من حیث الصورة اذ العالم بجمیع اجزائه موجود من العدم لتجلی اللہ تعالیٰ له ویتجدد له الوجود کل لمحہ بالتجلی وهو نور محمد ﷺ لان اللہ تعالیٰ وهب هذا النور الاعظم له ﷺ فارسله رحمة للعالمین فلا یوجد الا بواسطة نورہ ﷺ ثم قبض من هذا النور الاعظم الذی هو تجلی اللہ تعالیٰ فی العالم انوار جمیع الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام، الخ“

(جواهر البحار: ج ۱ ص ۱۳۵)

ترجمہ: بے شک دونور ہیں، ایک نور حق (اللہ تعالیٰ کا نور) یہ غیب مطلق ہے یہ نور قدیم ہے جو کیفیت سے پاک ہے اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان سے اشارہ فرمایا، اللہ نور السموات والارض، اللہ زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے اور دوسرا نور اس جہاں کا تیج جو تبدیل ہوتا رہتا ہے اور یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان کے ذریعے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے مثل نورہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی مثال مشکافہ جیسی ہے کیونکہ یہی وہ نور ہے جس کو اللہ نے سب سے پہلے اپنے نور سے پیدا فرمایا، پھر اس نور سے ہر شئی پیدا فرمائی،، جیسا کہ پہلے نزر چکا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقت کے اعتبار سے کائنات کا عین ہیں اور صورت مبارکہ کے لحاظ سے غیر ہیں اس لئے کہ جہاں اپنے تمام اجزاء کے ساتھ عدم سے وجود میں اس وقت آیا جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کیلئے تجلی فرمائی، اور اس تجلی کی بدولت وجود کائنات ہر لمحہ تبدیل ہونے لگا، وہ تجلی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نور اعظم (تجلی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہیہ فرمایا۔ اور اسی نور اعظم (تجلی) کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا، پس ہر شئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے معرض وجود میں آئی ہے، پھر اس نور اعظم جو جہاں میں اللہ کی تجلی تھی تمام انبیاء اور رسولوں کے انوار اس سے قبض فرمائے،، (صلوات اللہ علیہم)

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”روی ان اللہ تعالیٰ لما خلق نور نبینا محمد ﷺ واخرج منه انوار الانبياء وکمله بافاضۃ الکمالات والنبوة فامرہ ان ينظر الی انوار الانبياء الذین اخرجوا من نورہ فغشیہم من نورہ ما انطقہم اللہ بہ وقالوا یا ربنا من هذا الذی غشينا نورہ فقال اللہ تعالیٰ هذا نور محمد بن عبد اللہ ان انتم امنتم بہ جعلتکم نبیا قالوا آمنا بہ ونبوتہ فقال اللہ تعالیٰ لهم اشهد علیکم قالوا نعم فذالك قوله تعالیٰ واذا اخذ اللہ میثاق النبیین، الا یہ“ (جواهر البحار: ج ۳: ص ۳۷۱)

ترجمہ بروایت کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کا نور پیدا فرمایا اور اس نور سے انبیاء کرام کے نور کو تخریج فرمایا نبوت اور کمالات کے فیضان کی ان پر تکمیل فرمائی تو اللہ نے نبی کریم ﷺ کے نور کو حکم دیا کہ وہ انبیاء کے انوار کو ملاحظہ کرے، جو اس کے نور سے نکالے گئے ہیں، نور محمدی انبیاء کے انوار پر چھا گیا، اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے انوار کو قوت گویائی عطا فرمائی تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب یہ ذات کون ہے جس کا نور ہم پر چھا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد بن عبد اللہ کا نور ہے اگر تم اس پر ایمان لائے تو میں تمہیں نبی بناؤں گا، اس پر وہ بول اٹھے ہم اس کی ذات اور اس کی نبوت پر ایمان لائے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس پر تمہارا گواہ ہوں، انہوں نے کہا ہاں یہی وہ میثاق ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے واذاخذ اللہ میثاق النبیین آیہ کریمہ میں فرمایا ہے،

مذکورہ ان علماء عرفاء اور محققین کی تصریحات اور تحقیقات سے واضح ہوا کہ: رسول اللہ کا نور، نور اعظم ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا نور تجلی الہی ہے اور تمام انوار کا منبع اور مرکز ہے خواہ وہ انوار انبیاء کے ہوں، ملائکہ کے ہوں یا اولیاء اور مومنین کے، کائنات کی ہر روشنی نور محمدی سے پیدا ہوئی، کائنات کا وجود اور انتظام آپ کے نور کی بدولت ہے حقیقت اور نورانیت کے لحاظ سے آپ خود کائنات کا عین ہیں لیکن صورت طیبہ طاہرہ کے لحاظ سے کائنات کی کسی شے کے مماثل، اور کسی شے کے عین نہیں بلکہ انفرادی شان اور امتیازی مقام کے حامل ہیں دنیا میں ہر قسم کی جدت اور تبدیلی آپ کی ذات علیا کیلئے ہے انبیاء اور رسول آپ کی شریعت کے مبلغ، اور آپ کے نائبین اور خلفاء، کی حیثیت سے جلوہ گر ہو کر کام کرتے رہے، انبیاء اور رسل کا آپ کے ظہور قدسی سے پہلے مبعوث ہونا، آپ کی تشریف آوری کیلئے مقدمہ اور اعلان تھا، یہ وجہ تھی کہ ہر نبی نے اپنے دور

نبوت میں آپ کے اوصاف و کمالات، تعارف اور نبوت کا اعلان فرمایا، ظہور قدسی سے قبل کے حالات و واقعات جو عالم ارواح تک پھیلے ہوئے ہیں یہ آپ کی نبوت کے دلائل اور احوال ہیں،

امام قسطلانی رضی اللہ عنہ نے المواہب اللدنیہ کے مقصد رابع میں فرمایا: ”اعلم ان دلائل نبوة نبی محمد ﷺ كثيرة والاخبار بظهور معجزاته شهيرة فمن دلائل النبوة موجود في التوراة والانجيل، وسائر كتب الله المنزلة من ذكره ونعته وخروجه ﷺ بارض العرب وما خرج بين يدي ايام مولده ومبعثه من الامور العجيبة الغريبة، الخ“ (جواهر البحار ج: ٥ ص: ٥٠٠)

معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کی نبوت کے دلائل کثیر تعداد میں ہیں، آپ کے معجزات کے اظہار میں وارد احادیث مشہور ہیں، تورات، انجیل اور بقیہ آسمانی کتب میں آپ کے تذکرے، اوصاف کا بیان، زمین عرب میں ظہور قدسی اور آپ کی ولادت کے ایام میں عجیب و غریب امور کا ظہور اور صدور سب آپ کی نبوت کے دلائل ہیں۔

غور طلب امر یہ ہے کہ آپ پیدائشی نبی نہ ہوتے چالیس سال سے قبل اور بوقت ولادت وصف نبوت سے متصف نہ ہوتے تو تورات اور انجیل میں آپ کے تذکرے اوصاف و کمالات کی تفصیل ایام ولادت اور بوقت ولادت امور عجیبہ، غریبہ کا صدور اور ظہور کیوں ہوتا؟

اور اگر آپ ﷺ فی الواقع نبی نہ ہوتے تو امام قسطلانی جیسا محقق محدث ان امور عجیبہ غریبہ، تورات، انجیل اور دیگر کتب، منزلہ من الہ میں مذکور تذکروں، اور اوصاف کو نبوت کے دلائل کیوں کہتا؟ انشاء اللہ اس پر بقیہ بحث بعد میں کی جائے گی سر دست آپ کے مادہ نورانی کا اجمال پیش کرنا مقصود تھا جس کا تذکرہ تحقیقات کے ص: ۸۷، پر کیا گیا ہے، تحقیقات نے اس صفحہ پر جوہر جسمانی کا تذکرہ بھی کیا ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جوہر جسمانی (جسد اطہر) کا تذکرہ بھی کر دیا جائے، چنانچہ سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے

فرمایا: ”لما اراد الله تعالى ان يخلق محمدا ﷺ امر جبريل ان ياتيه بالطينة التي هي قلب الارض فهبط في ملائكة الفردوس وملائكة الرفيع الاعلى فقبضها من

محل قبرہ المکرم ای واصلہا من محل الکعبۃ المشرفۃ موجهہا الطوفان الی
 هناك وفي المواهب وشرحها وروح البیان قیل لما خاطب اللہ تعالیٰ السموات
 والارض بقوله ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعين کان المجیب من الارض
 موضع الکعبۃ الشریفۃ ومن السماء ما اذا ہا الذی ہو البیت المعمور

،ولذا جعل اللہ تعالیٰ لہا حرمة علی ،سائر الارض حتی كانت کعبۃ الاسلام
 وقبلۃ الانام ،وقال السہیلی لم یحبہ الا الارض الحرم ای من الارض وقال ابن
 عباس رضی اللہ عنہما اصل طینۃ رسول اللہ ﷺ من سرۃ الارض بمکہ قال
 السہروردی فی العوارف هذا يشعر بانہ ما اجاب من الارض الادرة المصطفیٰ
 وہی تلک الطینۃ ومن موضع الکعبۃ دحیت الارض فرسول اللہ ﷺ ہو
 الاصل فی التکوین روحا وجسدا والكائنات تبع له ،وقیل لذلک سمی امیا لان
 مکہ ام القرى ،، اور درتہ ام الکلیۃ ترجمہ : جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا
 کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبریل کو حکم فرمایا کہ مٹی لاؤ جو روئے زمین کا دل ہو جبریل آمین ملائکہ
 فردوس اور ملائکہ رفیع اعلیٰ کی جمعیت کے ہمراہ زمین پر اترے ،تو آپ کی قبر مہرم کی جگہ ،سے مٹی
 قبض کی اصل میں مٹی کعبہ مشرفہ کی جگہ کی تھی ،جو طوفان نوح علیہ السلام میں کعبہ سے بہہ کر آپ کی
 قبر انور کی جگہ پر پہنچی تھی ،، مواہب اللدنیہ اس کی شرح اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب اللہ
 تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو ائتیا طوعا او کرہا سے مخاطب فرمایا ،اور انہوں نے اتینا طائعين کہہ کر
 جواب دیا پوری زمین کی طرف سے کعبہ شریفہ والی جگہ نے اور آسمان سے کعبہ شریفہ کے محاذ اة
 میں واقع بیت المعمور نے جواب دیا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کعبہ مشرفہ و اسلام

کا کعبہ اور ساری مخلوق کا قبلہ بنا کر ساری روئے زمین پر حرمت بخشی ہے۔

امام سہیلی نے فرمایا: حرم پاک کے علاوہ زمین کے کسی حصے نے جواب نہیں دیا ،ابن عباس رضی

امام قسطلانی رضی اللہ عنہ نے المواہب اللدنیہ کے مقصد رابع میں فرمایا: ”اعلم ان دلائل نبوة نبیا محمد ﷺ كثيرة والاخبار بظهور معجزاته شهيرة فمن دلائل النبوة موجود في التوراة والانجيل، وسائر كتب الله المنزلة من ذكره ونعته وخروجه ﷺ بارض العرب وما خرج بين يدي ايام مولده ومبعثه من الامور العجيبة الغريبة، الخ“ (جواهر البحار ج: ٥ ص: ٥٠٠)

معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کی نبوت کے دلائل کثیر تعداد میں ہیں، آپ کے معجزات کے اظہار میں وارد احادیث مشہور ہیں، تورات، انجیل اور بقیہ آسمانی کتب میں آپ کے تذکرے، اوصاف کا بیان، زمین عرب میں ظہور قدسی اور آپ کی ولادت کے ایام میں عجیب و غریب امور کا ظہور اور صدور سب آپ کی نبوت کے دلائل ہیں۔

غور طلب امر یہ ہے کہ آپ پیدائشی نبی نہ ہوتے چالیس سال سے قبل اور بوقت ولادت وصف نبوت سے متصف نہ ہوتے تو تورات اور انجیل میں آپ کے تذکرے اوصاف و کمالات کی تفصیل ایام ولادت اور بوقت ولادت امور عجیبہ، غریبہ کا صدور اور ظہور کیوں ہوتا؟

اور اگر آپ ﷺ فی الواقع نبی نہ ہوتے تو امام قسطلانی جیسا محقق محدث ان امور عجیبہ غریبہ، تورات، انجیل اور دیگر کتب، منزلہ من الہ میں مذکور تذکروں، اور اوصاف کو نبوت کے دلائل کیوں کہتا؟ انشاء اللہ اس پر بقیہ بحث بعد میں کی جائے گی سر دست آپ کے مادہ نورانی کا اجمال پیش کرنا مقصود تھا جس کا تذکرہ تحقیقات کے ص: ۷۸، پر کیا گیا ہے، تحقیقات نے اس صفحہ پر جوہر جسمانی کا تذکرہ بھی کیا ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جوہر جسمانی (جسد اطہر) کا تذکرہ بھی کر دیا جائے، چنانچہ سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے

فرمایا: ”لما اراد الله تعالى ان يخلق محمدا ﷺ امر جبريل ان ياتيه بالطينة التي هي قلب الارض فهبط في ملائكة الفردوس وملائكة الرفيع الاعلى فقبضها من

محل قبرہ المکرم ای واصلہا من محل الکعبۃ المشرفۃ موجهہا الطوفان الی
 هناك وفي المواهب وشرحها وروح البیان قیل لما خاطب اللہ تعالیٰ السموت
 والارض بقوله ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعين کان المجیب من الارض
 موضع الکعبۃ الشریفۃ ومن السماء ما حاذاها الذی هو البیت المعمور

،ولذا جعل اللہ تعالیٰ لہا حرمة علی ،سائر الارض حتی كانت کعبۃ الاسلام
 وقبلۃ الانام ،وقال السہیلی لم یحبہ الا الارض الحرم ای من الارض وقال ابن
 عباس رضی اللہ عنہما اصل طینۃ رسول اللہ ﷺ من سرۃ الارض بمکۃ قال
 السہروردی فی العوارف هذا يشعر بانہ ما اجاب من الارض الادرة المصطفیٰ
 وہی تلک الطینۃ ومن موضع الکعبۃ دحیت الارض فرسول اللہ ﷺ هو
 الاصل فی التکوین روحا وجسدا والكائنات تبع له ،وقیل لذلك سمي اميا لان
 مکۃ ام القرى ،، اور درتہ ام الکلیۃ ترجمہ : جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا
 کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبریل کو حکم فرمایا کہ مٹی لاؤ جو روئے زمین کا دل ہو جبریل آمین ملائکہ
 فردوس اور ملائکہ رفیع اعلیٰ کی جمعیت کے ہمراہ زمین پر اترے ،تو آپ کی قبر مکرم کی جگہ ،سے مٹی
 قبض کی اصل میں مٹی کعبہ مشرفہ کی جگہ کی تھی ،جو طوفان نوح علیہ السلام میں کعبہ سے بہہ کر آپ کی
 قبر انور کی جگہ پر پہنچی تھی ،، مواہب اللدنیہ اس کی شرح اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب اللہ
 تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو ائتیا طوعا او کرہا سے مخاطب فرمایا ،اور انہوں نے اتینا طائعين کہہ کر
 جواب دیا پوری زمین کی طرف سے کعبہ شریفہ والی جگہ نے اور آسمان سے کعبہ شریفہ کے محاذ اة
 میں واقع بیت المعمور نے جواب دیا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کعبہ مشرفہ کو اسلام

کا کعبہ اور ساری مخلوق کا قبلہ بنا کر ساری روئے زمین پر حرمت بخشی ہے۔

امام سہیلی نے فرمایا: حرم پاک کے علاوہ زمین کے کسی حصے نے جواب نہیں دیا ،ابن عباس رضی

اللہ عنہما نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کی مٹی روئے زمین کی ناف مکہ مکرمہ سے لی گئی، شیخ الشیوخ سہروردی رحمہ اللہ نے عوارف میں فرمایا ان تمام روایات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مصطفیٰ ﷺ کی درۃ (طینت، طاہرہ، منورہ) کے علاوہ زمین کے کسی حصے نے جواب نہیں دیا تھا اور یہ وہی مٹی تھی جو زمین کے بچھانے کے وقت کعبہ مکرمہ کی جگہ پر تھی پس رسول اللہ ﷺ تکوین میں روح اطہر اور جسد مقدس کے لحاظ سے اصل ہیں اور بقیہ کائنات آپ کے تابع ہے۔

علامہ سید احمد عابدین رحمہ اللہ ایک سوال نقل کرتے ہیں: ”فان قلت ورد فی الخبر

الصحيح تربة كل شخص من مدفنه فكان مقتضى ان يكون مدفنه عليه الصلوة والسلام بمكة حيث كانت تربته منها“

ترجمہ: اگر یہ کہا جائے (سوال کیا جائے) کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ہر شخص کے بدن اور جسم کی مٹی وہاں سے لی گئی ہے جہاں اس نے دفن ہونا ہے یہ تو حدیث تقاضا کرتی ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دفن گاہ مکہ ہونا چاہیے تھی کیونکہ آپ کی طینت طاہرہ منورہ وہاں سے لی گئی تھی،

جواب دیتے ہوئے فرمایا، شیخ سہروردی رحمہ اللہ نے عوارف المعارف میں نقل فرمایا ہے کہ ان الماء لما تموج رمى ذالك العنصر الشريف والزبدۃ اللطيف والجوهر المنيف الى النواحي فوقعت جوهرۃ النبی ﷺ الى ما يحاذی تربته بالمدينة فكان ﷺ مکيا مدنيا“۔

طوفان نوح علیہ السلام کا پانی جب موجزن ہوا اٹھاٹھیں مارنے لگا تو اس عنصر شریف، اور زبدہ لطیف اور جوہر منیف کو اطراف میں بہا دیا، یہاں تک کہ یہ جوہر (طینت مقدسہ) منیف مدینہ منورہ آپ کی قبر مکرمہ والی جگہ پر پہنچ گیا، پس آپ کی اور مدنی ہیں،، سید احمد عابدین، علامہ اسماعیل حق، شیخ سہروردی رحمہم اللہ کی تصریحات و توضیحات سے ثابت ہوا کہ آپ کی روح اطہر

جوہر جسمانی اور جوہر نورانی کو ساری کائنات سے پہلے پیدا کیا اور سب سے پہلے آپ کی روح مقدسہ کو شرف نبوت سے مشرف فرمایا گیا اسی لئے آپ نے فرمایا: ”كنت نبيا و آدم بين الماء والطين“ تعجب اس بات پر ہے کہ امت کے جلیل القدر علماء اور عظیم المرتبت عرفاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم ارواح والی نبوت پر متفق ہیں مگر غلام محمد بند یا لوی شرقپوری اس نبوت کو شک اور اختلاف کی نظر سے دیکھتے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت طیبہ طاہرہ کے متعلق امام ابن جوزی نے اتنا اضافہ فرمایا ہے جب جبریل علیہ السلام کو مٹی لانے کا حکم ہوا تو وہ رسول اللہ کی قبر انور کی جگہ سے قبضہ البیضاء (انتہائی سفید رنگ کی مٹی) لائے اس کو ماء تسنیم سے گوندھا گیا،، اور جنت کی نہروں میں اتارا گیا، آسمانوں میں پھیرا گیا، فرشتوں نے آدم علیہ السلام سے قبل نبی کی حیثیت سے آپ کو پہچانا،،

حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور محمدی چمکنے لگا پھر یہ نور: ”لم یزل ینتقل من طاہر الی طاہر الی ان ولدته آمنۃ من عبد اللہ ابن عبد المطلب“ (مرقات: ج ۱ ص ۱۰۰) ترجمہ: طاہرہ اصلاب سے طاہرہ مطہرہ ارحام میں منتقل ہوتا رہا،، یہاں تک کہ یہ نور حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب سے آمنہ کی طرف منتقل ہو کر تولد ہوا،،

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”والاول الحقیقی هو النور المحمدی علی ما بینتہ فی المورد للمولد“ (مرقات: ج ۱ ص ۱۰۰)

ترجمہ: اول حقیقی وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے میں نے ”المورد للمولد“ میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

عالم ارواح میں پیدا ہوتے ہی نبی نہیں تھے؟

تحقیقات نے عنوان قائم کیا عالم ارواح میں پیدا ہوتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز

تھے؟

اس کے تحت تحریر کیا کہ محبوب کریم علیہ السلام کی حقیقت اور روح مقدسہ اور جوہر نورانی کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے سے پہلے پیدا فرمایا تھا جیسا کہ حدیث جابر میں اس کی تصریح موجود ہے، آگے چل کر تحریر کیا کہ گویا آدم علیہ السلام کے روح اور جسم کی تخلیق اور آپ کے جوہر نورانی اور حقیقت محمدیہ کی تخلیق کے درمیان ہزاروں سال بلکہ لاکھوں سال کا فاصلہ ہے اور آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت نبوت سے بہرہ ور کیا جا چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کچڑ کے درمیان تھے، روح اور جسد کے درمیان تھے اس قدر طویل عرصہ اور دراز زمانہ میں آپ کا نبی نہ بنایا جانا کیا یہ آپ کی کسر شان اور آپ کی توہین اور تحقیر اسات و بے ادبی ہے؟

آگے لکھا لہذا کوئی شخص بقائے ہوش و حواس اور بقائے عقل و فہم یہاں بے ادبی و گستاخی یا تحقیر و توہین کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ (تحقیقات: ص: ۷۸ تا ۷۹) تحقیقات کے اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ:

۱: حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں نور نبیک سے مراد رسول اللہ کا جوہر نورانی، روح مقدسہ اور حقیقت ہے۔

۲: آپ کی روحانی نبوت اور تخلیق آدم علیہ السلام کے درمیان ہزاروں بلکہ لاکھوں سال کا فاصلہ ہے۔

۳: یہ عرصہ نبوت سے خالی ہے آپ اس دوران نبی نہیں تھے۔

توضیحا کہا جاتا ہے کہ نور نبیک سے مراد حقیقت احمدیہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہے اور تمام انوار میں یہی نور اعظم ہے جیسا کہ سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”انا من نور اللہ والمومنین من فیض نوری“ (جواب الہی راج: ۳: ص: ۳۷۴) میں اللہ کے نور سے ہوں، اور مومنین میرے نور کا فیض ہیں۔

علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ نے مثل نورہ کے تحت فرمایا: ”ای نور محمدی ﷺ، کمشکاة“ کی تفسیر میں فرمایا: ”لانه اول ما خلق الله من نورہ ثم خلق منه كل شيء“ پھر فرمایا ”انه نور الحق من حيث الحقيقة“ پھر فرمایا: ”اذ العالم بجميع اجزائه موجود من العدم لتجلی الله تعالى له ويتجدد له الوجود كل لمححة بالتجلی وهو نور محمد ﷺ“ یعنی آپ اللہ کی تجلی ہیں، آپ کی تخلیق اور ظہور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوا۔ یہ تجلی نور اعظم ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا: ”لان الله تعالى وهب هذا النور الاعظم له ﷺ ثم خلق منه كل شيء“ ہر شی آپ ﷺ کے نور سے پیدا کی گئی، اس نور اعظم کو رحمة للعالمین بنا کر بھیجا گیا، ”فارسله رحمة للعالمین فلا يوجد الا بواسطة نورہ ﷺ، ثم قبض من هذا النور الاعظم الذي هو تجلی الله تعالى في العالم انورا جميع الانبياء والمرسلين عليهم الصلوة والسلام“

(جواهر البحار: ج ۱ ص ۱۱۳)

ترجمہ: عالم میں ہر شی آپ کے نور کی وساطت سے پیدا ہوئی پھر یہ نور اعظم جو اللہ کی جہاں میں تجلی ہے اس سے انبیاء اور مرسلین کے انوار کو قبض کیا گیا۔

علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی اور علامہ سید احمد عابدین کے کلام سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اللہ کے نور کی تجلی ہیں، آپ نور اعظم ہیں، کائنات کی ہر شی آپ کے نور سے تخلیق کی گئی، اور تخلیق کائنات سے پہلے آپ کو رحمة للعالمین بنایا گیا آپ کے واسطے سے کائنات کو وجود ملا، جب آپ کی حقیقت اللہ کا نور ہے جب آپ کی حقیقت باعث تخلیق کائنات ہے جب آپ کی حقیقت رحمة للعالمین کے عالی وصف سے متصف ہے جب آپ کا نور، انوار انبیاء اور مرسلین کے انوار کیلئے مبداء فیض ہے تو ماننا پڑیگا کہ آپ کی حقیقت اور ذات رحمة للعالمین اور کائنات کیلئے مبداء فیض اسی لئے ہے کہ آپ ﷺ اس وقت وصف نبوت سے بھی متصف تھے۔

علامہ شہاب الدین الخفاجی نے فرمایا: ”بل ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح وخلع عليها خلعة التشريف بالنبوة ای ثبت لها ذلك الوصف دون غيرها في العالم الارواح اعلما للملاء الاعلى، به واذا كانت النبوة صفة روحه علم انه ﷺ

بعد موته نبی رسول“ (جواهر البحار: ج ۱ ص ۱۱۳)

ترجمہ: بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے قبل آپ ﷺ کی روح کو پیدا فرمایا اور وصف نبوت کی خلعت شریفہ پہنائی یعنی آپ کی روح مقدسہ کیلئے عالم ارواح میں نبوت ثابت تھی، اور ملائعہ اعلیٰ کو علم تھا اور جب یہ بات ثابت ہوئی کہ نبوت آپ کی روح مبارکہ کی صفت ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ بعد از وفات بھی نبی اور رسول ہیں۔

علامہ خفاجی کے قول سے یہ امر متحقق ہو گیا کہ نبوت آپ کی روح مطہرہ کی صفت ہے اور آپ کی روح مبارکہ سب سے پہلے پیدا ہوئی، اور بروایت حضرت جابر اور بقول تحقیقات آپ کی حقیقت اور روح مقدسہ اور جوہر نورانی کو کائنات کی ہر غشیء سے پہلے پیدا فرمایا تھا، تو ثابت ہوا کہ روح مبارکہ کو نبوت بھی اسی وقت عطا کی گئی تھی جب آپ کی حقیقت اور جوہر نورانی کو پیدا کیا گیا تھا، تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے تو اس وقت آپ کی ذات (حقیقت روح مبارکہ اور جوہر نورانی) نبوت سے متصف تھی،، اور جب کائنات کی ہر غشیء آپ ﷺ کے نور سے پیدا ہوئی تو لامحالہ روح آدم اور جسد آدم علیہ السلام بھی اسی نور سے تخلیق ہوئے، جو نور، روح مقدس کی معیت اور تحلیل میں وصف نبوت سے متصف تھا، لہذا تخلیق آدم کا زمانہ، رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا زمانہ ہے۔

ثانیا جب یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارکہ اور حقیقت اصلہ، عالم ارواح میں ارواح اور ملائکہ کیلئے معلم اور مربی تھی اور آدم علیہ السلام کی روح وہاں موجود تھی آپ کی روح مبارکہ اور حقیقت اصلہ اس کیلئے بھی معلم اور مربی تھی جسم کا معانہ تو بعد کا ہے، اور وجود آدم معہ الروح تو

شیء من الاشياء ہے، یہ اسی نور کا حصہ ہے جو وصف نبوت سے متصف ہے کیونکہ حدیث جابر میں نور سے مراد آپ ﷺ کی حقیقت روح اقدس اور جوہر نورانی لیا گیا ہے۔

ثالثاً: تحقیقات کے بقول اگر کنت نبیا الحدیث اور آدم علیہ السلام کی روح اور جسم کی تخلیق کے درمیان ہزاروں، لاکھوں، سال کا فاصلہ ہے یا آپ کے جوہر نوری اور حقیقت محمدیہ کی تخلیق کے درمیان ہزاروں سال بلکہ لاکھوں سال کا فاصلہ ہے اور اس قدر طویل عرصہ میں آپ کو نبی نہیں بنا یا گیا تو اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ ان ہزاروں اور لاکھوں سالوں میں آپ کی ذات (حقیقت احمدیہ جوہر نورانی اور روح مقدسہ) وصف نبوت سے معزول اور محروم تھی،، اور یہ محتاج ثبوت ہے جبکہ کسی اضعف ترین اثر و خبر سے اس کی تائید ہوتی ہے نہ توثیق،،

رابعاً: یہ قول عقیدہ اسلاف کے خلاف ہے عارف کامل سید عبدالغنی نانسی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”لانه اول ما خلق الله من نوره، ثم خلق منه كل شيء فارسله رحمة للعالمين، فلا يوجد الا بواسطة نوره ﷺ هو تجلى الله تعالى في العالم، انوار جميع الانبياء والمرسلين قبض من هذا النور الاعظم“

جب آپ کا نور، اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے، جب آپ کا نور، نور اعظم، اور اللہ کی تجلی ہے اور یہ نور اول المخلوقات ہو کر رحمتہ للعالمین ہے، کائنات کی ہر شے اس سے پیدا ہوئی ہے، انبیاء، اور مرسلین کے انوار نبوت اسی نور کا فیضان ہے کائنات کا ہر ذرہ، ہر فرد اسی نور کی بدولت معرض وجود میں آیا، کائنات کا نظام اسی نور کی وجہ سے رواں دواں ہے تو دیکھیں ہو گا کہ اس نور کی حقیقت اور کیفیت کیا ہے؟ حقیقت تجلی الہی ہے، کیفیت، نبوت، رحمتہ للعالمین، انبیاء، و مرسلین کے انوار نبوت کا مبداء فیض ہے، کائنات کا ہر فرد، ہر ذرہ کا وجود اسی تجلی سے ہے، جب یہ سب سمجھ لیں اور یقیناً ہے تو ماننا پڑے گا کہ آدم علیہ السلام جو نبی ہیں ان کا نور نبوت بھی رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا فیضان ہے اور فرد کائنات ہونے کے لحاظ سے بھی آپ کا وجود رسول اللہ ﷺ کا فیضان

کرم ہے۔

غرضیکہ عالم ارواح ہو یا عالم اجساد آپ کا نور اور آپ کی نبوت ہر جگہ کا رہا ہے، اس سے انکار، اور انکی نفی کی کوئی گنجائش نہیں۔

خامسا: بقول تحقیقات کنت نبیا، حقیقت، روح مقدسہ اور جوہر نورانی سے عبارت ہے سوال یہ ہے روح آدم اور جسم آدم کی تخلیق کے وقت، جوہر نورانی اور روح مبارکہ، ہیئت ترکیبی میں موجود تھے یا نہ؟ اگر موجود نہ تھے تو یہ محال عقلی اور محال شرعی ہے، محال عقلی اس طرح ہے کہ افادہ اور استفادہ کے قانون کی نفی لازم ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ براہ راست کسی پر فیضان اور نوازشات نہیں فرماتا، بلکہ ذریعہ اور واسطہ کے ذریعے انعام فرماتا ہے۔

علامہ بیضاوی اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے فرامین

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”و کذا لک کل نبی استخلفهم فی عمارة الارض و سياسة الناس و تکمیل نفوسهم و تنفيذ امره بغير واسطة و لذلک لم يستنبی ملکا“ (بیضاوی زیر آیت انی جاعل فی الارض خلیفة)

۱۔ اسی طرح زمینی تعمیرات و آبادیات اور انسانی سیاست ان کے نفوس کی تکمیل و تطہیر اور ان میں امانت و امانت کے نفاذ کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو منصب خلافت عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ کو اپنا نائب بنانے کی کوئی حاجت نہیں، نہ اب اس لئے بنائے گئے کہ انسان جن کیلئے ان کو خلیفہ بنایا وہ اللہ تعالیٰ کے فیضان کو قبول کرنے اور اس کا حکم بغیر واسطہ کے لینے سے قاصر ہیں اسی لئے کسی فرشتے کو منصب نبوت عطا نہیں کیا گیا۔

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ کے اس کلام سے واضح ہوا کہ مخلوق اپنے عجز اور ضعف شدید کے باعث

براہ راست اللہ تعالیٰ سے فیضیاب ہونی کی صلاحیت اور استعداد نہیں رکھتی بلکہ قبول فیض واسطہ اور ذریعہ پر موقوف ہے دنیا میں انبیاء اور رسولوں کو مبعوث فرمانے کی حکمت بھی یہی ہے،، یہ واسطہ کیسا ہونا چاہیے؟ علامہ عبدالحکیم السیالکوٹی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لما انه في غاية الكدورة والظلمة الجسمانية وذاته تعالى في غاية التقديس والمناسبة شرط في قبول الفيض على ما جرت العادة الالهية فلا بد من متوسط ذاهتے التجرد والتعلق ليستفيض من جهة ويفيض باخرى“ (حاشیہ بیضاویؒ)

ترجمہ: کیونکہ مخلوق انسانی جسمانی لحاظ سے انتہائی کثافت اور ظلمت میں ہے اور ذات باری تعالیٰ انتہائی تقدس اور طہارت سے متصف ہے، عادت الہیہ کے مطابق استفادہ اور افادہ کیلئے مفیض اور مستفیض کے درمیان مناسبت شرط لازم ہے مفیض سے مناسبت رکھنے کی وجہ سے فیض قبول کرے گا، اور مستفیض سے مناسبت رکھنے کی وجہ سے فیض پہنچائے گا۔

تخلیق آدم فیضان خداوندی ہے

آدم علیہ السلام کی تخلیق اللہ تعالیٰ کا فیضان ہے اور اس تخلیق کے دو عنصر ہیں، روت اور جسد یہ دونوں مخلوق ہیں، ان کو تخلیق کا فیضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور نبوت کی وساطت سے حاصل ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ کاملہ اور سلطان اعظم ہیں

امام سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا! کہ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے جو ”المابلیغ“ کے تحت اربعین سنة ارسله الله رحمة للعالمین“ فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ”ای ارسله رحمة مطلقة تامة كاملة عامه شاملة جامعة محيطة بجميع العالمين ذوى العقول وغيرهم من عالم الارواح والاجساد“ (جواهر البحار: ج ۱۵ ص ۱۶)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ مطلقہ، تامہ، کاملہ، عامہ، شاملہ، جامعہ اور تمام عالمین کیلئے محیط بنا کر بھیجا گیا ہے خواہ ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول، عالم ارواح ہو یا عالم اجسام،، آدم علیہ السلام کا تعلق تخلیق کے اعتبار سے عالم ارواح اور عالم اجساد دونوں سے ہے، لہذا رحمۃ للعالمین ہونے کے حوالے سے آپ کی نبوت اور رسالت کا فیضان تخلیق کے مرحلہ پر آدم علیہ السلام کو حاصل ہے،، حضرت امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا! امام سبکی فرمایا کرتے تھے: ”ان محمدًا ﷺ نبی الانبیاء فهو كالسلطان الاعظم وجميع الانبياء كامراء العساكر ولو ادر کہ جميع الانبياء لوجب عليهم اتباعه اذ هو ﷺ مبعوث الى جميع الخلق من لدن آدم الى قيام الساعة“ (جواهر البحار: ج: ١٠ ص: ١٠٠)

ترجمہ: بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے بھی نبی ہیں آپ سلطان اعظم اور بقیہ انبیاء امراء لشکر ہیں اگر انبیاء کرام آپ کے زمانے میں آپ سے ملائے ہوتے تو آپ کی اتباع ان پر واجب ہوتی، کیونکہ آپ کی بعثت شریفہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک ہونے والی سب مخلوق کی طرف ہوئی ہے،، جب آپ کی بعثت بشمول حضرت آدم علیہ السلام قیام قیامت تک ساری مخلوق کیلئے ہے تو کیا آدم علیہ السلام کی تخلیق کا زمانہ آپ کی نبوت سے خالی ہے؟ آدم علیہ السلام کی تخلیق دو حال سے خالی نہیں، ایک عام فرد مخلوق کی طرح ہوئی ہے یا بحیثیت نبی خلیفہ؟ اگر عام فرد مخلوق کی طرح ہو تو پھر بھی آپ کی بعثت اور نبوت ان کو شامل ہے،،

اور اگر بحیثیت خلیفہ نبی ہوئی ہے تو پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ان کو شامل ہے کیونکہ آپ نبیوں کے بھی نبی ہیں، نبوت کا تعلق روح سے ہے روح آدم روز یثاق آپ کو نبی تسلیم کر کے ایمان لا چکی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغہ ماضی اپنی نبوت کا اعلان فرمادیا ہے، جناب آدم علیہ السلام کی روح مبارکہ اور جسد پاک کی ہیئت ترکیبی اور کیفیت تخلیقی کو بھی بعد از ملاحظہ بیان فرمادیا ہے تو یہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ آپ کی روحانی نبوت اور تخلیق آدم علیہ السلام کے درمیان ہزاروں بلکہ

لاکھوں سال کا فاصلہ حائل اور کارفرما ہے۔

عالم ارواح سے لے کر دار آخرت تک آپ نبی اور رسول ہیں

شیخ ابو محمد عبد الجلیل القصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ان النبی ﷺ عقدت له النبوة قبل كل شيء وانه دعا الخليفة عند خلق الارواح وبدء الانوار الى الله تعالى كما دعا هم آخر افي خلقه جسده آخر الزمان“ (الجواهر البحار: ج ۳: ص ۳۰۸)

ترجمہ: ”بے شک نبی کریم ﷺ کو ہر شے سے پہلے نبوت دی گئی ارواح کی تخلیق کے وقت آپ نے روحانی مخلوق کو دعوت دی،، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انوار کے ظہور کی ابتداء فرمائی،، جس طرح آپ نے آخر زمانے میں جسد عنصری کے تخلیق ہونے پر مخلوق کو دعوت دی ہے معلوم ہوا ارواح کی تخلیق پر آپ نے ارواح کو بھی دعوت تو حید دی، یہ اس لئے کہ آپ کو ہر شے کی تخلیق سے پہلے نبی بنایا گیا تھا، آدم علیہ السلام کی تخلیق جسمانی کا مرحلہ آیا تو یہ روح اس وقت بھی موجود تھی اور نبی کریم ﷺ کی ذات بحیثیت نبی موجود تھی،،

امام سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”هو المراد بقوله ﷺ ان الله خلق نوري قبل ان يخلق آدم عليه السلام باربعة عشر الف عام كما رواه ابن القطان“

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی مراد یہی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار برس پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان اس بات پر نص ہے کہ آپ کے نور، (حقیقت، روح مقدسہ، اور جوہر نورانی) کی تخلیق اور تخلیق آدم علیہ السلام کے درمیان فاصلہ چودہ ہزار سال کا ہے تحقیقات کا اس فاصلہ کو لاکھوں سال میں بتانا تحریر کرنا غلط ہے دیکھئے: ص: ۹۷،، نیز تحقیقات کا یہ کہنا کہ عالم ارواح کے بعد سے لے کر تخلیق آدم علیہ السلام

کے دورانیہ میں آپ کا نبی نہ بنایا جانا آپ کی کسر شان ہے نہ بے ادبی تو ضیحا کہا جائے گا کہ

تحقیقات کا یہ قول بھی خلاف حقائق اور خلاف روایات اور مخالف تصدیحات ہونیکی وجہ سے غلط

ہے۔

کیونکہ یہ قول نصوص قطعیہ کے مغائر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وما ارسلنک الا رحمة للعالمین“

آپ کی رحمت کاملہ، عامہ، شاملہ تمام عالمین کو شام ہے آپ کے نور مقدس جو اول الخلق اور اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے کو کائنات کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا، جس لمحہ آپ نور اور تجلی الہی ہیں اسی لمحہ آپ رحمت للعالمین اور نبی ہیں،، اور عالمین میں آدم علیہ السلام بھی داخل اور شامل ہیں، آپ ﷺ کا فرمان ہے ”بعثت الی الخلق كافة“ جس کا مدلول اطلاق اور مصداق زمانہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک ہے آدم علیہ السلام کا کوئی بھی زمانہ ہو حدیث پاک کا مفہوم اس کو شامل اور اس پر محیط ہے جب آدم علیہ السلام کا تخلیقی مرحلہ اور کائناتی مقام روح اور جسم کے درمیان تھا اس وقت بھی رسول اللہ ﷺ نے ان کو آدم کا نام دیا اور آدم ہی کہا ہے اور الی الخلق كافة میں آدم علیہ السلام داخل ہیں،،

ارشاد باری تعالیٰ نے ”وما ارسلنک الا كافة للناس“ یعنی ہم نے آپ کو پوری انسانیت کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسانیت جب سے ہے اور جب تک ہے اس لمحہ سے لے کر فناء ہونے تک آپ کی رسالت موجود ہے انسانیت کا وجود آدم علیہ السلام سے ہے لہذا وجود آدم علیہ السلام کا زمانہ جو بھی ہو وہ آپ کی نبوت اور رسالت کا زمانہ ہے۔

امام ربانی عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فان انوار رسالته ﷺ غیر منقطعة عن العالم من المتقدمين والمتاخرين“ ”الیواقیت والجواہر“ بے شک آپ کی رسالت کے انوار دنیا سے کبھی منقطع نہیں ہوئے متقدمین کی دنیا ہو یا متاخرین کی،، تو گویا آپ کی رسالت جہاں کی ابتداء سے لے کر آخر تک بلکہ دار آخرت تک موجود اور متحقق فی الخارج ہے جناب آدم علیہ السلام کی تکمیل و تخلیق کا تحقق عالم اجساد سے ہے تمام اجساد آپ کی رسالت کے

فیضان سے ہی معرض وجود میں آئے، علامہ الشیخ سلیمان الجمل رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فہو الرسول المطلق لكافة الخلق من الاولين والآخرين فرسالته عامة ودعوته تامة ورحمة شاملة وکل من تقدم من الانبياء والرسل قبله فعلى سبيل النيابة عنه فهو الرسول على الاطلاق فاتجه اختصاصه ﷺ باسمى النبی والرسول“ (جواهر البحار: ج: ۱ ص: ۱۰۰)

ترجمہ: آپ ﷺ رسول مطلق ہیں ساری مخلوق کیلئے خواہ اولین ہوں یا آخرین آپ کی رسالت عامہ ہے اور آپ کی دعوت مکمل اور تام ہے آپ کی رحمت ساری مخلوق کے شامل حال ہے آپ سے قبل جتنے رسول اور نبی آئے وہ آپ کے نائب تھے، آپ علی الاطلاق رسول ہیں، اسی لئے آپ کو یا الیہا النبی اور یا الیہا الرسول کے الفاظ سے پکارا اور متوجہ کیا گیا ہے۔

لہذا وجود آدم علیہ السلام کی تخلیق و تکمیل کو آپ کے زمانہ رسالت سے خارج کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔

سادس رسول اللہ ﷺ نے تخلیق آدم سے قبل اپنی نبوت کا زمانہ چودہ ہزار برس بتایا ہے و آدم بین الروح والجسد کے موقعہ اور مقام سے اپنی نبوت کی نفی نہیں فرمائی بلکہ اثبات فرمایا ہے اَلرَّیْہُ فَرَسٌ کَرَلِیَا جَاءَہُ کہ عالم ارواح کے بعد چودہ ہزار برس تک آپ کو نبی نہیں بنایا گیا تو دو چیزوں کو زیر غور لانا پڑیگا۔ (۱) وہ کون سے عوامل تھے جن کی وجہ سے یہ ہزاروں برس کا دورانیہ آپ کی نبوت سے محروم رہا،،

(۲) کیا ایسا ممکن ہے کہ نبوت زائل ہو یا منسوخ کی جائے پہلے تفصیل سے گزر چکا ہے کہ علمائے امت اور عرفائے ملت آپ ﷺ کی نبوت منسوخ یا منقطع ہونے کے قائل نہیں، بحمد اللہ ہم نے ان علماء اور عرفاء کی محدود فہرست تحقیقات سے بھی پیش کی ہے اور کثیر التعداد علماء اور عرفاء جو اس عقیدہ پر گزرے اور اپنی جلیل القدر تصانیف چھوڑی ہیں، علامہ یوسف بن اسماعیل النہبانی

رحمہ اللہ نے جواہر البحار کی چاروں جلدوں میں ان کا تذکرہ مع عبارات مقدسہ احاطہ کیا ہے اگر تحقیقات اپنے اوراق کا مطالعہ کرتی تو شاید اس دورانیہ میں نفی نبوت کے تحریر کرنیکی نوبت نہ آتی، اس سلسلہ میں تحقیقات کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے،

علامہ سلیمان جمل نے دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اس کے سلب ہو جانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر ہونے دیا“ (ص: ۱۴۸) دیگر علماء اور عرفاء کے اقوال شریفہ بھی ہیں، مگر ہم نے علامہ سلیمان جمل رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ اقتباس اس لئے نقل کیا ہے کہ یہ تحقیقات کی اپنی قلمی اس کے صفحہ پر موجود ہے اگر تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت آپ نبی نہ بنائے گئے تھے تو جسمانی نبوت تک روحانی نبوت کی بقاء دوام اور استمرار کہاں سے آیا؟

اور غلام محمد بندیا لوی شریپوری کے بقول کنت نبیا اعلان اور تحقق فی المستقبل کی حد تک تھا تو عالم ارواح سے لیکر جسمانی نبوت کے طویل تر عرصہ اور غیر محدود بالفعل مدت تک یہ تسلسل کیوں اور کہاں سے آیا؟

نزول وحی سے قبل ولادت سے نبی نہ ہونے کی تائید میں تحقیقات: ص: ۸۰، پر ہے: انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے بالواسطہ اور بلا واسطہ فیوض اور فوائد حاصل کرتے ہیں، اور پھر اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں، اور ان پر اپنا منصب ظاہر کرنا بھی فرض ہوتا ہے اور اس پر معجزہ کے ذریعے مہر تصدیق ثبت کرنا بھی لازم اور ضروری ہوتا ہے اس پر امام نیشاپوری کا تفسیری حوالہ بھی تحریر کیا ہے ”ذهب المحققون الی ان علی الولی یجب اخفاء ولایتہ ویجب علی

النبی اظہار نبوتہ“ اہل تحقیق علماء اعلام اور مقتدایان انام کا مذہب یہ ہے کہ ولی پر اپنی ولایت کا چھپانا واجب اور لازم ہے اور نبی پر اپنی نبوت کا اظہار کرنا لازم اور ضروری ہوتا ہے،

کیا نبوت کا اظہار ضروری ہے؟

نتیجہ چالیس سال تک آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا نہ اظہار فرمایا اگر نبی ہوتے تو اظہار اور اعلان فرماتے،،

اقول یہ درست ہے کہ نبی کیلئے اعلان اور اظہار نبوت ضروری ہے اور بطور ثبوت اور دلیل معجزہ دکھانا بھی ضروری ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب نبی دعوت تو حید اور تبلیغ احکام کیلئے مامور ہو، امام ابو شکور عبدالسعید السالمی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبوت کا ثبوت اور صحیح ہونا معجزہ کے ذریعے معلوم ہوتا ہے اور معجزہ کی تعریف ہے جو دلیل کے مطالبے یا نبوت کے دعویٰ کے بعد ایسے خلاف عادت کام کو ظاہر کرنا جو کسی بھی طرح باطل نہ ہو، اور لوگ کوشش کے باوجود اس کی مثال لانے سے عاجز رہیں، اور لوگ ایسے کام میں مہارت اور دسترس بھی رکھتے ہوں اور امت جس معجزہ کی درخواست کرے وہ اسی وقت اس کے سامنے کر دیا جائے، (التمہید: ۱۷۰) معجزہ کیا ہے؟ یعنی اگر کوئی آدمی دعوائے نبوت کرے تو بطور ثبوت اس سے دلیل طلب کی جائے اور وہ مدعی نبوت مامور من اللہ ہوگا اس پر دعوت و تبلیغ فرض ہوگی اور اظہار نبوت لازم اور ضروری ہوگا،،

مواقف اور شرح مواقف میں ہے ”واما فی العرف فهو عند اهل الحق من الاشاعرة وغيرهم من الملیین من قال له الله تعالى ممن اصطفاه من عباده ارسلتك الی قوم کذا او الی الناس جمیعا وبلغهم عنی ونحوه“ (ص ۱۱۱) متکلمین کے عرف میں یعنی اہل حق اشاعرہ وغیرہ اہل ملل کے نزدیک نبی وہ شخص ہے جسکو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے منتخب کر کے یہ کہے کہ میں نے تجھے فلاں قوم یا سب لوگوں کی طرف رسول بنایا ہے یا اللہ تعالیٰ اس منتخب بندے سے فرمائے کہ میرے بندوں کو میری طرف سے یہ احکام پہنچاؤ،

مواقف اور شرح مواقف میں معجزہ کی تعریف یوں کی گئی ہے: ”وہی بحسب الاصطلاح عندنا عبارة عن ما قصد به اظهار صدق من ادعی انه رسول الله“ اہل سنت

وجماعت کی اصطلاح میں معجزہ اس امر خارق للعادة کا نام ہے جو رسالت کا دعویٰ کرنے والا (کہ وہ اللہ کا رسول ہے) اپنے صدق پر ظاہر کرے،

معجزہ کی شرائط کو بیان کرتے ہوئے قاضی عضد الدین عبدالرحمن ایچی نے فرمایا: ان یکون فعل اللہ او یقوم مقامہ ”پہلی شرط یہ ہے وہ اللہ کا فعل ہو یعنی اس کی طرف سے ہو یا اس کے قائم مقام ہو، دوسری شرط یہ ہے وہ خارق للعادة ہو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصدیق نبوت ہے تیسری شرط یہ ہے انسان اس کے معارضہ سے عاجز ہوں، چوتھی شرط یہ ہے اس معجزہ کا اظہار مدعی نبوت کے ہاتھ سے ہو، پانچویں شرط یہ ہے کہ دعویٰ کے موافق ہو، مغائر نہ ہو، چھٹی شرط معجزہ اس کے دعویٰ کی تکذیب نہ کرتا ہو، اور ساتویں شرط یوں متقدم علی الدعویٰ مقارنا لھا“ کہ معجزے کا اظہار دعویٰ نبوت سے پہلے نہ ہو اس سے مقارن ہو یعنی دعوے اور معجزہ کا زمانہ ایک

ہو، خلاصہ یہ ہے کہ نبی پر نبوت کا اظہار اور معجزہ کا صہ دور و وقوع اس وقت لازم اور ضروری ہے جب مدعی نبوت مامور من اللہ ہو اور اس پر دعوت و تبلیغ لازم اور واجب ہو،

اور جو نبی وصف نبوت سے متصف ہو، وجود خارجی رکھتا ہو مگر دعوت و تبلیغ اس پر واجب نہ ہو اس کے لئے اظہار نبوت ضروری ہے اور نہ معجزہ جیسا کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات: ج: ۳: ص: ۶۳۶، پر نقل فرمایا ہے: اور محدثین کے نزدیک دعوت و تبلیغ کیلئے مامور فرمایا جانے والا شخص رسول ہے نبی نہیں،، (ایضاً)

نبی اور رسول باہم مغائر ہیں

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وہو ظاہر فی التغایر وعلیہ الجمہور فی الفرق بینہما، ان النبی انسان بعثہ اللہ ولو لم یؤمر بالتبلیغ“ نبی اور رسول کا معنوی تغایر بالکل ظاہر ہے اور جمہور کا موقف بھی ان کے تغایر معنوی پر ہے بے شک نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے اگرچہ تبلیغ کا حکم نہ دیا گیا ہو، اور رسول کون ہے؟ من امر بہ رسول وہ

انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوا اور اس کو تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو، پھر فرمایا ”فکل رسول نبی ولا عکس“ (مرقات: ج: ص: ۵۷)

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی بیان فرمودہ تعریفات سے ثابت ہوا کہ نبی کیلئے بعثت ضروری ہے نبوت کا اظہار ضروری نہیں، اظہار تب ضروری ہوتا جب دعوت و تبلیغ پر مامور اور ان کا مکلف ہوتا،،

علامہ سعد الدین التفتازانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”والرسول انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام وقد یشرط فیہ الكتاب“ (شرح عقائد: ۱۷) ترجمہ: رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے کہ وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچائے اور اس کیلئے صاحب کتاب ہونا بھی شرط ہے،، معلوم ہوا جو مبعوث الی الخلق، صاحب کتاب اور تبلیغ احکام کیلئے مامور ہو وہ رسول ہے یعنی یہ امور ماہیت رسالت کو لازم ہیں ان امور کے بغیر رسالت کا مفہوم اور حکم متحقق نہ ہوگا،،

نبی کی تعریف میں فرمایا: ”بخلاف النبی فانہ اعم“ (شرح عقائد: ایضاً) نبی کی تعریف عام اس کے خلاف اور اس سے اعم ہے یعنی مبعوث الی الخلق ہونا تبلیغ احکام کرنا، صاحب کتاب ہونا ماہیت نبوت کے لوازمات نہیں ہیں۔

علامہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہی سفارة العبد بین اللہ و بین ذوی الالباب من خلیقة لیزیل بها علیہم فیما قصرت عنہ عقولہم من مصالح الدنیا والاخرہ“ (شرح عقائد: ۱۳۳) ترجمہ: اللہ اور اللہ کی مخلوق میں صاحبان عقل و دانش کے درمیان -فارت کاری پیغام رسانی (کا نام رسالت ہے تاکہ اس پیغام رسانی کے ذریعے وہ غلط (خرابیاں) دور اور زائل ہوں جن کی وجہ سے دنیا و آخرت کے فوائد حاصل ہوں جن کے ادراک سے عقول انسانی قاصر ہیں، یعنی احکامات خداوندی کو انسانوں تک پہنچانا، تاکہ تعمیرات و کردار سے وہ دنیا اور آخرت کی فوز و فلاح حاصل کریں، جن کی حقیقت اور ادراک سے عقول انسانیہ قاصر ہیں کا نام

رسالت ہے،

علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ التورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”آنکہ نبوت از برائے بزرگی و شرف بوے دادہ باشد تا بآنچہ از حق بوے میرسد بخاصہ خود براں عمل کند وے نبی باشد نہ رسول“ (المعتقد فی ۶۶)

وہر کرا حق نبوت داد و امرے بوے آمد کہ پیغام من بخلق رساں ویشاں را بمن خواں وے نبی مرسل باشد پس ہر کہ نبی باشد رسول نباشد، و ہر کہ رسول است البتہ نبی باشد“ (ایضاً) ترجمہ: ہر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت دی ہو،

اور یہ حکم دیا ہو کہ میرا پیغام مخلوق کو پہنچاؤ اور میری توحید کی دعوت دو وہ نبی مرسل ہے“ پھر فرمایا: ”ہر کہ نبی باشد رسول نہ باشد، و ہر کہ رسول است البتہ نبی باشد“ (ایضاً) ترجمہ: جو نبی ہے وہ رسول نہیں البتہ رسول نبی ضرور ہوتا ہے۔

علامہ الشیخ سلیمان الجمل رحمہ اللہ نے فرمایا: ”النبی انسان خصہ اللہ بسماع و حیہ بملک او و دونه“ (جواہر البحار: ۲: ص ۳۶۴)

اللہ بذریعہ فرشتہ یا بغیر فرشتہ وحی سننے کیلئے مختص فرمائے، یعنی جس پر بذریعہ فرشتہ یا بغیر فرشتہ وحی نازل ہو۔

پھر فرمایا: ”بل النبوة عند المحققين ايحاء الله لرجل بحكم شرعي ليعمل به“ (ایضاً) محققین کے نزدیک نبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شخص کو حکم شرعی کی وحی کی جائے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

پھر نقل فرمایا: ”ان الرسول هو النبي المامور بتبليغ ما اوحى اليه، فهو لا خص من مطلق النبي، لزيادته عليه بالا مر بالتبليغ۔“ (جواہر البحار جلد ثانی ص ۳۶۴)

ترجمہ: رسول وہ نبی ہے جس کو ان احکامات کی تبلیغ کا حکم دیا ہے جو اس پر وحی کئے گئے ہیں، رسول

مطلق نبی سے اخص ہے کیونکہ اسکو تبلیغ احکام کی اضافی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

علمائے متکلمین کے تصریح فرمودہ نبوت اور رسالت کے معنی ملاحظہ کرنے سے یہ امر عیاں ہو جاتا ہے کہ نبی کے لیے بعثت، اصطفاء اور وحی کافی ہے صاحب کتاب ہونا، مبلغ احکام ہونا شرائط نبوت سے نہیں، جبکہ رسول کیلئے صاحب کتاب ہونا، احکام خداوندی کا مبلغ اور ان کیلئے مامور کیا جانا شرائط رسالت ہیں،،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی وہ جس پر وحی نازل ہوتا کہ اس کو لوگوں تک پہنچائے (لیکن کتاب اس پر نازل نہ ہو) اور رسول وہ جس پر کتاب بھی نازل ہو،،
اس تعریف کے بعد محدثین کا مذہب نقل فرمایا: ”کہ بنی ہمدھب ایشان لازم نیست کہ داعی و مبلغ باشد، الخ، سے معلوم ہوا کہ نبی کیلئے دعوت و تبلیغ کی شرط اضافی اور اختلافی ہے جمہور کے نزدیک نبی وہی ہے جس کو دعوت اور تبلیغ کیلئے مامور نہ کیا گیا ہو، مندرجہ بالا تصریحات اس بات پر گواہ ہیں کہ نبی کی جو تعریف تحقیقات کے ص: ۶۸، پر کی گئی ہے وہ نبی کی نہیں بلکہ رسول کی ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں: ”انسان بعثہ اللہ الی الخلق لتبلیغ الاحکام“، لتبلیغ الاحکام کی زیادتی اور بعثت الی الخلق کی قید شرائط رسالت ہیں،،

ثانیاً: اگر نبوت کی اس تعریف پر ہی انحصار اور اقتصار کیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم ارواح والی نبوت کی نفی اور انکار لازم آئے گا کیونکہ وہاں انسانیت کا وجود ہی نہیں، جو کہ بعثت الی الخلق اور لتبلیغ الاحکام کا محل اور امر مشروط ہے،،

ثالثاً: اگر کنت نبیا سے مراد یہ ہو کہ تخلیق آدم کے وقت اللہ کے علم میں تھا کہ میں مستقل میں نبی ہو گا اس میں آپ کی تخصیص ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تمام کائنات کا وجود و عدم اور انبیاء و رسل کی رسالت و نبوت موجود تھی،،

رابعاً: اخبار مافی المستقبل کی تاویل بھی باطل ہے کیونکہ یہ مقتضائے حال اور منشاء سائل کے

خلاف ہے مقتضائے حال کے مطابق آپ بالفعل نبی ہیں، منشاءً سائل آپ کی نبوت کی ابتداء اور آغاز معلوم کرنا ہے،،

متی وجبت لك النبوة کا مفہوم

رسول اللہ ﷺ سے سائل کا سوال نبوت کے تحقق فی الخارج کے متعلق نہیں کیونکہ سائل صحابی ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ نبوت درسالت ہو یا دیگر امور کائنات علم باری تعالیٰ میں ہیں، اور اسی کے مطابق رواں بہ منزل ہیں، صحابی ابتداء نبوت اور عرصہ نبوت معلوم کرنا چاہتا ہے کیونکہ یہ امر اس پر مخفی اور پوشیدہ ہے اسی لئے عرض کیا متی وجبت لك النبوة، حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا متی استفہام زمانہ کیلئے وارد ہوتا ہے جیسے متی نصر اللہ، اللہ کی مدد کب، کس وقت آئے گی،، (الاتقان: ۶: ۴۷) سائل صحابی زمانہ نبوت کو جاننا چاہتا ہے یعنی وہ جاننا چاہتا ہے کہ آپ کب سے نبی آرہے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام کی حقیقت مادی پانی، کیچڑ یا روح اور جسم کے درمیان تھی،، اور اگر یہ کہا جائے کہ کنت نبیا کا اطلاق مفہوم اور مصداق بے شک آپ کی ذات ہے مگر آپ کا نبی ہونا عالم ارواح تک محدود ہے تو ابن عساکر کی حدیث جو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس کا کیا جواب ہے؟ جس میں فرمایا گیا ہے کہ مجھے بحیثیت نبی پیدا کیا گیا ہے،، حدیث یہ ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ”وتقلبك في الساجدين“ (سورہ الشعراء: آیت ۷۱) کی تفسیر میں مروی ہے ”قال من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا“ (البدائیہ والنہایہ ج: ۱ ص: ۱۰۰) آپ ﷺ کی ذات ایک نبی سے دوسرے نبی کی

طرف منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ مجھے نبی پیدا کیا گیا،، عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا متی وجبت لک النبوة سے سوال کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کنت نبیا الحدیث بصیغہ، ماضی بلا تقييد و تحديد اور بحالت آدم علیہ السلام جواب دینا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ”تقلبك في الساجدين میں من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا“ کی تفسیر بیان کرنا آپ کی نبوت کی بقاء دوام اور استمرار کے واضح دلائل ہیں،،

بقول غلام محمد بندیا لوی شرچوری اگر کنت نبیا مستقبل میں نبی بنائے جانے کی تشہیر اور اعلان کی حد تک ہے تو یہ اعلان اور تشہیر کس وقت ہوئی عالم ارواح میں یا عالم اجساد میں، عالم اجساد میں ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ عالم اجساد میں آپ بالفعل نبی ہیں، نبوت محققہ فی الخارج ہے لامحالہ کنت نبیا کا مدلول عالم ارواح والی نبوت ہے اس قول کا صدور عالم ارواح سے وابستہ ہے عالم ارواح میں آپ بالفعل نبی، مربی، اور معلم ہیں، اعلان اور تشہیر کیوں؟ اور پھر کس بات کی؟

بقول تحقیقات حقیقت، روح مقدسہ اور جوہر نورانی کائنات کی ہر شے سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ (ص: ۷۸) روح تخلیقی طور پر وصف نبوت سے متصف تھی، جیسا کہ علمائے امت اور عرفائے ملت کے اقوال بحوالہ، جواہر البحار پہلے نقل ہو چکے ہیں،، معلوم ہوا عالم ارواح میں آپ کی ذات (جو ضمیر متکلم کا مفاد ہے) ان تین امور کا مرکب تھی اور وصف نبوت سے موصوف اور متصف تھی، سوال یہ ہے جب آپ دنیا میں جلوہ گر ہوئے یہ تین چیزیں معدہ وصف نبوت موجود تھیں یا معدوم ہو گئی تھیں یا ان کا سلب ہو گیا تھا، ان امور کا عدم اور سلب ہونا دونوں محال ہیں کیونکہ اگر معدوم یا سلب ہو چکے ہوتے تو ولادت سے قبل بوقت ولادت اور ولادت کے بعد، خوارق معادات امور کا صدور اور وجود نہ ہوتا؟

پھر جب آپ نے عالم ارواح میں نبی ہونے کا اعلان فرمایا تو آپ کی ذات کریمہ ان چار امور کا مجموعہ تھی دنیا میں جلوہ گری کے وقت آپ کی ذات مقدسہ کا انہی چار امور سے مرکب ہونا

ضروری ہے تاکہ اعلان کے مطابق نبوت کا محل اور موصوف متحقق ہو، جسد عنصری میں بوقت ولادت یہ امور اربعہ تھے یا نہ؟ اگر وہی حقیقت وہی جو ہر نورانی اور وہی روح اقدس موجود تھی تو لازم کی حیثیت سے نبوت بھی موجود ہے اس کا انکار کرنا غلط ہے اور اگر جسد عنصری ان امور اربعہ سے محروم، معزول اور عاری ہے تو نصوص نور جن میں آپ کی حقیقت اور حقیقت سے متعلقہ مثلاً امور روح اور اوصاف نبوت اور آپ کی رسالت مطلقہ عامہ، شاملہ پر مبنی آیات قرآنیہ کا انکار لازم آئے گا یہ بھی محال شرعی ہے اس سے بچنے کیلئے ماننا پڑیگا کہ تخلیق آدم کا مرحلہ ہو یا عالم اجساد میں جلوہ گری کا کسی وقت بھی وصف نبوت آپ سے منقطع ہوا نہ سلب،،

امام رازی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ پیدائشی نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں

حضرت امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”الحق ان محمداً ﷺ قبل الرسالة ما كان شرع نبی من الانبياء عليه السلام وهو المختار، عند المحققين من الحنفية لانه لم يكن امة نبی قط، لكن كان في مقام النبوة قبل الرسالة وكان يعمل بما هو الحق الذي ظهر عليه في مقام نبوته بالوحي الخفي والكشوف الصادقة من شريعة ابراهيم عليه السلام وغيرها كذا نقله القونوي في شرح عمدة النسفي“ (حاشیہ شرح عقائد حص: ۲۷) ترجمہ: سچ یہ ہے کہ بے شک محمد ﷺ رسالت سے قبل انبیاء کرام میں سے کسی نبی کی شریعت پر نہ تھے لیکن رسالت سے قبل آپ مقام نبوت میں تھے، مقام نبوت میں آپ پر وحی خفی اور انکشافات صادقہ کی وجہ سے جو حق بات شریعت ابراہیمی سے آپ پر ظاہر ہوتی آپ ﷺ اس پر عمل فرماتے،، امام قونوی نے شرح عمدة النسفي میں اسی طرح نقل فرمایا ہے،،

حاشیہ علی شرح عقائد نسفی کی یہ عبارت اس بات پر دلیل قوی ہے کہ عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ کو نبوت نہیں ملی بلکہ رسالت دی گئی ہے اور اس رسالت سے قبل آپ نبی تھے

اور آپ پر وحی خفی نازل ہوتی تھی، اور آپ بالکل کسی نبی کے امتی (پیروکار) نہ تھے کیونکہ آپ خود نبی تھے، امام قونوی کا عمدۃ النسفی میں یہ تحریر کرنا ثابت کرتا ہے کہ امام رازی کی طرح ان کا بھی یہی عقیدہ تھا،،

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فیہ دلالة علی ان نبوتہ لم تکن منحصرۃ فیما بعد الاربعین کما قالہ جماعة بل اشارة الی انہ من یوم ولادته متصف بنعت النبوة بل یدل حدیث کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد علی انہ متصف بوصف النبوة فی عالم الارواح“ (حاشیہ شرح عقائد: ۸)

ترجمہ: امام رازی رحمہ اللہ کے کلام میں یہ دلیل موجود ہے کہ چالیس سال کے بعد آپ کی نبوت منحصر نہیں (یعنی یہ درست نہیں کہ چالیس سال کے بعد آپ کو نبی بنایا گیا جیسا کہ ایک جماعت کا قول ہے بلکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ روز ولادت سے ہی وصف نبوت سے متصف ہیں، بلکہ حدیث کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد دلالت کرتی ہے کہ آپ عالم ارواح میں بھی وصف نبوت سے متصف تھے،،

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بل یدل حدیث کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد، الخ، سے ترقی کرتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ آپ کی نبوت عالم ارواح سے لیکر نزول وحی (مقام رسالت کے اعطاء تک) دائم باقی اور مستمر ہے کسی لمحہ میں انقطاع یا سلب واقع نہیں ہوا،،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

تمام انبیائے کرام گناہوں سے پاک، سچے اور خدا کی طرف سے احکام پہنچانے والے تھے،، وہ اپنے منصب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوئے،، (تکمیل الایمان: ۱۵۱، مکتبہ نبویہ لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ عالم ارواح کے بعد تخلیق آدم تک آپ کی نبوت کو نہ ماننا، اور نزول وحی (اعطاء رسالت) سے قبل آپ کو نبی نہ ماننا غلط اور مقتدیان امت کے مسلک کے خلاف

نبوت کیلئے اظہار اور معجزہ ضروری ہے؟

تحقیقات نے رسول اللہ ﷺ کے نزول وحی سے قبل نبی نہ ہونے پر یہ استدلال کیا ہے کہ انبیائے کرام پر اپنا منصب ظاہر کرنا فرض ہوتا ہے، تو کیا نبی اکرم ﷺ نے چالیس سال تک اپنی نبوت کو چھپائے رکھا، اور مزید اس پر امام نیشاپوری کا قول: ”ذهب المحققون الى ان على الولي يجب اخفاء ولايته ويجب على النبي اظهار نبوته“ ترجمہ: اہل تحقیق علماء اعلام اور مقتدایان انا م کا مذہب یہ ہے کہ ولی پر اپنی ولایت کا چھپانا واجب و لازم ہوتا ہے اور نبی پر اپنی نبوت کا اظہار کرنا لازم اور ضروری ہوتا ہے، اور اس پر مزید حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے۔

ظہور خوارق شرط نبوت است نہ شرط ولایت، اظہار نبوت واجب است نہ اظہار ولایت بلکہ ستر و اخفاء بایں مرتبہ اولیٰ است زیرا کہ آنجا دعوت خلق است و ایں جا قرب حق جل شانہ، و معلوم است کہ دعوت را اظہار لازم است و قرب را استتار مناسبت“ (مکتوبات شریف: ج: ۲: ص: ۳۶۳، بحوالہ تحقیقات: ص: ۸۰)

توضیحا کہا جائے گا کہ یہ حوالہ بات میں وحدت معنوی پائی جاتی ہے ان اقتباسات کو بنیاد اور دلائل بنا کر نزول وحی سے قبل کے دورانیہ میں نبوت کا انکار اور نفی کرنا ہرگز درست اور روا نہیں اس لئے کہ اہل تحقیق علماء اعلام اور مقتدایان انا م کا مذہب، اقوال مع اسماء پہلے نقل کر آئے ہیں

مفسر نیشاپوری اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہما اللہ نے جو فرمایا وہ حق اور نسلم ہے کیونکہ یہ لوازمات اس نبی کیلئے ہیں جو مبعوث الی الخلق ہو اور اس پر دعوت خلق واجب ہو، جو مبعوث الی الخلق نہ ہو اس پر دعوت و تبلیغ فرض نہ ہو اس کیلئے یہ لوازمات بدرجہ وجوب نہیں،، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نبی کیلئے دعوت و تبلیغ محدثین کے مذہب پر لازم ضروری اور شرط نہیں، اگر یہ امور، (دعوت و تبلیغ، اظہار نبوت، اظہار معجزہ) لازم اور واجب ہوں تو وہ محدثین کے مذہب پر رسول ہے نبی نہیں، جیسا کہ شیخ محقق نے اشعة اللمعات جلد سوم صفحہ ۶۳۶، اور تحقیقات نے، ص: ۱۹۱، پر نقل کیا ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بھی اپنے کلام میں، یہ لوازمات رسالت کیلئے لازم اور واجب قرار دیئے ہیں، نبوت کیلئے نہیں، کیونکہ آپ کا فرمان تین چیزوں کا بیان ہے: (۱) ظہور خوارق، (۲) اظہار نبوت (۳) دعوت خلق

دعوت خلق کب دے گا جب وہ مبعوث الی الخلق ہوگا اور دعوت و تبلیغ کیلئے مامور من اللہ ہوگا، دعوت و تبلیغ کس چیز کی ہوگی ان احکامات کی جو کتاب کی صورت میں منزل من اللہ ہوں گے ان کیلئے اظہار نبوت ضروری ہے اور اس کے صدق و حق ہونے کیلئے اظہار معجزہ ضروری ہے،،

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اظہار نبوت کے واجب ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ زیرہ کہ آنجا دعوت خلق است، نبوت کا مقصد لوگوں کو تو حید خداوندی کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کا اس کے بندوں تک پہنچانا ہے،، یہ فریضہ اس وقت تک ادا ہو سکتا ہے نہ پا یہ، تکمیل کو پہنچ سکتا ہے جب تک شخص مبعوث من اللہ اپنے نبی ہونے کا اظہار، اعلان نہ کرے اور مخلوق کے مطالبہ پر معجزہ دکھانے پر قادر نہ ہو،، نبوت مطلقہ، غیر مبعوثہ چونکہ دعوت الی الخلق سے آزاد ہے اس لئے اس کا اظہار اور اس کے صدق و حق ہونے پر اظہار معجزہ کی شرط اور پابندی نہیں،،

نبی ہونے کیلئے نیسی آواز کا سننا، الہامات کا ہونا اور سچے خواب دیکھنا کافی ہے جیسا کہ ابو عبد اللہ فضل اللہ التورپشتی نے فرمایا: ”نبی آنکہ آواز سے شنود، یا ملہم گردد، یا خواب بیند“ (المعتمد فی

علامہ التورپشتی نے فرمایا: ”حق تعالیٰ در اول نبوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تے فرشتہ راموکل اوکر دہ بود تا ویرا از آنچہ ضرورت وقت او بود در طریق عبودیت آگاہ میگرد، و در حدیث بدیں لفظ آمدہ است کہ فکان یعلمہ الکلمۃ والکلمتین، در ایں زمان خوب ہائے راست میدید ایں نبوت بود، بعد ازیں جبریل بوئے آمد، الخ“ (المعتقد فی المعتقد: ص: ۹۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابتدائی دور میں مدت تک ایک فرشتہ کو مامور کئے رکھا تا کہ عبادت کے معاملات میں امور ضروریہ کی تعلیم دے، حدیث میں اس عنوان کیلئے یعلمہ الکلمۃ والکلمتین کے الفاظ واقع ہوئے ہیں، اسی زمانے میں آپ سچے خواب بھی دیکھتے، یہ زمانہ نبوت کا ہے جبریل علیہ السلام اس کے بعد آپ پر نال ہوئے،، علامہ کی کلام واضح دلیل ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ نبی تھے،، اور فرشتہ آپ کی اصلاح اور تعلیم پر مامور تھا۔

نزول وحی کی قید سے نبوت تینتالیس سال سے شروع ہوتی ہے

امام علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ”روی الشعبي و دائود بن عامر ان الله تعالى قرن اسرافيل عليه السلام بنبوۃ رسولہ ﷺ ثلاث سنين يسمع حسه ولا يرى شخصه ويعلمه الشيء بعد الشيء ولا ينزل عليه بالقرآن،، فکان فی هذه المدة مبشرة بالنبوۃ وغير مبعوث الى الامة“ (جواہر البحار: ج: ۱: ص: ۱۰۶) ترجمہ: امام شعبی اور داؤد بن عامر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسرافیل علیہ السلام کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتھ تین سال تک مصاحب رکھا (ساتھی بنائے رکھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ذات (وجود) کی معیت کو محسوس فرماتے، لیکن آپ ان کی ذات کو نہ دیکھتے، اسرافیل علیہ السلام بالتدریج آپ کو تعلیم دیتے، لیکن آپ پر قرآن نازل نہ فرماتے، اس مدت میں نبوت کی بشارت ہوتی کہ (آپ نبی ہیں) اس مدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے،،

امام ماوردی کے کلام، امام شعبی، اور امام داؤد بن عامر کی روایت سے ثابت اور واضح ہوا کہ آمد جبریل علیہ السلام سے قبل کا زمانہ، زمانہ نبوت ہے نزول وحی کے بعد رسالت کا زمانہ ہے، چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”بعضے گفتہ اند نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقدم است بر رسالت“

رسالت وے، و بر مذہب محدثین در نبوت تبلیغ و انداز شرط نیست و نزول وحی برائے نفس کافی است، چنانچہ سورہ اقراء برائے تعلیم و تکمیل وے نازل شد و آں نبوت است بعد از اں نازل شد سورہ یالہھا المدثر برائے تبلیغ و انداز و ایں رسالت است“ (مدارج النبوت: ج: ۲: ۳۵)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا یہ اقتباس اس بات پر شہادت ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ نبی تھے آپ کی نبوت کو آپ کی رسالت پر تقدم زمانی حاصل ہے، محدثین کا مذہب نقل فرما کر نبی اور رسول کا فرق واضح فرمایا، کہ نبی کیلئے تبلیغ و انداز شرط نہیں بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ ذات نبی کی اصلاح اور تعلیم کیلئے اس پر وحی ہا نزول ہو، دلیل کے طور پر سورہ اقراء، اور سورہ مدثر کے نزول کا حوالہ دیا،

شیخ محقق رحمہ اللہ کے کلام سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اصلاح احوال و تعلیم کیلئے اس پر وحی کا نزول ہوتا ہو، اگر شیخ رحمہ اللہ کے نزدیک نبی کیلئے اظہار نبوت دعوت و تبلیغ اور اظہار معجزہ لازم اور بطور شرط ہوتے تو یہ نقل نہ فرماتے، نزول وحی برائے نفس کافی است“

مقصود یہ ہے کہ مذکورہ بالا تصریحات اس امر کی شہادت ہے کہ نبی کیلئے نبوت کا اظہار، دعوت و تبلیغ اور صدور معجزہ شرط اور لازم نہیں ان امور کو شرائط نبوت قرار دینا باطل ہے،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: تاہم بریں منوال بود و ما مور بود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باخفاء ایں امر و صبر بر آں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ دعوت میگرد تا نازل شد ایں آیت کریمہ

فاصدع بما تمر و اعرض عن المشرکین یعنی اظہار کن آنچہ امر کردہ شدی بذاں
و آشکارا کن دعوت را و بگرداں روئے خود از مشرکان“ (مدارج النبوت: ج: ۲: ص: ۳۷)

نزول وحی کے بعد آپ نے خفیہ طور پر تین سال تک لوگوں کو دعوت اسلام اور توحید دی، اس کے
بعد اعلانیہ دعوت دینے کے ساتھ مامور فرمایا گیا اور صبر کرنے کا حکم دیا گیا، فاصدع بما تو مر کی
آیت نازل ہونے تک خفیہ تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا، مشرکین سے اعراض بھی جاری رہا، تحقیقات
نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ: پس آپ کے فرمان (شیخ محقق کے فرمان) سے واضح ہو گیا کہ
آپ کی نبوت پہلے متحقق ہوئی، (اقراء باسم ربك)

کے ساتھ اور رسالت بعد میں حاصل ہوئی تھی،، (تحقیقات: ص: ۱۲۷) لیکن سوال یہ ہے کہ اگر
ان تین سالوں میں آپ نے خفیہ تبلیغ کی اور لوگوں کو دعوت اسلام اور توحید دی تو کس وقت دی؟
نزول وحی کے بعد یا پہلے خود تحقیقات نے تسلیم کیا ہے کہ شیخ محقق کے کلام حقیقت ترجمان سے
واضح ہو گیا کہ نزول وحی کے بعد آپ نے خفیہ طور پر تین سال تک الخ (ص: ۲۱۷) یہ زمانہ
رسالت کا ہے کیونکہ وحی کے نزول کے بعد آپ کو دعوت اسلام و توحید، خفیہ اور اعلانیہ دینے کا حکم
فرمایا گیا ہے شیخ محقق رحمہ اللہ کا حوالہ مدارج النبوت جلد دوم: ص: ۳۵،، سے گزر چکا ہے کہ
دعوت و توحید شرط رسالت ہے،، محدثین دعوت اسلام و توحید نبی کیلئے نہیں بلکہ رسالت کیلئے شرط
لازم قرار دیتے ہیں، اگر شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک معتد بہ نہ ہوتا تو کیوں ذکر فرماتے؟ لہذا
اس قول سے نزول وحی سے قبل نبوت کی نفی اور انکار پر استدلال کرنا ناقابل تسلیم ہے۔

چالیس سال کی عمر میں نبوت مبعوثہ اور رسالت دی گئی

شیخ محقق خود مواہب اللدنیہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں ”در مواہب لدنیہ گفتہ کہ امام احمد
در تاریخ از شعیب آوردہ کہ گفت فرو فرستادہ شد بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحال آنکہ ابن اربعین قرین شد

بانہوت ادا سرائیل سے سال و تعلیم میکر داور اکلمہ و چیزے، کلمہ و چیزے نئے شد از قرآن بر زبان وے، وچوں سے سال گزشت قرین شد نبوت او، جبریل نازل شد بروے قرآن بیست سال
 “(مدارج النبوت: ج: ۲: ص: ۳۴، ۳۵)

ترجمہ: مواہب اللدنیہ میں منقول ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ چالیس سال مکمل ہونے پر آپ ﷺ پر نبوت کا نزول ہوا، آپ کی نبوت کے ابتدائی تین سالوں تک اسرائیل علیہ السلام آپ کے قرین (مصاحب) رہے جو آپ کو تعلیم دیتے رہے، وقتی ضروریات سے آگاہ کرتے رہے، لیکن قرآن حکیم کا کوئی کلمہ اور کوئی شی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اسرائیل علیہ السلام کی زبان سے نازل نہیں ہوئی، جب نبوت کے تین سال گزر گئے تو جبریل علیہ السلام آپ کے قرین (مصاحب) ہوئے،، اور بیس سال تک قرآن نازل ہوتا رہا،، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا کلام واضح ہے کہ جب آپ کی عمر شریف چالیس ہوئی تو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا گیا نبوت کے ابتدائی تین سال آپ کی تعلیم و تربیت میں گزرے ان میں قرآن حکیم کا ایک کلمہ بھی نازل نہیں ہوا، یہ زمانہ نبوت کا ہے اس زمانہ میں فقط آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا گیا ہے اور یہ ذمہ داری حضرت اسرائیل علیہ السلام کو سونپی گئی ہے ان تین سالوں کے بعد نزول قرآن کا مرحلہ آیا اور یہ ذمہ داری حضرت جبریل کو سونپی گئی یہ دور نزول وحی کا ہے قرآن کے نزول کا دور ہے نزول قرآن پر دعوت اسلام و توحید کا حکم دیا گیا ہے یہ دور رسالت کا ہے نبوت کا نہیں، اگر نبوت کا ہی شمار کیا جائے تو نبوت مبعوثہ الی الخلق کا دور ہے اور یہ رسالت کا مدلول اور مصداق ہے، معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پہلے ہے اور رسالت بعد میں، وحی کا نزول اس وقت ہوا جب آپ کی عمر تینتالیس سال ہے قرآن کے نزول کی مدت بیس سال ہے اگر نبوت کے وجود، ثبوت اور تحقق کو نزول وحی سے متعلق اور اس پر معلق کر دیا جائے، جیسا کہ تحقیقات نے کہا کہ: لہذا کسی مذہب پر بھی پہلی وحی سے قبل آپ کو نبی تسلیم کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی نہ محدثین

کے مذہب پر اور نہ علمائے کلام کے مذہب پر، (ص: ۱۹۲) تو نزول وحی سے قبل تین سال کا عرصہ کس کھاتے میں جائے گا؟ جبکہ علمائے محدثین اور علمائے کلام نے اس کو عرصہ نبوت قرار دیا ہے۔

امام ماوردی رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے چھ مدارج (مراتب) بیان فرمائے ہیں، فرمایا: ”والذی تدرجت الیہ احوالہ فی النبوة حتی علم انہ نبی مبعوث و رسول مبلغ ترتب تدریجا علی ستة احوال نقل ﷺ فیہن الی منزلة حتی بلغ غایتہا“ امر نبوت میں جن حالات سے منزل بہ منزل آپ کو گزرنا پڑا، اور آپ کو علم ہوا کہ آپ نبی مبعوث الی الخلق اور تبلیغ احکام کیلئے رسول مبلغ ہیں وہ منازل چھ ہیں، جن سے آپ ﷺ گزر کر نبوت مبعوثہ اور رسالت بلیغہ تک پہنچے،

پہلی منزل: رؤیائے صالحہ ہیں

دوسری منزل: طہارت ہے (عصمت ہے)

تیسری منزل: بشارات ملائکہ ہیں

چوتھی منزل: ان نزل علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبریل علیہ السلام بو حی

ربہ حتی راٰی شخصہ وسمع مناجاتہ فاخبرہ انہ نبی اللہ ورسولہ

(جواهر البحار: ج ۱ ص ۲۸۷)

چوتھی منزل یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام آپ پر وحی الہی لائے حتی کہ آپ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور اس کی گفتگو سماعت فرمائی، جبریل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی کہ آپ (ﷺ) اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔

امام ماوردی کے کلام سے ثابت ہوا کہ چالیس سال کی عمر کے بعد آپ کو نبوت نہیں ملی بلکہ آپ کو نبی مبعوث (بحیثیت نبی ظاہر) اور رسول مبلغ بنایا گیا، یعنی آپ کو لوگوں کی طرف بھیجا گیا اور

بتایا گیا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں رسول ہیں اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچائیں،، نزول وحی سے نبوت نہیں دی گئی بلکہ آپ کی بعثت ہوئی ہے منصب رسالت عطا فرما کر تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے اس نبوت مبعوثہ اور رسالت کا آغاز روایے صادقہ سے ہوا،، جیسا کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہا کہ: ”اول ما ابتدائی بہ رسول اللہ ﷺ الرویا الصادقہ کانت تجیء مثل فلق الصبح حتی فجاء الحق“ (جواہر البحار: ج ۱ ص ۱۴۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی جو صبح کے سویرے کی طرح ہوتے، یہاں تک آپ کے پاس پیغام حق آ گیا۔

امام ماوردی نے فرمایا کہ رسول اللہ یک لخت نبوت مبعوثہ اور رسالت عامہ کے منصب تک نہیں پہنچے بلکہ قانون قدرت کے تحت طریقہ تدریج اختیار کیا گیا جبریل علیہ السلام کا وحی خداوندی لیکر آنا، اور جبریل کو دیکھنا جبریل علیہ السلام کا آپ سے گفتگو کرنا، اور اللہ تعالیٰ کے نبی مبعوث، اور رسول مبلغ ہونے کی خبر دینا چوتھے درجہ میں ہوا اس سے قبل تین مراتب ہیں جن سے گزر کر آپ کو اس منزل تک پہنچایا گیا،، بقول تحقیقات اگر نبوت کا تحقق اور وجود نزول وحی سے ہے تو ایک تو مطلق نبوت جو آپ کو نبوت مبعوثہ سے پہلے آپ کو حاصل ہے اس کا انکار لازم آئے گا دوسرا روایے صالحہ، عصمت اور فرشتوں کی بشارات نبوت مبعوثہ اور منہوم رسالت سے خارج ہو جائیں گے جبکہ بالتحقیق یہ اجزائے رسالت اور علامات نبوت مبعوثہ ہیں،، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا قول اس پر دلیل صریح ہے لہذا نزول وحی جو نبوت مبعوثہ کا چوتھا درجہ ہے،، سے آپ کی نبوت پر استدلال کرنا خطائے فاحش ہے علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے فرمایا، روایے صالحہ کے بعد آپ غار حراء میں عبادت کیلئے تشریف لے جاتے، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت فرماتے،،

آپ کسی نبی کی شریعت کے پیروکار نہ تھے

عارف کامل علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ”فذهب اکثر المتکلمین وبعض الفقهاء من اصحاب الشافعی وابی حنیفۃ رضی اللہ عنہما الی انہ علیہ السلام لم یکن متعبد الشریعة من تقدمہ من الانبیاء لانہ لو تعبد بها لتعلمها ویعمل بها ولو عمل بها لظہرت منه، ولو ظہرت منه لاتبعہ فیہا الموافق ونازعہ فیہا المخالف“ (جواہر البحار: ج ۳ ص ۵۰۶)

ترجمہ: اکثر متکلمین اور بعض فقہائے شافعیہ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام میں سے کسی بھی نبی کی شریعت کے پیروکار نہ تھے اگر ہوتے تو اس کی تعلیم حاصل کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے جب عمل پیرا ہوتے تو اس شریعت کا اظہار ہوتا، اگر اظہار ہوتا تو آپ اس میں سے موافق طبع کی اتباع کرتے اور مخالف میں نزاع فرماتے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کسی نبی کے امتی نہ تھے،، حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے پہلے نقل ہو چکا ہے، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ظاہر آنست کہ از جانب حق نور رشد و ہدایت در دل وے تافتہ بود کہ بداں مقرب و مرضی در گاہ بعمل مے آید بے اتباع شریعتی و حکم عقل“ (اشعۃ اللمعات: ج ۴: ص ۵۰۶)

ترجمہ: ظاہر یہی ہے کہ آپ کے دل میں رشد و ہدایت کا ایک نور موجزن (تابدہ) تھا اس نور کی اعانت سے آپ ایسے اعمال فرماتے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہوتے اور آپ کے قرب کا باعث بنتے۔ لیکن یہ اعمال کسی شریعت کے تابع ہوتے نہ حکم عقل کے،،

غار حراء کی عبادت کا مرحلہ روایے صالحہ کے بعد کا ہے، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: ”انہ علیہ السلام حبب الیہ الخلاء بعد الرویاء

”رویائے صالحہ کے بعد غار حراء میں خلوت نشینی آپ کیلئے محبوب بنائی گئی۔

نزول وحی سے قبل آپ نبی تھے

ابی نجرات رضی اللہ عنہنا سے روایت ہے کہ: ”ان الله تعالى لما اراد كرامه رسوله ﷺ بالنبوة كان لا يمر بشجر ولا حجر الا قال السلام عليك يا رسول الله فكان

يلتفت عن يمينه وشماله وخلفه فلا يرى احدا“ (جواهر البحار: ج ۱ ص ۱۴۷)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو وصف نبوت (نبوت مبعوثہ الی الخلق) سے مکرم فرمانے کا ارادہ فرمایا تو آپ جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر پکارتا، آپ دائیں، بائیں اور پس پشت التفات فرماتے، مگر آپ کسی کو بھی نہ دیکھتے،

امام مارودی رحمہ اللہ نے مزید نقل فرمایا: ”فاحتمل ان يكون ذلك قبل روياء المنام فيكون كالهتوف الخارجه من اعلام الى اعجاز النبوة“ شجر و حجر کا آپ کو اللہ کا رسول کہہ کر سلام پیش کرنے میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ وحی منامی سے قبل ہو، اگر قبل ہو تو یہ آواز وحی کا اعلان جو ہاتف خارجی کی صورت میں کیا جا رہا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور شجر و حجر کا السلام علیک یا رسول اللہ کہنا آپ کی رسالت کا معجزہ ہے یعنی نزول وحی سے قبل ہاتف غیبی کی صورت میں آپ کو وحی کی جارہی ہے کہ آپ وصف رسالت سے متصف ہونے والے ہیں اگر آپ کو نبوت دی جا رہی تھی تو شجر و حجر آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر کیوں پکارتے؟

یہ نبی اللہ کہتے،، شجر و حجر کا نزول وحی سے قبل ان الفاظ میں کلام کرنا اور آپ ﷺ کو مخاطب کرنا آپ کا معجزہ ہے جو رسالت سے قبل آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے،،

علامہ نے مزید وضاحتی انداز میں فرمایا: ”و یحتمل ان یکون بعد الرویاء فیکون تصدیقا لها وتحقیقا لصحتها“

ترجمہ: اور اگر روایا (وحی منامی) کے بعد ہو تو یہ نبوت مبعوثہ اور رسالت عامہ کی صحت پر تصدیق اور تحقیق ہوگی۔

نبوت مبعوثہ اور رسالت کا آغاز روایا صالحہ (وحی منامی) سے ہوا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق وحی کی ابتداء روایے صادقہ سے ہوئی، یہ وحی منامی ہے،، اس کا وجود نزول وحی سے مقدم ہے، اگر نبوت کا وجود، نبوت اور حکم نزول وحی سے ہو جیسا کہ تحقیقات کا موقف ہے تو یہ عرصہ نبوت گمانہ ہوگا، اس کا عرصہ نبوت نہ ہونا خلاف نقل ہے،، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ”(الروایا الصالحة جز من ستة واربعین جزء من النبوة“ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: سچے خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہیں یعنی نبوت چھیالیس اجزاء سے مرکب اور چھیالیس اجزاء کا مجموعہ ہے،، اس سے ثابت ہوا روایے صالحہ نبوت کی جز ہے اور پہلی جز ہے امام ماوردی رحمہ اللہ نے نبوت مبعوثہ اور رسالت عامہ کے مدارج بیان فرمائے جن میں پہلا درجہ روایے صالحہ اور چوتھا درجہ نزول وحی کا ہے لہذا نزول وحی سے مدت نبوت کا تعین کرنا غلط ہے، اور یہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف ہے،،

ثانیاً: نزول وحی سے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے ثبوت و وجود اور نزول وحی سے قبل نبوت کی نفی پر استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ امام زہری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں

کہ: ”(ان رسول اللہ ﷺ لما فجاء الحق اتاه جبریل فقال یا محمد انت رسول اللہ قال رسول اللہ ﷺ فجثوت برکبتی وانا قائم ثم رجعت ترجف بوادری ثم دخلت علی خدیجة فقلت زملونی زملونی حتی ذهب عنی الروع ثم اتانی فقال یا محمد انا جبریل وانت رسول اللہ ثم قال اقراء، الخ“
(جواهر البحار: ج ۳۱ ص ۳۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو جب مشاہدہ حق ہوا تو آپ کے پاس جبریل آمین آئے اور کہا اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں (واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا میں سن روجی کی ہیبت اور عظمت رسالت سے) گھٹنوں کے بل ہو گیا حالانکہ اس وقت میں کھڑا تھا، میرے جسم پر لرزہ طاری ہوا پھر واپس خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آیا اور کہا مجھے چادر اوڑھاؤ، مجھے چادر اوڑھاؤ یہاں تک کہ وہ ہیبت اور رعب جاتا رہا، جبریل علیہ السلام پھر آئے اور کہا اے محمد میں جبریل ہوں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر فرمایا اقراء،، بروایت امام زہری، اور یہ تفصیل حضرت عائشہ، دو مرتبہ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اپنا تعارف کرایا اور آپ کو بتایا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اگر آپ کو اس وقت نبوت دی جاتی تو جبریل کہتے انت نبی اللہ، انت رسول اللہ نہ کہتے اور اپنا تعارف بھی نہ کرواتے،، دو مرتبہ انت رسول اللہ کہہ کر پھر اقراء کہنا جو ازیم رسالت ہے اس بات کی قوی دلیل ہے کہ نزول وحی پر آپ کو رسالت عامہ اور نبوت مبعوثہ سے مشرف فرمایا گیا، نبوت مبعوثہ الی الخلق سے مشرف فرمانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے نبوت پہلے ہوتی ہے اور رسالت بعد میں، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مدارج النبوت جلد دوم، ص: ۳۵، پر نقل فرمایا ہے: ”بعضے گفتہ اند نبوت آنحضرت ﷺ مقدم است بر رسالت وے“ بعض علمائے اعلام نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت آپ کی رسالت پر مقدم ہے۔

نزول وحی اگر دلیل نبوت ہے تو رسالت کب ملی؟

جس طرح رسول اللہ ﷺ کی نبوت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اسی طرح آپ کی رسالت عامہ شاملہ بھی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے دونوں مناصب پر ایمان لانا ضروریات دین سے ہے کسی ایک کا انکار یا اس میں تذبذب کا پایا جانا کفر صریح ہے سوال یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ نزول وحی پر آپ کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا گیا ہے تو رسالت کب ملی؟

اگر جبریل امین کی آمد اور سورہ اقرء کا نزول دلیل نبوت ہے تو دلیل رسالت کیا ہے؟ تحقیقات نے تو نزول وحی کو دلیل نبوت قرار دے رکھا ہے جبکہ محدثین اور متکلمین نے نزول وحی کو دلیل رسالت اور آغاز رسالت قرار دیا ہے، نبی اور رسول کے درمیان تفاوت اور تغیر مفہوم پر تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے،

معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے نزول وحی پر اپنی نبوت مبعوثہ اور رسالت عامہ کا اعلان خود فرمایا ہے، عقائد میں اہل سنت کے امام حضرت علامہ ابو منصور ماتریدی اس آیت کریمہ

(قُلْ لَوْ شَاءَ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ الْاٰیةِ) کے تحت فرماتے ہیں: ”فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا ادْعٰی الْبَعْثَ وَلَا اِقَامَ حُجَّةً عَلَيْهِ وَاَنَا قَدْ اِدْعَيْتُ الْبَعْثَ وَاَقَمْتُ عَلٰی ذٰلِكَ الْحُجَّةَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ هٰذَا اِنِّیْ لَمْ اَخْتَرَعْ مِنْ عِنْدِ نَفْسِیْ“ (بحوالہ تحقیقات تبیین) میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے اپنے مبعوث ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور نہ یہ سنا ہے کہ اس پر کوئی حجت اور دلیل قائم کی ہو جبکہ میں نے مبعوث ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے اور اس دعویٰ پر میں نے دلیل اور حجت بھی قائم کر دی ہے کیا تم اس کو سمجھتے نہیں ہو، میں نے اپنی طرف اس (اس کتاب منزل کا) اختراع اور گھڑنت نہیں کی ہے یعنی کسی سے نہ سنا کہ اس کی دیکھ دیکھی نہ دعوائے نبوت کیا ہے اور نہ کسی سے سیکھ کر یہ کلام پیش کیا ہے بلکہ صرف اور صرف اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے

۔ (تحقیقات: ۱۶۳، بلفظہ)

تحقیقات کا یہ اقتباس تین امور پر مشتمل ہے (۱) دعویٰ ”بعثت“ (۲) صاحب کتاب ہونا (۳) کتاب کو بطور دلیل و حجت ”معجزہ“ پیش کرنا ان تینوں کے مجموعہ کو رسالت کہا جاتا ہے یہ تینوں امور رسالت کے اجزاء اور لوازمات ہیں، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نبی اور رسول میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا: نبی وہ جس پر وحی نازل ہوتا کہ لوگوں تک پہنچائے (یعنی کتاب اس پر نازل نہ ہو) اور رسول وہ جس پر کتاب بھی نازل ہو“ (تحقیقات: ۱۹۱)

تحقیقات کے مندرجہ بالا اقتباس اور تحریر کردہ نبی اور رسول کی تعریف کے تناظر میں امام اہل سنت حضرت علامہ ابو منصور ماتریدی کے کلام کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین سے فرمایا کہ میں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، میں اللہ کے احکامات لوگوں تک پہنچانے آیا ہوں میرے رسول ہونے کی دلیل اور حجت یہ کتاب (قرآن) ہے یہ کسی سے سنا یا نہیں، نہ میری ذاتی اختراع ہے بلکہ منزل من اللہ ہے، بقول شیخ محقق آپ نے بحیثیت رسول یہ اعلان فرمایا اور صاحب کتاب ہو کر فرمایا، اور قرآن کو رسالت کی صداقت اور حقانیت پر بطور معجزہ و پیش فرمایا، لہذا آیہ، مقدمہ کی تفسیر میں، امام ماتریدی کے قول سے، نزول وحی جو نزول قرآن کا وقت ہے، سے آپ کی نبوت پر استدلال کرنا غلط ہے، قول امام رحمہ اللہ رسالت کے وجود و ثبوت کیلئے موید اور مثبت ہے، شیخ محقق رحمہ اللہ کی بیان فرمودہ تعریف نبوت و رسالت سے تحقیقات کی نقل کردہ تعریف نبوت کا بطلان بھی واضح ہو گیا جو: ص: ۸۸ پر ان الفاظ میں نقل دی گئی ہے

(۱) انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام (۱) اسفارة بین اللہ و بین

العباد

دونوں تعریفیں رسول کی ہیں، علامہ تفتازانی نے فرمایا: ”والرسول انسان بعثہ اللہ تعالیٰ

الى الخلق لتبلغ الاحكام وقد يشترط فيه الكتاب“ (شرح عقائد ص ۳) پھر فرمایا: ”الرسول جمع رسول على فعول من الرسالة وهي سفارة العبد بين الله وبين ذوى الالباب الخ“ (شرح عقائد ص ۳) اور نبی کی تعریف میں فرمایا: ”بخلاف النبی فانه اعم“ (ص ۳)

بقول تحقیقات آپ کی بعثت ہوئی ہے نزول وحی کے وقت نزول وحی سے پہلے رویاء صالحہ، مبشرات، اور غار حراء میں عبادت کے ادوار اور مراتب ہیں ان میں اگر نبوت نہیں تو بعثت بھی نہیں یہ زمانہ کس کا ہے؟ ان ادوار میں نبوت بھی نہیں رسالت بھی نہیں، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رویائے صالحہ کو وحی (وحی منامی) کیوں قرار دیا ہے؟ وحی تو نبی پر آتی ہے وحی منامی (رویائے صالحہ) تو تمام انبیاء و رسل پر نازل ہوتی رہی ہے،، خود تحقیقات نے فتح الباری جلد اول ص: ۷۷ سے تا سیدی اقتباس نقل کیا ہے؟

اندریں حالات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا قول درست ہے یا تحقیقات کا خود ساختہ کلیہ کہ: نبوت کا وجود و ثبوت نزول وحی سے ہے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے رویائے صالحہ کو خصائل نبوت قرار دیا ہے فرمایا: ”انما ابتداء بها لنلا يفجاء الملك ويأتيه بصريح النبوة ولا تحتملها القوى البشرية فبدء باوائل خصائل النبوة وتبأشر الكرامة من صدق الرء يا مع سماع الصوت وسلام الحجر، والشجر عليه بالنبوة وروية الضوء ثم اكمل الله له النبوة بارسال الملك في اليقظة كشف له عن الحقيقة كرامة له“ (عمدة القاری جلد اول ص: ۷۷، بحوالہ تحقیقات ص: ۷۷)

ترجمہ: رویائے صالحہ کے ساتھ صرف اس لئے وحی کی گئی تاکہ وحی کا فرشتہ آپ پر اچانک نمودار نہ ہو اور واضح اور صریح نبوت آپ کے پاس نہ آئے ورنہ قوائے بشریہ اس کے متحمل نہ ہو سکتے، لہذا نبوت کی ابتدائی خصولات عزت و تکریم کی بشارات کے ساتھ آغاز کیا گیا یعنی سچے خواب

آوازوں کے سننے، پتھروں اور درختوں کے آپ کو منصب نبوت کے ساتھ سلام پیش کرنے روشنی کے مشاہدہ کرنے کے ساتھ آغاز کیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے نبوت کو کامل اور مکمل کیا، حالت بیداری میں فرشتہ وحی نازل فرما کر، اور آپ کی عزت و تکریم کی خاطر حقیقت کو منکشف فرمایا گیا، علامہ بدرالدین عینی نے رویاء صالحہ، آوازوں کے سننے، پتھروں اور درختوں کے وصف نبوت سے پکارنے اور سلام عقیدت پیش کرنے کو نبوت کے خصائل، نبوت کی فطرت اور خصلت قرار دے کر ان امور کو درجات نبوت فرمایا ہے،، ان درجات کی تکمیل نزول وحی پر ہوئی ہے،،

اور ان میں اصول تدریج کا فرما ہے ورنہ نزول وحی اور مشاہدہ حقیقت پر خصائل نبوت کی تکمیل کس مقصد کے تحت،، یہی تقریر امام ماوردی نے حضرت عروہ کی روایت سے بیان فرمائی ہے جس کا متن جواہر البحار جلد اول، ص: ۱۰۵، پر موجود ہے ماننا پڑیگا رویائے صالحہ سے نبوت مبعوثہ کا آغاز ہوا جو مندرجہ بالا درجات کو طے کر کے نزول جبریل پر مکمل ہوا، رویائے صالحہ سے لے کر نزول وحی تک کا سارا عرصہ، عرصہ نبوت ہے،،

چالیس سال کی تکمیل پر آپ کی بعثت ہے، نبوت نہیں ملی

امام نووی نے فرمایا: ”الصواب انه ﷺ بعث على رأس الاربعين سنة“ حق اور صواب یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ چالیس سال عمر شریف کے گزارنے پر مبعوث ہوئے۔ (تحقیقات: ص: ۲۰۰)

علامہ ابن ہشام رحمہ اللہ نے فرمایا: ”قال محمد بن اسحاق فلما بلغ محمد ﷺ اربعين سنة بعثه الله تعالى رحمة للعالمين“ محمد ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ جب محمد ﷺ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بحیثیت رحمة للعالمین مبعوث فرمایا۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لما بلغ رسول الله ﷺ اربعين سنة

بعثہ اللہ تعالیٰ رحمة للعالمین“ جب رسول اللہ ﷺ چالیس سال کے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔

علامہ شمس الدین الذہبی نے فرمایا: ”بعث رسول اللہ ﷺ لاربعين سنة“

امام احمد شین امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انزل علیہ ﷺ النبوة وهو ابن اربعين سنة“ جب آپ ﷺ چالیس سال کے تھے تو آپ پر نبوت نازل کی گئی۔ (کلبا من

تحقیقات: ص: ۲۰۰، ۲۰۱)

مندرجات بالا میں بعثت کا لفظ استعمال ہوا ہے،،

بعثت کا معنی اور مفہوم

بکیر اراہب کے قول میں ہے: ”یبعثہ اللہ رحمة للعالمین“ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کی توضیح میں فرمایا: ”ای یرسلہ او یظہر رسالته“ (مرفقات بجلد چھٹے) بمعنی ارسال اور اظہار کے ہے،،

مزید فرمایا: ”البعث من بعث اذا ارسل“ (مرفقات بجلد چھٹے) ترجمہ بعثت بعث سے موخو: ہے اس کا معنی ارسال کرنا بھیجنا ہے، پھر فرمایا: وقال شارح، البعث مصدر بمعنی الارسال البعث مصدر بمعنی ارسال (بھیجنے) کے ہے،،

حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث کی تفسیر میں فرمایا بعث بصیغة المجہول ای جعل

مبعوثا الی الخلق بالرسالة،، یعنی آپ ﷺ کو رسالت دیکر مخلوق کی طرف بھیجا گیا،،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: مراد براہیختن وفرستادہ آنحضرت ﷺ پر

رسالت بسوئے کافہ خلق“ (اشعة اللمعات جلد چہارم: ص: ۵۰۴) بعثت سے مراد رسول اللہ ﷺ

کو تمام مخلوق کی طرف رسالت دیکر بھیجنا،، اور براہیخت کرنا المنجد میں ہے: بعثا بھیجنا، براہیخت کرنا

معلوم ہوا کہ بعثت کا معنی براہِ یکتہ کرنا اور بھیجنا ہے دنیا اعطاء کرنا بنانا نہیں مزید اس کے متعلقات کے مطابق اس کے معنی کا تعین کیا جائے گا، مثلاً جب کہا جائے بعث بہ تو اس کا معنی دوسرے کے ساتھ بھیجنا، بعثہ من نومہ، اس نے اس کو نیند سے جگایا۔

تحقیقات میں جتنے علماء کرام نے اقوال نقل کئے ہیں ان میں بعث رسول اللہ یا بعث اللہ کے الفاظ واقع ہوئے ہیں، شیخ محقق رحمہ اللہ نے بعث رسول اللہ کا معنی براہِ یکتہ، فرستادہ شد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، کیا ہے جس سے واضح ہے بعث کا معنی رسالت دیکر بھیجنا ہے۔

محی الدین شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ان الرسالة البعثة الى الناس بالتشريع“ (جواہر البحار: ج ۱ ص ۱۲۸)

لوگوں کی طرف شریعت دیکر بھیجنا رسالت ہے یعنی رسول وہ ہے جو شریعت دیکر لوگوں کی طرف بھیجا جائے،

غار حراء میں جبریل امین کیا لے کر آئے؟ اور کیا کہا اقراء سورۃ اقراء، قرآن کی پہلی سورت ہے جو نازل ہوئی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ایں نخست چیز است کہ از قرآن حقیقت نازل ست“ (اشعت اللمعات: ج ۲ ص ۵۰۷)

نزول وحی پر جب قرآن نازل ہوا تو یہ رسالت مامہ ہے نبوت نہیں، اگر نبوت ہے تو نبوت مبعوثہ الی الخلق ہے، جو درحقیقت رسالت ہی ہے، نزول وحی اور منزل من اللہ قرآن کے ملاحظہ کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جن علماء نے چالیس سال کی تکمیل پر نبوت دینے جانے کا تحریر کیا ہے ان کی مراد نبوت مبعوثہ ظاہر یہ الی الخلق ہے جو مفہوم رسالت ہے اسی لئے امام اہل سنت شامی و احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب سورۃ اقراء نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفضیلت رسالت حاصل ہوئی“ (مطلع القمرین: ۱۲۳)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بچپن سے ہی الہامات ہونے لگے تھے

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وكان له عليه الصلوة والسلام في كل حال من احواله فيها نوع من الوحي والدراية المنفية اذ كان عليه الصلوة والسلام في كينونته قبل اخراجه منها بتجلى كينونته عز وجل والا فهو صبي نبي لا آدم ولا ماء ولا طين، ولا يعقل نبي بدون احياء“ (تحقيقات طبع)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ احوال (دنیویہ ہوں یا اخرویہ میں سے ہر حال میں وحی کا ایک قسم بھی حاصل ہوتا تھا، اور درایت منفیہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کیفیت میں اس وقت تھے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ذات کی تجلی سے پیدا نہیں کیا تھا، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تجلی سے پیدا کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے، اور اس وقت آدم، پانی، مٹی کوئی چیز نہ تھی،،

جب آپ نبی تھے تو اس وقت آپ پر وحی کا ہونا امر بعید نہیں، کیونکہ وحی کے بغیر نبوت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، معلوم ہوا آدم علیہ السلام کے خمیر اور جسم کی تکمیل سے پہلے نبی تھے اور آپ پر وحی آتی تھی،،

اس پر تحقیقات کا تبصرہ انتہائی تعجب خیز ہے، علامہ آلوسی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انشاء دنیویہ اور جسمانی حالت میں نمودار ہونے پر فوراً کتاب اللہ اور ایمان کی تفصیلات اور اس میں مندرج تفصیلات و اقرارات اور اعمال کے مجموعہ سے آگاہ نہیں تھے،، بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی اور ان تفصیلات سے آپ کو آگاہ کیا، لہذا وحی جب بعد میں پائی گئی تو نبوت بھی بعد میں پائی گئی،،

تحقیقات کا یہ تبصرہ حقیقت اور مسئلہ زیر بحث سے کس قدر دور ہے، آیت میں الکتاب، الایمان اور ان کی عدم روایت کا ذکر ہے اور وہ بھی وحی اور تجلی الہی بننے، اور بنائے جانے کی کیفیت سے قبل، اگر اس عدم درایت کو دینا وی زندگی یعنی ظہور قدسی یا نزول وحی کی مدت سے پہلے پر حمل کیا جائے تو یہ ہمارے موقف کے خلاف نہیں کیونکہ کتاب ایمان اور احکامات کا حقیقی علم اور تفصیلی

درایت آپ ﷺ کو نزول کتاب کے بعد ہی حاصل ہوئی ہے،، نزول کتاب کے بعد جمیع احوال میں وحی کا آنا مسلمہ حقیقت اور امر صادق ہے،، تحقیقات اگر ماکنت تدری ما الكتاب ولا الایمان، الایة،، سے نزول وحی سے قبل کی نبوت کی نفی اور انکار پر استدلال کرنا چاہے تو یہ غلط اور لاسلم ہے کیونکہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ کا کلام واضح ہے،، اگر علامہ رحمہ اللہ کے نزدیک آپ ﷺ نزول وحی سے قبل نبی نہ ہوتے تو یہ عبارت: ”واذ کان بعض اخوانه من الانبیاء علیہم السلام قد اوتی الحکم صیبا ابن سنتین او ثلاث وهو علیہ الصلوۃ والسلام اولی بان یوحى الیه ذالک النوع من الایحاء صیبا“ اور پھر دوسری عبارت ”والا فهو ﷺ نبی ولا آدم ولا ماء ولا طین، ولا یعقل نبی بدون ایحاء“ (تحقیقات ۸)

ذکر نہ فرماتے ہر دو عبارات اس بات پر قوی دلیل ہے کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی نبوت عالم ارواح سے لے کر نزول وحی تک بطریق دوام اور استمراری ہے تحقیقات کا اعتراف ہے کہ: بلکہ خارج میں بالفعل وصف نبوت سے موصوف ہونا جبکہ آدم علیہ السلام بھی ہنوز آب و گل کے درمیان تھے، صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی خصوصیت اور امتیازی اور انفرادی شان ہے،، (ص: ۳۴۲)

تحقیقات نے اس کی تردید کر دی

ص: ۲۶۶ پر تحریر کیا کہ کسی حدیث شریف اور آیت کریمہ کا ثابت الاصل ہونا علیحدہ امر ہے اور اس کا ظاہر معنی اور مفہوم مراد ہونا علیحدہ امر ہے، لہذا آیات کریمہ میں قطعی الثبوت ہونے کے باوجود ہو سکتا ہے ظاہری معنی مراد لینا جائز نہ ہو،، جیسے قول باری تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی،، اور قول باری تعالیٰ ”لما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم“ پہلی آیت کے ظاہری معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا عرش پر متمکن ہونا ثابت ہو رہا ہے حالانکہ وہ مکان میں متمکن ہونے سے

پاک ہے دوسری آیت کریمہ سے اللہ تعالیٰ سے علم ازلی کی ان لوگوں کے حق میں مستغرق ہونے کی نفی لازم آرہی ہے جو قطعاً باطل ہے،،

تحقیقات نے ان آیات کو اس بات کے ثبوت پر پیش کیا ہے کہ: ”کنت نبیا و آدم بین الماء والطين“ اپنے ظاہری معنی پر نہیں بلکہ اس سے مراد آپ ﷺ کی نبوت کا اعلان اور تشہیر ہے آپ آدم علیہ السلام سے قبل نبی نہیں تھے، جیسا کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات جلد چہارم ص ۴۹۹، پر فرمایا ہے (ص: ۲۶۹)

یہی شیخ محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی سب سے اعلیٰ و اکمل فضیلت یہ ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ نے آپ کی روح پر نور کو ساری مخلوق کی ارواح سے پہلے پیدا فرما کر تمام مکونات کی روحوں کو آپ کی روح سے تخلیق فرمایا، اور آپ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام بنور روح و جسد کے درمیان تھے، جیسا کہ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور عالم ارواح میں بھی انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کو آپ کی روح پر انوار نے مستفیض فرمایا۔ (مدارج النبوت حصہ اول، ص: ۲۲۱،، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی) معلوم ہوا شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث اعلان تشہیر کیلئے نہیں بلکہ اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر ہے تحقیقات کا موقف غلط ہے۔ تحقیقات نے ابھی پہلے خود کنت نبیا و آدم بین الماء والطين سے آپ ﷺ کیلئے نبوت بالفعل تسلیم کی اور پھر انکار کر دیا جبکہ قبل ازیں علامہ الشیخ جمل، علامہ سید محمود احمد آلوسی، اور دیگر اکابرین امت کے اقوال بھی نقل کئے، سہیل احمد سیالوی نے تحریر کیا کہ: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بقول عرفائے امت عالم ارواح میں بایں معنی نبوت و رسالت سے نوازا کہ آپ کی روح مقدس ارواح انبیاء اور ملائکہ کی معلم اور مربی ٹھہری،، (تحقیقات: ۱۶)

یہی سہیل احمد سیالوی آگے لکھتے ہیں کہ: دوسری طرف ہمارے فہربانوں کی نظر شاید اس طرف نہیں گئی کہ پیدائشی طور پر نبوت تسلیم کرنا قرآن و سنت کی تصریحات اور اکابر کی سینکڑوں

وضاحتوں کے تو خلاف ہے ہی۔ (تحقیقات: ۱۷)

جبکہ غلام محمد بندیا لوی شرقپوری نے لکھا کہ لیکن سوائے حضرات عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام یا نبی کریم ﷺ کے دوسرے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش پیغمبر کے حق میں پیدائشی نبوت کا قول اسلاف میں سے کسی نے نہیں کیا۔ (تحقیقات: ۳۳)

یہی غلام محمد بندیا لوی شرقپوری آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اور اس امر کا اعتراف اقرار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں چھوڑا اور کسی حیل و حجت اور عذرو بہانہ کی گنجائش نہیں چھوڑی کہ واقعی سید عالم ﷺ عالم ارواح میں نبی تھے۔۔ (تحقیقات: ۳۷)

محمد اقبال مصطفویٰ نے لکھا: مخلوق دو قسم پر ہے ارواح اور اجسام ارواح میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے روح محمد ﷺ کو پیدا فرمایا، آپ کی روح تسبیح کہتی تھی اور ملائکہ اس کی اتباع اور اقتداء میں تسبیح کہتے تھے،، جس سے لازمی طور پر ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت و سفارت و افادہ و افاضہ والی شان عالم ارواح میں بالفعل متحقق ہو چکی تھی، جیسا کہ حضرت شیخ ابراہیم کورائی اپنے شیخ عارف قشاشی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی نبوت لوح و قلم وغیرہ ہمارے بھی سابق تھی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عالم ارواح میں نبی بنایا اور ارواح کو آپ ﷺ کے اس منصب پر مطلع فرمایا اور انہیں آپ کی معرفت نبوت اور اس کے اقرار کا پابند فرمایا۔ (تحقیقات: ۶۱)

تحقیقات اور تقاریر میں تضاد بیانی

مندرجہ بالا تحریرات واضح ہیں تحقیقات اور سہیل احمد سیالوی نے تضاد بیانی سے کام لیا ہے غلام محمد بندیا لوی شرقپوری نے رسول اللہ ﷺ کو پیدائشی نبی تسلیم کیا ہے، اقبال مصطفویٰ نے عالم ارواح میں نبی بالفعل ہونا قرار دیا ہے۔

جبکہ تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت کو اعلان اور تشہیر کہا اور اپنے موقف کی تائید میں شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا حوالہ بھی دیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی

رحمہ اللہ نے یہ بھی نقل فرمایا ہے ”بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ روح شریف دے ﷺ نبی بود در عالم ارواح کہ تربیت ارواح سے کرد، چنانکہ دریں عالم بہ جسد شریف مربی اجساد بود، وہ تحقیق ثابت شدہ است کہ خلق ارواح قبل اجساد“ (اشعۃ اللمعات - ج: ۴: ص: ۴۷۴)

بعض عرفاء نے کہا ہے کہ عالم ارواح میں آپ کی روح شریفہ نبی تھی، اور ارواح کی تربیت کرتی تھی جس طرح عالم اجساد میں تشریف آوری پر اجسام کی تربیت فرماتے رہے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے ہر دو حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ کنت نبیا و آدم بین الماء والطين سے مراد آپ کی نبوت کا اعلان اور تشہیر نہیں بلکہ نبوت بالفعل ہے ”عرش اعظم اور آسمانوں، جنت کے بالا خانوں، محلات، حوروں کے سینوں، جنتی درختوں کے پتوں، اور شجر طوبی فرشتوں کے آبرو اور آنکھوں پر اسم گرامی تحریر کیا جانا اسی نبوت بالفعل کی تشہیر اور اعلان ہے کیونکہ کنت نبیا و آدم بین الماء والطين کے مطابق آپ کی نبوت ان اشیاء پر سابق اور مقدم ہے اس لیے ان اشیاء پر اسم مبارک تحریر کر کے نبوت اور اعلان اور تشہیر کی گئی بہر حال تحقیقات اور اس کی تائید اور توثیق میں تقاریر لکھنے والوں کی تحریرات تضادات کا مجموعہ ہیں۔

آپ ﷺ کی روح اقدس بدن اطہر میں حلول و سریان سے متاثر نہیں ہوئی تحقیقات نے روح مجرد عن البدن اور روح متعلق بالبدن بطریق حلول و سریان کے درمیان فرق بتاتے ہوئے کہا کہ اس امر کو ملحوظ اور مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ روح مجرد اور بدن میں حلول و سریان رکھنے والے اور مادہ سے متعلق روح کے درمیان بہت بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ (تحقیقات صف 114)

تحقیقات کی اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تحقیقات کے نزدیک جب روح اقدس رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر میں ڈالی گئی تو اس میں فرق پڑ گیا تھا کیونکہ وہ مادی جسم سے متعلق ہو گئی تھی پھر کہا کہ مگر جب مادی ابدان سے متعلق ہو جاتی ہیں اور اس کی تدبیر و تربیت میں مصروف ہو جاتی

ہیں، تو ان کی وہ صلاحیتیں اور استعدادیں، اور قوتیں اور توانائیاں کمزور پڑ جاتی ہیں اور بدنی کثافت اور جسمانی کدورت کی وجہ سے مغلوب ہو جاتی ہیں۔

توضیحا کہا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کو دیگر افراد انسانی کی مثل مشابہ قرار دینا، اور ان پر قیاس کر کے صلاحیات، استعدادات، قوت اور توانائی میں ضعف اور کمزوری کا حکم جاری کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اطہر پیدائشی طور پر وصف نبوت سے متصف ہے، عالم ارواح میں اس کا موصوف اور محل اتصاف آپ کی حقیقت نوریہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ عالم اجساد میں تشریف آوری پر جسد انور میں اسی روح اقدس کا حلول اور سرریان ہے یا کسی اور روح کا؟ اگر کسی اور روح کا ہو تو یہ باطل ہے کیونکہ سائل کے سوال میں ”متسی وجبت لك النبوة میں لک ضمیر مخاطب دال علی الذات ہے، اور جواب میں کنت نبیا میں کنت ضمیر متکلم برائے ذات ہے دونوں کا مشار الیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے، جو عالم ارواح میں وصف نبوت سے متصف تھی علی احمد سند بیوی نے بھی تحریر کیا ہے کہ پہلی مرتبہ عالم ارواح میں بالفعل آپ کو نبی اور رسول بنایا گیا، اس عالم میں آپ نے فرشتوں اور ارواح انبیاء کو دعوت دی اور ان کی راہنمائی فرمائی۔ تحقیقات ص 49، تحقیقات اور اس کے تائید کنندگان کو جب یہ تسلیم ہے کہ آپ کی روح عالم ارواح میں نبی تھی اور آپ کی ذات نبی اور رسول تھی تو سوال یہ ہے کہ جسد اطہر میں سرریان کے وقت روح وہی تھی یا کوئی اور؟ اگر اور ہو تو یہ بھی باطل ہے کہ سوال و جواب کی مطابقت نہ ہو کی بلکہ لازم آئے گا کہ ذات واحدہ و متضاد ارواح کا محل ہو اور اگر وہی روح مقدسہ ہو تو پھر دیکھنا ہوگا کہ اس کا حلول اور سرریان معبا وصف نبوت ہے یا بدواں وصف نبوت اگر وصف نبوت کے ساتھ ہو تو ماننا پڑے گا کہ نزول وحی سے قبل عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور اگر روح مطہرہ مقدسہ کا حلول و سرریان بدون

نبوت ہو تو نبوت کا سلب یا روح کا نبوت سے معزول ہونا لازم آئے گا یہ بھی محال ہے، شیخ محقق شاد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تمام انبیاء کرام گناہوں سے پاک، سچے اور خدا کی طرف سے احکام پہنچانے والے تھے، وہ اپنے منصب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوئے۔ (تکمیل ایمان ص 15، مکتبہ نبویہ، لاہور)

امام ابو شکور عبدالسعید السالمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ نبوت کسی ذنب کی وجہ سے زائل نہیں ہو سکتی، اور کسی نبی کا نبوت سے معزول ہونا جائز نہیں۔ (التمہید ص 83-182 فرید بکٹل)

جب جسم اطہر میں وہی روح مقدسہ اور مطہرہ ہے تو نزول وحی سے قبل نبوت کا انکار کوئی معنی نہیں رکھتا۔

انبیاء کرام کے اجساد مبارکہ کثافت اور کدورت سے پاک ہوتے ہیں تحقیقات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور کو عالم اجسام کے مشابہ قرار دیکر کثیف اور مکدر قرار دیا ہے، جبکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انبیاء کرام عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کے اجسام مبارکہ میں کدورت اور کثافت پائی جاتی ہے۔

امام قسطلانی نے فرمایا: ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ:

”وَرَأَتْ أُمُّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ وَلَادَتِهِ نَوْراً خَرَجَ مِنْهَا أَضَاءُ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ وَكَذَلِكَ تَرَى أَمْهَاتِ الْأَنْبِيَاءِ رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ (جواب السئال - جلد ثانی ص ۱۱)

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے جسم اطہر سے ایک ایسا نور نکلا جس کی روشنی سے شام کے محلات روشن ہو گئے، پھر فرمایا: انبیاء کرام کی مائیں، نبی کی ولادت کے وقت ایسا نور دیکھتی ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نبی پیدا ہوئے، اور یہ نور

، نور نبوت تھا“ جو خرق عادت کے طور پر ظہور ہوا اور آپ کی والدہ محترمہ نے ملک شام تک کا علاقہ اس نور کے اجالے میں دیکھ لیا۔ اگر آپ کثافت اور تکدر پر ہوتے تو اس نور کا ہرگز ظہور نہ ہوتا۔ حضرت عباس نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ کی محفل میں ایک قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

و انت لما ولدت اشرق
الارض و ضآئت بنورك الافق

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو تمام زمین روشن ہو گئی اور تمہارے نور سے تمام آفاق اور اطراف جہاں جگمگا اٹھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:

”كنت ادخل الخيط في الابرة حال الظلمة لبياض رسول الله صلى الله عليه وسلم“ ترجمہ: میں اندھیرے کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد انور کی چمک میں، سوئی میں دھاگا ڈالا کرتی تھی۔ (شرح شفاء قاضی عیاض۔ جلد ۱۔ ۱۵۹)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”انه صلى الله عليه وسلم كان من خصائصه انه كان نوراً و كان اذا مشى في الشمس او القمر لا يظهر له ظل“ (شرح شفاء جلد اول ص ۵۱۰)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ نور تھے اور جب آپ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔

جب آپ کی حقیقت نور ہے جسم ابھر ہونے کے باوجود آپ کا سایہ نہیں تو کدورت اور کثافت کہاں سے آگئی؟ جب آپ کی حقیقت نور ہے اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے تو دیگر اجسام کی طرح کیوں؟ آپ کا جسد عنصری دیگر اجساد کے مساوی اور مشابہ کس طرح؟ آپ کے نور کی کیفیت کو غوث زماں سیدی عبدالعزیز دماغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”و اعلم ان انوار المكنونات كلها من عرش و فرش و سموات و ارضين و جنات و حجب و ما فوقها و ما تحتها اذا اجتمعت كلما و دجت بعضاً من نور النبی صلی اللہ علیہ و سلم و ان مجموع نوره صلی اللہ علیہ و سلم لو وضع علی العرش لذاب و لو وضع علی الحجب السبعین الّتی فوق العرش لتهافت و لو جمعت المخلوقات كلها و وضع علیها ذالك النور العظیم لتهافت و تساقطت الخ“ (جواہر البحار، جلد ثانی ص ۲۸۵)

ترجمہ: جان لو کہ عرش و فرش، آسمانوں، زمینوں، جنات، تمام حجابات نور یہ اور اس کے اوپر اور نیچے والی اشیاء کے تمام انوار کو ایک مجموعہ بنا دیا جائے تو سب انوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا بعض (جز) ہوں گے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجموعہ نور کو عرش پر رکھا جائے وہ یقیناً پگھل جائے اور اگر ستر نورانی حجابات پر رکھ دیا جائے جو عرش اعظم سے اوپر ہیں، تبس نہس ہو جائیں اور اگر تمام مخلوقات کو اکٹھا کر کے اس پر رکھ دیا جائے تو یہ نور عظیم اس کو ملیا میٹ کر کے زمین بوس کر دے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اس کیفیت اس ہیبت اور اس عظمت کا حامل ہے تو جس قالب (اور جس جسم میں اس کو رکھا جانا ہے اس کو بھی ان ہی صفات اور ان ہی اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے، اور جو روح ان میں سریان اور حلول کرنے کی اس کا بھی بے مثال اور بے مثل ہونا ضروری اور لازمی ہے، اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”ان من نور اللہ تعالیٰ و المومنون من فیض نوری“ (بحوالہ جواہر البحار۔ جلد ثانی ص ۲۲۵)

میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور باقی مومنین میرے نور کے فیضان سے ہیں۔

جب آپ کی تخلیق اللہ کے نور سے ہے جو اللہ کا نور اور اس کی تجلی ہے جسم اطہر سائے سے پاک ہے تو آپ کی ذات میں کدورت اور کثافت کا تصور کرنا بھی گناہ ہے۔ جسم اطہر و روح مقدس کو

باقی خاک مخلوق کی طرح قرار دینا اور بھی بڑا گناہ ہے۔ دیگر مخلوق پر حاوی ہے انبیاء کی ارواح اور بواطن فرشتوں کی ذات و صفات سے کہیں ارفع اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”فطواہرہم و اجسادہم ، و نیتہم متصفۃ باوصاف البشر طاری علیہا ما یطرء علی البشر من الاعراض والاسقام والموت و الفناء و نعوت الانسانیۃ و ارواحہم و بواظہم متصفۃ باعلیٰ من اوصاف البشر متعلقۃ بالملاء الاعلیٰ“ (شفاء شریف جلد ۲-۱۷۲-۱۷۳)

انبیاء کرام کے ظواہر اور ان کے ابدان بشری اوصاف سے متصف ہوتے ہیں ان کے اجسام پر وہی عوارض طاری ہوتے ہیں جو دوسرے انسانوں کے اجسام پر طاری ہوتے ہیں مثلاً امراض، موت وغیرہ ان کی ارواح اور ان کے بواطن اوصاف بشری سے بلند تر ہوتے ہیں ان کا کلی تعلق ملائے اعلیٰ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے پھر فرمایا:

”متشبة بصفات الملئکۃ سلیمۃ من التغیر، والآفات لا یلحقها غالباً عجز البشریۃ و لا ضعف الانسانیۃ الخ“

ترجمہ: انبیاء کی ارواح کی مشابہت فرشتوں کی صفات سے ہوتی ہے، یہ تغیر سے صحیح سالم رہتے ہیں، آفات سے محفوظ اور مامون ہوتے ہیں، انسان کی کمزوری اور بشری غمزان کو لاحق نہیں ہوتا۔“

روز اول سے آپ کو مشاہدہ حق حاصل تھا

جب انبیاء کرام حقیقت باطنیہ اور اوصاف روحانیہ میں بقیہ انسانوں کی طرح نہیں ہیں تو ابدان کے ہاتھوں ان کی توانائی ختم ہوتی ہے اور نہ بدن کی وجہ سے روح متاثر ہوتی ہے بلکہ باطنی طور پر

ہر لمحہ ملائے اعلیٰ سے متعلق ہو کر فیضان خداوندی سے سیراب ہوتے ہیں بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی جو ہر لمحہ تجلی الہی اور مشاہدہ ذات باری تعالیٰ سے سرشار ہو، آپ ﷺ کو مشاہدہ باری تعالیٰ اول الامر (روز اول) سے حاصل ہے۔ چنانچہ غوث کبیر شیخ عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں:

”ان المشاهدة على قدر المعرفة حصلت للنبي صلى الله عليه وسلم حين كان الحبيب مع الحبيب ولا ثالث معها فهو صلى الله عليه وسلم اول المخلوقات فهناك سقيت روحه الكريمة من الانوار المقدسية والمعارف الربانية ما فصارت به اصلا لكل ملتمس و مادة لكل مقتبس“ (جواہر البحار۔ ج: ۲ ص: ۲۵۳)

مشاہدہ معرفت کے مطابق ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کو معرفت اس وقت سے حاصل ہے جبکہ حبیب اپنے حبیب کے ساتھ موجود تھا، اور کوئی تیسری ذات وہاں موجود نہ تھی، رسول اللہ ﷺ اول مخلوق ہیں اس وقت آپ کی روح کریمہ کو انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ سے اس قدر سیراب کیا گیا کہ آپ ان انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کی بدولت ہر طلبگار کے لئے اصل ہر مستفید کے لئے اساس اور مادہ بن گئے۔

اس کلام معرفت نشان سے معلوم ہوا کہ اول الامر سے ہی آپ کو مشاہدہ کا اعزاز حاصل تھا، اور اس مشاہدہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے انوار مقدسہ، اور اپنی معرفت ربانیہ سے اس قدر سیر اور سیراب کر دیا تھا کہ آپ کی ذات اور حقیقت طالبان مشاہدہ کے لئے بنیاد اور اصل ہو گئی تھی اول الخلق ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ منبع انوار و معارف تھے، امام ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”فلذلك قلنا انه صلى الله عليه وسلم كان يعرف ذاته بذاته، من غير مجلي

باذن الله تعالى“ (الیواقیت والجواہر۔ ص ۳۳۶)

انہی معارف اور انوار کی وجہ سے ہم نے کہا کہ ذات احدیت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغیر تجلی کے پہچانتے تھے ”گویا اللہ تعالیٰ کی معرفت اور مشاہدہ اول الامر سے ہی آپ کو حاصل تھا“
شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آگے فرمایا:

”فلما دخلت روحہ الکریمۃ فی ذاتہ الطاہرۃ سکت فیہا سکون الرضا
والمحیۃ والقبول تمدھا باسرارھا و تمنحھا من معارفھا فصارت تترقی فی
المعارج والمعارف شیئاً فشیئاً من لدن صغره صلی اللہ علیہ الی ان بلغ اربعین
سنة فزال الستر حینئذ الذی بین الذات والروح،“ (ایضاً)

ترجمہ: پھر جب آپ کی روح آپ کی ذات مقدس میں داخل ہوئی تو اس نے اس میں رضاء محبت
اور قبولیت کے ساتھ سکونت اختیار کر لی اور روح اقدس ذات مقدسہ کو اپنے اسرار و رموز اور
معارف کے ساتھ نوازنے لگی، اور آپ کی ذات مقدسہ کو لمحہ بہ لمحہ معارج اور معارف میں ترقی
ہونے لگی (یعنی ہر آن میں آپ کو معرفت باری تعالیٰ اور درجات مشاہدہ میں ترقی ہونے لگی) یہ
سلسلہ بچپن سے لے کر چالیس سال کی عمر تک جاری رہا یعنی روح مبارکہ ذات اقدس میں داخل
ہو کر چالیس سال تک اسرار و رموز اور معارف کا فیضان کرتی رہی، چالیس مکمل ہونے پر روح
طاہرہ اور ذات مقدسہ کے درمیان جو حجاب تھا وہ زائل ہو گیا، یعنی جسم اطہر وحی اور ضبط مشاہدہ کا
اہل نہ تھا وہ اس قابل ہو گیا غوث کبیر نے آگے فرمایا:

”وانمحی الحجاب الذی بینہما بالکلیۃ و حصلت له المشاہدۃ التی لا تطاق
حتی صار یشاہد کمشاہدۃ الاعیان ان الحق سبحانه هو المحرک لجميع
المخلوقات و انه المنقل لهم من حیز الی الخیز والمخلوقات بمنزلۃ الظروف
و اوانی الفخار لا تملک لنفسها ضرراً ولا نفعاً فارسلہ اللہ تعالیٰ و هو علی هذه

ترجمہ: ذات شریفہ اور روح مقدسہ کے درمیان جو حجاب تھا وہ کلی طور پر زائل ہو گیا، اور آپ کو جسمانی طور پر بھی وہ مشاہدہ حاصل ہو گیا جس کی آپ میں طاقت اور برداشت نہ تھی، پھر آپ اس طرح کائنات کا مشاہدہ کرنے لگے جس طرح آنکھوں سے اشیاء کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، اس مشاہدہ کے حصول پر آپ نے معلوم کیا کہ ساری مخلوق کا محرک اللہ وحدہ لا شریک ہے جو اشیاء کائنات کو ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل کرتا ہے یہ کائنات برتنوں کی مانند ہے جو بھٹی میں پکائے جاتے ہیں اور اپنی ذات اور حقیقت کے لحاظ سے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں اس مشاہدہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کی طرف بھیجا۔

شیخ کبیر کا کلام توجہ طلب ہے ”بقول شیخ، رسول اللہ ﷺ کو مشاہدہ اول الامر سے حاصل ہے، جبکہ آپ کے علاوہ اور کوئی تیسرا نہ تھا اللہ وحدہ لا شریک، بحیثیت خالق اور آپ ﷺ بحیثیت مخلوق اول موجود تھے“ اس وقت آپ کی حقیقت بشریہ موجود نہ تھی بلکہ حقیقت معہا الروح موجود تھی، حقیقت نوریہ معہا الروح کو مشاہدہ حاصل تھا روح طاہرہ انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ سے سیراب کی گئی تھی یہی روح جب جسم انور میں داخل کی گئی تو انہی اسرار اور رموز و اسرار اور وصف نبوت سے متصف تھی اس کی دلیل غوث کبیر کی یہ عبارت ہے:

”فصارت به اصلا لكل ملتمس و مادة لكل مقتبس“

ترجمہ: روح انور کو اتنا سیراب کیا کہ وہ ہر مخلوق کے لئے معارج، معارف اور انوار کے لئے مبداء فیض بن گئی۔

روح اور جسم کے درمیان جو حجاب تھا یعنی مشاہدہ کے حصول کے لئے جو طاقت اور صلاحیت نہ تھی اس کو درجہ بدرجہ پیدا کرنا اور کمی کو پورا کرنا شروع کر دیا، چالیس سال مکمل ہونے پر مشاہدہ کے لوازمات بھی پورے اور کامل ہو گئے، کلام غوث میں روح کریمہ کے جسد اطہر میں داخلے کے بعد

سے لے کر چالیس سال تک جسم اطہر میں درجہ بدرجہ معارف و اسرار کا ترقی پذیر ہونا اثرات نبوت ہی ہیں جن کا مقصد جسم اطہر کو مشاہدہ حق یعنی تجلی کی برداشت کے قابل بنانا ہے روح کا فیضان کیوں ہے اس لیے کہ وہ اول الامر سے ہی مشاہدہ حق (نبوت) سے سرشار چلی آ رہی تھی جسم اطہر میں داخل ہو کر مشاہدہ حق (نبوت و تجلی) کے لئے صلاحیت اور استعداد پیدا کر رہی ہے اور چالیس سال کے اختتام پر جسم مشاہدہ حق (تجلی) کے قابل ہوا ہے، غوثِ بے رکاوٹ کا یہ کلام:

”فصارت ترقی فی المعارج والمعارف شیئاً فشیئاً من لدن صغره صلی اللہ علیہ وسلم الی ان یبلغ اربعین سنة“

اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اول الامر سے لے کر چالیس سال مکمل ہونے تک آپ کی نبوت کی بقاء و دوام اور استمرار موجود ہے کیونکہ مشاہدہ حق سے محظوظ ہونے والی روح ہی کو آپ کے جسم اطہر اور ذات اقدس میں داخل فرمایا گیا ہے لہذا کنت نبیاً و آدم بین الماء والطين کے حوالے سے تحقیقات کا روح مجرد عن البدن اور روح متعلق بالبدن کے اختلافی کلیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل از بعثت نبوت کی نفی پر استدلال کرنا غلط ہے۔

تحقیقات میں ہے، جب (روح) بشری صورت و شکل میں اور انسانی حالت و کیفیت میں، حلقی ہیں تو ان میں ضرور بالضرور تغیر و تبدل پایا جاتا ہے اور حالت تجرد والی قدرت و صفت استعداد و صلاحیت برقرار نہیں رہتی، اور بشری حالت خواہ وہ عارضی روپ ہی کیوں نہ ہو حجاب اور مانع بن جاتی ہے چہ جائیکہ حقیقت بشریت ہو اور وہ بالکل حجاب اور مانع نہ بنے۔ (ص ۱۱۳)

توضیحاً کہا جائے گا کہ اولاً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ کو دیگر افراد انسانی کی ارواح میں شامل کرنا اور احکام و دیگر معاملات میں ان کے مشابہ اور مثل قرار دینا غلط ہے کیونکہ یہ روح انور وصف نبوت سے متصف ہے اور ذات باری اور اس کی تجلی کا مشاہدہ اس وقت کر چکی ہے جب اس روح کا محل اور اس سے متصف ہونے والی ذات محمدیہ اول المخلوق تھی، اللہ تعالیٰ اور ذات محمد

یہ کے علاوہ کوئی تیسرا نہ تھا، قدرت خداوندی نے اس روح کو انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ سے اس قدر سیراب کیا تھا کہ انوار قدسیہ کے طلبگاروں اور معارف ربانیہ کے خواستگاروں کے لئے منبع، مرکز اور خزانہ کا روپ دھار گئی تھی،

پھر جب یہ روح مقدسہ جو ان اوصاف سے متصف تھی، اور منصب نبوت سے فیضیاب تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن، اور ذات اقدس میں داخل ہوئی تو مشاہدہ حق (تجلی) کے تحمل اور برداشت کا سامان کرنے لگی۔ اور انہی انوار قدسیہ اور معارف یزدانیہ کو جسم اطہر میں منتقل کرنے لگی، بچپن سے لے کر چالیس سال عمر کی تکمیل تک روح اقدس نے فیضان کا یہ سلسلہ جاری رکھا، بالآخر بشریت جو مشاہدہ حق کے لئے پردہ اور حجاب تھی وہ کلی طور پر زائل ہو گئی اور بشریت مشاہدہ حق (تجلی) کے برداشت اور تحمل کے قابل ہو گئی، یہ روح اور بشریت کے درمیان جو دوری اور فاصلہ تھا وہ مٹ گیا اور روح انور کی طرح آپ کا جسد اطہر بھی نبوت کا محل اور موصوف قرار پایا، جسم کے اس اتصاف نبوت اور اہلیت مشاہدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کا کردار ہے جو اول الامر سے ہی وصف نبوت سے متصف چلی آرہی تھی، بشریت بے شک حجاب ہے مگر عمل روح سے یہ حجاب قائم و دائم نہ رہا بلکہ کلی طور پر زائل ہو گیا۔ اگر آپ کی روح امر نبوت سے متصف اور انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کی غیر محدود قوتوں سے مسلح نہ ہوتی تو جسد اطہر کی بشریت والا حجاب کیسے زائل ہوتا؟ جب روح طاہرہ مطہرہ میں کوئی تغیر اور تبدل ہوا نہیں بلکہ بشریت کی مادیت اور کثافت کو بدل ڈالا لہذا تحقیقات کا کلیہ اور ساری تقریر بے محل اور غیر منطبق ہو گئی، روح مجرد عن البدن اور روح متعلق بالبدن کے احکام کو روح محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء، کے احکام پر قیاس کرنا اس لئے بھی غلط ہے کہ تمام انسانوں کی ارواح، روح محمدی کے تابع ہیں، روح محمدی بالذات اور اصل ہے۔

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”فالظاهر ان بين ظرف زمان ای فی زمان کان بین خلق روحه و جسده فيفيد ظهور نبوته بعد خلق روحه و قبل خلق جسده ای انه بناه الله تعالى في عالم ارواح والطلع الارواح على ذلك و امرها بمعرفة نبوته والاقرار بها“
(جواب البحار جلد چهارم ص ۲۱۰)

حدیث نبوی کنت نبیا و آدم بین المآء والطين میں بین ظرف زمان ہے عبارت یوں ہوگی:
”ای فی زمان کان بین خلق روح و جسده“ میں اس زمانے میں نبی تھے جس وقت آدم علیہ السلام کی تخلیق روح اور جسم کے درمیان تھی، حدیث مبارکہ کا معنوی مفاد یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت روح آدم کی تخلیق کے بعد اور جسم کی تخلیق سے پہلے موجود تھی ”یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا اور تمام ارواح و آپ کے نبی ہونے کی اطلاع دی، آپ کی نبوت کے پہنچانے اور اس کا اقرار کرنے کا حکم دیا“

معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی روح کی تخلیق سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت متحقق تھی، آپ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، تمام ارواح نے آپ کی نبوت کو شناخت کر کے اقرار بھی کر لیا تھا اس اقتباس اور علامہ سلاوی کی تحقیق اور تصریح کے بعد غلام محمد بندیاوی شری پوری اور خود تحقیقات کا یہ کہنا کہ یہ تحقق مافی المستقبل، یا اعلان و تشہیر کی حد تک ہے غلط ثابت ہوا“

غوث کبیر عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ کے قول جو تھوڑا پہلے گزرا ہے سے معلوم ہوا کہ عالم اجساد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کے وقت وہی روح جس دن نور میں ڈالی گئی تھی جس نے انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کا فیضان کر کے حجاب بشریہ کو زائل کر کے جسداطہر کی کثافت و لطافت میں تبدیل کر کے اس کے ہم پلہ بنا دیا تھا، حالات کی تبدیلی سے ذات میں تغیر اور تبدیل واقع نہیں ہوتا“ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”ان الامر المعنوی لا یغیر متغیرا هیکل الصوری“ (مرقات، جلد ۱۱، ص ۱۰۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود حقیقی نوری حضرت آدم اور دیگر انبیاء کے اجساد اور مواد سے پہلے موجود اور متحقق تھا

امام سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”وَقِيلَ إِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ سَابِقٌ عَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ رُوحًا لَمَّا مَرَّ، وَجَسَدًا لِأَنَّ مَادَّةَ جَسَدِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَتْ قَبْلَ سَائِرِ الْمَوَادِّ لِحَدِيثِ كَعْبِ الْأَخْبَارِ الَّذِي تَقْدُمُ، وَالْبَيِّنَةُ فِي قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ الظَّاهِرِ أَنَّ الْمُرَادَ بِهَا عَدَمَ الطَّرْفَيْنِ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ لَا رُوحَ وَلَا جَسَدَ كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي رِوَايَةٍ بِقَوْلِهِ لَا آدَمَ وَلَا مَاءَ وَلَا طِينَ لِأَنَّكَ إِذَا قُلْتَ مَسْكَنِي بَيْنَ الْبَصْرَةِ وَالْكُوفَةِ عَلِمَ أَنَّهُ لَيْسَ فِيهِمَا وَلَيْسَ مَعْنَى بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مَاءٌ صَرَفًا وَلَا طِينًا صَرَفًا“ (جواب البحار جلد ۳، ص ۳۵۷)

ترجمہ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح اور جسم اطہر کے لحاظ سے تمام انبیاء کرام پر سبقت حاصل ہے (یعنی روح کی طرح آپ کا جسم عنصری بھی سب سے پہلے پیدا کیا گیا) اسی لئے کہ آپ کے جسد اطہر کا مادہ تمام مادوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ اس کی تائید میں حضرت کعب الاحبار کی حدیث پہلے نقل ہو چکی ہے ”حدیث پاک میں جو لفظ بین کا آیا ہے اس سے مراد طرفین کا عدم ہے جو کہ روح اور جسد کے درمیان ہے، اب حدیث پاک کا معنی یہ ہوگا کہ جب آدم علیہ السلام کی روح اور جسد نہ تھے (تخلیق نہ ہوئے تھے) میں اس وقت بھی اپنی روح اور جسد کے لحاظ سے نبی تھا اس معنی کی صراحت اس روایت میں موجود ہے جس کے الفاظ اس طرح کے ہیں۔ لا آدم ولا ماء ولا طین کہ اس وقت جب میں نبی تھا نہ آدم علیہ السلام تھے نہ پانی تھا اور نہ مٹی تھی، یہ معنی درست ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب یہ کہا جائے کہ میں بصرہ اور کوفہ کے درمیان رہتا ہوں تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ میری ملکوت نہ بصرہ میں ہے اور نہ کوفہ میں لفظ بین کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا معنی یہ ہوگا کہ اس وقت آدم علیہ السلام نہ محض پانی تھے اور نہ محض مٹی“

اس وضاحت سے تحقیقات کا یہ عقیدہ بھی باطل قرار پایا کہ: آدم علیہ السلام کے روح اور جسم کی تخلیق اور آپ کے جوہر نوری اور حقیقت محمدیہ کی تخلیق کے درمیان میں آپ کو نبی نہیں بنایا گیا کیا یہ آپ کی کسر شان اور آپ کی توہین اور تحقیر اسات و بے ادبی ہے؟ (ص: ۷۹)

علامہ سید احمد عابدین کے کلام سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روح اور جسم یعنی خارجی کے ساتھ حضرت آدم اور دیگر تمام انبیاء کرام کی ارواح اور اجساد سے پہلے موجود تھے۔

اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا:

”ان الله خلق نوری قبل ان یخلق آدم علیہ السلام باربعة عشر الف عام کما رواہ ابن القطان“ (ایضاً)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا تھا۔

”و فی روایة یسبح ذالک النور و تسبح الملائكة بتسبیحة و هذا یوید انه صلی اللہ علیہ وسلم مرسل للملائكة کغیرهم فهذا صریح فی ان نبوة صلی اللہ علیہ وسلم ظهرت فی الوجود العینی قبل نبوت آدم علیہ السلام وغیره من الملائكة لم تعرف نیا قبله“ (جواب البحار ص ۳۵۷، جلد ۳)

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ وہ نور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور) تسبیح پڑھتا تھا، فرشتے بھی اس کی تسبیح کو سن کر اس کی اقتداء اور اتباع میں تسبیح پڑھتے تھے، یہ اس بات کی تائید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں، جس طرح دوسری مخلوقات کے رسول ہیں یہ روایت اس بات پر صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آدم علیہ السلام کی نبوت فرشتوں اور دیگر مخلوقات کی پیدائش سے قبل وجود یعنی خارجی میں موجود تھی، اور فرشتوں نے اس نور سے قبل کسی نبی کو نہیں جانا تھا اس سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود یعنی خارجی کے ساتھ وصف نبوت سے متصف اور اول المخلوق تھے، آپ کی نبوت کو چالیس سال کی تکمیل پر موقوف رکھنا اور معلق کرنا روایات کے خلاف ہے۔

عالم ارواح میں آپ ﷺ نبی بالفعل تھے

شیخ جلیل نورالدین علی بن زین الدین الشہیر بابن الجزار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”و انه كان نبيا بالفعل ان الله تعالى لما اطلع على عالم الارواح في عالم الذر و قال لهم الست بربكم فاول من قال بلى محمد صلى الله عليه و سلم فوهبه مواهب شريفة تليق بذاته و ارسل روحه الى ارواح الانبياء فامنوا بها“ (جواہر البحار جلد ۳ ص ۸۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالم ارواح میں آدم علیہ السلام کی ذر (ہونے والی اولاد) پر مطلع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں، تو سب سے پہلے جس نے ہاں کہا وہ محمد ﷺ تھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عظیم المرتبت ہدایا عطا فرمائے جو آپ کی ذات شریفہ کے شایان شان تھے، پھر آپ کی روح مبارکہ کو انبیاء کرام کی ارواح کے لئے نبی اور رسول بنایا تو وہ سب آپ پر ایمان لے آئے۔

شیخ جلیل نورالدین کا فرمان اس بات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، آپ کی روح اقدس کو نبوت و رسالت کا منصب عطا فرمایا گیا اور عالم ارواح میں سب ارواح کی طرف بحیثیت نبی اور رسول مبعوث فرمایا گیا وہ سب ارواح آپ کی روح مبارکہ پر ایمان لائے اور رسالت کا اقرار کیا۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ آدم علیہ السلام کی روح اور جسد سے پہلے نبی تھے، تخلیق آدم علیہ السلام کا زمانہ، آپ کی نبوت کا زمانہ ہے تحقیقات نے، ص: ۷۹، پر نبوت کی نفی پر جو لاکھوں سال کا عرصہ تحریر کیا ہے وہ غلط اور خلاف حقائق ہے، ”فما تل وتدبر“

ولادت کا زمانہ نبوت اور خوارق عادت کا زمانہ ہے

قابل غور امر یہ ہے کہ جب آپ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، روح اور جسد انور کے ساتھ اول

اِخْلُق تھے تو عالم اجسام میں ظہور کے وقت وہ نبوت بالفعل جو عالم ارواح میں تھی کہاں گئی؟ آپ کی روح اقدس کو اس رسالت سے معزول کر دیا گیا یا نبوت اور رسالت سلب ہو گئی؟ اگر آپ کی روح شریفہ معزول ہوتی، یا نبوت کو سلب کیا گیا ہوتا تو ولادت با سعادت کے وقت اور اس سے قبل خوارق عادات کا ظہور کیوں ہوتا؟ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

و در مواہب از شیخ بدرالدین زرکشی نقل کرده کہ گفت صحیح آنست کہ ولادت شریف در روز یودہ آنکہ تدلی نجوم و تقاطع و اکب و شب و واقع شدہ ہاں استدلال بلیل نتوان کرد زیرا کہ زمان نبوت و ولادت زمان ظہور خوارق عادات است پس تو اند کہ سقوط نجوم در نہار باشد، (مدارج النبوت جلد دوم، ص ۱۵) مواہب اللدنیہ میں شیخ بدرالدین زرکشی سے منقول ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ آپ کی ولادت با سعادت دن کے وقت ہوئی ہے، ستاروں کے قریب آنے، ستاروں کے گرنے، اور شہاب کے پھینکے جانے سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کی ولادت رات میں ہوئی ہے، کیونکہ نبوت اور ولادت کا زمانہ خوارق عادات کے ظہور کا زمانہ ہے، شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ کی پیدائش کا زمانہ نبوت کا زمانہ ہے اور مندرجہ بالا خوارق عادات کا ظہور اس لئے ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نبی جلوہ گر ہوئے ہیں لیکن ان خوارق عادات کو کرامت قرار دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت پر استدلال کرنا بچند وجوہ غلط ہے۔

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں نبی بالفعل تھے، لہذا ظہور قدسی کے وقت آپ کا نبی ہونا ضروری ہے۔

۲۔ ولایت کا درجہ اور حکم مقام نبوت سے کم ہے۔

۳۔ وہی ماننے سے نص کا انکار لازم آتا ہے، کیونکہ تقلبک فی الساجدین کی تنسیہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول من نبی الی نسی حتی اخرجت نبیا پہلے بزر چٹا ہے۔

۴۔ ولایت کا مقام اور مرتبہ نبوت کے تابع اور اس کا اثر ہے اور اس سے پہلے نبوت کا جو ضروری ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے امتی نہیں تھے، آپ کی ولادت سے قبل کسی نبی کا زمانہ نہیں۔

۵۔ ولادت با سعادت کے بعد کے حالات اس کی نفی کرتے ہیں مثلاً بوقت ولادت حضرت آمنہ رضی

اللہ عنہا نے حضرت آسیہ، حضرت مریم اور حوران میں کودیکھا، فرشتوں کو ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے لیے دیکھنا، پرندوں کے غول کا حجرہ مبارکہ کو اپنی زمرہ کی چونچوں سے ڈھانپ لینا، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا زمین کے مشرق و مغارب کودیکھنا، اور تین جھنڈے ایک مشرق دوسرا مغرب، اور تیسرا کعبۃ اللہ کی چھت پر دیکھنا، رسول اللہ ﷺ کا ظہور قدسی کے بعد سجدہ ریز ہونا۔ انگشت شہادت کا آسمان کی طرف اٹھانا، جسم اطہر سے کستوری کی خوشبو کا آنا، تین فرشتوں کا آنا اور نور کی انگلیوں سے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت لگانا، حضرت عبدالمطلب کا دوران طواف کعبہ کو مقام ابراہیم کی طرف جھکتے دیکھنا اور پھر سجدہ کرنا، مختون اور مسرور پیدا ہونا یہ سب دلائل اور اوصاف نبوت ہیں جن سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں دیگر علمائے سیر نے بھی ان امور کا تذکرہ اپنی اپنی تصانیف میں کیا ہے لیکن شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت باسعادت کے عنوان میں مدارج النبوت جلد ثانی صفحات ۱۲-۱۵-۱۶ میں تفصیل سے ان کو رقم فرمایا ہے۔ یہ تمام خوارق عادت اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ ﷺ پیدا ہونے والے ہی آپ کی ذات مقدسہ نبوت سے معزول ہوئی اور نہ نبوت کو آپ سے سلب کیا گیا“ اور نہ ہی یہ کہنا درست ہے کہ آپ اس وقت بالقوة نبی تھے، جیسا کہ غلام محمد بندیا لوی شریف پوری نے کہا ہے۔ آپ ﷺ اس وقت بھی بالفعل نبی تھے لیکن بالفعل ہونے کا یہ معنی نہیں کہ آپ پر کتاب

نازل ہو چکی تھی اور آپ پر اعلان نبوت اور تبلیغ احکام فرض تھا“ بلکہ بالفعل کا مقصد تحقیق فی الخارج، اور موجود فی الجسم العینی ہے“ جیسے ایک شخص نے پہلے عملی طور پر کتابت کا اظہار کیا، پھر نہ لکھا“ اس کا مقصد یہ نہیں کہ جو ہر کتاب، وجود کا تب، ذات کا تب سے وصف کتابت سلب ہو گیا ہے یا وہ شخص کتابت بالفعل سے معزول کر دیا گیا ہے، چالیس سال سے قبل نبوت کی نفی سلب، یا معزولی پر موقوف ہے، کسی روایت کسی قول سے یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، لیکن بعد میں نبوت سلب ہو گئی یا معزول کر دیئے گئے اور چالیس سال کے بعد دوبارہ دی گئی“

آپ کو دوبارہ بالفعل نبی بنایا گیا (ﷺ)

علامہ امام شیخ سلیمان الجمل نے فرمایا:

”انہ نبی فی عالم الارواح والنور و ارسل الیہا بالفعل و دعہا و دلہا ثم نبی و ارسل
ثانیا فی عالم الاجساد بعد بلوغہ اربعین سنة من عمرہ فامتاز عن الانبیاء والرسل
بانہ نبی مرتین و ارسل مرتین الاولى فی عالم الارواح للارواح و ثانیة فی عالم
الاجساد للاجساد فقد دعا صلی اللہ علیہ و سلم و دلل علی اللہ تعالیٰ فی کل من
الحالتین کما تقدم والاشارة الی ذلک بقولہ تعالیٰ و ما ارسلناک الا کافۃ للناس
والانبیاء والرسل و جمیع امہم و جمیع المتقدمین والمتاخرین داخلون فی کافۃ
الناس و کان ہو راعیا بالاصالة و جمیع الانبیاء والرسل یدعون الخلق الی الحق عن
تبعیۃ و کانوا خلفاء و نوابہ فی الدعوة“ (جواہر البحار جلد ۲، ص ۳۷۳)

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ کو عالم ارواح اور عالم ذر میں بالفعل نبی اور رسول بنایا گیا آپ نے ان کو
دعوت دی اور راہ نمائی فرمائی، پھر آپ کو دوبارہ نبی اور رسول بنایا گیا، عالم اجساد میں چالیس سال کی عمر
شریف کو پہنچنے کے بعد، اس طرح آپ کو دوسرے انبیاء اور رسل علیہم السلام سے امتیاز حاصل ہو گیا کہ
آپ کو دو مرتبہ نبی اور دو مرتبہ رسول بنایا گیا پہلی دفعہ عالم ارواح میں ارواح کے لئے اور دوسری مرتبہ
عالم اجسام میں اجسام کے لئے آپ ﷺ داعی ہیں کیونکہ آپ نے دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی
طرف دعوت دی اور راہ نمائی فرمائی، اللہ تعالیٰ کے فرمان و ما ارسلناک الا کافۃ للناس میں اس
عموم کی طرف اشارہ ہے انبیاء و رسل اور ان کی تمام امتیں، تمام متقدمین اور تمام متاخرین کافۃ للناس
میں داخل ہیں۔ نبی کریم ﷺ اپنے دونوں ادوار میں اصل اور مستقل داعی تھے۔ جبکہ دوسرے انبیاء اور
رسول آپ کے نائب اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے دعوت دینے والے تھے۔

علامہ شیخ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے واضح ہوا کہ آپ کو دو مرتبہ بالفعل نبی اور دو مرتبہ بالفعل
رسول بنایا گیا اس میں عالم ارواح اور عالم اجساد کا تعین فرمایا، اور ساتھ ہی یہ وضاحت فرمادی کہ رسول
بالفعل اور نبی بالفعل عالم اجسام میں چالیس سال کے بعد بنائے گئے اور پھر مزید توضیح کرتے ہوئے

فرمایا چالیس سال کے بعد کی بالفعل نبوت اور رسالت صرف اہل حرین کے لئے نہیں بلکہ جو رسول جو نبی آپ کے دور رسالت اور نبوت سے پہلے ہو گزرے ہیں، اور جو لوگ آپ کے زمانہ حیات کے بعد صبح قیامت تک آئیں گے آپ سب کیلئے رسول ہیں خواہ انبیاء و رسل ہوں یا ان کی امتیں آپ ان کے رسول ہیں۔ آپ اگلوں پچھلوں سب کے لئے رسول اور داعی ہیں تو آپ کی دعوت، نبوت اور رسالت کا زمانہ بحکمہ آیہ، کریمہ عالم ارواح سے لے کر صبح قیامت تک ہے تو از ولادت با سعادت تا چالیس سال عمر شریف کے درمیانی عرصہ میں آپ کیوں نبی اور رسول نہیں؟ آیہ، مقدسہ اور علامہ سید سلیمان الجمل کی تفسیر کی روشنی میں جب آپ عالم ارواح سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ، اور چالیس سال عمر شریف کے بعد سے لے کر چالیس سال عمر شریف کے پورا ہونے تک داعی حقیقی آپ ہی ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر چالیس سال عمر شریف کے پورا ہونے تک داعی کون ہے؟ اس دورانہ کون کال کران نصوص قطعیہ بعثت الی الخلق كافة، و ما ارسلناک الا کافۃ للناس، و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین کی عموم معنی پر دلالت قطعہ ہو گئی ہے؟ ہر گز نہیں، ماننا پڑے گا کہ عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ کو نبوت مبعوثہ الی الخلق اور رسالت عامہ عطا ہوئی اس سے قبل آپ نبی تھے، مگر مبعوث الی الخلق نہ تھے۔

تحقیقات نے تسلیم کیا ہے کہ علامہ سلیمان جمل نے دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی نبوت کو بھی دوام، باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اور اس کے سلب ہو جانے کا ثابہ بھی نہیں ظاہر کیا بلکہ روح مجرد اور روح کے بدن میں حلول اور عالم اجسام کی طرف نزول کا فرق واضح کیا ہے کہ روح اقدس کی ارواح کے لئے نبوت الگ معاملہ ہے اور بدن اقدس سے تعلق حلولی کے بعد ابدان و اجسام انسانیہ کے لئے نبی اور رسول ہونے کا الگ معاملہ ہے۔ (ص 143)

توضیحا کہا جائے گا کہ معاملہ زیر بحث یہ ہے کہ ولادت سے لے کر چالیس سال عمر کی تکمیل تک آپ نبی تھے یا نہیں؟ تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ چالیس سال کے بعد آنحضرت ﷺ کو نبوت ملی ہے، اس سے قبل آپ نبی نہیں تھے، اس کی تائید میں علامہ سلیمان الجمل کا قول نقل کیا، لیکن یہ قول تحقیقات کے

موقف کی تائید نہیں کرتا۔ کیونکہ علامہ نے عالم ارواح میں آپ کی رسالت اور نبوت کو بالفعل تسلیم کیا ہے جبکہ اس کے برعکس تحقیقات اور غلام محمد بند یا لوی شرقپوری کا ایک موقف یہ بھی تحریر ہوا ہے کنت نبیا و آدم بین الماء والطين اپنے ظاہری اور باطنی معنی میں نہیں بلکہ یہ ایک اعلان اور تشبیر ہے علامہ سلیمان الجمل کا کلام نقل کر کے اس کی تردید کر دی کہ رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، رہا معاملہ روح مجرد عن البدن اور روح متعلق بالبدن کا اس کا فرق واضح کرنے اور ان کے درمیان مغائرت کو ثابت کرنے سے پہلے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جب روح اقدس نے آپ کے جسد اطہر میں حلول و سریان کیا تو وہ وصف نبوت سے عاری تھی، یا حلول و سریان کرنے والی روح، عالم ارواح والی روح سے الگ اور علیحدہ تھی یا عالم اجساد میں ظہور کے وقت آپ ﷺ کی حقیقت وہ نہ تھی جو عالم ارواح میں وصف نبوت سے متصف تھی اس لئے علامہ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی روحانی نبوت (عالم ارواح والی نبوت) آپ کے بالفعل نبی اور رسول بنائے جانے سے پہلے بصورت دوام، بقاء اور بطریق الاستمرار موجود تھی۔

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی نے بھی آپ کی نبوت کو باقی دائمی اور علی سبیل الاستمرار تحریر فرمایا ہے۔

”فقد علم اتصاف حقيقة صلى الله عليه وسلم بالاوصاف الشريفة المقاضة عليه من الحضرة الالهية من اول الامر قبل خلق كل شئ و انما تاخر اتصافه بالاوصاف الوجودية العينية لجسده لما وجد في الدنيا“ (جواب الرئی، جلد ۴، ص ۲۱۱)

ترجمہ: ہماری تقریر سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی حقیقت اور اوصاف شریفہ (نبوت و رسالت) سے متصف ہونا ہر شئی کی حقیقت سے پہلے ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آپ پر فیضان کئے گئے ہیں صرف ان اوصاف (نبوت و رسالت) کا خارج میں پایا جانا موخر ہے، کیوں کہ ان اوصاف کا وجود مبنی خارجی اس وقت پایا جائے گا جب آپ کا جسد انور خارج (دنیا) میں پایا جائے گا۔

ثابت ہوا اوصاف شریفہ مضاضہ من الحضرة الالهية (نبوت اور رسالت اور ان کے لوازمات و

خصائص) دنیا میں وجودی اور حسی طور پر اس وقت پائے جائیں گے جب آپ اپنے وجود غنصری خارجی کے ساتھ ظہور فرمائیں گے علامہ سلاوی کے قول کی روشنی میں نبوت اور رسالت کے اوصاف وقت ولادت سے ہی موجود اور ثابت ہیں۔

علامہ سیمان ایک سوال نقل فرما کر اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں سوال یہ ہے کہ نبوت ایک وصف ہے یعنی ایک ایسا معنی ہے جو کسی محل کے ساتھ قائم ہوتا ہے، وہ محل وہ شخص ہے جس پر احکام کی وحی ہوتی ہے کہ وہ ان پر عمل کرے،

”و لا بدان يكون الموصوف به موجود او انما يمكن الوصف بالنبوة بعد بلوغ اربعين سنة و هو شامل يحيى و عيسى فكيف يوصف بها رسول الله قبل وجوده في الخارج و ارساله“

ترجمہ: نبوت کے موصوف اور محل کا موجود ہونا ضروری ہے جبکہ نبوت چالیس سال کے بعد ملتی ہے یہ قانون حضرت یحییٰ، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شامل ہے کیونکہ پیدائشی نبی ہونے کے باوجود ان کو بھی نبوت چالیس سال کے بعد ملی ہے، کنت نبیا میں رسول اللہ ﷺ موجود فی الخارج نہیں، آپ کا نبوت اور رسالت کے وصف سے موصوف ہونا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب میں فرمایا: کنت نبیا الحدیث میں آپ کی روح اقدس کی طرف اشارہ ہے اور آپ کی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے يعلمها الله سبحانه فيكون للنبوة محل اذ ذاك قامت به“ جس کو اللہ تعالیٰ سبحانہ ہی جانتا ہے اس عالم میں آپ کی نبوت کا محل وہی روح اور حقیقت محمدیہ تھی جس کے ساتھ نبوت کا قیام تھا“

”على ان اشتراط المحل الذي تقوم به النبوة انما هو في النبوة المتعلقة بالجسد بعد ارتباط الروح به“ (جواب السجاء جلد ۴ ص ۲۱۰)

ترجمہ: نبوت کے قیام اور اتصاف میں محل اور موصوف کی شرط تقدم اس وقت ہے جب کہ نبوت کا تعلق جسم کے ساتھ ہو اور روح کا جسم کے ساتھ ربط ہو“ کنت نبیا (الحدیث میں نبوت کا ربط اور محل روح اور

حقیقت محمدیہ کے ساتھ ہے جس کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے۔ علامہ سلاوی نے نبوت کے متعلقات روح حقیقت اور جسد غصری بیان فرمائے ہیں لیکن نبوت متعلقہ بالجسد کے لئے یہ شرط عائد کی ہے کہ روح کا جسد کے ساتھ رابطہ اور تعلق قائم ہو علامہ نے عالم ارواح میں نبوت کا محل آپ کی روح شریفہ اور حقیقت محمدیہ کو قرار دیا ہے جب اللہ کے نور اور تجلی نے جسد اطہر میں حلول و سریان کیا تو جسد اطہر بھی وصف نبوت کا محل اور موصوف ہو گیا، یہ جسد اطہر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اقدس میں ہو یا ولادت پاچکا ہو جب جسد اطہر نبوت کا محل اور موصوف قرار پاچکا تو نبوت متعلقہ بالجسم ثابت اور مستحق ہو گئی تو پھر نفی اور انکار کیوں؟ بہر حال علامہ سلاوی کا کلام اس امر کی تصریح ہے کہ عالم ارواح سے لے کر نزول قرآن تک کے تمام ادوار آپ کی نبوت اور رسالت اور ان کے لوازمات سے معمور ہیں نزول قرآن سے قبل آپ کی نبوت عینیہ خارجیہ کا انکار اور نفی خلاف حقائق اور خلاف نقل ہے۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”واما خصائص آنحضرت ﷺ کہ از قبیل صفات و احوال امت لا تعد ولا تحصى است خصوصاً صفات و احوال باطن کہ علم ہیچکس بدنہ آں نرسد، و مذکور از بعضے صفات ظاہر است کہ علماء و احصاء آن نمودہ ذکر کردہ اند و معجزات ہمہ از قبیل است از بیج یکے از انبیاء ظاہر نشدہ لیکن آنرا بابے جدا ہناده شد از جہت عظمت و کثرت آنہا“ (مدارج النبوت جدا ص ۱۱۵)

رسول اللہ ﷺ کے خصائص جن کا تعلق آپ کی صفات و احوال سے نہیں (یعنی وہ آپ کی صفات اور احوال کے قبیلہ سے نہیں)

ان کی تعداد احاطہ شمار سے باہر ہے (ان گنت ہیں) بالخصوص آپ کے باطنی احوال اور باطنی صفات کسی شخص کو ان کی حقیقت تک علمی رسائی نہیں۔ ان میں سے جو بعض صفات ظاہر ہوئی ہیں علماء ان کو احاطہ تحریر میں لائے ہیں آپ ﷺ کے معجزات اسی قبیلہ سے ہیں اور یہ وہ صفات ہیں جن کا ظہور اور صدور کسی نبی سے نہیں ہوا ان صفات خاصہ کی عظمت اور کثرت کی وجہ سے ان کو الگ باب کی صورت دی گئی ہے شیخ محقق کی کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صفات و احوال لا تعد و ادار اور بے شمار ہیں ان کی

حقیقت اور تہہ تک پہنچنا طاقت بشری سے بالاتر ہے، ان صفات اور احوال سے جن کا ظہور ہوا ہے علماء ان کو بیان اور ضبط تحریر میں لائے ہیں اور ان کو معجزات کا نام دیا ہے“

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تفصیلات میں یہ تحریر فرمایا: و در وقت ولادت شریف بتان ہمہ سرنگوں افتادند، نظر بجانب آسمان داشتہ، و انگشت شہادت برداشتہ، و دید مادر او کہ نورے از و برآمد کہ روشن شد بان کوشکلبہائے شام، و مے جنید مہدوے نجیایندن ملائکہ و تکلم کرد در مہد، و نوشتہ اند اورا کہ خن میکر دیوے قمر در مہد و میل میگرد ہر جانب کہ اشارت مے کرد ازاں جملہ سایہ کردن ابراست مر آنحضرت در رمی آفتاب“ و بحیراراہب اور رابناخت“ (مدارج النبوت جلد ۱، ص ۱۱۹)

ترجمہ: آپ کی ولادت کے وقت تمام بت اوندھے منہ گر پڑے، جنات نے نعتیہ قصائد پڑھے شکم مادر سے طاہر پاکیزہ اور ختنہ شدہ تولد ہوئے، آپ کی ناف کٹی ہوئی تھی، ولادت رکوع اور سجدہ کی حالت میں ہوئی، نظر آسمان کی طرف لگی ہوئی تھی، شہادت کی انگلی اٹھائے ہوئے تھے، والدہ محترمہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے آپ کا پنگھوڑا، فرشتوں کے حرکت دینے سے حرکت کرتا تھا، مہد میں آپ نے کلام فرمایا علماء نے لکھا ہے کہ مہد میں چاند آپ سے ہمکلام ہوتا اور ادھر ہی پھر جاتا جدھر آپ کی انگلی کا اشارہ ہوتا تھا سورج کی گرمی میں بادل آپ پر سایہ کرتا، بحیراراہب نے بحیثیت نبی آپ کو شناخت کیا“

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ان خوارق عادات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص قرار دیا اور یہ وضاحت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کو ان خواص سے مشرف نہیں فرمایا گیا اور یہ خواص آپ کے معجزات ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ پیدائشی نبی ہیں آپ کی ولادت پاک سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف مکمل ہونے تک کا سارا زمانہ، آپ کی نبوت کا زمانہ ہے۔

”من تبعھا علم ان کل واحد منها و ان کان لا یدل علی کونہ نبیا لکن مجموعھا مما لا یحصل الا للہ للنبی“ (المنقذ من الضلال بحوالہ مواقف ص ۲۸۴)

نبوت کے اعلان سے قبل اور اعلان کے بعد دعوت و تبلیغ کے احوال کا جو بھی ملاحظہ کرے وہ اس نتیجہ پر

پہنچے گا کہ ہر حال انفرادی طور پر دلیل نبوت نہیں، لیکن ان احوال کا مجموعہ دلائل کرتا ہے کہ یہ احوال نبی کے علاوہ کسی اور شخص کے نہیں ہو سکتے گویا اعلان نبوت سے قبل کے حالات جن کا تعلق آپ کی معاشرتی زندگی سے ہے آپ کی نبوت کے دلائل ہیں لیکن جن احوال و خصائص کی تفصیل شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے ان کا تعلق آپ کی ذات کریمہ سے ہے اور یہ امور آپ کی ذات، اور حقیقت کے خواص اور آپ کی نبوت کے لئے دلائل قاطعہ ہیں ماننا پڑے گا کہ جب آپ کی روح متدبرہ جو وصف نبوت سے متصف تھی کا حصول و سرایان آپ کے جسد اطہر میں ہوا تو آپ کا جسد انور نبوت کے وصف کا محل اور اس سے موصوف ہو گیا اور جب تک یہ جسد اطہر ہے نبوت کے وصف سے موصوف اور اس کا محل ہے جب محل اور موصوف ہے تو نبوت موجود ہے انکار و نفی چہ معنی دارد؟

ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال تک عمر شریف کو نبوت سے معزول قرار دینا اور نبوت بالقوہ کا قول کرنا خلاف اصول ہے۔

تحقیقات نے تحریر کیا ہے کہ محل بحث وہ نبوت ہے جو اللہ اور بندوں کے درمیان سہارت ہے اور افاضہ اور استفادہ اور استفادہ کا واسطہ اور وسیلہ ہے اور اس نبوت میں صرف اس نبی کی ذات کی تکمیل ملحوظ ہے اور اس کا ذاتی فائدہ ہے نہ کہ مخلوق کا تو اس کو یہاں زیر بحث لایا کیا فائدہ؟ (ص ۱۰۰)

توضیحا کہا جائے گا کہ یہ عبارت تضاد پر مبنی ہے کیونکہ زیر بحث وہ نبوت ہے جو نزول و حق سے پہلے جو چالیس سال کی عمر شریف سے قبل آپ کو حاصل ہے تحقیقات کا موقف انکار و نفی ہے تحقیقات نے جو محل بحث بیان کیا ہے وہ رسالت ہے جیسا کہ ان کی تعریف سے ظاہر ہے، علامہ عبدالدین القاسمی نے یہ تعریف رسالت کی بیان فرمائی ہے، اس کے لئے دیکھئے شرح عقائد ص ۳۳ یہ محل بحث ہی نہیں تحقیقات کا رسالت کو محل بحث قرار دینا غلط ہے اور خروجی من اجث ہے۔

تحقیقات نے نبوت کا مفاد افاضہ استفادہ اور استفادہ بیان کیا ہے یہ درست اور مسلم ہے مگر یہ اس وقت ہوتا ہے جب نبی اور رسول مامور من اللہ ہو اور اس پر دعوت تبلیغ احکام اور اظہار نبوت فرض ہو جیسا

کہ غار حراء میں جبریل امین نے نزول قرآن کے ذریعے اعلان نبوت اور اعلانیہ تبلیغ کرنے کا حکم سنایا تھا دعویٰ نبوت سے قبل ان امور کا صدور نبوت کے لئے لازم نہیں جیسا کہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے محدثین کا مذہب بیان فرمایا ہے۔

تحقیقات نے لکھا کہ اس نبوت میں اس نبی کی ذات کی تکمیل ملحوظ ہے اس کا ذاتی فائدہ ہے نہ کہ مخلوق کا بقول تحقیقات اگر نبوت کا وجود اور مفہوم افادہ، استفادہ، افاضہ، استفاضہ سے عبارت ہو تو تین سال کے عرصہ میں اسرافیل علیہ السلام آپ کے مصاحب رہے اور ضروریات زمانہ اور ضروری تعلیمات سے آگاہ کرتے رہے نبوت کا زمانہ نہ ہوگا مزید رویائے صالحہ، مبشرات اور خلوت نشینی کے ادوار، ادوار نبوت نہ ہوں گے جبکہ بالاتفاق یہ از منہ نبوت ہیں اس پر گفتگو بحوالہ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ پہلے چکی ہے پھر دیکھنا یہ ہے کہ کیا افادہ، استفادہ، افاضہ، استفاضہ لوازمات نبوت ہیں اور احکامات نبوت ہیں کیونکہ ان کا وجود اور تحقیق وحی پر موقوف ہے دوسرے لفظوں میں افادہ، استفادہ، افاضہ، استفاضہ نزول وحی کے بغیر ممکن نہیں تو اس سے رسول اللہ ﷺ کی محلت کے بعد نبوت، نبوت نہ ہوگی کیونکہ وحی کی آمد بند ہے وحی کی بندش سے نزول احکام بند ہیں لہذا افادہ، استفادہ، افاضہ، استفاضہ بھی بند ہونا چاہیے حالانکہ ان امور کا وجود ثابت اور متحقق ہے کیونکہ نبوت روح کی صفت ہے امام شہاب الدین احناف جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”و اذا كانت النبوة صفة روحه علم انه صلى الله عليه وسلم بعد موته نبى ولا يضر انقطاع الاحكام والوحى“ (جواب البحار جلد ۳ ص ۳۵۷)

جب نبوت آپ ﷺ کی روح اقدس کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ انتقال کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں احکامات اور وحی کی بندش آپ کی نبوت اور رسالت کے لئے مضر نہیں یہ امر مسلمہ ہے کہ افادہ، استفادہ، افاضہ، استفاضہ نزول احکام اور نزول وحی پر موقوف ہے نزول وحی کے بغیر یہ امور ناممکن ہیں، جب ان امور رسالت اور فرائض انسانی کا تعلق نزول وحی سے ہے تو ثابت ہوا کہ یہ امور، لوازمات رسالت ہیں، لوازمات نبوت نہیں، تحقیقات کو اس مسئلہ میں سہو ہوا ہے۔

ثانیاً: واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق انسانی سے انبیاء کرام اور رسول عظام کو ایک منفرد حیثیت اور امتیازی شان والے پیدا فرمایا ہے، جہاں ان کا منصب مخلوق کے لئے افادہ، استفادہ، افاضہ، ستفاضہ کا باعث ہے وہاں ان کی ذوات بھی مخلوق خدا کے لئے منبع فیوض و برکات ہوتی ہیں، خود تحقیقات نے تحریر کیا ہے کہ:

الغرض آپ ﷺ کی روح مبارک بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض اور برکات سے آباؤ اجداد، قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے۔ (ص ۷۸)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت ہزاروں سال عالم اجسام میں جلوہ گر رہی اور دنیا کو اپنے فیوض و برکات سے نوازتی رہی اور مخلوق خدا، استفادہ اور استفادہ کرتی رہی کیونکہ روح ہی وصف نبوت سے متصف تھی، جب ظہور قدسی سے قبل ہزاروں سال انس نیت آپ کی نبوت سے مستفیض ہوتی رہی تو ظہور قدسی کے بعد وہ کون سے عوامل تھے جس نے آپ ﷺ کو افاضہ، افادہ اور مخلوق کو استفادہ، استفادہ سے روک دیا تھا اگر افادہ استفادہ، افاضہ، استفادہ نہ تھا تو احکام کا یعنی احکام شرعیہ کا فیضان نہ تھا کیونکہ ابھی نئی شریعت قرآن کی صورت میں نازل نہ ہوئی تھی اور اس دور انبیاء میں آپ پر احکام کا

نزول ہوتا تو دعوت و تبلیغ آپ پر واجب ہوتی ایسی صورت میں آپ صرف نبی نہ ہوتے بلکہ رسول بھی ہوتے لہذا تحقیقات ص ۱۰۰ پر ضمنیات قائم کر کے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرنا غلط اور خود اپنی تحریر محررہ صفحہ 78 کی روشنی میں غلط ہے۔

ثالثاً: افاضہ، استفادہ، افادہ، استفادہ کی شرط، خود تحقیقات کی تصریح کے خلاف ہے کیونکہ تحقیقات نے ضمنی نمبر 6 میں تحریر کیا ہے کہ علاوہ ازیں جو ہستی اپنی تکمیل و تربیت اور تصفیہ و تزکیہ میں مصروف ہوگی وہ لوگوں کے لئے نبی بالقوۃ ہی ہوگی نہ کہ بالفعل (ص ۱۰۱) تحقیقات کا یہ اعتراف کہ چالیس سال کے بعد نبوت ملتی ہے اور وہ نبوت بالفعل ہوتی ہے اور وہی نبوت کا وجود اور ثبوت ہوتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوا

کہ چالیس سال سے پہلے نبوت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تو ضمن میں نمبر 6 میں چالیس سال سے پہلے نبوت بالقوۃ کا قول صریح اصل موقف کی نقیص نہیں؟ اگرچہ یہ چکر بھی اصول منطق کی بنیاد پر بذات خود غلط ہے تفصیل پہلے آچکی ہے۔

رابعاً: قول بالقوۃ میں رسول اللہ ﷺ کی کیا خصوصیت باقی رہ جاتی ہے بالقوۃ تو عموم معنی مشارکتہ غیر اور شرکت کثیرہ کے لئے مفید ہے جبکہ عالم ارواح سے لے کر قیامت تک بصورت بقاء دوام اور استمرار آپ کی نبوت اور رسالت کا وجود اور تحقق آپ کے خواص میں سے ہے۔

خامساً: تحقیقات کے نزدیک نبوت کا وجود اور نبوت چالیس سال کے بعد ہے اور نزول وحی کے اعتبار سے ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہوئے تو وحی کا نزول ہوا تھا جب وحی کا آغاز اور نبوت کا وجود چالیس سال کے بعد ہے تو چالیس سال سے پہلے وحی ہے نہ نبوت تو نبوت بالقوۃ کا قول صریح کس دلیل اور کس بناء پر؟

سادساً: اگر بدوں وحی اور بدوں تکمیل مدت نبوت بالقوۃ موجود ہے تو ماننا پڑے گا کہ چالیس سال سے قبل آپ ﷺ نبی تھے اگرچہ مدت کی تکمیل ہوئی تھی نہ وحی کا نزول ہوا تھا۔

سابعاً: بحمد اللہ ذخیرہ دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس عالم ارواح میں بطور خاص وصف نبوت سے بالفعل متصف تھی، اگرچہ تحقیقات اور غلام محمد بند یا لوی شریقیوری وغیرہ کا موقف اس بارے میں متضاد ہے ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال کی تکمیل تک کا عرصہ اگر نبوت سے خالی ہے، اس عرصہ میں آپ ﷺ کا نبوت بالفعل سے متصف ہونا تو درکنار آپ نبی ہی نہیں تو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ آپ نبی نہیں تھے، کہ اگر چالیس سال کی مدت دلیل ہو جیسا کہ محدثین اور دیگر علمائے عظام کے اقوال مجاز مرسل کے طور پر واقع ہوئے ہیں تو ان کے مقابل اعاظم علمائے امت کے اقوال آپ کی پیدائشی نبوت کے ثبوت اور وجود میں بھی بکثرت موجود ہیں، ہذا چالیس سال والی دلیل، دلیل رائج اور قابل عمل نہ رہی، خود تحقیقات اور اس پر تقریظ لکھنے والوں نے آپ کے پیدائشی نبی کا اعتراف بھی کیا ہے، جس طرح ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال کی تکمیل کے دورانیے کو بالقوۃ نبوت میں شمار کرنا غلط

ہے اسی طرح اس عرصہ کو نبوت سے عاری اور محروم قرار دینا بھی غلط ہے کیوں؟ بقول تحقیقات اگر یہ عرصہ نبوت سے محروم اور معزول ہے تو یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ آپ کی ذات اطہر ایک بار پہلے عالم ارواح میں نبوت بالفعل سے متصف رہ چکی ہو اور دوسری بار چالیس سال کی عمر کے بعد پھر دوبارہ بالفعل نبوت سے مشرف فرمایا گیا ہو تو یہ درمیانی عرصہ محرومی اور معزولی سے کیوں دوچار ہوا؟ یہ وہی ذات، وہی روح نہیں جو بطور خاص سب سے پہلی مخلوق اور بطور خاص سب سے پہلے نبی تھی؟ انا اول الانبیاء خلقا و آخرہم بعثاً کی مصداق اور مدلول نہیں؟ کیا یہ خواص جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بارگاہ احدیت سے فیضان ہوئے تھے واپس لے لئے گئے تھے؟ خواص تو واپس نہیں لئے جاتے نیک اور کتابت انسان کے خواص مابیت ہیں واپس نہیں لئے جو قابل ابعاد تلاش خاصہ جسم ہے جسم جو ہوگا جہاں ہوگا یہ خواص موجود ہوں گے جو ہر جسم متحرک بالا ارادہ خاصہ حیوان ہے۔ وجود حیوان کے ساتھ متحقق ہوں گے علمائے امت نے آپ کا تخیق اول ہونا روح انور کا وصف نبوت سے متصف ہونا عالم ارواح میں آپ کی ذات مقدسہ کا بالفعل نبوت سے متصف ہونا آپ کے خواص فرمایا ہے ہذا جہاں بھی آپ کی روح اقدس کا حلول و سریان ہوگا مع وصف نبوت ہوگا اذا ثبت الشیء ثبت لجمیع لوازمہ کی تعبیر و تشریح ہوگی۔

اس لحاظ سے بھی ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال تک عمر شریف کو خاصہ، نبوت سے عاری اور خالی قرار دینا غلط ہے۔

ثانیاً: ظہور قدسی سے پہلے آپ کی نبوت بالفعل ثابت ہو چکی ہے اس کے بعد نبوت کی نفی، اور علی سہیل التنزل نبوة بالقوة کا قول کیوں؟ زید ایک بار کاتب بالفعل کا منصب حاصل کر چکا پھر کتابت نامہ عمل ترک کر دیا عملی اظہار نہیں کر رہا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اب زید کو کتابت بالقوة کہنا درست نہیں کیونکہ یہ پہلے کاتب بالفعل رہ چکا ہے، اس کی ذات کتابت سے اب بھی متصف ہے وصف کتابت اس کی ذات میں موجود ہے اگرچہ اظہار مفقود اور معدوم ہے بالقوة تو صلاحیت اور استعداد کا نام ہے جس کا وجود ثبوت اور تحقق ضروری نہیں بلکہ پردہ عدم میں ہے اسی طرح ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال کی

عمر تک آپ کے لئے نبوت بالقوة یا نفی نبوت کا قول خلاف اصول ہے۔

نزول وحی سے قبل نبی ماننا حماقت ہے نہ جہالت نہ ماننا جہالت اور حماقت ہے

تحقیقات نے ضمن نمبر 5 میں لکھا کہ اگر یہ مذہب اور مسلک اور نظریہ و عندیہ قابل قبول اور لائق اعتداد ہوتا تو اکابرین ملت ایسے لوگوں کو جاہل و نادان اور عقل و فہم دانش اور بینش سے عاری اور خالی کیوں ٹھہراتے؟ اور اس کو دین و مذہب اور منصب نبوت اور خلافت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزا کیوں قرار دیتے؟ جیسا کہ علامہ میر سید اور حضرت امام قرطبی اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات نظر نواز ہو چکے ہیں۔ (ص ۱۰۱)

توضیحا کہا جائے گا کہ عالم ارواح سے لے کر نزول وحی تک نبوت کی بقاء، دوام اور استمرار کا قول جہالت، نادانی، عقل و فہم، دانش و بینش سے عاری اور دوری کا قول نہیں بلکہ اعظم علمائے امت کا قول اور مذہب ہے جس کو دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ کی قوت لازوال حاصل ہے، بحمد اللہ مشیت نمونہ از خروازے ان علماء کی فہرست بھی نقل ہو چکی ہے البتہ من نہ مانم کی آزادی قول ہر شخص کو حاصل ہے، تحقیقات نے بزور قلم چالیس سال سے قبل، نبوت کی نفی کر دی ہے، اگر یہ عقیدہ ایسا ہے جیسا کہ تحقیقات نے متعدد فتاویٰ (جو اوپر گزرے ہیں) سے مزین کر کے نقل کیا ہے تو امام سلیمان الجمل امام قونوی، ملا علی قاری، امام رازی، محی الدین ابن عربی، امام شعرانی، علامہ آلوسی، قاضی عیاض، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی حافظ عماد الدین بن کثیر، علامہ شہاب الدین الخفاجی، سید احمد عابدین امام قسطلانی، امام غزالی اور دیگر بے شمار علماء و عرفاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا فتویٰ ہوگا؟ یہ اعظم علمائے امت دائمی استمراری نبوت کے قائل ہیں، غلام محمد بند یا لوی شریقی کے متعلق کیا رائے ہوگی وہ بھی تو پیدائشی نبی کا

قول کر چکے ہیں، اگر وہ مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں تو ان سے تقریظ لکھوانے کا مقصد؟

تحقیقات نے سید سند شریف کا حوالہ دیا کہ انہوں نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو جاہل اور احمق کہا ہے۔ علامہ جرجانی کے قول کو جس کی آڑ میں تحقیقات نے نزول وحی سے قبل نبی ماننے والوں کو جاہل، احمق وغیرہ وغیرہ کہا ہے۔ سیاق و سباق کے حوالے سے دیکھنا ضروری ہے کہ سباق یہ ہے۔

”و لا يخفى بعده مع انه لم يتكلم بعد هذه الكلمة المنقولة عند بينت شفة الى او انه
و لم يظهر الدعوة بعد ان تكلم بها الى ان تكامل فيها شرائطها“

یہ پوشیدہ نہ رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی عبد اللہ اتانی الکتاب الخ کے کلمات بچپن میں کہنے کے بعد آخر وقت تک نہیں کہے یعنی نہیں دہرائے اور نہ ہی شرائط نبوت کی تکمیل تک دعویٰ نبوت کیا ہے؟ اگر بچپن میں نبی نہ ہوتے تو ان کلمات کو دہراتے اور دعویٰ نبوت بھی کرتے سید سند نے اس کا جواب دیا ہے کہ بچپن میں اعلان نبوت کرنے کے بعد چالیس سال تک دعویٰ نبوت نہ کرنا اور کلام نہ کرنا ایسا امر ہے جس کو کوئی عقل مند تسلیم نہیں کرتا تحقیقات کا اس عبارت سے یہ استدلال کرنا کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر سے قبل نبی مانتے ہیں وہ نعوذ باللہ ایسے ویسے ہیں بالکل غلط ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں اپنی نبوت کا اعلان فرمایا نہ اپنی نبوت کو چھپایا بلکہ نزول وحی کے بعد فرمایا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریف کے چالیس سال پورے کر چکے تھے جو نبوت بالفعل کے لئے شرط ہے، مذکورہ بالا قول غیر معقول اور غیر منطقی اس لئے بھی ہے کہ ایک بار دعویٰ نبوت کرنے کے بعد چالیس سال تک خاموشی اختیار کئے رکھنا یہ اخفاء نبوت ہے جو جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا معاملہ اس سے قطعی مختلف ہے آپ نے بچپن میں اپنی نبوت کا اعلان نہیں فرمایا۔

تا کہ مماثلت قائم کر کے علامہ جرجانی کے قول سے فتویٰ جاہلیت وغیرہ سرزد کیا جائے، تحقیقات نے کلام کے سیاق و سباق کو دیکھے بغیر فتویٰ جڑ دیا ہے، علماء تو رہے درکنار ایک جاہل شخص بھی یہ کہنے کو تیار نہیں اور نہ ہی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال تک نبوت کو چھپائے رکھا، تحقیقات نے اس پر امام نیشاپوری، مجدد الف ثانی، مولانا امجد علی رحمہم اللہ کے جو حوالہ جات ص 80 تا 83 پر پیش

کئے ہیں غیر متعلقہ اور غیر مطبقتہ ہیں بلکہ علامہ جرجانی اور ان حضرات کے اقوال کو نزول وحی سے قبل نبوت کی نفی اور اخفاء پر پیش کرنا علم دانش اور بینش سے دور ہونے کی دلیل ہے۔

تحقیقات میں ہے ہمارے معاصر محققین حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغاز ولادت سے نبوت ثابت کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں ملنے والی نبوت کو دلیل بناتے ہیں مگر انہوں نے تو تبلیغ بھی کر دی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی عبدیت کا اعلان کیا کتاب دیئے جانے کے بعد نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ مامور ہونے اور والد ماجد کے ساتھ برّ و احسان سے پیش آنے کا پابند ہونے وغیرہ وغیرہ کا اعلان فرمایا اور اپنی حیثیت کو واضح کر دیا، یوں ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی ہم جولیوں کو فرماتے تھے کھیل کود اور لہو و لعب کیلئے پیدا نہیں کئے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے پیدا کیے گئے ہیں لہذا آؤ اپنے خالق و مالک کی عبادت کریں۔ (ص 102)

مذکورہ یہ عبارت بالکل واضح ہے اور اس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا انشی نبی ہیں، اور یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ انہوں نے تبلیغ بھی فرمائی ہے بچپن میں ہی تبلیغ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو وحی ہوتی تھی وحی اس لئے ہوتی تھی کہ وہ نبی تھے تحقیقات کا یہ اقتباس ہمارے موقف کی تائید اور اس کے اپنے موقف کی واضح تردید ہے تحقیقات تو چالیس سال سے پہلے کسی کو نبوت ملنے اور نبی ماننے کے لئے تیار نہیں اگر عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام بچپن سے ہی نبی ہیں تو چالیس سال کے بعد نبوت دیئے جانے اور ملنے کا کلیہ کہاں گیا؟ جبکہ بقول مواقف

”لم يظهر الدعوة بعد ان تكلم بها الى ان تكامل فيها شرائطها“ انہوں نے بھی دعویٰ نبوت چالیس سال کے بعد ہی کیا ہے۔

بقول تحقیقات اگر ان انبیاء کرام نے بچپن میں ہی اعلان عبدیت اور تحریص عبادت پر مبنی تبلیغ کر دی ہے تو یہ تبلیغ کس نبوت کا اثر مرتب ہے؟ پہلی کا یا دوسری کا جس کا اظہار چالیس سال کے بعد کیا گیا ہے دوسری نبوت کا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ابھی اس کا تحقق وجود اور مرحلہ بہت دور ہے اگر پہلی نبوت کا ہے تو پھر چالیس سال سے قبل نبوت پر ایمان لانا و اجبات شرعیہ سے ہو گا نفی اور انکار کی گنجائش جاتی رہے گی

اور اگر اس کلام کو معجزانہ عمل قرار دیا جائے پھر بھی نبوت کا وجود پہلے تسلیم کرنا پڑے گا اور اگر یہ ارباب ص ہو اور بعد میں آنے اور ملنے والی نبوت کی دلیل قرار دیا جائے تو پھر اعلان عبدیت اور تحریص عبادت کو بھی مستقبل طور پر حمل کرنا پڑے گا اور یہ مقتضائے حال کے خلاف ہے کیونکہ اس کلام کا مقصد حضرت مریم علیہا السلام کی عفت، طہارت اور تقدیس کو بیان کرتا ہے مقتضائے حال کے مطابق فوری ضرورت ہے اس میں تاخیر روا نہیں، یحییٰ علیہ السلام کا ہم عمر ساتھیوں کو عبادت کی ترغیب اور تحریص دانا بھی وقتی ضرورت ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک کام مدت مدید کے بعد ہونے والا ہو اور ابھی سے اس کا حکم دیا جائے اور تحریص دلائی جائے۔

ثانیاً: حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کلام کرنا تبلیغ ہے جو ضرورت وقت ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کا خاصہ ہے جس کا تعلق مقتضائے حال سے نہیں بلکہ فیضان خداوندی سے ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام معجزہ اس لئے ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ کے دامن عفت اور ردائے تطہیر کو شک و الزام کی آلودگی سے داغدار کیا گیا ہے اس لئے معجزانہ طریق کار کے تحت عفت و پاکدامنی کو بیان کرنا ضروری قرار پایا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور ابتدائے آفرینشی سے لے کر ظہور قدسی تک تمام اصلااب و ارحام پر تقدس اور طہارت کا پہرہ قائم رہا۔

ثالثاً: حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ہی آپ کی پہلی پیدائش اور تخلیق اول ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، حقیقت اور روح کی تخلیق کائنات کی ہرشیء سے پہلے ہوئی ہے عالم ارواح میں ملائکہ اور ارواح کے سامنے بحیثیت نبی تبلیغ و تربیت فرما چکے ہیں، اور تولد ہوتے ہی الحمد للہ کا جملہ زبان سے بول چکے ہیں، ”انی عبد اللہ“ اور الحمد للہ کے درمیان جو لفظی اور معنوی تفاوت ہے وہ اہل نظر اور صاحب علم و دانش پر مخفی نہیں،، بقول شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ راکع، ساجد ہو کر شہادت کی انگلی اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور توحید کا اعلان بھی فرما چکے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے صرف نماز، زکوٰۃ بروئیک کی تبلیغ کی مگر بقول شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی توحید، اپنی عبدیت اور صفات خداوندی اور اس کیلئے تمام

محامد کو بیان فرمایا ہے کیا یہ تبلیغ نہیں؟ بلکہ یہ تو تبلیغ عملی ہے تحقیقات کا یہ کہنا کہ تبلیغ یقیناً مستحب امر ہے تو بطور استحباب ہی آنحضرت ﷺ تبلیغ فرماتے رہتے یہ کس قدر بھونڈی سوچ ہے، بحر العلوم والفنون اور مجدد ماننے والوں کی نظریں، ص ۱۰۲، پر نہیں پڑیں؟ کیا بقول ان کے بحر العلوم والفنون کا علم محدثین اور علمائے کلام کے علوم سے زیادہ ہے؟ بحر العلوم والفنون کو اتنا پتہ بھی نہیں کہ حلال، حرام، فرض، واجب، مستحب امور کا مبداء اور جو چیز ان کا مبداء وجود ہے اس کا موقف علیہ کیا ہے؟ اور موقف علیہ کے وجود کی شرط اور علت موجبہ کیا ہے؟ یہ امور جب پائے جائیں جہاں پائے جائیں وہ نبوت بالفعل ہوگی جو مانحن فیہ ہے ہی نہیں۔

تحقیقات کی بوکھلاہٹ

تاہم یہ چیز ذہن میں ضرور رہنی چاہیے کہ تحقیقات اور اس کے عقیدت مندوں نے مختلف پینترے بدلے کبھی کہا کہ نبوت کے ملنے اور دیئے جانے کی شرط چالیس سال کی تکمیل ہے اس سے پہلے کوئی نبی نہیں ہو سکتا کبھی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نبی نہیں تھے، کبھی کہا آپ بالقوۃ نبی تھے کبھی کہا کہ کنت نبیا و آدم بین الماء والطين حدیث اپنے ظاہری اور حقیقی معنی میں نہیں، مستقبل کیلئے اعلان اور تشہیر ہے جو رسول اللہ ﷺ کو نزول وحی سے قبل نبی مانے وہ جاہل، احمق۔ دانش و بینش سے محروم اور عاری ہے وغیرہ وغیرہ، آخر میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو رسول تسلیم کیا اور ان کے کلام کو تبلیغ کہا لیکن رسول اللہ ﷺ کیلئے نہایت ہی بھونڈے انداز میں نبوت کی نفی کی اور انکار کیا،، یہ تحقیقات کے علوم وفنون کا تجر، اور یہ ہے تجدد یڈلی،،

نبی پر تبلیغ واجب نہیں رسول پر واجب ہے

تحقیقات نے نبی پر تبلیغ کے واجب ہونے پر مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا، ”تبلیغ حق بر پیغمبر واجب است“ مرقیہ رآنجارہ دادن بزندقہ می کشد قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ“ (ص: ۹۳)

آیہء مقدسہ میں یا لہھا الرسول واقع ہوا ہے جس سے واضح ہے کہ آیہء مقدسہ میں رسالت اور اس کے متعلقہ دعوت و تبلیغ کا حکم ہے رسول تو ہے ہی اس لئے کہ وہ اللہ کے احکامات لوگوں تک پہنچائے جیسا کہ رسول کے لفظ، لغوی اصطلاحی اور شرعی معنی سے عیاں ہے جبکہ نبی کا معنی خبر دیا ہوا خبر دینے والا عظیم المرتبت انسان ہے نبی اور رسول کا لغوی اصطلاحی اور شرعی معنی معلوم ہو جانے کے بعد نبوت پر رسالت کے احکامات، عنوانات کا اجراء غلط اور ناقابل تسلیم اور لائق حجت نہیں، مجدد صاحب نے رسالت اور اس کے فرائض منصبی کا ذکر فرمایا ہے علی سبیل التنزیل اگر رسول کا معنی نبی ہو تو اس سے مراد نبی مبعوث الی الخلق ہوگا جو رسول کا مرادف ہے۔

تحقیقات نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چالیس سال کے عرصہ تک تقیہ اور اخفاء دین و مذہب کو جائز رکھنا اس کا بالفعل قول اور معتقد ہونا کسی مسلمان کے لائق اور شایان شان نہیں ہے ورنہ وہ اپنے ایمان و اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ (ص 94)

تحقیقات کا یہ فتویٰ بسر و چشم قبول اور منظور ہے فتویٰ کا اصول و صدوریہ ہے کہ تحریری، یا زبانی بے راہ روی یا غیر اسلامی امر کا ارتکاب ہوا ہو اور پھر ثابت بھی ہو کیا ایسی کوئی تحریر یا قول تحقیقات کے علم میں ہے؟ اگر ہے تو فتویٰ درست ہے ورنہ یہ ایک ایسا الزام ہے جاہل سے جاہل شخص بھی اس کا قائل نہیں۔

تحقیقات نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ اگر ”اندک مائل کنند صریح معلوم تو انہند نمود کہ بعثت نبی و نصب امام نمودن و باز اور باخفا امر کردن الخ؛ یہ عبارت بھی نزول وحی سے قبل نبوت کی نفی پر بطور استدلال پیش نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہاں نبوت مبعوثہ الی الخلق کا ذکر ہے جو رسالت کا ہم معنی اور مرادف ہے عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کو مبعوث فرما کر تبلیغ احکام پر مامور فرما کر پھر تقیہ کرنے کا حکم دینا، یا اخفائے نبوت کا حکم دینا یہ تمسخر لہو و لعب ہے جو منصب نبوت اور شان خداوندی کے خلاف ہے۔

امر نبوت و رسالت ہو یا امارت و خلافت کا مسئلہ اس میں تقیہ کرنا اظہار و اعلان کے بعد اس میں اخفاء و تقیہ کرنا شیعہ کا مذہب تو ہو سکتا ہے لیکن اہل سنت و جماعت کا نہیں تحقیقات نے تضاد مسالک کا خیال

تحقیقات نے رسول کی تعریف نبی کی تعریف لکھ کر دھوکہ کھایا اور دھوکہ دیا ہے

تحقیقات نے لکھا ہے کہ لیکن ان حضرات نے یہاں دھوکہ کھایا ہے اور دوسروں کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں رسول اور نبی میں بعض حضرات کے نزدیک مساوات ہے اور اندرین صورت نبی اور رسول کا معنی یہ ہے انسان بعث اللہ الی الخلق تبلیغ الاحکام، (شرح عقائد، شرح مقاصد)

در اصل تحقیقات کو دھوکہ لگا ہے اور وہ دھوکہ دے رہے ہیں ملاحظہ ہو رسول کی تعریف والرسول نبی مع کتاب والنبی غیر الرسول من لا کتاب معہ مقدمہ شرح مواقف (ص ۲۱)

حاشیہ میں ہے ”والرسول قد یخص بان لہ شریعة و کتاب و هذه العبارة ظاهرة فی انه بشرطه فيه كلاهما مزید ان الرسول هو الذي انزل عليه الكتاب والنبی اعم و قيل الرسول من انزل عليه جبریل و امره بالتبلیغ والنبی غیر الرسول من سمع صوتا او قيل له فی المنام انک بنی“ (مقدمہ شرح مواقف حاشیہ ص ۲۱)

مزید رسول رسالت سے ہے اور رسالت ”وہی سفارة العبد بین اللہ و بین ذوی الالباب من خلیقته“ (شرح عقائد) ہم نے شرح عقائد اور شرح مواقف سے نبی اور رسول کی تعریفات نقل کی ہیں اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ چلی نے جو تعریفات حواشی میں نقل کی ہیں وہ بھی نقل کی ہیں آخری دو تعریفیں جو رسول کی ہیں یہ علامہ سعد الدین التفازانی نے بیان فرمائی ہیں ان تمام تعریفات کو ملاحظہ کرنے کے بعد بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تحقیقات نے خود بھی دھوکہ کھایا ہے اور دوسروں کو بھی دھوکہ دیا ہے کیونکہ رسول کی تعریف نبی کی تعریف بتائی اور اس پر چسپاں کی ہے۔

علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لان الرسول یطلق عرفا علی کل من ارسل

بخلاف النبی (نبراس ص) متکلمین کے عرف میں رسول وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ تبلیغ احکام کے لئے ارسال فرمائے اور نبی وہ ہے جس کو تبلیغ احکام کے لئے مبعوث نہ فرمایا جائے علامہ فرہاروی کی بیان کردہ تعریف سے ثابت ہوا کہ رسول وہ ہے جس کو تبلیغ احکام کے لئے مامور فرمایا جائے نبی وہ ہے جس کو تبلیغ احکام کے لئے مبعوث نہ فرمایا جائے اس سے بھی تحقیقات کا دھوکہ کھانا اور دھوکہ دینا واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

ثانیاً: مندرجہ بالا تعریفات بالعموم اور علامہ فرہاروی کی بیان کردہ تعریف سے بالخصوص ثابت ہوا کہ رسول کے لئے احکام شرعیہ کی تبلیغ واجب اور فرض ہے جبکہ نبی کیلئے تبلیغ واجب ہے نہ فرض تحقیقات کا یہ کہنا کہ الغرض رسول ہو یا نبی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ دونوں کے لئے ضروری ہے (ص 97) غلط ہے جس نبی کے لئے ضروری ہے اس سے مراد وہ نبی ہے جو مبعوث (مرسل) الی الخلق ہو اس معنی میں نبی اور رسول مترادف ہیں خلاصہ بحث یہ ہے کہ نبی اور رسول معناً مصداقاً اور احکاماً مغائر ہیں ان میں مساوات کا قول کرنا غلط ہے۔

تحقیقات نے خود لکھا کہ بعض نے کہا کہ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے اور جمہور کا مختار یہی ہے (ص 96)

جب مذہب جمہور کے مطابق نبی اور رسول میں نسبت عام خاص ہے تو نسبت تساوی کہاں اور کیسے؟ تحقیقات نے ”ورنہ“ عنوان کے تحت جو ضمیمات ”ز“ تا ”ز“ قائم کر کے اپنا موقف بمع تبصرہ بیان کیا ہے اس کا تعلق نبوت مبعوثہ الی الخلق تبلیغ الاحکام کے ساتھ ہے جو درحقیقت مفہوم رسالت ہے تحقیقات نے یہ کریمہ میں واقع لفظ بعثت پر غور نہیں کیا؟ فبعث اللہ الدین الایہ (ص 98) اور یقتلون الدین میں قتل اور علت قتل پر بھی غور نہیں کیا انبیاء کرام کی تبلیغات ان کی معاش اور معاشرت کے خلاف تھیں انبیاء کرام کے دروس و مواعظ ان کی گفتار کردار فکر و دانش کے خلاف اور بغرض تطہیر نفوس اور تزکیہ باطن تھے اسلئے انکار و تردید کے نتیجہ میں انبیاء کرام کو جاہلئے شہادت نوش کرنا پڑا اگر تبلیغ احکام کا سلسلہ نہ ہوتا تو انبیاء کرام کو منصب شہادت سے ہمکنار نہ ہونا پڑتا۔

نبوت کے لئے اظہار اور دعوت شرط نہیں

تحقیقات نے لکھا کہ منامات صادقہ سے پہلے چالیس سال کا عرصہ نہ آپ کو نبوت حاصل تھی نہ رسالت (100)

آئیے دیکھیں کہ کیا واقعی ایسا تھا؟ ہرگز نہیں درجہ ذیل شواہد کی موجودگی میں تحقیقات کا دعویٰ غلط ہے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا پس دیر شد کہ ورقہ وفات یافت و زمان ظہور دعوت و دریافت و دے از ایمان آرندگان و تصدیق کنندگان بآنحضرت است و زبان نبوت را نیافت (مدارج النبوت جلد دوم ص 32)

ترجمہ: کچھ عرصہ گزرا کہ ورقہ وفات پا گئے ظہور دعوت یعنی ظاہری دعوت اور رسالت کا زمانہ نہ پایا، لیکن وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والوں اور تصدیق کرنے والوں میں سے ہیں بلکہ علمائے محدثین نے ان کو صحابی کہا ہے چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے آوردہ اند آنکہ ورقہ را صحابی تو اں گفت ظاہر تعریف صحابی کہ کردہ اند من رای النبی مومنا بہ صادق است بروئے و ظہور دعوت و راں شرط نہ کردہ اند ولیکن در مشکوٰۃ خدیجے آوردہ کہ خدیجہ پر سید از حضرت حال ورقہ را بعد از وفات وے فرمود آنحضرت دیدہ ام من اور در خواب کہ بروئے جاہاے سفید است و ایں علامت ایمان است (مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۲) ترجمہ: رہا یہ کہ ورقہ کو صحابی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو ظاہر ہے کہ صحابی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو ایمان کی حالت میں دیکھا یہ ان پر صادق آتی ہے اس میں ظہور نبوت کی شرط نہیں لگائی گئی مشکوٰۃ میں ایک حدیث مروی ہے کہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ورقہ کے حال کی نسبت پوچھا کہ (وہ کہاں ہیں؟) وہ کیسے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا ہے وہ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں، سفید لباس

ایمان کی نشانی ہے۔

شیخ محقق نے مزید نقل فرمایا: ودر روضۃ الاحباب حدیثی آورده کہ دیدم قس را در جنت کہ بروے جامہ ہائے سبز است زیرا کہ وے ایمان آورد و بمن و تصدیق کرد مرا، مراد بقس ورقہ است (مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۳)

روضۃ الاحباب میں ایک حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے قس کو جنت میں دیکھا ہے ان پر سبز رنگ کا لباس ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی حدیث میں قس سے مراد ورقہ بن نوفل ہیں۔

تحقیقات نے لکھا کہ حق کی تبلیغ پیغمبر پر واجب اور لازم ہوتی ہے وہاں پر تقیہ کو راہ دینا اور اس کو جائز سمجھنا زندیقی اور بے دینی کی طرف لے جاتا ہے (ص ۹۳) اس سے چند سطور قبل لکھا کہ: اس لیے محقق علمائے کرام نے نبی اور رسول پر نبوت اور رسالت کے اظہار اور اعلان کو لازم اور ضروری ٹھہرایا ایسے منصب کے مالک کا اس کے متعلق نہ دعویٰ کرنا اور نہ گفتگو اور کلام کرنا خلاف عقل و دانش قرار دیا ہے۔ (ص ۹۳)

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں تو اس وقت آپ ﷺ نبی تھے یا نہ؟ اگر نبی تھے اور بدون شک و شبہ نبی تھے تو آپ نے اپنی نبوت کا اظہار اور اعلان کیوں نہیں فرمایا؟ اگر اس وقت نبی نہ ہوتے تو ورقہ بن نوفل صحابی ہوتے نہ جنتی، سفید اور سبز رنگ کا لباس جو مومن کامل اور جنتی ہونے کی علامت ہے کیوں پہنے ہوتے؟ ہر دو احادیث اور شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے نقل فرمودہ مذہب محدثین کی روشنی میں یہ واضح اور ثابت ہوا کہ نبی کے لئے نبوت کا اعلان اور اظہار ضروری نہیں البتہ اظہار و اعلان کے بعد دعوت و تبلیغ واجب اور لازم ہے ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کے لئے دعوت و تبلیغ شرط لازم نہیں۔ اس دعوت و تبلیغ کو شرط لازم قرار دیئے جانے کی تائید میں امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہما اللہ کے نقل کئے ارشادات غیر متعلقہ ہیں مانحن فیہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ان کا اطلاق اور انطباق ظہور نبوت اور

اعلان نبوت کے بعد پر ہے۔

اگر نبوت کا ثبوت اور وجود اظہار نبوت اور دعوت و تبلیغ پر ہوتا تو ورقہ بن نوفل مومن ہوتے نہ صحابی معلوم ہوا کہ نبوت کے لئے اظہار ضروری ہے نہ دعوت و تبلیغ ورقہ تو اظہار اور تبلیغ سے پہلے ایمان لائے تھے اگر اظہار اور دعوت و تبلیغ کو شرط لازم اور دلیل نبوت قرار دیا جائے تو سورہ اقرء کے نزول کا زمانہ زمانہ نبوت شمار نہ ہوگا تبلیغ کا حکم تو فاصدع بما تو مر کے ساتھ ہوا ہے جبکہ آپ کی اعلانیہ اور ظاہری نبوت کا اظہار سورہ اقرء کا نزول ہے۔

تحقیقات نے فائدہ ص 224 کے تحت لکھا کہ اگر نزول وحی پر آپ ﷺ کو نبوت حاصل نہ ہوتی تو صحابی کی تعریف حضرت ورقہ پر قول مختار کے مطابق کیونکر سچی آسکتی تھی؟

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا: پس دیر شد کہ ورقہ وفات یافت و زمان ظہور دعوت نیافت یہ ایسی وضاحت ہے جس نے یہ واضح اور ثابت کر دکھایا ہے کہ نبوت کے لئے اظہار ضروری نہیں، اسی طرح دعوت و تبلیغ بھی ضروری نہیں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: و ظہور دعوت در اس شرط نکرده اند (مدارج، جلد دوم ص ۳۲)

ترجمہ: صحابیت کے لئے نبوت کا اظہار اور دعوت شرط نہیں معلوم ہوا کہ تحقیقات کا موقف شیخ محقق اور محدثین کے موقف کے خلاف ہے۔

انبیاء کرام اور ان کی امتوں کا ایمان لانا ثابت کرتا ہے کہ نبی اور نبوت کا بالفعل موجود ہونا اور تبلیغ کرنا شرط نبوت نہیں

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خود جماعہ بودہ اند کہ پیش از وجود و ظہور صورت غنصری آنحضرت ایمان بوے صلی اللہ علیہ وسلم آوردہ (مدارج جلد دوم ص ۳۲) ترجمہ: ایسے اور بھی کافی لوگ ہیں جو حضور ﷺ کے جسد غنصری اور صورت جسمی کے ظہور اور وجود سے پہلے ہی آپ پر ایمان لائے ہوئے تھے، جیسا کہ حبیب نجار وغیرہ بلکہ اس میں اور لوگ تو رہے درکنار تمام انبیاء اور ان کی امتیں آپ ﷺ پر ایمان لا چکی ہیں۔

توجہ طلب امر یہ ہے کہ بقول تحقیقات نبوت چالیس سال کی عمر مکمل ہونے کے بعد ملتی ہے تو جو لوگ بلکہ انبیاء و رسل اور ان کی امت جو اعلان نبوت ظہور نبوت اور ظہور قدسی سے قبل آپ پر ایمان لا چکے ہیں ان کے ایمان کی کیا حیثیت ہے؟

یہ ایمان ایسے وقت میں ہے جب نبوت کا وجود نہیں اور نبوت کی ایسی حالت اور کیفیت میں ہے جس کا اظہار اور اعلان بھی نہیں اور یہ انبیاء اور رسول کا ایمان ہے جس پر تبصرہ کرنا نقصان ایمان کا باعث ہے تو معلوم ہوا کہ ثبوت نبوت کے لئے نبی اور نبوت کا بالفعل موجود ہونا ضروری نہیں، اور نہ ہی اعلان اور اظہار ضروری ہے اور نہ ہی نبوت کے لئے تبلیغ احکام شرط ہے، کیونکہ ورقہ بن نوفل، حبیب نجار انبیاء و رسول اور ان کی امتیں ان اوقات میں ایمان لائے ہیں جن میں وجود نبی اعلان نبوت اور اظہار نبوت تبلیغ احکام نام کی کوئی چیز نہیں لہذا ان امور کی بنیاد پر نزول وحی سے قبل آپ کی نبوت کا انکار اور نفی کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے اگر یہ ایمان اس بنا پر ہو کہ رسول اللہ ﷺ کا نبی ہونا یقینی اور قطعی ہے تو پھر بھی یہ ایمان بالغیب اور بدوں وجود نبی اور بدوں اظہار اور تبلیغ ہے جو تحقیقات کے موقف کے قطعی مغائر ہے اس ایمان کا انکار نصوص قطعیہ کے انکار کو مستلزم ہے جو موجب کفر ہے تحقیقات نے لکھا کہ اگر نزول وحی پر آپ ﷺ کو نبوت حاصل نہ ہوتی تو صحابی کی تعریف حضرت ورقہ پر قول مختار کے مطابق کیونکر چلی آ سکتی تھی۔ (ص 224)

حضرت ورقہ بن نوفل آپ ﷺ پر اس وقت ایمان لائے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کی جب آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اظہار اور اعلان نہیں فرمایا تھا اس صورت میں بدوں اظہار اور بدوں اعلان نبوت نبوت موجود ہے شرف صحابیت اور اہلیت جنت کے لئے مفید ہے مگر تحقیقات کے مذہب پر علامات نبوت اور لوازمات نبوت مفقود ہیں جن کا فقدان عقیدہ تحقیقات کے مطابق فقدان نبوت و مستلزم ہے مگر ورقہ بن نوفل کی صحابیت اور قول مذکور کے حوالے سے تحقیقات کے نزدیک بھی نبوت کا ثبوت اور وجود موجود ہے یہی ہمارا موقف ہے کہ بدوں اعلان نبوت اور بدوں اظہار نبوت نزول وحی سے قبل رسول اللہ ﷺ کی نبوت موجود ہے اعلان نبوت اور اظہار نبوت کی آڑ میں آپ کی نبوت کا انکار کرنا غلط

ہے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے کہ وجود نبوت کے لیے اظہار اور اعلان شرط نہیں قول مذکور مندرجہ ص 224 تحقیقات کے اپنے موقف کے خلاف ہے۔

پہلی وحی میں جبریل علیہ السلام کا آنا اور دبانا آپ کی نبوت کی نفی نہیں کرتا
 شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا۔ چوں آمد اور افرشتہ بوحی گفت مرثدہ باد ترا ای محمد کہ من جبریلیم و خدا مرا تہو فرستادہ است و تو رسول خدائے بریں امت بر جن و انس دعوت کن بقول لا الہ الا اللہ و گفت بخواں یا محمد آنحضرت فرمود من خوانندہ نسیم و خواندن ندانم یعنی امیم کہ خواندن و نوشتن موفتہ ام پس در برگفت جبریل مرا بنفشر دمر اچند انکہ طاقت من باوے بود یا طاقتش یا من بود لفظ خدیث مشتمل بر دو معنی است و ظاہر در معنی اول است بہ ہمیں تصریح کردہ اند شراح (مدارج) النبوت جلد دوم ص ۳۱: ترجمہ: جب فرشتہ وحی بے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خوشخبری ہو کہ میں جبریل ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ امت پر رسول ہیں جن ہوں یا انسان انہیں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی دعوت دیجئے اور پھر کہا اے محمد پڑھیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، مجھے پڑھنا نہیں آتا میں ای ہوں میں نے لکھنا پڑھنا کسی سے نہیں سیکھا اس کے بعد جبریل نے مجھے اپنی آغوش میں لیا اور اپنی پوری طاقت سے دبایا۔

یہاں تک کہ میری قوت برداشت انتہا کو پہنچ گئی مزید دبانا مزیدے لئے ناقابل برداشت تھا یہ اس صورت میں ہے جبکہ حتی بلغ منی الجہد دال رفع کے ساتھ پڑھا جائے۔

اور اگر حتی بلغ منی الجہد دال کے نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا جائے تو اب معنی یہ ہوگا کہ مجھے دبانے میں جبرائیل اپنی طاقت و قوت کی انتہا کو پہنچ گئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ معنی درست نہیں کیونکہ ”فان النبۃ البشریۃ لا تستدعی استیتفاء القوۃ الملکیۃ لا سیما فی مبداء الامر (مرقات طبصہ)“

ترجمہ: قوی بشریہ ملکی قوت کے برابر ہونے کے دعویدار نہیں ہو سکتے بالخصوص نبوت کے ابتدائی

مرحلہ پر یعنی رسالت کا آغاز ہے نزول قرآن کا وقت ہے رسول اللہ ﷺ چونکہ بشر ہیں بشر جسمانی لحاظ سے ملکی دباؤ سے متاثر ہو سکتا ہے تحقیقات کا یہ کہنا کہ روح کا جب بدن میں حلول و سریان نہ تھا تو اس کی طاقت زیادہ تھی، بدن اقدس میں حلول و سریان کے بعد وہ قوت استعداد اور صلاحیت ضعیف ہو گئی تھی جو عالم ارواح میں اس کو حاصل تھی۔

توضیحاً کہا جائے گا کہ طاقت کا مظاہرہ اور اس کا تحمل فرشتہ اور انسان کے درمیان ہے قانون خداوندی کے تحت فرشتہ انسان سے طاقتور ہے اگر رسول اللہ ﷺ جبریل کی ذاتی، فطری اور تخلیقی قوت سے برداشت کی انتہا کو پہنچے تو اس میں اچنبھے کی کون سی بات ہے، جبریل کا پوری قوت سے دبانہ اور رسول اللہ ﷺ کا برداشت کی انتہا کو پہنچ جانا اس کا تعلق روح سے نہیں بلکہ قوائے بشریہ یعنی جسم سے ہے، روح وہی ہے جو عالم ارواح میں نبوت بالفعل سے متصف تھی، جسم تو کمزور اور ناتواں ہو سکتا ہے مگر روح اور نبوت کا کمزور، ناتواں اور مرعوب ہونا محال ہے ایام علالت میں رسول اللہ ﷺ نے بوجہ علالت اور کمزوری بیٹھ کر نماز ادا فرمائی ہے مگر نبوت و رسالت کے متعلقہ امور لوازمات میں ذرہ برابر کمی یا نقص واقع نہیں ہوا اور اگر روح مجرد عن البدن اور روح متعلقہ بالبدن بصیغہ حلول و سریان سے یہ مراد ہو کہ آپ ﷺ کی روح عالم ارواح میں نبوت کی قوت سے مسلح ہو کر طاقتور تھی اور جب بدن اقدس میں حلول و سریان فرما تو وصف نبوت سے عاری ہونے کی وجہ سے کمزور، ناتواں ہو گئی تھی یہ غلط ہے۔ یہ روح عالم ارواح کی صفات سے متصف نہیں اس کی روح کا تعلق ذات احمدیت سے ہے جو اللہ کی تجلی ہے یہ روح اس وقت مشاہدہ حق سے محظوظ اور مستفیض ہو چکی ہے جب کوئی تیسرا وہاں موجود نہ تھا۔ صرف دو تھے ایک ذات احدیت، اور دوسری ذات احمدیت انبیاء کرام کی بشریت ان کے لئے لباس کی حیثیت رکھتی ہے بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی بشریت ایک حجاب کی مانند ہے جو اپنے حقائق اور خواص کے اعتبار سے بے مثل اور بے مثال ہے ہر قسم کی کثافت اور کدورت سے پاک ہے ہر کائناتی جسم کا سایہ ہے مگر رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کا سایہ نہیں دیگر اجسام کے لوازمات اور خصائص سے پاک ہے انبیاء کرام کی ارواح اور بواطن فرشتوں کی حقیقت اور نورانیت سے کہیں بلند و برتر ہوتے

ہیں، شفاء شریف کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے۔

ثانیا:

جبرائیل علیہ السلام کے دبانے سے آپ کا مشقت اور برداشت کی انتہا کو پہنچ جانا آپ کے تغیر روحی اور تبدل حقیقت کو مستلزم نہیں مشقت اور برداشت کا تعلق جسد اطہر سے ہے، جسد انور متاثر ہو سکتا ہے مگر آپ کی حقیقت جو اللہ کا نور ہے اللہ کی تجلی ہے وہ متاثر نہیں ہو سکتی بخاری و مسلم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے موسیٰ علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پر تھپڑ رسید کیا تو ان کی آنکھ پھوٹ کر نکل گئی لیکن اس کے باوجود ان کی حقیقت نور یہ متاثر ہوئی نہ ان کی نوری آنکھ کا ضیاع ہوا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ملائکہ انسانی صورت اپنا لیتے ہیں یہ صورت ملائکہ کے لئے انسانوں کے لباس کی طرح ہوتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے صوری آنکھ (ظاہری آنکھ) پھوٹی تھی ملکی آنکھ متاثر نہیں ہوئی تھی ملکی آنکھ تھپڑ یا کسی اور آلہ ضرب سے متاثر نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر جبرائیل علیہ السلام کے دبانے سے رسول اللہ کو جو تکلیف یا مشقت ہوئی وہ ظاہری اور جسمانی لحاظ سے تھی آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح مبارکہ اس سے متاثر اور مغلوب نہیں ہوئیں۔ روح مجرد عن البدن اور روح متعلقہ بالبدن میں تفاوت پیدا کر کے آپ کی نبوت کا انکار کرنا درست نہیں۔

ثالثا:

یہ ابتدائی کیفیت اور ابتدائی حالت ہے فطرت انسانی کے تحت ایسا ہونا عیب نہیں انبیاء کرام طواہر اور اجسام کے لحاظ سے انسانی حالات، اور اثرات سے متاثر ہوتے ہیں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول پہلے نقل کر آئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر وہی ہے جو جبریل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ پر چھوڑ کر نوری حجابات سے گزر کر دنیٰ فتنیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی قربتوں اور رفعتوں کو سمیٹ رہا تھا آغاز وحی، نزول قرآن کے ابتدائی زمانہ کے ساتھ اسراء، اعراج اور عراج کے مدارج منازل اور مناظر بھی آپ کی نبوت روح اور جسد کے بے مثال کمالات کے آئینہ دار ہیں اور اگر حتی بلغ من الجہد دال کے زبر

کے ساتھ پڑھ کر جبریل علیہ السلام کی طاقت بلیغہ اور قوت کاملہ کا قول کیا جائے پھر بھی یہ امر ممکن ہے اس لئے کہ الوہیت کے بعد مقام نبوت و رسالت ہے نبوت کی طاقت دیگر تمام طاقتوں پر حاوی اور غالب ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ ملکی ذمہ داریاں نظام جہاں سے وابستہ ہیں انبیاء اور رسل کے فرائض منصبی انسانیت کی تعمیر و تطہیر اصلاح احوال اور اخروی فوز و فلاح ہے واقعہ معراج کا فلسفہ بھی اسی حقیقت کا نماز ہے مقام نبوت اور منصب رسالت بعد از الوہیت، حقیقت نبوت اور ماہیت رسالت اور ان سے موصوف روح اور جسم ساری کائنات سے ارفع اعلیٰ اور اقویٰ ہیں اسی لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لامکان میں اللہ کی ذات وحدہ لا شریک کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی موجود ہے:

”لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل“

یہ روایت بھی موجود ہے:

”لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ لا بغیر ربی“

نزول وحی پر آپ کو رسالت ملی

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ جبریل علیہ السلام غار حراء میں آپ کے پاس رسالت لے کر آئے تھے شیخ محقق نے فرمایا مژدہ باد ترا ای محمد کہ من جبریلیم و خدا مرا تہو فرستادہ است و تو رسول خدائے بریں امت برجن والنس کہ دعوت کن یقول لا الہ الا اللہ اے محمد آپ کو مبارک ہو خوشخبری ہے آپ کے لئے میں جبریل ہوں خدا نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جنات اور انسان آپ کی امت ہیں آپ انہیں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی دعوت دیں شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں صریحاً مذکور ہے تو رسول خدائے بریں امت برجن والنس

اگر جبریل علیہ السلام نبوت لے کر آتے تو شیخ تو نبی است بریں امت تحریر فرماتے۔ (سنی ٹیڈنم)

علامہ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”و ارسل مرتین الاولیٰ فی عالم الارواح للارواح و ثانیۃ فی عالم الاجساد لاجساد (الجواهر البحار، جلد ثانی ص ۱۸۸) اللہ تعالیٰ نے دو

مرتبہ آپ کو رسول بنایا پہلی دفعہ عالم ارواح میں ارواح کے لئے اور دوسری مرتبہ عالم اجساد میں اجساد کے لئے۔ (ترجمہ تحقیقات ص ۱۴۸)

علامہ سلیمان الجمل نے عالم اجساد کے لئے آپ کی رسالت بیان فرمائی ہے۔

علی احمد سندیلوی نے اپنے تاثرات تحریر کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دو نبوتیں اور دو رسالتیں عطا فرمائیں پہلی مرتبہ عالم ارواح میں بالفعل آپ کو نبی اور رسول بنایا گیا اور اس عالم میں آپ ﷺ نے فرشتوں اور ارواح انبیاء کو دعوت دی اور ان کی راہنمائی فرمائی اور دوسری مرتبہ عالم اجساد میں چالیس سال کی عمر شریف کو پہنچنے کے بعد معلوم ہوا چالیس سال کے بعد آپ کو رسالت دی گئی کیونکہ آگے لکھا عالم ارواح والی نبوت دائم باقی اور مستمر ہے سلب نہیں ہوئی نہ ہی اس کے سلب ہونے کا شائبہ ہے علی احمد سندیلوی کی تحریر ہمارے موقف کی تائید ہے کہ چالیس سال سے پہلے آپ نبی تھے، اور چالیس سال کے بعد آپ کو رسالت دی گئی ہے لیکن یہ تحریر غلام محمد بند یا لوی شریقیوری اور خود تحقیقات کے موقف کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے عالم ارواح والی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطين اعلان اور تشہیر ہے اپنے ظاہری معنی پر نہیں (ص ۳۳) جبکہ محمد اقبال مصطفوی نے بھی دو نبوتیں اور دو رسالتیں تسلیم کی ہیں۔ (ص ۴۴) اور یہ رسالت چالیس سال کے بعد تحریر کی ہے۔ غلام محمد بند یا لوی، تحقیقات، محمد اقبال مصطفوی کی تحریرات باہم متضاد اور قول شیخ کے مغائرہ ہیں خود تحقیقات نے تحریر کیا کہ حالانکہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی۔ ص ۶۰،، جب عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی تو چالیس سال کے بعد نبوت دوبارہ دینے کا کیا فائدہ؟ جب ایک چیز پہلے موجود ہے پھر اسی چیز کو دوبارہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟

علامہ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”و ما کنت قبل مجیء الرسالة الیک ترجوا و کامل انزال القرآن علیک“ الخ ترجمہ: تم رسالت کے پہنچنے سے قبل قرآن مجید کے نازل کئے جانے کی امیدور جا نہیں رکھتے تھے۔ (تحقیقات ص ۱۷۱)

علامہ صاوی نے فرمایا: ای ما کنت ترجوا ای قبل مجیء الرسالة۔ (تحقیقات ص ۱۷۱)

امام قشیری نے فرمایا: ما كنت تو مل محل النبوة شرف الرسالة۔ (تحقیقات ص ۱۷۲)

حضرت برہ بنت ابی جراحہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اللہ نے آپ ﷺ کو بزرگی سیادت دینے اور نبوت کی ابتداء کا ارادہ فرمایا تو ہر پتھر اور ہر درخت آپ کو السلام علیک یا رسول کہتا (تحقیقات ص ۱۹۷)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فما ذقت شينا ذبح على النصب حتى اكرمني الله برسالته (تحقیقات ص ۱۹۸)

مندرجہ بالا تمام روایات اور تفاسیری حوالہ جات یہ ثابت کرتے ہیں کہ چالیس سال کے بعد آپ کو منصب رسالت پر فائز فرمایا گیا ہے نبوت نہیں دی گئی نبوت تو آپ ﷺ کو پہلے حاصل ہے جن علمائے مفسرین یا محدثین یا دیگر علماء نے نبوت کا قول کیا ہے ان کی مراد نبوت مبعوثہ الی الخلق تبلیغ الاحکام ہے اس معنی میں نبوت اور رسالت متحدہ المعنی ہیں دوسرے لفظوں میں نبوت سے مراد آپ ﷺ کا نبی مرسل ہونا ہے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا موقف بھی یہی ہے کہ چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہونے کے بعد آپ کو رسالت دی گئی ہے جیسا کہ انہوں نے خود مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۱ پر اس کی تصریح فرمادی ہے۔

تحقیقات کے نزدیک نبوت کا دوام بقاء اور استمرار مسلمہ ہے

تحقیقات نے یہ تسلیم کیا ہے کہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی پھر آگے لکھا کہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب اور مستور ہو گئی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی اور جسمانی اعتبار سے بالقوة رہ گئی بعد ازاں اوج کمال تک رسائی حاصل کر لی اور جسمانی طور پر بھی اعلیٰ ترین مدارج اور ارفع ترین مراتب تک رسائی پائی اور کمالات انبیاء کے لئے جامع بن گئی۔ ص ۶۰ تحقیقات کی اس مبینہ عبارت سے ثابت ہوا کہ عالم ارواح والی نبوت باقی دائم اور مستمر ہے صرف بشریت اور جسم اقدس کی وجہ سے مجبوب اور مستور ہو گئی تھی اور جسمانی طور پر بالقوة کے حکم میں تھی چالیس سال کی عمر مکمل ہونے پر اوج کمال مراتب رفیعہ کو پہنچی یعنی عملی اور بالفعل نبوت کا مقام حاصل کیا۔ جب یہ نبوت مستور اور مجبوب ہے، بشریت اور جسم اور اس کی وجہ سے مستور اور مجبوب ہے تو یہ پیدائشی نبوت ہے آپ ﷺ پیدائشی نبی

ہیں، عالم ارواح سے لے کر ظہور نبوت (نزول وحی) تک اس نبوت کی بقاء دوام اور استمرار موجود ہے، اور حق اور سچ بھی یہی ہے اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت با سعادت پر خوارق عادات کا ظہور ہوا جن کی تفصیل مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۵ تا ۱۷ کے حوالے سے پہلے آچکی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر عالم ارواح والی نبوت باقی دائم اور مستمر ہے تو چالیس سال کے بعد نبوت کا ثبوت وجود کس معنی میں ہے اور تحقیقات نے چار صد صفحات پر مشتمل اپنی ضخامت کیوں بڑھائی ہے؟

اور دو دفعہ نبوت اور دو دفعہ رسالت سے سرفراز فرمانے کا کیا مقصد ہے؟

جب پہلی نبوت اور رسالت باقی دائم اور مستمر ہے تو دوبارہ نبوت اور رسالت دینے کی وجہ؟ پہلی رسالت اور نبوت تو محبوب اور مستور ہے منقطع یا سلب نہیں ہوئی دوسری نبوت اور دوسری رسالت پہلی رسالت اور پہلی نبوت کا اظہار ہے یا احداث؟ اگر اظہار ہے تو دوسری نبوت اور دوسری رسالت، ظہور ہے، عطا نیگی اور جدید سرفرازی نہیں، اگر احداث ہے تو پہلی کی موجودگی میں دوسری کا احداث کیوں؟

عالم ارواح والی نبوت کی بقاء، دوام اور استمرار مسلمات میں سے ہے، شیخ نور الدین علی بن زین الدین ابی المواہب الشہیر بابن الجزار، رحمۃ اللہ نے فرمایا۔

”و هو صلى الله عليه وسلم مطبوع على الحق والخير و اخلاق الكرام الموافقة لما جائت به شريعته بالهام الله له من حين نشاء صغيراً“ (جواہر البحار جلد سوم ص ۸۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہی حق اور خیر، اور اخلاق کریمہ پر جو آپ کی شریعت کے احکام کے موافق تھے پر ہوئی ہے اور یہ احکام الہام کے ذریعے بچپن میں ہی آپ پر وارد ہونے لگے تھے الہامات کا بچپن میں ہونا آپ کی ہی شریعت کے احکامات کا آپ پر وارد ہونا آپ کی نبوت کے دوام بقاء اور استمراری ہونے کی دلیل ہے۔

سید ابوالعباس التیجانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”الحقيقة المحمدية لم تنزل مشحونة من جميع هذه المعارف والعلوم والمعارف والاسرار و لم تنزل مشحونة بها الى ان كان زمن جسده الكريم صلى الله عليه و

سلم“ (جواہر البیاض ص ۵۲-۵۳)

حقیقت محمدیہ ﷺ ابتدائے تحقیق سے ہی تمام معارف، علوم اور اسرار سے معمور اور بھرپور تھی کیونکہ وہ پہلی وجودی چیز تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ہرشی کے وجود سے پہلے وجود عطا فرمایا تھا اور اس حقیقت محمدیہ کو اپنے معارف، علوم اور اسرار پر مطلع فرمایا تھا حقیقت محمدیہ ﷺ تسلسل آپ کے جسد اطہر کے موجود ہونے تک ان معارف علوم اور اسرار سے معمور رہی ہے۔ یہ معارف علوم اور اسرار کیا ہیں تو حید، رسالت، نبوت اور ان کے علوم و معارف اور اسرار تو حید و مطالب اور جب آپ کو نبوت دی گئی تو حقیقت میں ودیعت کئے گئے علوم و معارف اور اسرار پوری طرح آپ پر منکشف کئے گئے عارف تیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”ویدل علی هذا الذی ذکرنا قوله صلی اللہ علیہ وسلم کنت نبیا آدم بین الماء والطين و حیث کان فی ذالک نسا بستحیل ان یجہل الرسالة والنبوة والکتاب و مطالبات الجمیع و ما یول الیہ کس منها و ما یراد من جمیعہا“ (ایضاً)

ہمارے اس قول کی دلیل نبی کریم ﷺ یہ ارشاد گرامی ہے کنت نبیا و آدم بین الماء والطين (میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور خچر کے درمیان تھے یوں کہ جب اس وقت نبی تھے تو یہ مرحلہ ہے کہ نبی ہونے کے باوجود رسالت نبوت اور کتاب (قرآن حکیم) سے بہرہ یوں ان کے مطالب تقاضوں، سے آگاہ نہ ہوں اور ان کے نتائج اور مقاصد سے باخبر نہ ہوں علامہ تیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان ثابت کرتا ہے کہ آپ کی نبوت اور رسالت حقیقت محمدیہ ﷺ ہی تخلیق سے لے کر عالم ارواح اور عالم ارواح سے لے کر ظہور قدسی اور اعلان نبوت تک بطریق دوام اور استمرار رہی ہے نبوت اور رسالت کا وصف بطریقہ ہمیشگی حقیقت محمدیہ کے لئے ثابت اور متحقق رہا ہے حقیقت محمدیہ یوم تخلیق سے لے کر ظہور قدسی اور اعلان نبوت تک موجود اور موصوف بوصف نبوت رہی ہے تو ماننا پڑے گا رسول اللہ ﷺ کی نبوت کسی دور کسی مرحلہ پر منقطع ہوئی نہ رہی ہے شیخ محقق بشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پس وے صلی اللہ علیہ وسلم نبی مرسل بود در آں عالم بالفعل در خارج (مدارج جلد دوم ص ۳)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالم ارواح میں بالفعل اور متحقق فی الخارج تھی، جب اسی نبوت کا دوام اور استمرار ہے تو عالم اجساد میں یہی نبوت روحانی اور بالقوة کیسے ہو گئی؟

بالقوة اور روحانی نبوت کے لئے الہام اور وحی ضروری ہے؟

جیسا کہ علامہ عارف باللہ ابن الجزاری کا قول زیر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے احکام الہامات کے ذریعے بچپن میں ہی آپ پر نازل ہونے لگے تھے، اگر آپ نبی نہ ہوتے تو نہ الہامات ہوتے اور نہ احکام کا نزول و ورود ہوتا۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”و اذا كان بعض اخوانه من الانبياء عليهم السلام قد اوتى الحكم صبيا ابن سنتين او ثلاث فهو عليه الصلوة والسلام اولى بان يوحى اليه ذلك النوع من الایحاء صبيا ايضا و من علم مقامه صلى الله عليه وسلم و صدق بانه الحبيب الذي كان نبيا و آدم بين الماء و الطين لم يستعبد ذلك“

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض نبی بھائی بچپن میں یعنی دو سال یا تین سال کی عمر میں احکامات عطا کیے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو بھی بچپن میں اس طرح کی وحی سے سرفراز فرمایا جائے اور جو شخص بھی آپ کے مقام اور مرتبہ سے نگاہ ہے اور اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ وہی اللہ کے محبوب ہیں جو اس وقت بھی اللہ کے نبی تھے جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کیچڑ کے درمیان تھے، تو وہ آپ کے حق میں اس قسم کی وحی کو بعید نہیں سمجھتے گا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے عالم ارواح میں وحی کے ہونے کی وضاحت اور تصریح کرتے ہوئے فرمایا:

”والا فهو صلى الله عليه وسلم نبى و لا آدم و لا ماء و لا طين و لا يعقل نبى بدون ابعاء“ (روح المعانی جلد ۲۵-۲۳) اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے، جب آدم تھے، نہ پانی اور نہ کیچڑ اور بغیر وحی کے نبی ہو ہی نہیں سکتا۔

تحقیقات نے لکھا کہ علامہ آلوسی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انشاءً و دینویہ اور جسمانی حالت میں نمودار ہونے پر فوراً کتاب اللہ اور ایمان کی تفصیلات اور اس میں مندرج تصدیقات و اقرارات اور اعمال کے مجموعہ سے آگاہ نہیں تھے، بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی اور ان تفصیلات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا، ہذا وحی جب بعد پائی گئی تو نبوت بھی بعد میں پائی گئی۔

توضیحاً کہا جائے گا کہ نزول وحی سے پہلے آپ نبی تھے، نبی کے لئے کتاب اللہ اور دیگر اعمال کی تفصیلات جاننا ضروری نہیں البتہ رسالت کے لئے ضروری ہے نبی کے لئے تو حید کا علم ضروری لازمی ہے سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”مع تحقق العلم الضروري بالتوحيد تحققاً مستمراً من اول ظهوره الى حين بعثه رسولاً ابداً بلا تخلل جهل ولا طرف شك ولا عروض شهيد لا في زمن قليل ولا كثير ولا طويل ولا قصير“ (جواہر البحار جلد ثالث ص ۳۵۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی سے لے کر آپ کی رسالت تک آپ کے لئے تو حید کا علم ضروری موجود اور ثابت رہا ہے اور ہمیشہ رہا ہے جس میں جہالت کا خلل شک کا طاری ہونا اور شبہ کا عارض ہونا کثیر یا قلیل طویل یا مختصر زمانے میں نہیں پایا گیا یعنی ظہور قدسی سے لے کر رسالت کے عطا کئے جانے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو حید کے علم ضروری سے آگاہ تھے اس دوران ایک لمحے کے لئے تو حید کا علم آپ پر مخفی ہوا نہ سلب نہ علم ضروری بذریعہ وحی ہی آپ کو دیا گیا ہے اگر آپ نبی نہ ہوتے تو تو حید کا علم ضروری آپ کے لئے حرز جاں کیوں بنایا جاتا؟

تحقیقات نے دلائل عقلی نبی بدون ایحاء سے استدلال کیا کہ ہذا اس عبارت سے بھی آغاز ولادت سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے پر استدلال کرنا عجب مضحکہ خیز حرکت معلوم ہوتی ہے۔

توضیحاً کہا جاتا ہے کہ تحقیقات کو فہم عبارت میں مغالطہ لگا ہے یا دھوکہ دیا جا رہا ہے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے یہ فرمایا کہ انبیاء کرام پر دو یا تین سال کی عمر میں وحی کا آنا ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بطریق تساوی نبوت وحی کا آنا امر بعید نہیں عبارت یہ ہے ”و من علم مقامه صلى الله على و

صدق بانہ الحبيب الذي كان نيا و آدم بين الماء والطين لم يستبعد ذلك“ علامہ نے بچپن میں وحی آنے اور نبی ہونے کی بنیاد درج ذیل امور پر رکھی ہے دیگر انبیاء پر دو تین سال کی عمر میں وحی آنا ثابت ہے لہذا آپ پر صغریٰ میں وحی آنا کوئی امر بعید نہیں، کیونکہ (۱) آپ ﷺ اللہ کے حبیب ہیں، حبیب کے لئے وحی نہ آئے (۲) آپ نبی ہیں اور اس وقت سے نبی ہیں جب آدم علیہ السلام پانی اور کچھڑ کے درمیان تھے، نبی ہوں اور آپ پر وحی نہ آئے نبوت کے لئے وحی کا آنا تو لازم ہے، پھر محل بحث آپ کا بچپن ہے۔ علامہ خود فرماتے ہیں کہ:

”وهو عليه الصلوة والسلام اولی بان یوحى اليه ذالك النبوع من الایحاء صبیا ایضاً“ یہ عبارت آفتاب نصف النہار کی طرح علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ واضح کر رہی ہے کہ علامہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت باقی، دائمی اور استمراری ہے، رسول اللہ ﷺ روز ولادت سے ہی نبی تھے، اور صغریٰ میں آپ پر اسی طرح وحی آتی تھی جس طرح کہ باقی انبیاء پر آتی رہی ہے اب دیکھنا یہ ہوگا کہ علامہ کی عبارت سے روز ولادت سے ہی نبی تسلیم کرنا مضحکہ خیز ہے یا نبی نہ تسلیم کرنا مضحکہ خیز ہے تحقیقات کو سہو ہوا ہے۔

علامہ آلوسی اور صاحب کشاف کے نزدیک نبوت پیدائشی ہے

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے تفسیر کشاف کے حوالے سے نقل فرمایا کہ: ”وفی الکشف فی قولہ تعالیٰ وما ینطق عن الھوی مضارعا مع قولہ سبحانہ: ماضل صاحبکم وما غوی ما یدل علی انہ علیہ الصلوۃ والسلام حیث لم یکن لہ سابقۃ غوائیہ وضلال منذ تمیز و قبل تحنک واستباء لم یکن لہ نطق عن الھوی کیف وقد تحنک و نبیء وفیہ حث ان یشاہد و منطقۃ الحکیم“ (روح المعانی)

ترجمہ: تفسیر کشاف میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ”ما ینطق عن الھوی“ کے تحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ”ما ینطق بصیغہ“ مضارع ذکر فرمایا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود بصیغہ ماضی ماضل صاحبکم وما غوی بھی ذکر فرمایا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر زمانہ ماضی میں بھی غوائیت اور ضلالت سے معصوم اور مامون تھے اور یہ سن تمیز تھا نبی بنائے جانے (علوم توحید عرفان رسالت) کی گھٹی دیئے جانے سے قبل ہی معصوم

تھے، اور خواہش نفس کے تحت نطق کیسے کر سکتے ہیں؟

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ آپ سن تمیز سے ہی نبی تھے اور معصوم تھے نبوت سے قبل غوایت اور ضلالت کی نفی اس بات کی دلیل ہے کہ اگر آپ نبی نہ ہوتے تو معصوم بھی نہ ہوتے بچپن (سن تمیز) سے ہی غوایت و ضلالت سے معصوم ہونا آپ کی دائمی، استمراری اور پیدائشی نبوت کی دلیل ہے اور اس مسئلہ میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ کو علامہ زمخشری کی تائید حاصل ہے۔

نبوت و رسالت کے لئے چالیس سال عمر کا ہونا شرط نہیں

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”ذهب الفخرالی خلافہ مستدلاً بان عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام ارسلانیین لظہور امرہما حکمی فی الکتاب الجلیل عنہما و هو ظاہر کلام السعد حیث قال: و من شروط النبوة الذکورة و کمال العقل و الذکاء و الفطنة و قوة الراى و لو فی الصباء کعیسیٰ علیہما السلام“

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ کوئی نبی بھی مبعوث نہیں ہوا مگر چالیس سال کی عمر کے بعد لیکن امام فخر الدین الرازی نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو بچپن میں ہی رسول بنایا گیا کیونکہ کتاب جلیل میں ان کے متعلق جو حکایت کی گئی ہے اس کا ظاہرہ مفہوم یہی ہے اور سعد الدین علامہ تفتازانی کا کلام بھی بظاہر اس کی دلیل ہے، کیونکہ علامہ تفتازانی نے فرمایا ہے کہ شرائط نبوت یہ ہیں مذکر ہونا کامل العقل ہونا کمال درجے کی ذہانت اور فطانت ہو رائے اور فکر کے لحاظ سے پختہ کار ہو اگرچہ یہ اوصاف زمانہ بچپن میں ہی کیوں نہ پائے جاتے ہوں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام رسول ہیں اور بچپن میں ہی یہ شرائط ان میں پائی گئی ہیں معلوم ہوا کہ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبوت چالیس سال کے بعد نہیں دی جاتی چالیس سال کی عمر کی قید سے حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کی رسالت اور نبوت کی نفی لازم آتی ہے جو نص قرآنی کے خلاف ہے نیز علامہ سعد الدین التفتازانی نے شرائط نبوت میں چالیس سال کی عمر کو شرط قرار نہیں دیا۔

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ چالیس سال عمر کی قید لازمی اور ضروری نہیں اس سے قبل بھی نبوت اور رسالت کا تحقق خارج میں موجود ہے۔

بعثت کے لئے چالیس سال عمر کا ہونا ضروری ہے

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”والواقع عند هؤلاء البعث بعد البلوغ و حکى اللقانى عن بعض اشتراطه فيه و يترجح عندى الشتراطه فيه رون اصل النبوة لما ان النفوس فى الاغلب تائف عن اتباع الصغير و ان كبر فضلا كالرقيق والانثى“ (تحقیقات ص ۳۲۹)

امام فخر الدین الرازی، علامہ سعد الدین التفتازانی رحمہما اللہ کے نزدیک چالیس سال کی عمر کا ہونا بعثت کے لئے شرط ہے نبوت کے لئے نہیں امام لقانی نے چالیس سال کی عمر کا ہونا نبوت میں بھی شرط قرار دیا ہے لیکن میرے نزدیک ترجیح اس بات کو ہے کہ نبوت میں شرط نہیں بلکہ بعثت میں شرط ہے کیونکہ

لوگ اغلب طور پر چھوٹی عمر والے آدمی کی اتباع و اطاعت سے نفرت کرتے ہیں اگرچہ مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے بڑا ہی کیوں نہ ہو جس طرح لوگ غلام اور عورت کی اتباع سے نفرت کرتے ہیں۔

معاملہ زیر بحث یہ ہے کہ آیا چالیس سال سے پہلے نبوت کا وجود متحقق ہے؟ کیا نبوت چالیس سال عمر کے مکمل ہونے پر ہی موقوف ہے؟ اس سلسلہ میں بحوالہ روح المعانی دو آراء سامنے آئی ہیں:

ایک رائے علامہ لقانی رحمہ اللہ کی ہے ان کے نزدیک چالیس سال عمر کا مکمل ہونا اصل نبوت کیلئے شرط ہے

دوم: امام رازی، علامہ تفتازانی رحمہما اللہ کی ہے ان کے نزدیک بعثت کیلئے عمر کا چالیس سال ہونا ضروری ہے علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا میرے نزدیک ترجیح یہی ہے کہ چالیس سال عمر کا ہونا بعثت کیلئے ضروری اور شرط ہے اصل نبوت کیلئے نہیں۔

نبی نزول وحی اور اظہار نبوت سے قبل بھی نبی ہے

تحقیقات نے لکھا کہ اس پر تو اجماع ہے کہ سارے انبیاء علیہم السلام بچپن اور حالت صبا میں نبی نہیں بنائے جاتے اور مبعوث نہیں ہوتے۔ (ص ۳۳۰) اولاً یہ دعویٰ محل نظر ہے اس لئے کہ نبی اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی ہوتا ہے۔ امام ابو شکور محمد بن عبدالسعید سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں، معصوم اور واجب العصمت اور رسول قبل وحی رسول و نبی ہوتا ہے اور مامون ہوتا ہے اور ایسے ہی بعد وفات بھی (التمہید ص ۱۶۶) فرید بک (شال)

یہی امام فرماتے ہیں ”لان النبی قبل الوحی و قبل الظہور النبوة یكون و لیا عند الناس و ان کان نبیا عند اللہ تعالیٰ“ (تحقیقات ص 304, 305) اس لئے کہ نبی نزول وحی اور اظہار نبوت سے پہلے لوگوں کے نزدیک ولی ہوتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی ہے۔

پھر فرمایا: ”و اجمعنا جمیعاً علی انہ لا یجوز الا یمان قبل الوحی والدعویٰ و لا یسمی نبیا فیکون و لیا عند الناس و نبیا عند اللہ تعالیٰ“ (تحقیقات ص 306) تمام اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ نزول وحی اور دعویٰ نبوت سے قبل اس شخص پر ایمان لانا جائز نہیں اور نہ ہی اس کو نبی کہا جائے گا لوگوں کے نزدیک وہ ولی ہے اور اللہ کے ہاں وہ نبی ہے۔

امام سالمی کے کلام سے وضاحت ہو گئی کہ نبی لوگوں کے نزدیک ولی ہے، ولی سے کرامت کا صدور جائز ہے لیکن یہ ولایت عامہ نہیں اس لئے کہ ولایت عامہ کے لئے نبی کا قبیح ہونا یا نبی کا اس زمانے میں بالفعل موجود ہونا ضروری ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو نبی ہے اگرچہ اس پر وحی کا نزول ہوا ہو اور نہ ہی نبوت کا دعویٰ کیا ہو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبوت کا وجود اور تحقق اعلان نبوت سے الگ معاملہ ہے نبوت کا وجود اور تحقق نزول وحی اور دعویٰ نبوت پر موقوف نہیں جیسا کہ تحقیقات کا موقف ہے۔

ثانیاً: ہماری بحث رسول اللہ ﷺ کی نبوت شریفہ کے بارے میں ہے جو ایک منفرد اور مخصوص موضوع ہے آپ ﷺ کی نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ، اور روح انور کی تخلیق کے ساتھ ہی آپ کو عطا فرمائی گئی

ہے نبوت پہلے نقل ہو چکے ہیں پھر عالم ارواح میں آپ کو نبوت فعلی سے متصف فرما کر آپ کی خصوصیت اور انفرادیت کو اجاگر فرما کر ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام سے اقرار اور تسلیم کروایا گیا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آوردہ اند آنکہ ورقہ راصحابی تو اں گفت، ظاہر تعریف صحابی کہ کردہ اند من را النبی مومنا بہ صادق است بروی۔ وظہور دعوت در اں شرط نہ کردہ اند (مدارج جلد دوم ص ۳۲) محدثین نے تحریر فرمایا ہے کہ ورقہ صحابی ہیں صحابی کی تعریف محدثین نے یہ کی ہے جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو جب حضرت ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپ نے دعویٰ نبوت کیا تھا نہ اپنی نبوت کو ظاہر فرمایا تھا اگر نبی کے لئے دعویٰ نبوت اور وحی کا نزول شرط ہوتا تو نہ آپ ﷺ نبی ہوتے نہ حضرت ورقہ صحابی ہوتے اسی لیے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا محدثین کے نزدیک نبوت کے وجود اور ثبوت کے لئے دعویٰ نبوت اظہار نبوت وحی کا نزول ضروری نہیں۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا: آمدہ است کہ آنحضرت کہ بعد از دخول حراء پیش از اں آواز ہائے شنید کہ از ہر جانب می آمد، یا محمد یا رسول اللہ و ہچکس رائی دید، و در روایتی آمدہ است کہ پیش از نزول وحی پانزدہ آوازے شنید، و کسے رائے دید، ہفت سال روشنائی میدید، (مدارج جلد دوم ص ۳۳) ترجمہ: روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی غار حراء میں خلوت نشینی سے قبل اور بعد میں ہر طرف سے یا محمد یا رسول اللہ ﷺ کی آوازیں سماعت فرماتے مگر آواز دینے اور کرنے والا کوئی شخص نظر نہ آتا اور ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ نے پندرہ آوازوں کو سماعت فرمایا مگر کوئی آواز دینے اور کرنے والا نظر نہ آتا اور پھر سات سال تک روشنائی دیکھتے رہے، اگر آپ ﷺ نبی نہ ہوتے نبوت کے لئے وحی کا نزول اور اظہار ضروری ہوتا تو آپ کو یا رسول اللہ نہ کہا جاتا۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا: و در مواہب الدنیہ گفتہ کہ امام احمد دو تاریخ از شعبی آوردہ کہ گفت فرد فرستادہ شد بر آنحضرت نبوت و حال آنکہ وے ابن اربعین سنہ بود پس قرین شد نبوت اور باسرافیل سہ سال و تعلیم میبرد اور را کلمہ و چیزے نازل نمے شد از قرآن بر زبان وے و چوں سہ سال گزشت قرین

شد نبوت او جبریل پس نازل شد بروے قرآن بست سال انتہی (مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۴) ترجمہ:
مواہب اللدنیہ میں ہے کہ امام احمد نے اپنی تاریخ میں امام شعبی سے نقل فرمایا ہے کہ چالیس سال عمر
مکمل ہونے پر آپ ﷺ کو نبی بنایا گیا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام تین سال تک آپ کے ساتھ رہے
اور آپ ﷺ کو ایک ایک کلمہ کی تعلیم دیتے رہے، اس دوران قرآن کی کوئی آیت یا سورۃ نازل نہیں ہوئی
تھی اور جب تین سال گزر گئے تو جبریل آپ کے مصاحب ہوئے اور آپ پر قرآن کا نزول شروع
ہوا۔ جو بیس سال تک نازل ہوتا رہا۔

امام احمد امام شعبی شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ کے اقوال وحوالہ جات کی روشنی میں جب
عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہوئے تو آپ ﷺ کو نبوت ملی، تینتالیس سال عمر شریف ہوئی تو جبریل
نازل ہوئے اور قرآن کا نزول شروع ہوا، تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ نبوت کا وجود، ثبوت نزول وحی
سے ہوگا جبریل تینتالیس سال کی عمر میں وحی لائے قرآن کا نزول شروع ہوا، تو تحقیقات کی موقف کے
مطابق پہلے تین سال میں آپ کی نبوت کا ثبوت، وجود، اور تحقق نہیں پایا گیا جبکہ امام احمد اور امام شعبی
رحمہما اللہ کے نزدیک یہ نبوت کا زمانہ ہے لیکن اس میں وحی کا نزول نہ اظہار و دعوت؟ کیا کوئی مسلمان یہ
تصور کر سکتا ہے کہ ابتدائی تین سالوں میں آپ نبی تھے مگر آپ نے فرائض نبوت ادا نہیں فرمائے، ہذا یہ
تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبوت کیلئے چالیس سال کی قید شرط نہیں اور نبوت کیلئے اظہار اور دعوت بھی ضروری
نہیں، چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا: ”و بعضی گفتہ اند کہ نبوت آنحضرت متقدم
است بر رسالت وے ﷺ بر مذہب محدثین در نبوت تبلیغ و انداز ثبوت طہیست و نزول وحی برائے تکمیل
نفس کافی است چنانچہ سورۃ اقرأ برائے تعلیم و تکمیل وے نازل شد، و آن نبوت است، بعد از ان نازل
شد سورۃ یٰٰاھا الامم، برائے تبلیغ و انداز وایں رسالت است“ (مدارج النبوت جلد ۲ ص ۳۵)

بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت آپ کی رسالت پر مقدم ہے محدثین کے مذہب
پر نبوت میں تبلیغ و دعوت شرط نہیں، نبوت میں نبی کی ذات کی تعلیم و تکمیل کیلئے وحی کا آنا ہی کافی ہے جیسا
کہ سورۃ اقرأ کا نزول آپ کی تعلیم اور تکمیل ذات کیلئے ہوا، یہ نبوت ہے اس کے بعد سورۃ یٰٰاھا

المدثر نازل ہوئی اس کے نزول کا مقصد دعوت و تبلیغ ہے اور یہ رسالت ہے، خلاصہء کلام یہ ہے کہ نبوت کیلئے اظہار اور دعوت و تبلیغ شرط نہیں صرف ذات نبوی کی تعلیم اور تکمیل کیلئے وحی کا آنا ہی کافی ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ تحقیقات نے نبوت کیلئے جو اظہار اور دعوت کی شرط عائد کی ہے وہ غلط ہے،

سفر شام آپ نے بحیثیت نبی فرمایا ہے (ﷺ)

بجیرار اہب کا مشہور واقعہ ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے سراقہ کے بادل کے ٹکڑے کو سایہ کئے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چلتے ہوئے دیکھا اور ہر شجر و حجر کو الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا اور آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی اور اس کو بوسہ دیا اس کہانی کے درمیان میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: پس ایمان آرد بحیرا بآنحضرت و تصدیق نمود و اقرار کرد بہ نبوت وے، پس وے یکے ازاں کسانیت کہ ایمان آور دند بآن حضرت پیش از نبوت، مثل حبیب نجار در قصۃ اسحاب القریہ: وابن مندہ و ابو نعیم اور اصحابہ ذکر کردہ اند و ایس مئی اس بر آں قول کہ معتبر در تعریف صحابی روایت ہے اگرچہ پیش از نبوت باشد و مختار خلاف آنست، و بریں تقدیر ورقہ بن نوفل اقرب باشد باطلاق اسم صحابی کہ در مبادی نبوت بود، (مدارج النبوت: ج ۲: ص ۲۶)

ترجمہ: پس بحیرار اہب آپ ﷺ پر ایمان لایا آپ کی نبوت کی تصدیق کی، اور آپ کی نبوت پر ایمان لایا، بحیرار اہب ان لوگوں میں سے ایک ہے۔ جو نبوت سے پہلے ایمان لائے جیسے حبیب نجار وغیرہ۔ سفر شام میں علامات نبوت کا ظہور ہے دعوت و تبلیغ نہیں لیکن نبوت موجود ہے ورنہ بحیرار اہب اور حبیب نجار پر مومن ہونے کا اطلاق ہرگز نہ ہوتا۔

ابن مندہ اور ابو نعیم نے بحیرار اہب کو صحابہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی بنیاد وہ قول ہے جس میں صحابی کیلئے روایت معتبر ہے، اگرچہ یہ روایت (زیارت) نبوت سے پہلے ہو، لیکن قول مختار اس کے خلاف ہے روایت کی بناء پر ورقہ بن نوفل کو اسم صحابی سے موسوم کرنا زیادہ قریب ہے کیونکہ وہ تو نبوت کے ابتدائی مرحلہ پر ایمان لائے تھے۔

تحقیقات نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ امارات اور علامات کی رو سے بحیرہ اراہب کو تسلی ہوگئی کہ یہ وہی پیغمبر آخر الزمان ہے۔

توضیحاً کہا جائے گا کہ وہ امارات اور علامات کیا ہیں؟

(۱) بادل کے ٹکڑے کا سایہ فلن رہنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلنا اور شجر و حجر کا آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر سلام عرض کرنا، اگر یہ علامات و امارات نبوت کیلئے مثبت اور موید نہ ہوتیں تو بحیرہ اراہب ایمان لاتا نہ آپ کے نبی ہونے کا اقرار اور تصدیق کرتا، اور نہ ہی ابن مندہ اور ابو نعیم اس کو صحابہ میں شمار کرتے، بحیرہ اراہب نے توراۃ و انجیل میں مذکور علامات نبوت ملاحظہ کرنے کے بعد تصدیق کی اور اقرار کیا اور مہر نبوت کو دیکھ کر بوسہ دیا، حالانکہ اس وقت اظہار نبوت تھا نہ تبلیغ و دعوت تھی اس واقعہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں: (۱) اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے، اگر نبی نہ ہوتے تو شجر و حجر آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر نہ پکارتے، اور بادل کا ٹکڑا بھی آپ پر سایہ نہ کرتا،

(۲) نبی کیلئے نبوت کا اظہار اور تبلیغ ضروری نہیں، تحقیقات کا اظہار اور تبلیغ کو شرط نبوت قرار دینا غلط ہے پھر اگر آپ کی نبوت دائمی، استمراری، اور پیدائشی نہ ہوتی تو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان تخلیق اور فطری طور پر مہر نبوت نہ ہوتی،،

تحقیقات نے اس کی نفی کرتے ہوئے علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ کے کلام سے استشہاد بھی کیا ہے: وہ کلام یہ ہے: لیکن پوری نقل نہیں کی گئی: 'فنزل تحت شجرة سمرة وقال له الراهب انه لم يستظل بها احد بعد عيسى' غیر د سبیلہ فوق فی قلبہ تصدیقہ فلم یفارقہ فی سفر ولا حضر، الخ" (روح المعانی: ج: ۲۶، ص: ۱۹)

سفر شام کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیری کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے ہو سایہ دار تھا، راہب نے دیکھ کر کہا اس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے بغیر کوئی نہیں بیٹھا (یہ نبی ہیں) حضرت ابو بکر صدیق کے دل میں راہب کے قول کی تصدیق پیدا ہوگئی، پھر آپ سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے لگے،،

تحقیقات نے ساتھ ہی وضاحت کر دی کہ: حالانکہ آپ ﷺ بحیرا سے ملاقات کے وقت اٹھارہ سال کے تھے،، پھر لکھا کہ بحیرا کے اس بشارت دینے کے وقت آپ ﷺ کی عمر شریف بیس سال تھی،، (ص: ۳۳۴)

تحقیقات کو سہو ہوا ہے ابو بکر صدیق کی عمر اٹھارہ اور رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف بیس سال تھی،، تحقیقات نے بیس سال کی عمر شریف میں بیری کے نیچے تشریف فرما ہونے کا واقعہ بحیرا راہب سے منسوب کیا ہے؟ جبکہ بحیرا راہب کے واقعہ کی تفصیل پہلے آچکی ہے ان دونوں واقعات میں واضح تضاد ہے،، مدثرین نے اس روایت کو رد کر دیا ہے،،

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تفصیل سے اس کا ذکر فرمایا ہے۔

ابو بکر دریں سفر ہمراہ آنحضرت نبود، صلعم، و بلال را ہنوز خریدہ نبود، و ابو بکر خردتر از حضرت بود بدو سال و آنحضرت دوازده سالہ بود، و شیخ ابن حجر در اصابہ گفت ایس حدیث رجال وے ثقات اند و منکر نیست و روے مگر ایس لفظ پس حمل کردہ شود بر آنکہ مدرج و منقطع است از حدیث دیگر بسبب وہم بعضے از روایات نعم صحبت ابو بکر با آنحضرت اند چنانکہ صاحب مواہب آوردہ در روایت کردہ اند چنانکہ ابن مندہ از ابن عباس بسندے ضعیف روایت کردہ است،، کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحبت داشتہ با آنحضرت در سفر

شام، الخ: سفر شام میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نہ تھے، اور حضرت بلال بھی ابھی خرید نہیں ہوئے تھے،، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے دو سال چھوٹے تھے سفر شام میں رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف بارہ سال تھی، شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا سفر شام والی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں ان میں کوئی منکر نہیں، مگر ابو بکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا شریک سفر اور ہمراہ رسول اللہ ہونا مدرج اور منقطع ہے پہلی حدیث کے مقابلے میں کیونکہ راوی وہم کا شکار ہو گیا ہے، ہاں مواہب اللدنیہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مصاحبت پر مبنی حدیث ابن مندہ نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے و یا بیری کے نیچے بیٹھنے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سفر شام میں ہمراہ ہونے کی حدیث ضعیف ہے جبکہ سفر شام

میں ابوطالب کے ہمراہ ہونے اور عمر شریف کے بارہ سالہ ہونے والی حدیث صحیح حسن ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا ہے، صحیح حسن حدیث کی موجودگی میں ضعیف الاسناد حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں، سفر شام کے حوالے سے نسطور اراہب کا واقعہ بھی مشہور ہے۔

نسطور اراہب بصرہ کے ایک گرجا گر میں رہائش پذیر تھا رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ نسطور اراہب نے آپ کو دیکھ لیا اور کہا: درپائے ایں درخت نہ نشند الا کسے کہ پیغمبر باشد، و نیز آں شجرہ بے بار و خشک و چوبہائے آن بوسیدہ شد و برگہائے فردر یختہ بود، بہ نشتن آنحضرت در زیرے وے سر سبز و میوہ دار شد و گرد آن سبز و خواہم گشت نسطور از د آنحضرت آمد و گفت سوئند میدہم ترا بہ لات و عزای کہ بگو نام تو حیثیت آنحضرت فرمودہ نکلتک امک دور شوا ز من، الخ“ (مدارج النبوت ج: ۲: ص: ۲۷)

ترجمہ: اس درخت کے نیچے پیغمبر کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھ سکتا، مزید وہ درخت خش اور پتوں کے بغیر تھا اس کی لکڑیاں (شاخیں) بوسیدہ ہو گئیں تھیں اور اس کے پتے گر گئے تھے اس کے نیچے رسول اللہ ﷺ بیٹھے اور وہ ہر ابھرا ہو گیا سر سبز ہوا اور اس میں پھل آ گیا، نسطور اراہب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں تجھے لات و عزای کی قسم دیتا ہوں کہ بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم کرے مجھ سے دور ہو جا، میرے نزدیک اس سے زیادہ ناگوار اور کوئی کام نہیں؟ نسطور اراہب کا واقعہ بحیر اراہب کے واقعہ سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا، تحقیقات نے بحیر اراہب سے ملاقات کی عمر بیس سال بتائی، حضرت ابو بکر صدیق کا ہمراہ ہونا بھی بتایا، شیخ محقق رحمہ اللہ نے اس کی تردید فرمادی ہے بلکہ ان الفاظ کو مد رج اور منکر فرمایا ہے،

نسطور کے واقعہ میں جس درخت کے نیچے آپ ﷺ جلوہ افروز ہوئے وہ صدیوں سے خشک، بے برگ و بار چلا آ رہا تھا بوسیدگی کی وجہ سے اس کی شاخیں گر گئی تھیں، مگر آپ کا جلوہ افروز ہونا ہی تھا کہ وہ سبز، ہرا بھرا، پتے دار، بلکہ اسی وقت میوہ دار بھی ہو گیا، یہ آپ ﷺ کا زندہ و جاوید معجزہ تھا جو اعلان نبوت، اظہار نبوت، اور عمر مبارک کے چالیس سال مکمل ہونے سے پہلے ظہور پذیر ہوا اگر اس وقت آپ نبی

نہ ہوتے تو یہ معجزہ ہرگز وقوع پذیر نہ ہوتا، آپ کے نبی ہونے پر دلیل بھی موجود ہے کہ جب نسطورا راہب نے آپ کو لات وعزی کی قسم دی آپ نے سختی سے رد فرما کر نسطورا کو بھگا دیا، اور عربوں کے دستور کے مطابق شکلتک امک کا جملہ بھی ارشاد فرمایا، اور تیسری دلیل یہ بھی پائی گئی ہے کہ نسطورا نے کتاب کھول کر آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور کہا کہ انجیل میں مذکور علامات کے مطابق یہی نبی آخر الزمان ہیں (علیہ السلام)

اور بحیرا راہب نے بادل کے ٹکڑے کو سایہ کرتے ہوئے ہمراہ چلتے ہوئے، شجر و حجر کو یا رسول اللہ کہہ کر سلام پیش کرتے ہوئے، بیری کے درخت کا سایہ کرتے اور بدلتے ہوئے دیکھ کر کہا، مہر نبوت کو ملاحظہ کر کے ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی،،

سفر شام کا یہ واقعہ مشکوٰۃ فصل ثانی، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: بحیرا راہب نے یہ امارات و علامات نبوت دیکھ کر کہا:

”فقال هذا سيد العالمين، هذا رسول رب العالمين، يبعثه الله رحمة للعالمين“ ان تین جملوں میں لفظی اور معنوی فرق نمایاں ہے پہلے دو جملے تحقق اور وقوع بالفعل پر دلالت کرتے ہیں، مبتداء اور خبر کی تعریف بھی مفید اختصا ص ہے جس سے دو فائدے حاصل ہوئے بر بنائے جملہ خبریہ احتمال کذب تھا، جو ساقط ہو گیا، خبر انجیل و تورات، اور علامات حبسیہ قرائن خارجیہ موجود ہیں: جن سے مستقبل میں نبی ہونے کا احتمال بھی جاتا رہا، صرف رحمۃ للعالمین ہونے کا تعلق مستقبل سے ہے،، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: میفرستد اور اخذائے تعالیٰ سبب رحمت و مہربانی برائے جہانیاں “(اشعة اللمعات: ج: ۴: ص: ۵۷۹)

اللہ تعالیٰ ان کو تمام جہانوں کیلئے اپنی رحمت اور مہربانی کرنے کا سبب بنا کر بھیجے گا، شیخ محقق رحمہ اللہ نے ”هذا سيد العالمين، هذا رسول رب العالمين“ کا ترجمہ کیا اور نہ اس پر تبصرہ، جس سے ثابت ہوا کہ شیخ محقق کا اس وقت نبی ہونے پر اتفاق ہے،،

تحقیقات نے لکھا کہ بحیرا راہب نے جناب ابوطالب کو آپ کی یہود و نصاریٰ سے حفاظت اور نگہبانی کی

وصیت کی اور کہا کہ یہ بچہ پیغمبر آخر الزمان بنے گا، الخ (تحقیقات: جس: ۲۸۱، بحوالہ مدارج النبوت ج: ۲: ص: ۲۶)

تحقیقات نے شیخ رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت جو درحقیقت بحیراراہب کا کلام ہے سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نبی نہیں تھے، توضیحاً کہا جائے گا کہ:

شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا: بحیراراہب لائل واضحہ، نبوت آنحضرت بایشاں اشارت کرد، و سنت این کودک آنکس است در توراۃ و انجیل و زبور و صف ای خواند آید، و گفت چوں خدائے تعالیٰ امرے خواست باشد، ہج کس تغیر آں نتواں کرد، مدارج النبوت ج: ۲: ص: ۲۶)

ترجمہ: بحیراراہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے واضح دلائل دیکھ کر ان کو واپس لے جانے کا مشورہ دیا تھا، بحیراراہب نے یہ بھی کہا کہ تورات، زبور اور انجیل میں یہی علامات ان کے نبی ہونے کے بیان ہوئے ہیں، پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے اس کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا،

ثانیاً: آپ کی عمر شریفہ بارہ سال ہے اس سے قبل اور اس کے بعد چالیس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان نہیں فرمایا، اور نہ ہی وحی کا نزول ہے تو آپ نبی کس طرح ہوئے؟ جب آپ نبی ہی نہیں تو علامات نبوت جو درحقیقت معجزات ہیں تو ان کا ظہور کیوں ہوا؟

ثالثاً: اور اگر یہ آپ کے نبی ہونے کے دلائل نہ ہوتے تو بحیراراہب آپ پر ایمان کیوں لاتا اور آپ کے نبی ہونے کی تصدیق کیوں کرتا؟

رابعاً: بحیراراہب کو ابن مندہ، ابو نعیم محدثین نے صحابی فرمایا ہے۔ اگرچہ اس کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے تاہم مومن ہونا امر مسلم ہے، اور صحابی کی تعریف یہ فرمائی ہے من رای النبی مومن بہ (مدارج النبوت جلد ۲ ص ۳۲) جس نے بحالت ایمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو۔

خامساً: شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اہل قافہ درخت کے نیچے بیٹھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز اور امتیاز میں درخت نے اپنا سارا سایہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈال دیا برائے اعزاز و امتیاز و در مجلس سایہ نیز برگشت و سایہ ابر بر سر آنحضرت از معجزات بود لیکن مے گویند دائم نبود بگاہ

گاہے بود (اشعة الممعات جلد چہارم ص ۵۸۰) آپ ﷺ کے امتیاز مقام اور اعزازی شان کی وجہ سے اہل مجلس سے سایہ آپ کی طرف پھر گیا آپ ﷺ کے سر پر بادل کے ٹکڑے کا سایہ کرنا آپ کے معجزات سے تھا لیکن یہ سایہ ہمہ اوقات نہ ہوتا بلکہ کبھی کبھی ہوتا۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ بادل کا آپ کے سر اقدس پر سایہ کرنا آپ ﷺ کا معجزہ تھا بقول شیخ محقق سفر شام میں بحیراراہب نے آپ پر بادل کو ساتھ ساتھ چلتے اور سایہ کرتے جو دیکھا یہ آپ کا معجزہ تھا جو اس وقت آپ کے نبی ہونے پر دلالت کر رہا تھا کیونکہ تحقق معجزہ تحقق نبوت کو مستلزم ہے اور اس معجزہ کو ارباب صائب کہنا جائز نہیں کیونکہ اگر ارباب صائب ہوتا تو اس کا ظہور گاہے گاہے نہ ہوتا اور شیخ محقق اس کو خصوصی معجزہ نہ فرماتے۔

خامساً: حدیث ابی موسیٰ میں ہے ”فقال له اشياخ من قریش ما علمك فقال انکم حين اشرفتم من العقبة لم يبق شجرو ولا حجر الا خر ساجدا ولا يسجدان الا لنبی وانی اعرفه بخاتم النبوة اسفل من غضروف ٤ كتفه مثل التفاحه“ ترجمہ: بحیراراہب سے قریش کے بوڑھوں نے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ اللہ کا نبی ہے راہب نے کہا جب تم گھٹائی سے اوپر چڑھے کوئی درخت اور کوئی پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ میں نہ گرا ہو درخت اور پتھر بن کے بغیر کسی کو سجدہ نہیں کرتے،

میں مہر نبوت جو ان کے کندھے کے بالائی حصہ سے نیچے ثبت ہے اس کی وجہ سے بھی پہنچتا ہوں اس کی صورت سیب جیسی ہے۔

۴۔ یہ تسبیح کر لیا جائے کہ بحیراراہب کو الہامی اور کتب سماویہ کی تصریحات کے ذریعے علم تھا کہ آپ چالیس سال کے بعد نبی ہوں گے اور وہ ایمان لایا اور تصدیق کی تو درخت اور پتھر اظہار تواضع کرتے ہوئے آپ کے حضور کیوں سجدہ ریز ہوئے؟ الفاظ حدیث صاف بتا رہے ہیں کہ شجر و حجر کا سجدہ ریز ہونا یہ اس بناء پر تھا کہ آپ اس وقت حقیقتاً اور فی الواقع نبی تھے اسی لئے شیخ محقق نے سایہ ابر کو معجزہ فرمایا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”و لا یخفی ان ایراد هذا الحدیث فی باب علامات النبوة کان اوفق للتحقیق“ جس سے ثابت ہوا کہ اس حدیث میں بیان شدہ خوارق عادات آپ کے نبی ہونے کی علامات ہیں یعنی ان خوارق عادات کا ظہور ثابت کرتا ہے کہ بوقت ظہور خوارق عادات آپ نبی تھے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سفر شام میں ظاہر ہونے والے خوارق عادات علامات نبوت ہیں صاحب مشکوٰۃ کو یہ حدیث علامات نبوت کے باب میں ذکر کرنا چاہیے تھی، شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”علامات دراصل شان کہ بر سر راہ نہند و مراد اینجا نشانہاست کہ دلالت کند بر پیغمبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از صفات و اخلاق و فضائل و شمائل و افعال و احوال آنحضرت کہ عقل متفہم کہ در ان نظر کند استدلال کند بر نبوت“ (اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۵۱۶)

علامات، علامت کی جمع ہے، علامت اس نشان کو کہتے ہیں جو راستہ کے سر پر رکھا جاتا ہے اور وہاں باب علامات نبوة میں وہ نشانات ہیں جو آپ کی پیغمبری (آپ کے نبی ہونے) پر دلالت کرتے ہیں مثلاً آپ کی صفات مقدسہ، اخلاق کریمہ، فضائل شریفہ، شمائل عظیمہ، افعال رفیعہ اور احوال طاہرہ آپ کی نبوت پر واضح دلائل ہیں، جو بھی اہل فراست صاحب عقل ان میں نظر و فکر کرے گا وہ باتاں ان سے آپ کی نبوت پر استدلال کرے گا۔ کلیہ یہی ہے کہ وجود دلیل و وجود مدلول کو مستلزم ہوتا ہے دہویں کا وجود، وجود نار کو مستلزم ہے طلوع شمس و وجود نہار کو مستلزم ہے خوارق عادات کا ظہور و وجود نبوت کے تحقق اور وجود کو مستلزم ہے۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ سفر شام میں خوارق عادات کا ظہور اور حسی وجود آپ کے حسی نبی ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ بقول شیخ محقق خوارق عادات وہ نشانات ہیں جو اسی وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ دہواں ہو آگ نہ ہو، طلوع شمس تو ہو مگر دن موجود نہ ہو شیخ محقق نے ان خوارق عادات سے آپ کی نبوت پر استدلال کرنے کے لئے اہل فراست اور اہل عقل ہونا شرط قرار دیا ہے۔

تحقیقات نے انکار کیا ہے کہ بحیرا رابب نے تورات و انجیل میں بیان کئے گئے آپ کے حالات مخصوصہ اور مصرحہ علامات مشخصہ کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اور اقرار کیا کیونکہ یہ وہی پیغمبر آخر

الزمان ہیں آگے لکھا بوقت اطلاق لفظ نبوت سے متصف ہونا ملحدہ امر ہے کبھی مستقبل میں حاصل ہونے والی حالت مد نظر رکھ کر صفت کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ (ص 279-280)

تو نسیی کہا جائے گا کہ پھر اہب کا یہ کہنا بذی سید العالمین، بذی رسول رب العالمین مبنی بر وجود نبوت ہے، مایوؤل الیہ کے ساتھ اس کی تعبیر نہیں کی جاسکتی کیونکہ اشیاخ قریش جو اہل قافلہ میں سے تھے انہوں نے بحیرار اہب سے پوچھا ما علمک؟ ان کے سید العالمین، رسول رب العالمین ہونے کی تیرے پاس معلومات کیا ہیں؟ تو جواب میں کہا انکم حین اشرفتم من العقبة لم یبق شجر ولا حجر الا خراساجدا ولا یسجدان الا لنبی انی اعرفہ بخاتم النبوة۔ یہ کلام حسی علامات کا مجموعہ ہے اور یہ کلام حصرو قصر میں ہے کہ یہ نبی ہیں (نہ کہ آئندہ ہونگے) نبی کے بغیر شجر و حجر سجدہ ریز نہیں ہوتے ان کے نبی ہونے کی قدرتی، فطری اور تخلیقی علامت مہر نبوت ہے اگر تورات، انجیل میں بیان شدہ اوصاف آپ کی نبوت کی علامات اور امارات ہیں اگر ان کی بنیاد پر مایوؤل الیہ کے عنوان میں ایمان لاتا اور تصدیق کرتا تو سوال اشیاخ پر آپ کے نبی ہونے پر خوارق عادت سے استدلال کیوں کرتا؟ اور نبی ہونے کے تعارف میں مہر نبوت کا حوالہ نہ دیتا بحیرار اہب کے نزدیک اگر اس وقت آپ نبی نہ ہوتے تو آپ کے سید العالمین، اور رسول رب العالمین ہونے کو تحقق و جود کی بجائے بصیغہ مضارع ذکر کر دیتا جس طرح یبعثہ اللہ رحمۃ للعالمین، بصیغہ مضارع آپ کی بعثت کو ذکر کیا ہے لیکن بحیرار اہب نے اشیاخ کو کہا انظر و الی فی الشجرة مال علیہ یعنی یہ دیکھو درخت کا سایہ ان کی طرف پھر گیا ہے اس طرح بحیرار اہب نے حسی دلیل سے بھی اشیاخ قریش کو آپ کی نبوت سے مطلع فرمایا ماننا پڑے گا بحیرار اہب کا ایمان لانا آپ کی نبوت کی تصدیق کرنا تورات و انجیل میں بیان شدہ علامات امارات کی بنا اور مایوؤل الیہ کا ثمر اور مفہوم نہیں بلکہ تحقق و جود یعنی خارجی کی وجہ سے ہے۔

تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ سفر شام کے دوران رونما ہونے والے واقعات معجزات نہیں بلکہ کرامت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لئے ارباب صاۃ ہیں تحقیقات نے اپنے موقف کی تائید میں شرح مواقف، شرح مواہب اللدنیہ کے حوالہ جات بھی نقل کئے ہیں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے

فرمایا کہ سایہ ابر بر سر آنحضرت از معجزات بود بادل کا آپ کے سر اقدس پر سایہ کرنا آپ کا معجزہ تھا سفر شام اور اس میں رونما ہونے والے خوارق عادات کو معجزات فرمایا ہے فرمایا و نحن نردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در مہد با قمر و اشارت کردن بجانب قمر و سیل کردن قمر بسوئے او اشارت میکرد و جنبا نیدن ملائکہ گہوارہ اور رادر معجزات مذکورہ است۔ ترجمہ: گہوارہ بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند سے باتیں کرنا آپ کے اشارے پر چاند ادھر ہی جھک جاتا جدھر آپ کا اشارہ ہوتا تھا آپ کے پتنگھوڑے کو فرشتوں کا حرکت دینا (جھولانا) آپ کے معجزات میں مذکور ہیں معلوم ہوا بادل کا سایہ کرنا شجر و حجر کا جدہ کرنا چاند سے گفتگو کرنا، چاند کا اشارہ پر جھک جانا فرشتوں کا آپ کا جھولا جھلانا سب معجزات ہیں کرامات نہیں۔ اور باصاات، تحقیقات کا ان خوارق عادات کو کرامات اور ارباحات کہنا قابل تسبیح نہیں۔

ثانیاً: متکلمین کے نزدیک کرامات اور ارباحات ہیں مگر محدثین اور مفسرین کے نزدیک یہ معجزات ہیں اس لیے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ارباحات کی تردید کرتے ہوئے معجزات فرمایا ہے۔

(تحقیقات ص 302)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ابن برہان کے حوالے سے تحریر فرمایا: ”قال ابن برہان قد یکون قبل بعثة النبی شیء شبه المعجزات یعنی التی تسمى ارباحا ویتحمل ان یکون نبیا قبل اربعین غیر مرسل، الخ، والاظہر انه کان قبل الاربعین ولیا ثم بعدھا نبیا ثم صار رسولاً“ (مرقات: ج ۳: ص ۳۰۸، بحوالہ تحقیقات: ص ۳۰۲)

ملا علی قاری کے اس اقتباس سے یہ امر بھی متحقق ہوا ہے کہ چالیس سال سے قبل آپ کا نبی ہونا بھی ممکن ہے اگرچہ آپ نبی مرسل نہیں تھے، اس اقتباس سے یہ عندیہ بھی غلط ٹھہرا کہ چالیس سال کے بعد نبی بنائے گئے ہیں، چالیس سال سے قبل آپ نبی نہیں تھے، تحقیقات نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قاب الطیم کا دھویا جانا، بادل کا سایہ کرنا، شجر و حجر کا یا رسول اللہ کہہ کر سلام کرنا: ”فلیست معجزات بل تھی کرامات تھی“ یمنذر رہا صا ای تاسی اللہوۃ“ یہ امور معجزات نہیں بلکہ کرامات ہیں اور اس حال میں (قبل از دعوائے نبوت)

ارہاص یعنی نبوت کی بنیاد ہوتے ہیں،، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا: مما کانت متقدمۃ علی دعوی النبوة“ (تحقیقات: ۳۰۳)

کرامات، معجزات، ارہاص کا لغوی، معنوی تفاوت

یہ متکلمین کی اصطلاحات ہیں ان کا مبداء اور مصدر وہ امور ہیں جو عادات اور احوال کے خارق ہوں، عوام الناس کی سوچ، فکر اور عمل عادی کے خلاف ہوں، خوارق عادات تین قسم ہیں:

(۱) کرامت، معجزہ اور ارہاص ان کا صدور اور وقوع باذن اللہ اور منجانب اللہ ہوتا ہے معجزہ سمات شریطہ کے ساتھ مشروط ہے:

پہلی شرط یہ ہے: ”ان یکون فعل اللہ او ما يقوم مقامہ“، الثانی ان یکون المعجز خارقاً للعادة اذ لا اعجاز دونه فان المعجز ينزل من الله منزلة التصديق بالقول،، الثالث: ان يتعذر معارضته، الرابع ان یکون ظاهر اعلیٰ یدمدعی النبوة“ (شرح مقاصد وغیرہ، ص: ۲۲۴۶ تا ۲۲۸)

ترجمہ: معجزہ درحقیقت اللہ کا فعل ہے یا وہ چیز معجزہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے فعل کے قائم مقام ہو،، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ فعل یا اس کے قائم مقام ہونے والا امر خارق للعادت ہو،، تیسری شرط یہ ہے کہ اس سے معارضہ ناممکن ہو، چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کا ظہور اور صدور اس شخص کے ہاتھ پر ہو جو نبوت کا مدعی ہے،،

معلوم ہوا معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو مدعی نبوت کے لئے نازل ہوتا ہے دیگر افراد اس کا مقابلہ کرنے اور اس کا معارضہ پیش کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ارہاص میں بھی اللہ تعالیٰ کا فعل، خارق العادت، انسانی مقابلہ اور معارضہ سے برتر اور پاک ہے۔

یہی حال کرامت کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ معجزہ کا وجود اور صدور دعویٰ نبوت پر موقوف ہے صرف مدعی نبوت کے دعوے کی تصدیق کرتا ہے اور ارہاص دعویٰ نبوت کی نہیں بلکہ نفس نبوت وجود نبوت اور ثبوت نبوت کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی لیے علماء متکلمین نے تاسیاً للنبوة سے تعبیر فرمایا ہے معجزہ اور ارہاص

دونوں وجود نبوت پر دلالت کرتے ہیں فرق صرف یہی ہے کہ اگر امر خارق للعادت کا ظہور دعویٰ کے بعد نہ ہو بلکہ پہلے ہو تو معجزہ نہیں ارہا ص ہے ہر دو صورتوں میں نبوت کا وجود اور تحقق موجود ہے دونوں نبوت کے ثبوت اور وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر شق صدر شجر و حجر یا رسول اللہ سلام عرض کرنا، بادل کا سایہ کرنا وغیرہ معجزات نہ ہوں ارہا صات ہوں تو بھی آپ ﷺ کی نبوت موجود اور ثابت ہے ارہا صات تسلیم کئے جانے پر بھی تحقیقات کا موقف غلط ہے۔

متکلمین کے نزدیک معجزہ وہ امر خارق للعادت ہے جو مدعی نبوت کے دعویٰ کے ساتھ متصل اور مقارن ہو، مفسرین محدثین اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک ارہا ص بھی معجزہ ہے چنانچہ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابوبکر الباقلائی کے سوالات کا جوابات دیتے ہوئے فرمایا ان تقدیم المعجز علی زمان البعثۃ جائز عندنا و ذالک ہو المسمی بالارہا ص، و مثله فی حق الرسول کثیر، ترجمہ: ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک نبی کی بعثت (دعویٰ نبوت) سے قبل معجزہ کا ظہور جائز ہے اور اس کا نام ارہا ص ہے رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل بے شمار معجزات کا ظہور ہوا ہے۔ (کبیر جلد ۱۱ ص ۲۰۵ زیر آیت الم نشرح لک صدرك)

امام رحمۃ اللہ علیہ نے زیر آیت الم ترکیف فعل رب باصحاب الفیل کے تحت فرمایا: و کان دالة علی شرف محمد صلی اللہ علیہ و آلہ سلم و ذالک لانه مذهبنا انه يجوز تقديم المعجزات علی زمان البعثۃ تاسیاً لنبوتهم و ارہا صالہا“ یہ سورہ مقدمہ محمد رسول اللہ ﷺ کے شرف مقام پر دلالت کرتی ہے یعنی آپ کے نبی ہونے کی واضح دلیل ہے اور اسباب فیل کا پرندوں کے ہاتھوں ہلاک

وتباہ ہونا آپ کا معجزہ ہے، اہلسنت و جماعت کے مذہب میں نبی کی بعثت سے پہلے معجزہ کا ظہور اور صدور جائز ہے یہ معجزہ اس ذات پاک ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ کلام امام سے ثابت ہوا کہ ارہا ص ہو یا معجزہ دونوں خوارق عادات، منزل من اللہ اور وجود نبوت کا اثر اور لازم مرتب ہیں ان کا تعلق وجود نبوت سے ہے البتہ حکم کے لحاظ سے ان میں فرق ہے کہ دعویٰ نبوت کے مدعی پر اظہار معجزہ

واجبات میں سے ہے جبکہ ارباص کے لئے ظہور و صدور متعلقہ شخصیت کے لئے واجبات سے نہیں، محض عنایات باری تعالیٰ ہیں جن سے مقصود صرف اور صرف نبوت سے متصف شخص کا تعارف اور مقام کا اظہار ہے جیسا کہ واقعہ اصحاف فیل جو نبی کریم ﷺ کی ولادت طیبہ سے چالیس یا پچاس روز پہلے ہوا، اور خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے آنے والی ابرہہ کی فوج آپ ﷺ کی وجہ سے ابانیل نامی پرندوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئی علمائے تفاسیر نے اس واقعہ کو آپ ﷺ کے لئے ارباص فرمایا ہے یعنی یہ آپ کا معجزہ تھا جو آپ کے ظہور قدسی اور اعلان نبوت سے پہلے ظاہر ہوا، یہ واقعہ آپ کے نبی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

ارباص اور معجزہ و امر خارق للعادة، ظہور اور صدور کی صورتی اور معنوی حیثیت اور جہت میں یکساں اور مساوی ہیں بیست میں کوئی تغیر و تبدل نہیں صرف زمانے کے تقدم و تاخير اور ادعائے نبوت کا فرق ہے دعویٰ نبوت میں معجزہ و صدق دعویٰ کے لئے بطور دلیل ضروری ہے مگر دعویٰ نبوت کے قبل کے زمانے میں امر خارق للعادة کا ظہور اور وقوع محض عنایات باری تعالیٰ میں سے ہے جس کا مقصد نفس نبوت کا ثبوت اور اظہار ہے۔

چالیس سال سے قبل نبوت کا انکار، ارباص کا انکار ہے

تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ نبوت کی شرط چالیس سال کی عمر کی تکمیل ہے چالیس سال سے قبل کوئی شخص نبی نہیں بنایا جاتا نبوت کا ثبوت اور وجود چالیس سال کی عمر کی تکمیل سے شروع ہوتا ہے اس میں علامہ سید محمود آلوسی امام فخر الدین رازی، علامہ سعد الدین الشافعی زانی رحمہم اللہ وغیرہ محققین کا موقف ہے کہ اصل نبوت کے لئے چالیس سال عمر کا ہونا شرط نہیں بلکہ یہ عمر مہلت کے لئے شرط ہے تحقیقات کے موقف کے مطابق جب نبوت چالیس سال کے بعد ہے تو دعویٰ نبوت بھی چالیس سال کے بعد ہے اور جب دعویٰ نبوت چالیس سال کے بعد ہے تو معجزہ بھی چالیس سال کے بعد ہے تو پھر ارباص کا وجود تو نہ رہا ارباص کہاں گیا؟ جب کہ متکلمین نے خوارق عادات کو تین انواع میں تقسیم فرمایا ہے۔ ۱۔ کرامت، ۲۔ ارباص، ۳۔ معجزہ۔ شرح مواقف میں ہے "تلك الخوارق المتقدمة على الدعوى"

لیست بمعجزات انما ہی کرامات و ظهورها علی الاولیاء جائز والا نبیاء قبل نبوتهم لانهم لا یقصرون عن درجة الاولیاء فیجوز ظهورها علیم ایضاً و حینئذ تسمى ارهاصاً ای تاسیاً للنبوة من ارهصت للحائط البتة“ (ص ۳۲۹) ترجمہ: دعویٰ نبوت سے پہلے ظاہر ہونے والے خوارق عادات معجزات نہیں ہوتے یہ کرامات ہیں، اولیائے کرام کے ہاتھوں ان کا اظہار جائز ہے انبیاء کرام اعلان نبوت سے قبل اولیاء کرام کے مرتبہ سے کمتہ نہیں ہوتے، انبیاء کرام سے خوارق عادات کا ظہور اگر اعلان نبوت سے پہلے ہو تو اس کو ارباص کہا جاتا ہے غور طلب معاملہ یہ ہے کہ ارباص اور معجزہ کا فیصلہ چالیس سال کے بعد ہوگا کیونکہ بقول تحقیقات نبوت کا وجود چالیس سال کے بعد متحقق ہوگا لہذا اس سے قبل خوارق عادات کو کرامت ارباص کے متعلقہ شخص کو ولی قرار دیا جائے گا لیکن اعلان نبوت سے پہلے ولی اور نبی کی پہچان کیسے ہوگی؟ ولی کے لئے لازم ہے کہ کسی نبی کا تتبع ہو اس کے اعمال، عقائد نبی کی تعلیمات کا اثر اور نفس ہوں جبکہ نبی دوسرے نبی کا جانشین اور مبلغ تو ہو سکتا ہے مگر امتی اور کلمہ ٹو نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نبی ہے اس پر وحی آتی ہے ولی کسی صورت نبی کے درجہ اور مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا غوث شہیر، قطب عالم عبدالعزیز الدبائح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”الفرق بین النبوة والولاية بان انوار النبوة اصلی ذاتی حقیقی مخلوق مع الذات فی اصل نشأتها و لذا کان النبی معصوما فی کل احواله و نوره والولاية بخالف ذالک“ (جواب البحر جلد ثانی ص ۲۶۳)

ترجمہ: نور نبوت اور نور ولایت کے درمیان واضح فرق ہے، نبوت کا نور اصلی، ذاتی، حقیقی ہے نبی کی ذات کے ساتھ پیدائشی طور پر موجود ہوتا ہے اسی وجہ سے نبی فطرت کی طور پر معصوم ہوتا ہے اور ہم حواس اور برہم معصوم ہوتا ہے جبکہ ولایت کا نور ان اوصاف سے متصف نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ معصوم ہوتا ہے یعنی اصل ماہیت اور لوازمات حقیقیہ کی وجہ سے نبی اور ولی کے درمیان تباہی اور تغیر ذاتی موجود ہے ایسی صورت میں خوارق عادات کا یکساں ہونا اور ان کے درمیان وحدت کا پایا جانا ناممکن ہے کیونکہ تغیر ذات مع الصفات اور تغیر صفات اور تغیر اثرات مستلزم ہے شارح مواقف کا یہ ہے کہ انبیاء کرام

ادعائے نبوت سے پہلے مرتبہ ولایت پر ہوتے ہیں ناقابل تسلیم قرار پاتا ہے کیونکہ غوث شہیر رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت اور ولایت کے درمیان تغائر ماہیت کا قول کیا ہے جو تغائر اوصاف کو مستلزم ہے ولی سے صادر ہونے والا امر خارق للعادة کرامت ہوگا اور نبی کی ذات سے صادر ہونے والا امر خارق للعادة معجزہ ہوگا نبوت سے پہلے ہو یا دعویٰ نبوت کے بعد۔

ثانیاً: یہ امر مسلم ہے کہ ارباص اور معجزہ خوارق عادت ہیں نگران کے درمیان وقت کے تقدم اور تاخر کے لحاظ سے تفاوت ہے شارح مواقف سید جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی متعین فرمادیا ہے کہ ارباص اور معجزہ کے صدور کی علت نبوت ہے تحقیقات کے مطابق ارباص کی علت چالیس سال سے قبل ہے ہی نہیں تو ارباص کا وجود اور ثبوت نہ ہوگا۔

جبکہ متکلمین نے نبوت اور ولایت کے حوالے سے خوارق عادات کو تین اقسام میں تقسیم فرمایا ہے کرامات، ارباص، اور معجزہ

ثالثاً: تحقیقات کا موقف علمائے مفسرین اور علمائے متکلمین کے موقف کے بھی خلاف ہے، شرح مواقف میں ہے کہ ”تلك الخوارق المتقدمة على الدعوى ليست معجزات الخ،..... فيجوز ظهورها عليهم ايضاً وحينذ يسمى ارباصا اي تاسيا للنبوة“ (ص: ۲۳۹)

خوارق عادات نبی سے دعویٰ نبوت سے پہلے بھی ظاہر ہوتے ہیں، ان کو ارباص کہا جاتا ہے اور خوارق عادات اس کے نبی ہونے کی علامت ہوتے ہیں ارباصات دو حال سے خالی نہیں ارباصات کے وقت نبوت ہے تو یہ اس کی علامت اور شناخت ہوں گے اور اگر نہیں تو ان کا ظہور پذیر ہونا ناممکن ہے اگرچہ علماء متکلمین کے نزدیک چالیس سال سے قبل کا زمانہ ولایت کا زمانہ ہے لیکن غوث کبیر سید عبدالعزیز الدبائغ رحمہ اللہ کے فرمان کی روشنی میں یہ زمانہ، نبوت کا ہے، مگر دعویٰ نبوت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی علامت اور نشان بننے والے خوارق عادات کا ظہور ارباص کہلاتا ہے اور ادعائے نبوت کے بعد یہی خوارق عادات معجزات کہلائیں گے اور شخص مدعی کے ہاتھ پر اس کا ظہور اور صدور واجب ہوگا، خلاصہ

کلام یہ ہے کہ تحقیقات کا موقف علمائے متکلمین، محدثین اور مفسرین کے موقف کے مغائر ہے اور اس موقف کی روشنی میں خوارق عادات کی تیسری قسم کی نفی اور انکار لازم آتا ہے

اعلان نبوت سے قبل تمام خوارق عادات معجزات تھے (صلی اللہ علیہ وسلم)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ”ان تقديم المعجز على زمان البعثة جائز عندنا و ذلك هو المسمى بالارهاص و مثله في حق الرسول كثير“ (زیر آیت الم نشرح لك) اہل سنت و جماعت کے نزدیک بعثت سے قبل معجزات کا ظہور جائز ہے ان کو ارباص کہا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ارباصات (معجزات) کا ظہور کثرت سے پایا گیا ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مما كانت متقدمة على دعوى النبوة فليت بمعجزات بل هي كرامات و تسمى حينئذ ارباصاً اي تاسيها للنوة (اثبات النبوة ص ۱۰ بحوالہ تحقیقات ص ۳۰۳)

یہ خوارق عادات ارباصات ہیں کیونکہ ان کا ظہور اعلان نبوت سے پیشتر ہوا ہے اور یہ آپ کی نبوت کی علامات اور امارات ہیں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو معجزات فرمایا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ارباصات کی فہرست میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جن امور کو شامل فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔ ”و شق بطن محمد صلى الله عليه وسلم و غسل قلبه، والظلال الغمام عليه و تسليم الشجر و المدر عليه و غيره“ (ایضاً)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن اطہر کا شق کیا جانا، آپ کے قلب شریف کا دھویا جانا، آپ پر بادل کا سایہ رونا، شجر و حجر کا آپ پر سلام بھیجنا وغیرہ۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام امور کو معجزات فرمایا ہے صاحب ”نبوة شیخ ولی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ میں علامات النبوت کا باب قائم فرمایا جس میں شق صدر شریف سلام حجر وغیرہ کے واقعات پر مبنی احادیث مبارکہ نقل فرمائی ہیں اور معجزات کا باب الگ قائم فرمایا ہے۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تعرض کرتے ہوئے فرمایا علامات اور معجزات خوارق عادات ہیں دونوں کا مفہوم اور مال ایک ہی ہے الگ الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ (اشعة اللمعات جلد چہارم)

معلوم ہوا کہ شیخ محقق کے نزدیک شجر و حجر کا سلام کرنا، شق صدر وغیرہ کے واقعات معجزات ہیں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق معجزہ اور ارباب ص میں کوئی فرق نہیں دونوں سے مراد ایک ہی چیز ہے جس کا نام معجزہ ہے۔

تحقیقات نے شق صدر کے واقعات کو بزور قلم خوب اچھا لہر چالیس سال سے قبل کے نبی نہ ہونے پر بار بار استہشاد کیا ہے آئیے دیکھیں محدثین کی تحقیق اور تقابلی نظر میں شق صدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی دلیل ہے یا نبی نہ ہونے کی؟

شق صدر کا واقعہ جو چار سال کی عمر شریفہ میں پیش آیا امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جوہ افروز تھے، اور اپنی والدہ کی اجازت سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے زیر پرورش تھے آپ ایک صحراء میں اپنے رضاعی برادران کے ہمراہ بکریاں چرانے کے سلسلہ میں تشریف فرما تھے، پورا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا جس کی ترجمانی کرتے ہوئے شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پس در آورد دست خود اور جوف من و بیرون آورد قلب مرا من سے پنہم یسویے او پس پشت آنرا بیرون آورد و ازے وے مضغ سیاہ را بینداخت آنرا، و گفت ازیں نصیب شیطان بود از“ تو تین اشخاص پہاڑ کی بلندی سے اترے ایک نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں داخل کر کے میرے دل کو نکالا میں اس کو دیکھتا رہا پھر اس نے میرے دل کو چیرا اور اس سے سیاہ رنگ کا جما ہوا خون نکالا باہر پھینکا اور کہنے لگا کہ یہ شیطان کے ورغمانے بھسلانے کا موجب تھا یہ نکال دیا ہے پھر ایک فرشتہ نے گرفت ناکے از نور حیران کرد و دروے دیدہ پس مہر کرد بوے دل مرا پس پر شد دل من بنور نور سے بنی ہوئی ایک انبوتی نکالی جس کو دیکھ کر آنکھ چند سی جاتی تھی پھر اس نور کی انگلی سے میرے دل پر مہر لگائی اور میرے دل نور سے معمور اور پر نور ہو گیا پھر فرمایا:

آں نور نبوت و حکمت بود باز بجائے خود نہاد دل میرا (مدارج ۲-۲۲) وہ نور جو میرے دل میں ڈالا گیا وہ

نور نبوت اور نور حکمت تھا جس سے میرا دل پر نور ہو گیا تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ اگر آپ نبی ہوتے تو شق صدر کے ذریعے آپ کو شیطانی وساوس اور ابلیسی سوچ کی معاونت کرنے والے مضعد، سیاہ کوکیوں نکالا جاتا؟ نبی تو فطرتاً معصوم ہوتے ہیں تحقیقات کا نقطہ نظر اور زاویہ فکر اپنا ہے جس پر کوئی پابندی نہیں تاہم یہ توضیحاً کہا جائے گا کہ اولاً یہی واقعہ آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے بقول تحقیقات یہ شق صدر آپ کی عصمت کے لیے کیا گیا ہے، عصمت کے لیے کیا جانا ہی آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے، نبی بعثت سے قبل اور بعد تمام احوال اور تمام ادوار میں گناہان صغیرہ اور کبیرہ سے معصوم ہوتا ہے اس کی عصمت کا اہتمام اور انتظام من جانب اللہ ہوتا ہے نبی کے لئے عصمت لازم ہے عصمت کے لئے نبوت لازم نہیں ہے۔

ثانیاً فرشتے نے سیاہ خون جما ہوا نکالا اور اس کی جگہ نبوت اور حکمت کا نور رکھا یعنی آپ کے قلاب مقدس کو نبوت اور حکمت کے نور سے نورانی نور کر دیا یہ نفی نبوت کی دلیل ہے یا وجود اور ثبوت نبوت کی دلیل ہے۔
ثالثاً: آپ سرتیلاً فرمان ہے کہ شق صدر کا مقصد مجھے بدنی نبوت سے سرفراز فرمانا تھا مجھے نبوت اور اس کے طریقہ کار پر مطلع فرمایا اور ساری کارروائی اور کارپردازان کا مشاہدہ بھی کرایا گیا۔

رابعاً: اگر آپ فصری اور تخلیقی طور پر نبی نہ ہوتے تو دل نکالے جانے اور چیرنے کے بعد آپ کی موت واقع ہو جاتی اس غیر عادی سوچ و فکر سے بالاتر کارروائی کے بعد آپ کا زندہ و بقید حیات رہنا اور ساری آنکھوں سے فرشتوں کو دیکھنا ان کو شق صدر کی کارروائی کرتے دیکھنا خوف کھانا نہ بے ہوش ہونا آپ کا معجزہ ہے۔

لیکن روایات میں آیا ہے کہ آپ سرتیلاً نے فرمایا شق صدر سے مجھے درد و تکلیف ہوئی ہے نہ احساس خون نکالا ہے نہ کوئی آلہ استعمال ہوا ہے غوث کبیر، قطب شہیر سید عبدالعزیز الدہلوی، علامہ ابن عربی نے فرمایا: ”والشق وقع من غیر آلة و من غیر دم و التالم و الحیاطة و الآلة و لم يحصل له علیہ

الصلوة والسلام الم فی ذالک لانه من فعل الرب سبحانه (جواب ابن رجب ثانی ص ۲۵۹)
ترجمہ: شق صدر بغیر آلہ بغیر خون کے بغیر درد بغیر سینے کے تھا، اس شق میں رسول اللہ سرتیلاً و کوئی درد

تکلیف نہیں ہوئی تھی کیونکہ یہ شق صدر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فعل تھا۔

اگر آپ نبی نہ ہوتے تو حسی طور پر نبوت کا نور دکھایا نہ جاتا ساری کاروائی کا آپ کو مشاہدہ کرایا گیا گواہ بنایا گیا اللہ کا فعل فرشتوں کے بدست معرض وجود میں آیا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے نشانات اور علامات ہیں جن سے صرف نظر کرنا کارے عقل و دانش نہیں۔

چنانچہ ملا علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”لان تصور حیاتہ بعد شق البطن و معالجاتہ من خوارق العادۃ و علامۃ النبوة“ (مرقات ۱۱-۱۲۳) ترجمہ: آپ کے شکم اطہر کے چاک کرنے سینے کے بعد آپ کی زندگی کا تصور اور شکم اقدس کو سی دینا ایک خرق عادت (معجزہ) ایک نبوت کی علامت ہے یعنی فرشتے نے آپ کاطن مبارک شق کیا قلب اطہر کو باہر نکال کر زمرہ کے طشت میں رکھا پھر اس کو چیرا سیاہ رنگ کا جما ہوا خون نکال کر پھینک دیا پھر دل میں نبوت اور حکمت کا نور رکھا اور دل پر نورانی مہر لگانا سی کر اپنی جگہ رکھ دینا ساری کاروائی کو بقید حیات ہو کر دیکھتے رہنا معجزہ ہے اور آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے کیونکہ شق صدر کا ہونا اور اس کے متعلقہ جملہ کاروائی کا ہونا اور آپ کا سر کی آنکھوں سے دیکھتے رہنا نبوت کے بغیر محال ہے تحقیقات نے شق صدر کے شگاف اور اخراج دل شق دل اور اخراج مضغہ کو تو دیکھا مگر اس کاروائی میں واضح ثبوت نبوت اور اس کے نتیجہ میں موجود معجزہ کو نہیں دیکھا۔

حلیمہ سعدیہ کے ہاں علامات نبوت کا ظہور

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس سے بھی آگے بڑھ کر نقل فرمایا: بہ کنار خود نشاندم تاثیر دہم پستان راست ددبان مبارک وے در آوردم پس آشامید شیرآں را و خواستم پستان چپ را نیز بدہم نگرمت و خورد، ابن عباس گفت کہ حق تعالیٰ درابتدائے حال اور الہام عدالت کرد، و انصاف نگاہ داشت، و دانست کہ اوراثر یکے است کہ پسرک حلیمہ میگویند پس ازاں زماں حال آنحضرت ایں بود کہ یک پستان را برائے برادر رضاعی خود نگاہ داشتے،، (مدارج النبوت: ج: ۲: ص: ۲۰)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اپنی گود میں لے کر دودھ دینا چاہا میں نے اپنا دایاں پستان آپ کے منہ میں ڈالا آپ مجھے اس سے دودھ پیا، پھر میں نے اپنے بائیں پستان سے دودھ پلانا چاہا، بائیں پستان پیش

کیا، اس کو آپ نے پکڑا نہ دودھ پیا، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس ابتدائی حال میں عدل و انصاف کرنے کا الہام فرمایا اس وقت آپ نے انصاف کو ملحوظ رکھا، اور جان لیا کہ اس دودھ کا ایک اور بھی حصہ دار ہے،، اور وہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا چھوٹا بیٹا ہے حلیمہ کا کہنا ہے کہ اس وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ رہی ہے کہ آپ نے ایک پستان اپنے رضاعی بھائی کیلئے محفوظ رکھا ہے توجہ طلب امر یہ ہے کہ انتہائی چھوٹی عمر میں اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے عدل و انصاف کی تعلیم دی؟ دودھ پینے کے دورانیے تک آپ نے اس پر عمل کیوں جاری رکھا، ماننا پڑیگا یہ الہام اس لئے ہوا کہ آپ پیدائشی نبی تھے، اگر پیدائشی نبی نہ ہوتے تو الہام ہوتا نہ دودھ پینے کے سارے دورانیے پر عمل داری ہوتی۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”وکان لہ علیہ والصلوۃ والسلام فی کل حال من احوالہ فیہا نوع من الوحی“ (روح المعانی جلد ۲۵ ص ۵۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ احوال میں سے ہر حال میں وحی کا کوئی نہ کوئی قسم موجود تھا۔

”فی کل حال من احوالہ“ میں شیرخوارگی کی ابتدائی حالت میں الہام فرمایا کہ پستان کا دودھ پینے سے روک دیا گیا الہام بھی وحی کی قسم ہے جیسا کہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۵۰۴ پر تفصیل بیان فرمائی ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ چونکہ بنکام بخن گفتن شد شنیدم زوے کہ میبشت اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ رب العالمین سبحان اللہ بکرۃ واصیلا (مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱) جب بات کرنے کا وقت آیا تو میں نے سنا کہ آپ کہہ رہے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ رب العالمین، سبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔ ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے صبح و شام اللہ تعالیٰ کے لیے پاکیزگی ہے حلیمہ فرماتی ہیں۔

وشنیدم ازوے کہ دردل بشب مے فرمود الا الہ الا اللہ قد وسعنا مست العیون والرحمن لاتاخذہ سنینہ ولا نوم (ایضاً) میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت دل میں فرماتے تھے اللہ کے بغیر کوئی معبود برحق

نہیں جس کی ذات مقدس ہے لوگوں کی آنکھیں سو گئی ہیں جبکہ الرحمن کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند حلیمہ نے مزید فرمایا و سخن کردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در مہد یا قمر و اشارت کردن بجانب قمر و میل کردن قمر بجائے کہ اشارت میکرد و جنبہ نیدن ملائکہ گہوارہ اور اور معجزات مذکور است (ایضاً) ترجمہ: مہد میں آپ چاند سے باتیں کرتے تھے اور آپ چاند کی طرف اشارہ فرماتے تو چاند ادھر جھک جایا کرتا تھا آپ کے پٹنگھوڑے کو ملائکہ حرکت دیا کرتے تھے یہ تمام امور آپ کے معجزات میں مذکور ہیں۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: چوں برقرار آمد کود کاں را میدید کہ بازی میکردند انداز ایشاں دور نکست و ایشاں را از بازی منع میکرد و گفت مارا از برائے بازی کردن نیا فریدہ اند مثل ایں حال از یحییٰ پیغمبر نقل کرد اند (ایضاً) ترجمہ: جب آپ چلنے کے قابل ہوئے لڑکوں کو کھیلتا ہوئے دیکھتے تو دور ایک طرف ہو جاتے اور لڑکوں کو کھیلنے سے منع فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے کہ ہمیں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں فرمایا گیا علماء نے حضرت یحییٰ نبی مایہ السلام کا یہی حال بیان فرمایا ہے۔ تحقیقات نے آغاز ولادت سے نبی ماننے

والوں پر طنزیہ انداز میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام نے اپنی عبدیت کا اعلان کیا کتاب دیئے جانے کا نماز زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ مامور ہونے اور والدہ ماجدہ کے ساتھ برو احسان سے پیش آنے کا پابند ہونے وغیرہ وغیرہ کا اعلان فرمایا۔ اور اپنی حیثیت کو واضح کر دیا یوں ہی حضرت یحییٰ مایہ السلام بھی ہم عمروں اور ہم جولیوں کو فرماتے تھے ہم کھیل کود، لہو و لعب کے لئے پیدا نہیں کئے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں بندہ آؤ اپنے خالق و مالک کی عبادت کریں۔ (ص ۱۰۲)

توضیح کہہ جائے گا کہ شاید مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱ پر رقم شدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تحقیقات کی نظر سے نہیں گزرا اگر گزرا ہے تو دانستہ نقل نہیں کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے نام و

تبلیغ قرار دینے نبوت میں طعن کیا ہے ایمان عقل و دانش کی نظر رکھنے والا یہ ضرور کہے گا کہ حضرت عیسیٰ مایہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں زمین و آسمان کا فرق ہے کلام عیسیٰ میں عبدیت اور امور نبوت

والدہ ماجدہ کے ساتھ برواحسان نماز اور زکوٰۃ کا تذکرہ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنی فتنہ کا آغاز ہی اللہ کی تکبیر، اللہ کی حمد، اللہ کی تسبیح سے فرمایا رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی توحید، اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ آپ کا وظیفہ اور زور دہوتے۔

اور جب چلنا آیا تو کھیل کود لہو و لعب سے نفرت کرتے ہوئے دوسرے بڑوں سے الگ تھلگ رہتے اور اعلان فرماتے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کھیل کود کے لئے پیدا نہیں فرمایا کیا یہ تمام کلمات طیبات اعلان توحید، دعوت و تبلیغ نہیں؟ اگر آپ آغاز ولادت سے نبی نہ ہوتے تو ان کلمات کا نطق اور ان کلمات سے دعوت توحید اور پیغام الوہیت کیوں اور کیسے دیتے؟ آپ ﷺ کی پیدائش (تحقیق) ہی توحید ایمان اور عصمت پر ہوئی ہے چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نسل فرمایا اثنیٰ علماء است کہ آنحضرت علیٰ نبیہم رز نہ پیش از نبوت و نہ بعد از وے متصف و موسوم بصلوات شد و، و نشأت او بر توحید و ایمان و عصمت است و ہمچنین تمام انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین بر آں ناشی اند (مدارج النبوت جلد اول ص ۸۲)

علمائے کرام کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضور اکرم ﷺ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد نہایت اور گمراہی کے ساتھ کبھی موسوم اور متصف نہیں ہوئے اور آپ کی ولادت باسعادت توحید باری تعالیٰ ایمان اور عصمت پر ہوئی ہے یعنی توحید باری تعالیٰ ایمان اور عصمت اپنی فطرت اور سرشت میں لے کر دنیا میں تشریف فرما ہوئے ہیں اسی لیے انتہائی صغیر سنی اور شیر خوارگی کی ابتدائی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ رضی اللہ عنہا کے بائیں پستان کا دودھ پینے سے روک دیا جو کہ آپ کے رضاعی بھائی کا حصہ اور حق تھا یہ آپ کی فطری عصمت کا سنگ بنیاد تھا جب گفتگو کا مرحلہ آیا تو اللہ تعالیٰ کی بڑائی عظمت، حمد، ربوبیت اور تقدیس پر مبنی کلام فرمایا رات کا ذکر اور ورد، اللہ تعالیٰ کی الوہیت، استتاق عبادت، تقدیس، اور صفات ذات کا نطق ہوتا کہاں کا معنی؟ کہاں فرمان یحییٰ علیہا السلام اور کہاں

رسول اللہ ﷺ کا کلام معجز بیان؟ یہ امور آپ کی پیدائشی نبوت کی علامات اور امارات نہیں تو پھر اور کیا ہیں؟

حدیث وزن آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ کیف علمت انک نبی حتی استیقنت“ ”الحدیث“ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ بلاشبہ نبی ہیں حتیٰ کہ آپ علم کی آخری حد علم الیقین تک پہنچ گئے فرمایا میں مکہ کی ایک وادی میں تھا دو فرشتے آئے ایک زمین پر اتر آیا اور دوسرا زمین اور آسمان کے درمیان رک گیا ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ وہی نہیں؟ اس نے کہا یہ وہی ہیں پھر ایک آدمی کے ساتھ ان کا وزن کرو، میرا وزن کیا گیا میں بھاری نکلا پھر کہا دس آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو میں پھر بھی بھاری نکلا، پھر کہا سو آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو، میرا وزن کیا گیا میں پھر بھی بھاری نکلا پھر کہا ان کو ایک ہزار آدمیوں کے مقابل تو لو مجھے تو لا گیا میرا وزن زیادہ رہا اور وزن کے ہلکا ہونے کی وجہ سے وہ آدمی مجھ پر گرنے لگے پھر اس نے کہا کہ اگر تم ان کو ان کی پوری امت کے افراد کے مقابل تو لو تو پھر بھی ان کا وزن زیادہ ہوگا اس واقعہ پر تحقیقات نے اپنا تبصرہ یوں کیا ہے کہ یہاں پر امت اجابت مراد ہوگی تو ذرا سوچ کر بتلائیے دس سال کی عمر میں بالفعل امت اجابت تھی؟ کہاں اور وہ بھی اس کثرت کے ساتھ الغرض نہ اس وقت امت اجابت بلکہ نہ ہی امت دعوت اور نہ ہی اس سے بالفعل نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ (ص ۲۹۹) تحقیقات کے عقیدہ میں یہ حدیث صحیح نہیں اور نہ ہی مفید مطلب ہے جب یہ حدیث غیر واقعاتی غیر منطقی غیر فطری مفہوم اور مضمون پر مشتمل ہے تو چالیس سال سے قبل والی نبوت کے لیے دلیل ہے نہ حجت۔

توضیحی کہا جائے گا کہ یہ حدیث صاحب مشکوٰۃ نے محدث داری کے حوالے سے مشکوٰۃ میں نقل فرمائی ہے اگر حدیث کا مضمون لائق اعتبار نہ ہوتا اور حدیث اپنے مصدر ماخذ اور سلسلہ روایت کے اعتبار سے مخدوش اور موہوم ہوتی تو کم از کم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی ضرور اس کا تذکرہ فرماتے ان شارحین حدیث کا اس پر کلام نہ کرنا اس کی لفظی اور معنوی حقیقت کو

ثابت کرتا ہے صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو باب فضائل سید المرسلین کی فصل ثالث میں نقل فرمایا ہے

جس سے واضح ہوا کہ اس حدیث کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے فضائل سے ہے اور اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی ذات بحیثیت نبی ہونے کی فضیلت رسول اللہ ﷺ کی زبان سے بیان ہوئی ہے ایک مسلمان کے لئے تسلیم کے علاوہ اور چارہ ہی کیا ہے؟
اولاً تو محدثین اور شارحین نے اس پر کلام ہی نہیں کیا۔

ثانیاً اگر اس میں لفظی یا معنوی ضعف اور کوئی سقم موجود ہو تو بھی محدثین کے نزدیک قابل تسلیم اور لائق عمل ہے کیونکہ اس کا لفظی اور معنوی تعلق رسول اللہ ﷺ کے فضائل سے ہے امام بیہقی نے چاند سے گفتگو کرنے اور عرش کے نیچے چاند کے سجدہ کرنے کی آواز کو سننے پر وارد حدیث کو غریب الاسناد فرمایا ہے اس لیے کہ اس میں ایک راوی منفرد ہے اور وہ احمد بن ابراہیم الجبلی مجہول ہے لیکن امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا و قال الصابونی هذا حدیث غریب الاسناد والمتن فی المعجزات حسن (فضائل ۱-۹۱) یعنی معجزات میں حدیث غریب بھی حسن ہوتی ہے لہذا حدیث وزن معجزات میں سند اور متن کے لحاظ سے حسن ہے لہذا لائق عمل اور واجب التسلیم ہے۔

ثالثاً ولو وزنتہ بامتہ رجحانہا میں امت سے مراد امت اجابت ہے۔ الحافظ الشامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قال بعض العلماء المواد بالوزن فی قوله وزنه بعشرة من امتہ الی آخرہ الوزن الاعتباری فیکون المراد بالرجحان الفضل ، وهو کذا لک و فائدة فعل الملکین ذالک لیعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذالک حتی یخبر بہ غیرہ و یعتقدہ از هو من الامور الاعتقادیہ“ (جواہر البحار جلد ثالث ص ۳۹۱) ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ فرشتہ کے قول زنه بعشرة من امتہ میں امت الی آخرہ وزن سے مراد حقیق وزن نہیں بلکہ وزن اعتباری مراد ہے اور بھاری ہونے سے آپ کی افضلیت مراد ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ اپنی ساری امت بلکہ ساری مخلوق سے افضل ہیں سوال پیدا ہوتا تھا کہ اگر وزن سے مراد وزن اعتباری ہے تو فرشتوں نے حسی طور پر وزن کر کے کیوں دکھایا؟ وفائدة فعل الملکین سے جواب دیا کہ فرشتوں کا حسی طور پر کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ فی الواقع اپنی ساری امت سے افضل ہیں اور اس میں یہ حکمت تھی کہ

آپ اپنی افضلیت کے متعلق باقی مخلوق کو خبر دیں اور وہ مخلوق آپ کی افضلیت کا عقیدہ رکھے آپ کو ساری مخلوق سے افضل سمجھنا امر اعتقادی ہے یعنی یہ حدیث آپ کے افضل الخلق ہونے کی دلیل ہے اور اس پر عقیدہ رکھنا واجبات شرعیہ میں سے ہے۔

لیکن حافظ شامی رحمہ اللہ نے فرمایا، میں نے شیخ الاسلام برہان الدین بن ابی شریف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس حدیث کی نسبت پوچھا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے یہ حدیث تحریر فرما کر ارشاد فرمایا: ”هذا الحديث يقتضى ان المعانى جعلها الله تعالى ذوات فعند ذلك قال الملك لصاحبه اجعله فى كفة واجعل الفأ من امته، الخ“ (جواهر البحار، جلد ۱۰، ص ۲۸۷)

ترجمہ: یہ حدیث تقاضا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معانی (صور مثالبہ) کو ذوات (اجسام) کی حیثیت اور حقیقت میں لا کر فرشتوں کو وزن کرنے کا حکم دیا ہے یعنی امت اجابت کے اجسام غنصر یہ کو موجود اور متحقق فی الخارج فرما کر اللہ تعالیٰ نے وزن کرنے کا حکم بخشا تھا اور جب آپ کے مقابل ایک ہزار امتی کو رکھ کر تو لا گیا آپ بھاری نکلے اور وہ گرنے لگے تو فرشتوں کو علم ہو گیا کہ ان کا وزن، پوری امت کے وزن کے مقابل زیادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فضائل گریہ ان کو عطا فرمائے ہیں، انسانیت کا کوئی فرد ان کے مساوی نہیں چہ جائیکہ ان سے افضل ہو، مذکورہ بالا حدیث کے ہر دو مفہام سے جو بھی معنی اور مفہوم مراد لیا جائے یہ حدیث آپ کے نبی ہونے اور آپ کے معجزے پر دلالت کرتی ہے اس پر حدیث میں واقع لفظ امت شاہد عدل ہے اگر اس وقت آپ نبی نہ ہوتے تو امت ہوتی نہ اس کے مقابل وزن کیا جاتا، پھر اس حدیث کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی افضلیت سے ہے کہ آپ ﷺ افضل المخلوقات ہیں یہ امر اعتقادی ہے اس لحاظ سے بھی حدیث کے متن پر ایمان رکھنا واجب ہے، تحقیقات کا حدیث کے متن اور مفہوم کو تاویلات فاسدہ سے مکر کرنا غلط ہے۔

شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک نبوت زائل ہوئی نہ سلب

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: جوابش آنکہ میگویند کہ نبوت آنحضرت و کمالات وے ﷺ اور عالم ارواح ظاہر کردہ بودند، و ارواح انبیاء از اس استفادہ کردند چنانکہ فرمود کنت نبیا

الحديث ونبوت انبياء دیگر در علم الہی بودند نہ در خارج“ (مدارج النبوت، ج: ۱، ص: ۷۴)

شیخ محقق رحمہ اللہ کی یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے اس کے جواب میں اکابرین ملت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دیگر کمالات عالم ارواح میں ظاہر کر دیئے گئے تھے، اور انبیاء کرام کی روحيں آپ کی روح اقدس سے استفادہ کرتی تھیں جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے ”کنت نبیا و آدمین الروح والجسد“ اور دوسرے انبیاء کرام کی نبوت علم الہی میں تھی، خارج اور ظاہر میں نہ تھی، اس پر تحقیقات نے اپنے تبصرہ میں کہا ہے کہ شیخ محقق رحمہ اللہ آپ کو عالم ارواح میں بالفعل نبی ماننے کے باوجود اور ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کے آپ سے استفادہ کرنے اور فیوض و فوائد حاصل کرنے کا عقیدہ رکھنے کے باوجود اور اس نبوت کے سلب ہونے یا زائل ہونے کا عقیدہ رکھے بغیر وجود غنصری اور جسمانی وجود کے لحاظ سے چالیس سال کے بعد آپ کا بالفعل نبی ہونا تسلیم کرتے ہیں، لامحالہ عالم ارواح کی نبوت اور عالم اجسام کی نبوت میں فرق کرنا ضروری ہے۔ (ص ۲۷۲)

تحقیقات کے اس تبصرے سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

(۱) شیخ محقق رحمہ اللہ نے کنت نبیا الحدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس کے مدلول اور مضمون کو ظاہری معنی پر محمول کیا ہے ظاہری معنی پر محمول کرنا تحقیقات اور غلام محمد بند یا لوی شریقی و غیرہ کے موقف کے خلاف ہے ان کے نزدیک اس کا مدلول اور مفہوم اعلان اور تشہیر ہے جس کا تعلق مستقبل سے ہے ہم بحوالہ یہ پہلے نقل کر آئے ہیں:-

(۲) شیخ محقق رحمہ اللہ نے عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالفعل نبی ہونا اور ارواح انبیاء کیسے مربی اور فیض رساں ہونا بھی تحریر اور تسلیم کیا ہے۔

(۳) تحقیقات نے شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا عقیدہ یہ تحریر کیا ہے کہ شیخ محقق رحمہ اللہ عالم ارواح والی نبوت کے سلب اور زائل ہونے کا عقیدہ رکھے بغیر وجود غنصری اور جسمانی وجود کے لحاظ سے چالیس سال کے بعد آپ کا بالفعل نبی ہونا تسلیم کرتے ہیں، شیخ محقق رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ (عالم ارواح والی نبوت سلب ہوئی نہ زائل) تحقیقات کے موقف کے خلاف ہے کیونکہ تحقیقات کے نزدیک چالیس

سال کے بعد نبوت کا وجود اور ثبوت قابل تسلیم ہے۔

(۴) جب عالم ارواح والی نبوت زائل ہوئی نہ سلب تو پھر کہاں گئی؟

(۵) تحقیقات نے آپ ﷺ کے وجود عنصری اور وجود جسمانی کے لحاظ سے چالیس سال کے بعد آپ کا بالفعل نبی ہونا تسلیم کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی روح انور بدستور اور بہ تسلسل وصف نبوت سے متصف رہی ہے کیونکہ نبوت روح کا خاصہ ہے جسم کا نہیں واضح امر ہے جب روح اقدس وہی ہے جو اول الامر سے وصف نبوت سے متصف چلی آرہی ہے تو لا محالہ نبوت بھی بدوام واستمرار چلی آرہی ہے جس کا سلب ہوا نہ زائل ہوئی۔

(۶) تحقیقات کا وجود عنصری اور وجود جسمانی کی بناء پر چالیس سال کے بعد نبوت بالفعل تسلیم کرنا، امام رازی، علامہ سعد الدین تفتازانی علامہ سید محمود آلوسی رحمہم اللہ وغیرہ کے موقف کی تائید نہیں کیونکہ نفس نبوت کیلئے چالیس سال کی مدت شرط نہیں بلکہ نبوت مبعوثہ (بعثت) کیلئے شرط ہے۔

روحانی نبوت کے ساتھ جسمانی نبوت کا قول غلط ہے

(۷) تحقیقات نے فائدہ، ص ۱۴۸، کے تحت لکھا کہ علامہ سلیمان جمل نے بھی دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم، باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اس کے سلب ہو جانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر ہونے دیا،، سوال یہ ہے کہ جب جسمانی نبوت کا آغاز اور ثبوت چالیس سال کے بعد ہوا تو ولادت با سعادت کے وقت اور اس کے بعد جو خوارق عادات ظاہر ہوئے، علماء اعلام بشمول شیخ محقق رحمہ اللہ نے ان کو معجزات اور علامات نبوت قرار دیا ہے ان کا ظہور اور صدور کیوں ہوا؟ (۸) اگر جسمانی نبوت اور روحانی نبوت کو الگ الگ گردان کر دو نبوتیں ہونے کا قول کیا جائے تو لازم آئے گا کہ روحانی نبوت کا محل روح اقدس ہو، اور جسمانی نبوت کا محل جسم اطہر یہ مسلمہ بات ہے نبوت کیلئے وحی کا آنا شرط ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وحی روح اور جسم دونوں پر آتی ہے یا ایک پر، اگر دونوں پر آتی ہے تو تبلیغ دونوں پر فرض ہے یا ایک پر، دونوں پر تبلیغ کا فرض ہونا وحی کا آنا محال ہے اس کی دو وجہیں ہیں (۱) روح کی تبلیغ جسم کے بغیر، اور جسم کی تبلیغ روح کے بغیر محال ہے، (۲) دونوں پر وحی اور

دونوں کا وصف نبوت سے متصف ہونا محال ہے کیونکہ نبی انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے اور انسان روح اور جسم دونوں کے مجموعے کا نام ہے لہذا نبوت کو روح اور جسم کے تناظر میں نبوت روحانی اور جسمانی کی طرف تقسیم کرنا غلط ہے تو لا محالہ وحی کا نزول روح اور جسم دونوں پر ہوگا جو انسان کا مفاد ہے نبی انسان ہے روح اور جسم کا مرکب ہے مگر نبوت کا محل روح ہے بالخصوص نبی کریم ﷺ کی روح مقدسہ کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا گیا ہے جیسا کہ سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح وخلع عليها خلعة التشريف بالنبوة ای ثبت لها ذلك الوصف دون غيرها فی عالم الارواح، الخ“ (جواهر البحار: ج ۱ ص ۱۴۴) اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے قبل آپ ﷺ کی روح مقدسہ کو پیدا فرمایا، اور کسی بھی روح کو یہ وصف نبوت حاصل نہیں ہوا،،

(۹) جسمانی نبوت کے قول سے بعد رحلت آپ ﷺ کی نبوت کا انکار لازم آتا ہے: علامہ سید احمد عابدین نے فرمایا:

”واذا كانت النبوة صفة روحه علم انه ﷺ بعد موته رسول ولا يضر انقطاع الاحكام والوحی“ (جواهر البحار: ج ۱ ص ۱۴۴)

ترجمہ: جب نبوت آپ ﷺ کی روح مقدسہ کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ انتقال کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں، احکامات اور وحی کا نزول نہ ہونا آپ کی نبوت اور رسالت کیلئے مضر نہیں۔۔ علامہ سید احمد عابدین بھی آپ کی نبوت کو روح کے ساتھ مختص اور آپ کی نبوت کو دائمی اور استمراری قرار دیتے ہیں، اگر نبوت کا محل جسم اقدس کو قرار دیکر آپ کیلئے روحانی نبوت کے ساتھ جسمانی نبوت کا قول کیا جائے تو آپ ﷺ بعد از وفات نبی نہ ہوں گے، لہذا تحقیقات کا یہ کہنا کہ آپ کی روحانی نبوت تو شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک دائم اور مستمر ہے زائل اور سلب نہیں ہوئی، مگر جسمانی نبوت چالیس سال کے بعد تسلیم ہے، غلط ہے،،

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فقد علم اتصاف حقيقة ﷺ بالا

وصاف الشریفة المفاضة علیہ من الحضرة الالهیة من اول الامر قبل خلق کل شیء
وانما تاخر التصافہ بالوصاف الوجودیة العینیة لجسده لما وجد فی الدنیا
(جواهر البحار: ج: ۱ ص: ۳۷۵)

ترجمہ: معلوم ہو گیا ہے کہ آپ کی حقیقت مقدمہ کا اوصاف شریفہ کمالیہ کے ساتھ موصوف اور متصف ہونا اول الامر سے ہی ہے جو بارگاہ الوہیت سے آپ کی ذات پر فیضان کئے گئے تھے اور اس وقت کسی بھی شیء کو پیدا نہیں کیا گیا تھا آپ کے جسد شریف کے دنیا میں موجود ہونے تک ان کو خارجی، وجودی، اور حسی طور پر موخر کر دیا گیا تھا، یعنی وصف نبوت اور اس کے متعلقہ اوصاف سے آپ اول الامر سے ہی موصوف اور متصف چلے آ رہے تھے لیکن آپ کی نبوت اور اس کے متعلقہ اوصاف کے وجود خارجی اور وجود حسی کو آپ کے ظہور قدسی، اور وجود خارجی تک ملتوی اور موخر کیا گیا تھا، علامہ سلاوی رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ عالم ارواح سے لے کر ظہور قدسی تک آپ وصف نبوت سے متصف اور موصوف رہے ہیں اور یہی وہ نبوت تھی جس کا ظہور منہ شریف کے چالیس سال گزرنے پر ہوا، اور یہی نبوت صبح قیامت تک جاری اور ساری ہے، تحقیقات نے: سمائی نبوت کا قول کس بنیاد پر کیا ہے؟

قضیہ مطلقہ عامہ کی بنیاد پر نبوت کا انکار بے بنیاد اور بھونڈا استدلال ہے تحقیقات نے لکھا کہ: ”تذیہ مطلقہ عامہ اور دائمہ مطلقہ کا فرق معلوم ہوتا تو اس طرح کے بے بنیاد استدلال کے قیام نہ پھٹکتے،“ (ص: ۲۸۰) معلوم ہوا کہ تحقیقات کا موقف قضیہ مطلقہ عامہ پر ہے جس کے صدق و تحقق کیلئے نبوت کا ثبوت فی وقت من الاوقات کافی اور ضروری ہے اس لئے دائمہ مطلقہ کا قول غلط اور بے بنیاد استدلال ہے، ”توضیحی کہا جائے گا کہ مانا کہ نصف صدی سے زائد تحقیقات فی عمر دائمہ مطلقہ، منطلقہ عامہ کے پڑھنے پڑھانے میں گزری ہے اور یہ امر تسلیم شدہ ہے لیکن تحقیقات نے علامہ سلیمان جمل کا قول: ص: ۱۲۸، اور شیخ محقق رحمہ اللہ کا قول: ص: ۲۷۲، اور علامہ سلاوی کا قول: ص: ۱۵۲، علامہ سید محمود آلوسی کا قول: ص: ۳۱۱، ۳۱۸، پردائی، استمراری نبوت پر بطور دلیل و ثبوت نقل کر کے خود ہی خلاف ورزی کی ہے ان اعظم علمائے ملت کے اقوال اور استدلالات کو بے بنیاد کہہ کر ان

کی عزت افزائی کی گئی؟ بلکہ اپنے موقف کو بے بنیاد، لایعنی، دلیل پر استوار کیا ہے درحقیقت مطلقہ عامہ کے عنوان اور مفہوم کی کسوٹی پر رسول اللہ ﷺ کی خصوصی اور انفرادی نبوت کو پرکھنا اور اس کے مفہوم اور اطلاق میں اتارنا دائمی استمراری نبوت کا انکار کرنا بجائے خود بے بنیاد بات ہے تحقیقات نے خود اس کا التزام کیا ہے، ملاحظہ ہو کہ: شیخ محقق رحمہ اللہ نے ابتدائی شق صدر کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کی اپنی زبانی یہ نقل فرمایا ہے کہ میرے دل کو نکال کر باہر طشت میں رکھا گیا چیر کر اس میں سے سیاہ رنگ کے جمے خون کو پھینک دیا گیا، اور اس کی جگہ نور نبوت رکھا گیا اور مہر لگائی گئی، شیخ محقق رحمہ اللہ کا اس انداز میں واقعہ کو نقل کرنا اس کی صحت اور ثقاہت کو ثابت کرتا ہے پھر پورا واقعہ کا زبان رسالت مآب سے بیان ہونا حدیث صحیح ہے علمائے محدثین کا آپ کے فضائل اور معجزات میں اس کا ذکر کرنا اس کے امر اعتقادی ہونے کی دلیل ہے امر اعتقادی ہونے کے حوالے سے اس پر ایمان لانا اور تسلیم کرنا واجبات میں سے ہے جبکہ آپ ﷺ کی نبوت کے دوام اور استمرار کی نفی تحقیقات کے زور قلم اور قیاس آرائی کا شاخسانہ ہے جو باطل اور مردود ہے اگر آپ کو چالیس سال کے بعد نبی بنایا گیا ہے تو بوقت ولادت اور ولادت کے بعد ظاہر ہونے والے خوارق عادات کو شیخ محقق رحمہ اللہ نے معجزات کیوں فرمایا ہے؟ تفصیل پہلے آچکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اگر بقول تحقیقات آپ ﷺ کی نبوت مطلقہ عامہ کے مفہوم میں ہے تو عالم ارواح میں نبوت دیئے جانے کے بعد عالم اجساد میں نبی بنانے کی حکمت اور امر داعی کیا ہے؟ اگر انسانوں کی تطہیر اور تزکیہ ہو تو بعد از وفات آپ کی نبوت کی نفی امام آئے گی اور انکار کرنا جائز ہوگا، اور روز محشر بھی آپ کی نبوت اور رسالت کا انکار لازم آئے گا جو محال شرعی ہے کیونکہ مطلقہ عامہ کا مفہوم مخصوص قطعیت کے انکار کو مستلزم ہوگا، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ آتوہ میں ذلک من موضوع ہے اور رسول اللہ محمول ہے اگر جہد و قضیہ مطلقہ عامہ قرار دیا جائے تو رسول اللہ وصف منونی کے اعتبار سے عرض مفارق ہوگا اور اس کا سلب اور انفکاک ذات موضوع یعنی ذات محمد سے جائز اور ممکن ہو قیاس ہوگا کیونکہ محمول کا ثبوت از منہ ثلثہ میں سے کسی ایک زمانہ میں موجود اور متحقق ہونا مطلقہ عامہ کے ثبوت اور وجود کیلئے کافی ہے، مطلقہ عامہ کی اس تعریف صدق اور تحقق کے ضابطہ کے تحت آیہ، متدرسہ میں

رسول اللہ کا ثبوت از منہ ثلثہ میں سے کسی ایک زمانہ میں کافی ہے اب اگر عالم ارواح کا مرحلہ لیا جائے کہ وہاں رسول اللہ کا ثبوت اور وجود متحقق ہوا تو عالم اجسام اور عالم برزخ اور قیامت کی نبوت کا سلب اور انکار جائز ہوگا، جبکہ یہ محال شرعی ہے اگر چالیس سال کی عمر شریف کیلئے ثابت ہو تو بعد از وفات اور عالم ارواح والی رسالت کا سلب اور انکار جائز ہوگا، جو بھی محال شرعی ہے ماننا پڑے گا مطلقہ عامہ کا قول باطل ہے،

تحقیقات نے قضیہ مطلقہ عامہ کا فرق واضح کرتے ہوئے تحریر کیا کہ: فی الجملہ اور فی وقت من الاوقات نبی ہونا علیحدہ امر ہے اور دوائی طور پر نبوت یا بوقت اطلاق نبوت سے متصف ہونا علیحدہ امر ہے کبھی مستقبل میں حاصل ہونے والی حالت کو مد نظر رکھ کر صفت کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، جیسے من قتل قتیلًا فله سلبہ (۱۵۱)

تحقیقات کی یہ عبارت واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ حدیث ”کنت نبیا آدم بین الماء والطين“ اپنے حقیقی اور ظاہری معنی پر نہیں بلکہ اس کا تعلق مستقبل سے ہے اور اس حدیث کو عالم ارواح میں بالفعل نبوت پر محمول کرنا بے بنیاد بات اور بے بنیاد استدلال ہے جبکہ تحقیقات نے متعدد جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ارواح میں نبی بالفعل تسلیم کیا ہے اور اسکی تائید میں اعلیٰ عظم علمائے امت، اور اکابر عرفائے ملت کے اقوال بھی نقل کئے ہیں جن میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں لہذا تحقیقات کا کنت نبیا و آدم بین الماء والطين، حدیث کو ظاہری اور حقیقی معنی سے پلٹا کر مستقبل میں حاصل ہونے والی نبوت پر حمل کرنا بے بنیاد استدلال ہی نہیں بلکہ جمہور علمائے امت، اور تمام عرفائے ملت کی متعین فرمودہ شاہراہ عام کو چھوڑ کر راہ جدید اپنانے کے مترادف ہے، جو قابل تسلیم نہیں، کنت نبیا الحدیث اپنے معنی حقیقی پر ہے جملہ خبریہ ہے دیگر احادیث مبارکہ بھی اس حدیث کے الفاظ اور معنی کی تائید اور توثیق کرتی ہیں، اس کیلئے اگر علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی کا قول تحقیقات: ص: ۱۵۰، شیخ جلیل نور الدین علی بن زین الدین الشہیر بابن الجزار کا قول: ص: ۱۵۲، امام کبیر، عارف شہیر، قطب سید ابوالعباس البیجانی کا قول: ص: ۱۵۴، خود تحقیقات کا اپنا قول: ص: ۵۹، پر ملاحظہ ہو جاتا تو تضاد بیانی

اور تاویلات فاسدہ کی نوبت نہ آتی،،

ثانیاً: کنت نبیا الحدیث، ایک حقیقت خارجی نفس الامری پر دال ہے اور من قتل قتیل معنی مجازی تحریر اور ترغیب الی الجہاد ہے تحقیقات نے ان کے تغائر معنوی اور تحقق نفس الامری کو نہیں دیکھا؟

ثالثاً: علمائے محدثین اور علمائے متکلمین رحمہم اللہ نے کنت نبیا کے تحت عالم ارواح والی نبوت فعلیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ قرار دیا ہے علامہ عبد الحکیم السیالکوٹی اور دیگر علماء و عرفاء امت کے اقوال بہ نقل کر آئے ہیں اگر کنت نبیا کو من قتل قتیل پر قیاس کرتے ہوئے تعبیر مستقبل قرار دیا جائے تو آپ کی خصوصیت ذاتی کا انکار اور سلب لازم آئے گا جبکہ تمام علمائے محدثین اور تمام عرفاء نے کنت نبیا الحدیث کو آپ کا ہی خاصہ قرار دیا ہے کوئی مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی وصف کسی بھی خاصے اور کسی بھی فضیلت کا سلب یا انکار نہیں کر سکتا، لہذا تحقیقات کا یہ فارمولہ بجائے خو، بے بنیاد اور بے اصل ہے،،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی استمراری نبوت مطلقہ عامہ کے تحت ہے؟

تحقیقات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مطلقہ عامہ کے مفہوم میں تسلیم کیا ہے اور ساتھ ہی یہ توضیح بھی کر دی ہے کہ فی الجملہ اور فی وقت من الاوقات نبی ہونا الگ امر ہے اور دوامی طور پر نبوت یا بوقت اطلاق لفظ، نبوت سے متصف ہونا علیحدہ امر ہے، تحقیقات کی اس تفسیر سے تین امور ثابت ہوئے،،

۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نبوت کا ثبوت مطلقہ عامہ کے مفہوم میں ہے جس کیلئے نبوت فی الجملہ یا فی وقت من الاوقات ہی کافی ہے یعنی تریسٹھ سال کی عمر شریف کے کسی بھی حصہ میں آپ کو نبوت کا ملنا اور آپ کا نبی ہونا کافی ہے یعنی زندگی کے کسی لمحہ میں آپ کا وصف نبوت سے متصف ہونا آپ کے نبی اور رسول ہونے کیلئے کافی ہے۔

۲: کہ آپ کو دائمی اور پیدائشی نبی ماننا غلط ہے اور آپ کی دائمی نبوت پر کنت نبیا الحدیث سے اسدلال کرنا غلط ہے،،

۳: کنت نبیا آدم بین الماء والطين کے قول اور تلفظ سے آپ کا نبی ہونا ثابت نہیں ہوتا،، یہ تعبیر مستقبل ہے،، تو ضیحا کہا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالم ارواح میں موجود، متحقق فی الخارج اور بالفعل تھی

،، بسلسلہ نبوت اولہ نقلیہ پہلے نقل ہو چکی ہیں، اور جن اعظم علمائے ملت اور اکابر عرفائے امت نے آپ کی دائمی استمراری نبوت کا قول فرمایا ہے ان کی بنیاد عالم ارواح والی نبوت بالفعل ہے، تحقیقات کا اس نبوت کو لفظی اعلان قرار دینا غلط اور جمہور علماء اور عرفاء کے خلاف نئی راہ چلنا ہے جو قابل تسلیم نہیں،،

مطلقہ عامہ فی الجملہ، فی وقت من الاوقات میں آپ کیلئے نبوت کو ثابت کرنا غلط اور محال شرعی ہے مطلقہ عامہ میں محمول ذات موضوع کیلئے عرض لازم ہوتا ہے مگر مفارق ہوتا ہے مثلاً زید کا تب، یا زید قائم، یا زید قاعد قضیہ مطلقہ عامہ ہے محمول عرض مفارق ہے جس کا ذات موضوع کیلئے نبوت دائمی نہیں بلکہ اس کا افتراق، انسلاخ ضرورت قضیہ ہے اگر محمول کا انفکاک، سلب اور مفارق نہ ہو بلکہ ثبوت و حمل بصورت دوام ہو تو دائمہ مطلقہ ہوگا نہ کہ مطلقہ عامہ اس مطلقہ عامہ کی صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فی الجملہ، یا فی وقت من الاوقات نبوت کو ثابت کیا جائے تو یہ نبوت آپ کی ذات کیلئے عرض مفارق ہوگی،، اور نبوت کا آپ کی ذات سے سلب اور نفی کرنا جائز اور متحقق فی الخارج ہوگا جو محال شرعی ہے کیونکہ محمد رسول اللہ مطلقہ عامہ نہیں بلکہ دائمہ مطلقہ ہے رسالت کا ثبوت آپ کی ذات کیلئے فی الجملہ، اور فی وقت من الاوقات نہیں بلکہ دائمی ہے۔ کیونکہ مطلقہ عامہ کے تحقق اور وجود فی الخارج کیسے ازمنہ ثلثہ میں سے کسی ایک زمانے میں نسبت محمول للموضوع کا ثبوت پایا جانا ضروری اور کافی ہے،، ارباب فن نے فرمایا:

”فالمطلقة العامة هي التي حکم فيها بكون النسبة متحققة بالفعل ای فی احد الازمنة الثلاثة“

تحقیقات کے عقیدہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بالفعل نبوت کا حکم اور ثبوت چالیس سال کے بعد ہوا تو نبوت اس وقت ثابت ہوئی چالیس سال عمر شریف کی تکمیل سے پہلے آپ کیلئے حکم نبوت ثابت نہیں، تو آپ کا فرمان کنت نبیا و آدم بین الماء والطين “نعوذ باللہ غلط اور خلاف حقیقت قرار پایا، یہ شان نبوت کے خلاف ہے اور یہ محال شرعی ہے کہ نبی کا قول خلاف حقیقت اور نفس الامر کے مغائر اور خلاف ہو۔

ثانیا: مطلقہ عامہ کی تعریف کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی حیات ظاہریہ تک محدود ہوگی آپ کی

رحلت کے بعد آپ کی نبوت مسلوب اور معدوم ہوگی، کیونکہ برزخی حیات طیبہ میں بالفعل نبوت یعنی وحی کا نزول احکام وغیرہ آپ کیلئے موجود اور ثابت نہیں نہ آپ پر وحی آتی ہے نہ احکام شرعیہ کا نزول ہوتا ہے رحلت کے بعد آپ کی نبوت کا انکار یہ بھی محال شرعی ہے آپ کی نبوت اور رسالت کا دائرہ عالم ارواح سے لے کر عرصہ محشر تک پھیلا ہوا ہے جو بعد از وصال نبوت کو بھی شامل ہے۔۔

ثالثاً: تحقیقات کے عقیدہ میں جب آپ نبی بنا دیئے گئے تو مطلقہ عامہ کا مفہوم پورا اور صادق ہو گیا جس کا دورانیہ حیات ظاہریہ تک ہے برزخی زندگی میں آپ کا وصف نبوت سے متصف رہنا تحقیقات کے عقیدہ میں نہیں کیونکہ تحقیقات نے تحریر کیا ہے کہ: لامحالہ اس امر کا اعتقاد و اذعان لازم ہے کہ قوم کا نبی قوم میں موجود ہونا ضروری ہے۔ ص: ۱۴۲: رحلت کے بعد چونکہ آپ بحیثیت نبی حیات ظاہریہ کے ساتھ موجود نہیں لہذا بقول تحقیقات آپ نبی نہیں یہ بھی باطل اور محال شرعی ہے۔

رابعاً: مطلقہ عامہ میں محمول موضوع کی ذات کیلئے عرض مفارق ہوتا ہے، ذات موضوع سے اس کا انقطاع، انفکاک جائز اور ممکن الوقوع ہوتا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ سے نبوت کا انقطاع، انفکاک، ممنوع اور محالات شرعیہ میں سے ہے،

کیونکہ آپ کی نبوت عرض مفارق نہیں بلکہ عرض لازم للتحقیق اور ماہیت ہے،، سید احمد غابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ولیس المعنی انه کان نبیا فی علم اللہ تعالیٰ کما قیل، لانه لا یختص بہ بل ان اللہ خلق روحہ قبل سائر الارواح و خلع علیہا خلعة التشریف بالنبوة ای ثبت لہا ذالک الوصف دون غیرہا فی عالم الارواح“ (جواہر البحار: ج ۱ ص ۱۴۳)

الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی نے فرمایا: ”فانه قال کنت نبیا وما قال کنت انسانا ولا کنت موجودا، ولیست النبوة الا بالشرع المقرر علیہ من عند اللہ فاخبر انه صاحب النبوة قبل وجود الانبیاء الذین ہم نوابہ فی هذه الدنیا“ (جواہر البحار: ج ۱ ص ۱۴۳)

وروی ان اللہ تعالیٰ لما خلق نور نبینا محمد ﷺ و اخرج منه انوار الانبیاء و کملہ بافاضة الکمالات والنبوة الخ، (جواہر البحار: ج ۱ ص ۱۴۳)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قوله ﷺ كنت نبيا و آدم بين لروح والجسد وهو
حديث صحيح قال المناوي رحمه الله تعالى قد جعل الله حقيقته ﷺ تقصر
عقولنا عن معرفتها وافاض عليها وصف النبوة من ذلك الوقت “ (جواهر البحار
ج: ١٠ ص: ١١١)

مندرجہ بالا اقتباسات مشتمل نمونہ از خروارے کے طور پر نقل کئے گئے ہیں،، ورنہ مزید استشادات کیلئے
کافی وقت چاہیے، یہ اقتباسات اس امر پر روشن دلائل ہیں کہ نبوت بلاشبہ عرض ہے، مگر عرض مفارق
نہیں بلکہ عرض لازم للماہیۃ ہے جس کا انقطاع، سلب ہر نبی کی ذات سے ممنوع اور محال ہے بالخصوص
رسول اللہ ﷺ کیلئے نبوت عرض لازم ہے مگر صرف آپ کے وجود عینی، خارجی اور حسی کیلئے نہیں، بلکہ
آپ کی حقیقت اور ماہیت کیلئے لازم ہے، جہاں بھی آپ کی حقیقت اور ماہیت متحقق ہوئی مع نبوت
متحقق ہوگئی، حقیقت تو متحقق ہو مگر نبوت کا تحقق نہ ہو، یہ محال شرعی اور محال عرفی ہے کیونکہ قانون یہ ہے کہ
”اذا ثبت شيء ثبت بجميع لوازمه“ اس توضیح سے ثابت ہوا کہ تحقیقات کا مطلقہ عامہ کے مفہوم
پر آپ ﷺ کی دائمی استمراری نبوت کا انکار کرنا باطل ہے۔

خامساً: تحقیقات کا رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو قضیہ مطلقہ عامہ کی شکل میں قبول کرنا پیش کرنا اس کے اپنے
موقف کے خلاف ہے کیونکہ خود تحقیقات نے لکھا ہے، الغرض آپ کی روح مبارک بمع آپ کے جوہر
جسمانی اور مادہ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجساد میں موجود رہی، اور اس کے فیوض و برکات سے
آباؤ اجداد قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے، (ص: ۷۸)

سوال یہ ہے کہ روح قدس اگر ہزاروں سال عالم اجساد میں جوہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ساتھ موجود
رہی ہے تو محض روح کے طور پر موجود نہیں رہی بلکہ حقیقت مقدسہ لوازمات اور وصف نبوت سے
موصوف اور متصف ہو کر موجود رہی ہے کیونکہ روح اور وصف نبوت حقیقت مقدسہ کے لوازمات من
حيث الماہیۃ ہیں، جن کا انفکاک آپ کی ماہیت نور یہ اور حقیقت تجلیہ سے محال ہے، علامہ سید محمد احمد
عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح وخلع عليها خلعة

التشريف بالنبوة اى ثبت لها ذالك دون غيرها فى عالم الارواح“ (جواهر البحار ج: ١٧)

معلوم ہوا روح مقدسہ کا سب ارواح سے پہلے پیدا کیا جانا اور وصف نبوت سے سرفراز فرمایا جانا آپ کی حقیقت مقدسہ اور ماہیت مطہرہ کے خواص ہیں جن کا سلب محال ہے لامحالہ ماننا پڑیگا آپ کی روح مقدسہ وصف نبوت سے متصف ہو کر ہزاروں سال عالم اجسام میں فیض رساں رہی ہے، روح ایک جوہر نورانی ہے، اور نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ عالم ارواح اور عالم اجسام کی تمام مخلوق کی طرف ہوئی ہے، جو زمانہ آدم سے لے کر قیام قیامت تک ہے، لازم ہے اس کا محل اور موصوف بھی جوہر نوری ہو اور وہ حقیقت حقہ ہے جس کے متعلق آپ نے فرمایا: ”انا من اللہ والمؤمنون من فیض نوری“ (جواهر البحار ج: ١٧، ج: ١٧)

یہی حقیقت محمد یہ ﷺ ہے یعنی حقیقت محمد یہ ہزاروں سال عالم اجساد میں موجود رہی ہے اس حقیقت محمد یہ کو نبوت لازم ہے کیونکہ روح انور حقیقت محمد یہ کے تخلیق ہونے کے وقت سے ہی نبوت کے وصف سے موصوف اور متصف ہے تو ثابت ہوا کہ ظہور قدسی سے ہزاروں سال قبل حقیقت محمد یہ بحیثیت نبی جلوہ گر رہی ہے، جس کے فیوض و برکات سے ہزاروں سال عالم اجساد مستفید اور مستفیض ہوتا رہا ہے اگر آپ کی روح اقدس وصف نبوت سے متصف نہ ہوتی تو فیوض و برکات کا افادہ استفادہ افاضہ اور استفاضہ کیسے ہوتا؟

سادساً: مطلقہ عامہ کا قول مستلزم استحالہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”محمد رسول اللہ الایہ“ محمد اللہ کے رسول ہیں۔“

یہ کلام صفت باری تعالیٰ ہو کر ازلی ابدی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ روز اول ہی سے آپ کو نبوت اور رسالت کی شان عطا کی گئی ہے، جس طرح انا اعطینک الکوثر ازلی ابدی کلام باری تعالیٰ ہے اور اس کی صفت ہے، امام رازی نے فرمایا: ”لم یقل سنطیعک لان قوله اعطیناک یدل ان هذا الاعطاء کان حاصلًا فی الماضی“ یعنی یہ اعطاء زمانہ ماضی میں آپ کو حاصل ہے الکوثر سے

مراد: ”الخیرات الکثیرہ“ ہے وہی الاسلام والقرآن والنبوة الخ“

الخیرات الکثیرہ یعنی اسلام، قرآن اور نبوت ہے، آیت کا معنی یہ ہے کہ اسلام قرآن اور نبوت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمانہ ماضی روز ازل سے ہی عطا کر رکھے ہیں، امام نے توضیح کرتے ہوئے فرمایا: ان من کان فی الزمان، الماضی ابدا عزیزا مرعی الجانب مقضی الحاجة اشرف ممن سیصیر کذا لک ولہذا قال علیہ السلام کنت نبیا و آدم بین الماء والطين“ (کبیر علیہ السلام) بے شک جو ذات زمانہ ماضی سے ہی ہمیشہ عزیز اور توجہ خاص کا مرکز، حاجت برآری کا محور ہو وہ بعد میں آنے والوں سے اشرف اور اعلیٰ ہوگی اسی عظمت اور افضلیت کے اظہار میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے، جب آپ کی نبوت ازل سے لے کر عالم ارواح، عالم اجساد اور قیام قیامت تک تمام ادوار، تمام مخلوق کو شامل اور خارج میں موجود اور متحقق ہے تو مطلقہ عامہ کی آڑ میں ازمنہ ثلثہ میں سے ایک زمانہ میں آپ کی نبوت کو مختص اور ثابت کرنا محال شرعی نہیں تو اور کیا ہے؟

امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے: ”وارسلت الی الخلق كافة“

امام سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا: ان محمدا ﷺ نبی الانبیاء ”مزید فرمایا“ اذھو ﷺ مبعوث الی جمیع الخلق من لدن آدم الی قیام الساعة“ محمد ﷺ انبیاء کے بھی نبی ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت زمانہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک ہے،

سیدی علی الخواص رحمہ اللہ نے فرمایا: ”کان ﷺ مبعوثا الی الخلق اجمعین فی عالم الارواح والاجساد من لدن آدم الی قیام الساعة“ (جواہر البحار: ج: ١٠ ص: ١٠٠)

مندرجہ بالا ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت ازمنہ ثلثہ میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ محدود نہیں تاکہ آپ کی نبوت کو قضیہ مطلقہ کے عنوان، مفہوم اور مصداق کے تناظر میں دیکھا جائے آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ اختصاص اور امتداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک کے تمام ازمنہ، تمام احوال اور تمام معاملات اور تمام مخلوقات کو محیط ہے، ارشاد باری تعالیٰ

بھی اس موضوع کی واضح دلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وما ارسلناك الا كافة للناس“ آپ کی رسالت پوری انسانیت کے لئے كافة اور شاملہ ہے، انسانیت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر صبح قیامت تک دراز اور وسیع ہے تو یہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ آپ کی نبوت و رسالت قضیہ مطلقہ عامہ کی تعریف اور مصداق میں ہے آپ کی وسیع اور غیر محدود نبوت کو قضیہ مطلقہ عامہ قرار دینا نصوص قطعیہ سے اعراض و انحراف کے مترادف ہے جو محالات شرعیہ میں سے ہے لہذا آپ ﷺ کی دائمی استمراری نبوت کو قضیہ مطلقہ عامہ کی تعریف اور مدلول میں بند کرنا بھی محال شرعی ہے،

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت خاصہ دائمہ اور عامہ کا قضیہ مطلقہ عامہ کے عنوان اور اطلاق میں اتارنا تسلیم کرنا اور پیش کرنا بے بنیاد اور بے اصل ہے، اور بصائر عامیہ کے خلاف ہے قضیہ دائمہ مطلقہ کے عنوان، مفہوم اور مصداق میں دائمی استمراری نبوت کا قول اصل اور لائق اعتبار اور موجب اعتماد ہے قضیہ مطلقہ عامہ کا قول بے اصل اور بے بنیاد ہے، قضیہ مطلقہ کے وجود صدق اور قول پر محمد ﷺ سے رسول اللہ ﷺ کو اگر ایک لمحہ کے لئے مفارق کیا جائے یا سلب کیا جائے تو دل کے کسی کونے میں ایمان کا ذرہ بھی باقی رہتا ہے؟ ☆ تفکر و تامل ☆

تحقیقات نے لکھا ہے: تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ ﷺ کا عالم ارواح کی نبوت کا معاملہ الگ ہے اور عالم اجسام کا معاملہ الگ ہے وہ نبوت یہاں موثر نہیں تھی۔

توضیحا کہا جائے گا کہ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ عالم ارواح اور عالم اجساد کے معاملات الگ الگ ہیں اسی طرح ان کے متعلقہ امور بھی جدا جدا ہیں، لیکن معاملہ صرف روح اقدس کا ہے، مسئلہ زیر بحث رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ اور نبوت کا ہے، تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ آپ ﷺ چالیس سال کے بعد نبی بنائے گئے ہیں، اس سے قبل آپ کی نبوت کا قول غلط ہے، چالیس سال سے قبل آپ نبی نہیں تھے، جب کہ ہمارا موقف یہ ہے کہ آپ روز ولادت سے ہی نبی تھے، چالیس سال کی عمر مکمل ہونے پر نبوت کے اظہار اور تبلیغ احکام کا حکم دیا گیا ہے، تحقیقات کا موقف اس لیے بھی غلط ہے کہ نبوت کا محل اور موصوف روح ہے، جسد عنصری نہیں، عالم ارواح میں آپ کی حقیقت، آپ کی روح انور وصف نبوت

سے متصف تھی، حقیقت مقدسہ کے اظہار پر آپ کی روح انور کی تخلیق ہوئی اور روح کو وصف نبوت سے متصف کیا گیا۔ اس پر ذخیرہ ثبوت پہلے نقل ہو چکا ہے، روح انور عالم ارواح میں ہو یا عالم اجساد میں وصف نبوت کے ساتھ جلوہ گر ہوگی، یہ محال ہے کہ آپ ﷺ کی روح تو ہو مگر منصب نبوت سے عاری ہو، وصف نبوت سے محروم اور معزول ہو، جب آپ کے جسد عنصری میں وہی روح کار فرما ہے تو لا محالہ وصف نبوت کے ساتھ کار فرما ہے، جسد عنصری جس بھی مرحلہ پر ہو نبوت موجود ہوگی، خواہ وہ مرحلہ چالیس سال سے قبل کا ہو یا بعد کا۔

ثانیاً رسول اللہ ﷺ کی روح کو صرف تجرد کی کیفیت سے متصف اور موسوم کرنا غلط ہے کیونکہ آپ کی روح کا تحقق اور تخلق مع النبوت ہوا ہے، بغیر وجود نبوت نہیں ہوا، نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ بندے کا عمل صالح اور فعل نیک روح کی غذا اور اس کے لیے وجہ جلاء ہے، روح کی نورانیت اور جلاء جسد عنصری میں انقلاب اور تبدیلی کے لیے موثر ہے روح اپنی روحانی قوت اور نورانی کیفیت سے جسد عنصری کی کثافتوں کو لطافت، اور کدورتوں کو جلاء اور شفافیت میں تبدیل کرتی ہے، انسان کے جسد عنصری کے فناء اور زائل ہو جانے کے باوجود، روح ادراک، علم، شعور اور ملکی حرکات کا مظاہرہ کرتی ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ برزخ میں بھی روح انہی اپنی صفات اور لوازمات سے متصف رہتی ہے جو اس کو دنیا میں حاصل تھے، جب ایک عام انسان کی روح کا یہ حال ہے تو نبی کریم ﷺ کی روح اقدس تو وصف نبوت سے متصف ہے، جسم اطہر میں حلول اور سریان کے بعد اسکی حالت کیوں دگرگوں ہوگی؟ محل اور جائے قیام کے بدلنے سے افعال بدلتے ہیں، لوازمات سلب ہوتے ہیں، اور نہ ان میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

ثالثاً۔ یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ جسد عنصری میں وہی روح کار فرما ہے، جو عالم ارواح میں تھی یا کوئی اور؟ اگر وہی کار فرما ہے تو اس سے وصف نبوت کا سلب کیوں؟ نبوت تو روح کی وساطت سے حقیقت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کا عرض لازم ہے۔

رابعاً، اگر جسد عنصری والی روح وصف نبوت سے عاری ہے تو جن علماء اور عرفاء نے آپ کی دائمی اور

استمراری نبوت کا قول کیا ہے اس کا مبنی کیا ہے؟ کیا وہ نہ سمجھ سکے کہ عالم ارواح والی نبوت عالم اجساد میں موثر ہے نہ موجود، آپ کی ولادت باسعادت کے وقت اور اس قبل کے خوارق عادات کو علامات نبوت بلکہ معجزات کہنے کی وجوہات؟ کیا ہیں؟

خلاصہ یہ ہے کہ نبوت آپ کی روح طیبہ طاہرہ کی صفت ہے، آپ کی روح انور، فقط تجرد کی صفت سے متصف نہیں بلکہ نبوت کی صفت سے بھی متصف ہے، روح طیبہ، طاہرہ عالم اجساد میں بھی انہی اوصاف سے متصف ہے جو روز ازل آپ ﷺ کو عطا کئے گئے تھے، لیکن چونکہ قانون خداوندی یہی ہے کہ چالیس سال کے بعد نبوت کا اعلان اور اظہار کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ عمر، مہارت، ذکاوت، متانت، اور متابعت کی ہے اس لئے اس عمر کا انتخاب کیا گیا ہے۔

چالیس سال کی تکمیل اعطاء نبوت، حصول نبوت کا ہدف نہیں، بلکہ نبوت کے اظہار، تبلیغ، دعوت کا وقت ہے، اس عنوان میں علمائے محققین کے اقوال پہلے نقل ہو چکے ہیں، موضوع بحث چالیس سال سے قبل نفس وجود نبوت ہے، تبلیغ اور دعوت نہیں کہ ان کے عدم کو عدم نبوت کی دلیل قرار دیا جائے، فرق صرف اتنا ہے کہ چالیس سال کی تکمیل پر قانون خداوندی کے تحت نبوت کا اعلان اور اظہار ہوا ہے، مقام اور جگہ کی تبدیلی سے افعال اور احکام تو بدل سکتے ہیں مگر حقیقت ماہیت اور لوازمات متغیر نہیں ہوتے، حقیقت محمدیہ کے ابراز اور اظہار کے معارف روح مقدسہ کی تخلیق اور اس کا وصف نبوت سے اتصاف اور استمرار آپ کے خواص اور لوازمات حقیقت مقدسہ ہیں جن میں کوئی تغیر اور تبدل واقع نہیں ہوا محل اور مقام کی تبدیلی خواص اور لوازمات کے سلب یا تبدیلی کو مستلزم نہیں ہوتی، تحقیقات نے لکھا کہ حجاب بشریت ہے اس میں کلام کیا جا رہا ہے کہ دوسرے حضرات میں ابدان کی تخلیق ماں باپ کے دونوں مادوں کی آمیزش سے ہوتی ہے، الخ، نبی کریم ﷺ کا لباس بشریت ماں، باپ دونوں کے مادہ تولید کی آمیزش سے تیار ہوا لہذا وہ نسبتاً کثیف تھا اس لئے اس کی کثافت کو بار بار کے شق صدر اور چلہ کشی وغیرہ کے ذریعے جب لطیف کر دیا گیا اور حقیقت نور یہ کا ہم رنگ تب یہ منصب آپ کو سونپا گیا۔

توضیحاً کہا جائے گا کہ محل کلام آپ کی نفس نبوت ہے جو کہ موہوبہ من جانب اللہ ہے اللہ اعلم حیث يجعل رسالتہ کا منطوق اور مدلول ہے، آپ ﷺ کی نبوت چلہ کشی یا ازالہء کثافت پر موقوف اور معلق نہیں، بلکہ روز اول سے ہی چلی آرہی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو عالم روحانیت اور عالم اجساد میں نبی بنایا گیا ہے اگر منصب نبوت کا موقعہ اور مقام کثافت کا ازالہ اور چلہ کشی ہوتا تو عالم ارواح میں آپ نبی نہ ہوتے، جبکہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عالم ارواح میں آپ بالفعل نبی تھے، عالم ارواح میں آپ ﷺ نہ جسم کثیف کے حامل ہیں اور نہ چلہ کشی کے بعد اس منصب پر فائز ہوئے ہیں، وہاں تو صرف آپ کی حقیقت نوریہ اور روح بوصف نبوت موجود ہے معلوم ہوا نبوت کی عطاء اور فیض رسانی ازالہء کثافت اور چلہ کشی پر موقوف اور معلق نہیں، اور نہ ہی یہ امور وصف نبوت کے مبادیات اور مقتضیات میں سے ہیں رسول اللہ ﷺ کی نبوت ایک مخصوص حال اور مخصوص لوازمات کی نبوت ہے، جس کو جعلی اور فرضی قواعد اور اصطلاحات کے تحت نہیں لایا جاسکتا،

تحقیقات نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہ نفع جبریل علیہ السلام کی وجہ سے آدھا بدن ملکی ہو گیا تھا ان میں حقیقت نوریہ پر طاری ہونے والا حجاب بالکل خفیف تھا لہذا ابتداء سے ہی نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد موجود تھی۔ (ایضاً)

رسول اللہ ﷺ کی بشریت کثیف ہے نہ مانع نبوت؟

توضیحاً کہا جائے گا کہ: تحقیقات کا یہ عندیہ ثابت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نورانیت پر چونکہ بشریت کا حجاب کثیف تھا اس لئے ان میں نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد موجود نہ تھی، یعنی آپ کی نورانیت پر بشریت کا غلبہ تھا،

یہ امر انتہائی تعجب انگیز اور خلاف فطرت ہے کہ جبریل علیہ السلام کا ایک نفع تو عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت بدل دے، رسالت اور نبوت کی اہلیت اور استعداد پیدا کرے، مگر جو ذات حقیقت اور ماہیت میں اللہ کا نور اور تجلی ہو اس میں نبوت اور رسالت کی اہلیت ہو نہ استعداد، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ”انا من

اللہ تعالیٰ والمؤمنون من فیض نوری“ (جواہر البحار: ج ۱، ص ۱۰۰، ج ۲، ص ۱۰۰)

آپ کا فرمان ہے: ”ان الله خلق نوری قبل ان یخلق آدم علیہ السلام باربعة عشر الف عام کما رواہ ابن القطان (جواهر البحار: ص ۳۳)

قرآن نے ارشاد فرمایا: ”مثل نورہ ای نور محمد ﷺ“ سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے کشکاة الایہ کے تحت فرمایا: ”لانه اول ما خلق الله من نورہ“ پھر فرمایا: ”انه ﷺ نور الحق من حیث الحقيقة“ پھر فرمایا: ”یتجدد له الوجود کل لمحۃ بالتجلی وهو نور محمد ﷺ“ پھر فرمایا: ”هو اول تجلی لله تعالیٰ فی العالم“ (جواهر البحار: ص ۳۳)

حدیث جابر میں ہے ”نور نیک من نورہ“ یہ تمام شواہد اس بات پر ہیں کہ آپ اللہ کا نور، اللہ تعالیٰ کی تجلی ہیں باقی ساری مخلوق آپ کے نور کا فیضان ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں زمانہ بچپن میں نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد کا سبب اور موجب جبریل علیہ السلام کی پھونک ہے افسوس جبریل سے کثافت کم ہو کر نورانیت اور استعداد پیدا کر سکتی ہے تو وہ ذات جو حقیقت میں اللہ کا نور اور اللہ کی تجلی ہے جس کے نور سے جبریل اور عیسیٰ علیہ السلام خود تخلیق کئے گئے وہ کثیف اور نبوت و رسالت کی اہل نہیں؟ اللہ کا نور اللہ تعالیٰ کی تجلی نبوت کی استعداد سے عاری ہے؟ اگر جبریل علیہ السلام کی پھونک سے عیسیٰ علیہ السلام آدھے نور ہو گئے نبوت اور رسالت کا کل ٹھہرے تو جو ذات مجسمہ نور ہے جس کی نوری حقیقت بھی اللہ کا نور ہے اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے اس میں کثافت کہاں؟ اور وہ نبوت اور رسالت کیلئے اہل نہیں؟ اللہ کا نور اور اللہ کی تجلی ہو کر استعداد و اہلیت سے محروم؟ یا للعجب .

اگر بشریت کا خول نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد کیلئے مانع تھا تو عیسیٰ علیہ السلام بھی پوری طرح نبوت اور رسالت کے اہل ہوئے نہ استعداد کامل کے مالک بلکہ وہ نصف، نصف تھے، آدھے بشر تھے اور آدھے روحانی تھے۔ (تحقیقات: ص: ۱۵۸)

تحقیقات کے مطابق نبی مکرم ﷺ کا لباس بشری ماں، باپ دونوں کے مادہ تولید کی آمیزش سے تیار ہوا لہذا وہ نسبتاً کثیف تھا، جب بار بار کے شق صدر اور چلہ کشی وغیرہ کے ذریعے لطیف ردیا لیا اور حقیقت نور یہ کارنگ تب یہ منصب آپ کو سونپا گیا۔ (ص: ۱۶۰)

توضیحا کہا جائے گا کہ: تحقیقات کے اس موقف پر کہ بشریت کثیف ہے اور کثافت مانع نبوت ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آدھے نبی اور آدھے رسول ہوئے آدھے نبی اور آدھے رسول کا وجود کسی زمانے میں نہیں پایا گیا جب آدھے رسول اور آدھے نبی ہوئے تو ان پر رسول کامل کے احکامات کیوں جاری ہوئے؟ جب کہ ان پر رسول کامل کے احکامات جاری ہوئے رسول کامل کی طرح وحی آئی، رسول کامل کی طرح ان پر کتاب نازل ہوئی اور رسول اکمل کی حیثیت سے آپ نے تبلیغ فرمائی تو ماننا پڑیگا کہ تحقیقات کا وضع کردہ یا نقل کردہ آدھے بشر اور آدھے روحانی تھے کا قول بصورت کلیہ غلط ہے کیوں کہ اس قول کی روشنی میں آپ کا نبی مکمل اور رسول کامل ہونا لازم آتا ہے نہ ثابت ہوتا ہے بلکہ نبوت اور رسالت کیلئے اہلیت اور استعداد من جانب اللہ ہے کثافت بشریت اور روحانیت کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں، بقول تحقیقات عیسیٰ علیہ السلام میں نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد ان کا آدھا روحانی اور نوری ہونا ہے اور وہ بھی جبریل علیہ السلام کی پیدا کردہ لیکن رسول اللہ ﷺ کی اہلیت اور استعداد نور اللہ اور من اللہ ہونیکے وجہ سے ہے، جس کے مسلولی اور ہم مرتبہ جبریل علیہ السلام ہیں،، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام،، رسول اللہ ﷺ بے شک لباس بشری میں ہیں مگر یہ لباس بشری کثافت کا موجب ہے نہ موجب اور نہ ہی نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد کے منافی ہے،، اگر لباس بشریت (صرف آپ ﷺ) کثیف اور کثافت کا محل اور موجب ہوتا تو آپ ﷺ کا سایہ ہوتا،، جب سایہ نہیں تو لباس بشریت نہ کثیف ہے اور نہ کثافت کا موجب اور موجب، اگر شق صدر کثافت کے ازالے کیلئے تھا تو جسم کثیف سے خون کیوں نہ نکلا؟ کیوں کہ مسلمہ اصول ہے کہ جسم کثیف کا سایہ ہے اگر انسانی جسم ہو تو اس کیلئے سایہ درد تکلیف اور خون ہے، شق صدر میں نہ درد ہوا نہ تکلیف، پورا پیٹ چیرا گیا دل کو نکال کر چیرا گیا دھویا گیا، نور نبوت رکھ کر مہر نورانی لگا کر سیا گیا، درد ہوا نہ خون نکلا،، یہ سارا عمل لباس بشری پر ہوا، مگر لباس بشری کا ایک جز بھی موجود اور متحقق نہ ہوا،، چار سال کی عمر شریف میں کیا جانے والا شق صدر کثافت کے ازالے کیلئے نہیں بلکہ عملاً نور نبوت کے رکھے جانے اور خود رسول اللہ ﷺ کو بتانے کیلئے ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں چنانچہ جسم اطہر پر ہونے والا سارا عمل آپ نے پچشم خود ملاحظہ

فرمایا،، اور پوری تفصیل سے بیان فرمایا،

ثانیاً: جب نور نبوت صغریٰ میں شق صدر کے ذریعے رکھ دیا گیا تو یہ کہنا قطعی غلط ہوگا کہ آپ کو نبوت چالیس سال کے بعد ملی ہے جسمانی نبوت تو چار سال کی عمر شریف میں موجود ہے اور مہر زدہ ہے چالیس سال کے بعد تو اس نبوت کو ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا اور مبعوث فرمایا گیا ہے۔

ثالثاً: اس عمر شریف میں شق صدر تو ثابت کر رہا ہے کہ بشریت تو ہے مگر نبوت کیلئے حجاب نہیں، بشریت ہے کثافت نہیں بشریت ہے مگر لوازمات بشریت درد کا ہونا، خون کا نکلنا موت کا واقع ہونا وغیرہ نہیں پائے گئے، اس عمر شریف کا شق صدر اس امر کی دلیل ہے کہ اگر آپ نبی نہ ہوتے تو شق صدر ہوتا نہ امور لازمہ بشریت کی آپ ﷺ سے نفی ہوتی،،

رابعاً: اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آدھے نورانی تھے اس لئے ان میں نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد موجود تھی لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام تو ایسے نہیں تھے وہ تو من کل الوجوہ بشر تھے اور لباس بشری میں تھے ان اوصاف کے ہوتے ہوئے ان میں نبوت اور رسالت کی اہلیت اور استعداد کہاں سے آئی؟ اور وہ کیوں نبی بنائے گئے؟ تعجب اس بات پر ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کامل بشر اور محل کثافت ہو کر کامل اور اکمل نبی بلکہ بالفعل نبی، کیونکہ بقول تحقیقات انہوں نے تبلیغ بھی فرمائی ہے،، (تحقیقات: ص: ۱۰۲)

لیکن جو ذات نور مجسم، نور اللہ اور اللہ تعالیٰ کی تجلی ہو، وہ کثیف ہو، نبوت کی اہلیت رکھتی ہو نہ استعداد کی مالک ہو؟، شفاء شریف اور مدارج النبوت کے حوالے سے پہلے آچکا ہے کہ جوں ہی آپ ﷺ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں پر آئے تو آپ کو چھینٹ آئی، اس کے جواب میں فرمایا الحمد للہ۔

جب بات کرنے کا وقت آیا تو آپ نے سب سے پہلے اللہ اکبر الخ فرمایا، بچوں کے ساتھ ہتھیلیاں کود میں کبھی شریک نہیں ہوئے بلکہ آپ فرماتے ہم لہو و لعب کیلئے پیدا نہیں کیے گئے، اس کی پوری تفصیل مدارج النبوت کے حوالے سے پہلے نقل ہو چکی ہے لیکن معلوم نہیں تحقیقات کی سوئی عدم تسلیم اہلیت اور استعداد اور انکار نبوت پر کیوں اٹکی ہوئی ہے؟

شق صدر از الہء کثافت کیلئے نہیں

تحقیقات نے: ص: ۱۶۰، پر تحریر کیا کہ بار، بار شق صدر سے آپ کے جسم کثیف (لباس بشری) کو لطیف کیا گیا اور جب یہ حقیقت نور یہ کے ہم رنگ ہوا تو منصب نبوت سونپا گیا،

توضیحاً کہا جائے گا کہ زمین کے جس مواد سے آپ کا جسد عنصری بنایا گیا، اس کی ہیت اور کثافت کو بیان کرتے ہوئے کعب الاحبار کی روایت سے محدث کبیر ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا: ”لما اراد الله ان يخلق محمدا ﷺ امر جبريل عليه السلام فاتاه بالقبضة البيضاء التي هي موضع قبر رسول الله ﷺ فعجنت بماء التسنيم فغمست في انهار الجنة، الخ“ (مرقات: ج ۱: ص ۱۰۰)

جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبریل علیہ السلام کو مٹی لانے کا حکم فرمایا جبریل علیہ السلام ایک سفید چمکدار مٹی کی مٹھلائے یہ سفید اور چمکدار مٹی اس جگہ سے لی گئی تھی جہاں رسول اللہ ﷺ کی قبر انور ہے اس مٹی کو آب تسنیم سے گوندھا گیا پھر جنت کی نہروں میں اس کو ڈبو یا گیا اولاً تو یہ مٹی تھی ہی البیضاء سفید، چمکدار پھر اسکی کثافت کو زائل کرنے کیلئے آب تسنیم سے گوندھا گیا اور جنت کی نہروں میں ڈبو ڈبو کر کثافت کو زائل کیا گیا، اور جب نوری حقیقت اور تجلی الہی کی متحمل ہوئی تو اس سے آپ کا جسد عنصری تیار کیا گیا، اس میں کثافت کہاں سے آگئی؟ اگر کثافت ہوتی تو نور الہی کا محل کیسے ٹھہرتی؟ شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ان الماء لما تموج رمی ذالك العنصر الشريف والزبد اللطيف والجوهر المنيف الى النواحي فوقعت جوهره النبی ﷺ الى ما يحاذی تربته بالمدينة“ (عوارف المعارف، جواہر البحار: ج ۱: ص ۱۰۰)

ترجمہ: طوفان نوح کا پانی موجزن ہوا تو آپ کا عنصر شریف (مٹی، قبضہ، بیضاء) مادہ لطیف اور جوہر منیف مدینہ کے اطراف میں بہا کر لے گیا جس کے نتیجہ میں نبی کریم ﷺ کا جوہر مادی آپ کی قبر انور کی جگہ پر پڑا، شیخ المشائخ نے آپ کے مادہ عنصری کو زبد لطیف، جوہر منیف فرمایا جس سے آپ کے

مادہ عنصری کا لطیف ترین ہونا ثابت ہوا، جب مادہ عنصری لطافت کی اس اوج کمال پر چمک رہا تھا تو کثیف نہ ہوا، مزید علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ان عنصرہ الشریف علیہ السلام کان فی محلہ یضیء الی وقت الطوفان“ (جواہر البحار: ج ۱، ص ۳۶۵)

ترجمہ: آپ ﷺ کا مادہ عنصریہ اپنی جگہ پر روشن اور تابندہ تھا اور یہ تابندگی طوفان نوح کے آنے تک بدستور اور بہ تسلسل موجود تھی، اگر کثیف ہوتا تو درخشاں اور تابندہ نہ ہوتا۔

مذکورہ بالا اقوال مبارکہ سے ثابت ہوا کہ آپ کا مادہ بشریت تخلیقی اور فطری طور پر لطیف اور مضی ہے، اس میں کثافت نام کی کوئی شے نہیں تاکہ شق صدر کے ذریعے اس کو زائل کر کے لطافت اور نورانیت کے ہم رنگ بنایا جائے، شق صدر جو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں چار سال کی عمر میں ہوا اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”آنکہ در اطفال دیگر از حسب مدعبت ولبو وعبث و دیگر حرکات ناشائستہ میباشد از دل مبارک ایشان دور کردہ شود“ (بحوالہ تحقیقات: ۱۲۲) دیگر بچوں میں کھیل کود فضولیت اور نازیبا حرکات کی محبت ہوتی ہے آپ کا شق صدر فرما کر ان باتوں کو آپ کے دل سے نکال باہر کیا گیا، لیکن غوث کبیر سید عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ نے فرمایا: اولہا عند حلیمۃ واستخرج منه حظ الشیطن وهو ما تقتضیہ الذات الترابیۃ من مخالفة الامر واتباع الهوی“ (جواہر البحار: ج ۱، ص ۳۶۵)

پہلی دفعہ شق صدر حلیمہ سعدیہ کے ہاں ہوا اور شیطانی وساوس کو قبول کر سکنے والا مادہ ہی آپ کے دل سے نکال باہر کیا گیا جو خاک کی مادہ کا مقتضی اور اثر ہوا کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت، اور خواہشات نفسانیہ کی اتباع کرنا، اس شق صدر کا مقصد آپ ﷺ کو شیطانی وساوس کے ورود، اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور خواہشات نفسانیہ کی اتباع سے محفوظ اور معصوم رکھنا تھا، یہ شق صدر آپ کی عصمت اور حفاظت کیلئے کیا گیا اور یہ اس لئے ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، نبی اظہار نبوت اور اعلان نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتا ہے اور نبوت کے اظہار اور اعلان کے بعد بھی، یہ شق صدر آپ کے لباس بشری سے کثافت کو دور اور زائل کرنے کیلئے نہیں کیا گیا، بلکہ یہ بتانے اور باور کرانے کیلئے کیا گیا ہے کہ آپ

اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں شق صدر کی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے، غوث کبیر نے فرمایا: ”وثنائها عند عشر سنين ونزع منه اصل الخواطر الردية“ اور دوسری دفعہ دس سال عمر شریف میں ہوا، اور اس شق صدر سے ردی اور فاسد خیالات کا اصل نکالا گیا،، یہ شق صدر ازالہ کثافت کیلئے نہیں ہوا بلکہ عصمت کی خاطر ہوا، جو آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے،،

” وثلثها عند النبوة “ (جواہر البحار: ج: ۳ ص: ۷۰۴)

اور تیسری بار نبوت کے وقت،،

اس کی حکمت یہ ہے کہ وحی کا نزول آپ کے قلب اطہر پر ہونا تھا، اس لئے آپ ﷺ کے دل اطہر کو شفاف اور طاقتور بنانے کیلئے شق صدر کیا گیا،، یہ شق صدر روح اقدس کی طاقت اور جلاء بڑھانے کیلئے کیا گیا اس میں ازالہ کثافت کا کوئی پہلو نہیں تاکہ یہ کہا جائے کہ لباس بشری کی کثافت کو لطافت میں بدلنے اور بالکل ختم کرنے کیلئے بار، بار شق صدر کیا گیا۔

غار حراء کی چلہ کشی ازالہ کثافت کیلئے نہ تھی

اسی طرح غار میں چلہ کش ہونا بھی ازالہ کثافت کیلئے نہ تھا بلکہ اخلاص اور للہیت کیلئے تھا، ابو عبد الملک البونی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ان بداء الوحي كان بالنية لان الله تعالى فطر محمدا ﷺ على التوحيد وبغض اليه الاوثان ووهب له اول اسباب النبوة وهي الرء ويا الصالحه فلما راي ذلك اخلص الى الله تعالى في ذلك فكان يتعبد بغار حراء فقبل الله عمله واتم له النعمة“ وحی کا آغاز نیت کی وجہ سے ہوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد کریم ﷺ کو فطری طور پر توحید کی معرفت بخشی اور اوثان و اصنام کے ساتھ بغض اور عداوت کو فطری طور پر آپ میں پیدا کیا، اور آپ کو نبوت کے اسباب میں سے پہلا سبب یعنی رویائے صالحہ عطا فرمایا،، جب آپ نے وہ سچے خواب دیکھے تو آپ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص اور مختص کر دیا، تب غار حراء میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس عمل کو شرف قبولیت بخشا، اور آپ کیلئے اپنے فضل و کرم سے اپنی نعمت (نبوت) کو مکمل فرمایا (تحقیقات: ص: ۲۰۴)

علامہ مہلب رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وحبب الیہ خلال الخیر ولزوم الوحدة فراراً من قرناء السوء فلما التزم ذلك اعطاه الله على قدر نيته ووهب له النبوة كما يقال الفواتح عنوان الخواتم“، اچھی عادات اور خصلتیں اور برے ساتھیوں سے فرار کی خاطر خلوت اور گوشہ نشینی کا التزام محبوب اور مرغوب ٹھہرایا، جب آپ نے ان امور کا التزام کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی نیت کے مطابق عطاؤں سے نوازا اور آپ کو نبوت عطا فرمائی جیسے کہا جاتا ہے آغاز انجام کا عنوان ہوتا ہے۔ (تحقیقات: ۲۰۵)

فتح الباری میں ہے: ”كانت مقدمة النبوة في حق النبي ﷺ الهجرة الى الله تعالى بالخلوة في غار حراء فناسب الافتتاح بحديث الهجرة“ نبی کریم ﷺ کے حق میں آپ کی نبوت کا مقدمہ اور سبب حصول تھا آپ کا اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرنا، یعنی غار حراء میں خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کرنا تو اس طرح بدء الوحی والے باب کی اس حدیث ہجرت کے ساتھ منسبت ثابت ہو گئی۔ (تحقیقات: ص ۲۰۶)

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”حب العزلة الیہ لان فیہا سکون القلب وہی معینۃ علی التفکر وبہا ینقطع عن ما لوفات البشر، ویخشع قلبہ وہی من جملة المقدمات التي ارهصت لنبوته وجعلت مبادی لظہورہا“ نبی محترم ﷺ کیسے عزالت اور گوشہ نشینی کو پسندیدہ اور مرغوب امر ٹھہرایا گیا، کیونکہ اس میں سکون قلب ہے اور یہ غور و فکر میں معاون ہوتی ہے اور اس کی بدولت انسانوں کو پسندیدہ اشیاء سے قطع تعلقی حاصل ہوتی ہے اور دل میں خشوع اور خضوع پیدا ہوتا ہے اور یہ مقدمات اور بنیادی امور میں سے ہے جو آپ کی نبوت کیسے بنیاد بنائے گئے تھے، اور اس کے ظہور کیلئے مبداء اور اساس بنائے گئے تھے، (تحقیقات: ص ۲۰۶، ۲۰۷)

مذکورہ یہ اقتباسات تحقیقات سے نقل کئے گئے ہیں اور ان کے نقل کرنے کا مقصد صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ غار حراء میں چلہ کشی اخلاص، توجہ الی اللہ سکون، قلب اور خشوع و خضوع کیلئے تھا، یہ چلہ کشی آپ کی نبوت کا مقدمہ اور ارباب صاِحِّہ کا بعد و سہرا مرتبہ تھا اور اسی خلوت نشینی پر

نبوت جیسی نعمت کا اتمام اور اکمال ہوا اس میں لباس بشریت کی کثافت کا ازالہ کہاں سے آگیا؟ غار حراء کا چلہ توجہ الی اللہ سکون قلب ہجرت الی اللہ خشوع و خضوع کے ماحول میں حصول نبوت کا سامان کرنا تھا، لباس بشری کو لطیف بنانا اور بشری کثافتوں کا خاتمہ نہ تھا، اگر بشری کثافتوں کا ازالہ یا خاتمہ مقصود ہوتا تو اس چلہ کشی میں نبوت جیسی نعمت عظمیٰ کی تکمیل کیوں کی جاتی؟ مزید رویائے صالحہ کا دیکھنا اگر اجزائے نبوت سے نہ ہوتا تو حسی طور پر جبریل علیہ السلام کو بھیج کر ظاہری نبوت کا اعلان اور اظہار کیوں کیا جاتا؟ خلاصہ یہ کہ غار حراء کی خلوت نشینی ازالہ کثافت کیسے نہیں تھی بلکہ نبوت کے عملی قیام اور اظہار اور تبلیغ کیلئے مقدمہ اور بنیاد تھی۔

چالیس سال کے بعد آپ نبی نہیں بنائے گئے بلکہ مبعوث فرمائے گئے ہیں تحقیقات نے لکھا کہ: امام برزنجی کے اس کلام حقیقت ترجمان سے بھی نبوت کا چالیس سال کے بعد حاصل ہونا واضح ہو گیا، (ص: ۲۱۴)

توضیحا کہا جائے گا کہ: امام بہیقی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ: عن داؤد بلفظ بعث لا ربیعین و وکل بہ اسرافیل ثلاث سنین ثم وکل بہ جبریل علیہ السلام“ (فتح الباری ج: ۱، ص: ۲۶، بحوالہ تحقیقات: ص: ۲۱۵)

ترجمہ: داؤد رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے کہ چالیس سال کی تکمیل پر آپ کو مبعوث فرمایا گیا، تین سال تک آپ کے مصاحب اسرافیل علیہ السلام رہے اور ان کے بعد جبریل علیہ السلام کو آپ کا مصاحب بنایا گیا، لیکن شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ”در جامع الاصول و کتاب الوفاء آوردہ کہ در ابتدائے نبوت سہ سال اسرافیل ملازم حضرت بود بعد ازاں، جبریل فرد آمد و وحی آورد“ (مدارج النبوت: ج: ۲، ص: ۳۳)

جامع الاصول اور کتاب الوفاء،، میں منقول اور مذکور ہے کہ ابتدائے نبوت کے تین سالوں تک حضرت اسرافیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے مصاحب رہے، (یعنی ہر وقت آپ کے ساتھ رہے) ان تین سالوں کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور وحی لائے،، شیخ محقق کے نقل فرمودہ اس کلام

سے ثابت ہوا کہ نبوت کا زمانہ جبریل علیہ السلام کے نزول اور ان کی آمد سے شروع نہیں ہوتا، بلکہ جبریل علیہ السلام کی آمد سے پہلے تین سال کا عرصہ بھی نبوت کا زمانہ ہے اور یہ عرصہ نبوت کا اس لئے ہے کہ آپ ﷺ نزول وحی اور نزول قرآن سے قبل بھی نبی ہیں اسی لئے اسرائیل علیہ السلام ملکی رسول آپ کے ملازم اور مصاحب ہیں، ان تین سالوں میں قرآن مجید کا ایک کلمہ بھی نازل نہیں ہوا، شیخ محقق رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ”صاحب سفر السعادت گفتہ کہ از ہفت سالگی باز حضرت اسرائیل فرمان داد کہ بملازمت وے قیام نماید پس اسرائیل ہمیشہ قرین وے می بود تا سال یازدہم تمام کرد، پنج سخن نے کرد مگر یک کلمہ، و دو کلمہ و پنجین در میکائیل نیز گفتہ“ (ایضاً) سفر السعادت کے مصنف نے فرمایا ہے کہ سات سال تک اسرائیل علیہ السلام کو حکم بخشا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے مصاحب رہیں، پھر حکم ہوا کہ گیارہ سال تک آپ ﷺ کی مصاحبت اور ملازمت میں رہیں، اسرائیل علیہ السلام آپ کو ایک کلمہ یا دو کلمے سکھاتے رہے،

اسی طرح میکائیل علیہ السلام کے بارے میں بھی روایت کیا گیا ہے،

شیخ محقق علیہ الرحمہ کا یہ اقتباس اور صاحب سفر السعادت کا یہ کلام ثابت اور واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ روز ولادت سے ہی نبی ہیں، اور آپ کی تعلیم و تربیت کیلئے حضرت اسرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو ملازم اور مصاحب کی حیثیت سے آپ کیلئے مامور فرمایا گیا، اگر آپ نبی نہ ہوتے تو ان جلیل القدر ملکی رسولوں کو آپ کی تعلیمی اور تربیتی خدمات پر کیوں مامور فرمایا جاتا، مزید اگر آپ نبی نہ ہوتے تو آپ کی تعلیم اور تربیت کا اہتمام کیوں کیا جاتا، اور جلیل القدر فرشتوں کو آپ کی خدمت میں ہمہ اوقات حاضری کیلئے پابند کیوں کیا جاتا؟ شیخ محقق رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ”آنگاہ جبریل رو فرمان شد تا ملازمت وے نماید پست و نہ سال بطریق مرافقت و متانت ملازم بوسے بود، لیکن بروے ظاہر میشد و وحی نے گزارد، و گذاردن وحی کار اوست“ (مدارج النبوت: ج ۲: ص ۳۳) ترجمہ: گیارہ سال کی تکمیل پر جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ آپ ﷺ کا ملازم اور مصاحب رہے وہ انتیس سال تک دوستانہ اور مودبانہ ماحول میں آپ کے ملازم اور مصاحب رہے جبریل علیہ السلام آپ ﷺ پر اظہار

فرماتے تھے مگر وحی نازل نہیں کرتے تھے جبکہ وحی لانا ان کا ہی کام ہے،،

معلوم ہوا اگر آپ نبی نہ ہوتے تو یہ اولوالعزم ملائکہ آپ کے ملازم اور مصاحب نہ ہوتے اور نہ ان جلیل القدر رسولوں کو آپ کی معیت مصاحبت اور ملازمت میں رکھا جاتا، بالخصوص حضرت جبریل علیہ السلام کا انتیس سال تک خدمت اقدس میں حاضر رہنا رسول اللہ ﷺ کے سامنے آنا ظاہر ہونا وغیرہ واقعات پر یہ روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روز ولادت سے نبی ہیں چالیس سال کے بعد آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ مبعوث فرمایا گیا ہے، جس کا مفاد دعوت تو حید، تبلیغ احکام اور اظہار نبوت ہے،، محدث شہیر امام ابن حجر مکی پتہ رحمہ اللہ نے فرمایا ثم لما بلغ ﷺ اربعین سنة ارسله الله تعالى رحمة للعالمين ورسولا الى كافة الخلق اجمعين “

(جواہر البحار: ج ۱: ص ۱۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اور ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا، اس قول سے ثابت ہوا کہ چالیس سال کے بعد آپ کی بعثت ہوئی ہے اور بحیثیت رسول کافہ کے ہوئی ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
امام ابن حجر مکی پتہ رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ومن جملة ما راہ بحیرا تظليل غمامة بيضاء له وانه نزل تحت شجرة فاسترخت اغصانها عليه تظليله، ثم لما بلغ ﷺ عشرين سنة عاد الى الشام في تجارة ومعه ابوبكر فسال بحيرا عنه فاقسم له انه نبي “ (جواہر البحار: ج ۱: ص ۱۶)

جملہ خوارق عادات میں بحیرا راہب نے ایک امر معجزیہ بھی دیکھا کہ سفید رنگ کا بادل آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھا اور آپ ایک شجر کے نیچے تشریف فرما ہوئے تو اس کی تمام ٹہنیاں آپ پر جھک گئیں اور آپ پر سایہ کرنے لگیں، پھر جب آپ بیس سال کے ہوئے تجارت کی غرض سے پھر شام کی طرف آئے اس دفعہ ابوبکر صدیق آپ کے ہمراہ تھے، ابوبکر صدیق نے بحیرا راہب سے آپ کے بارے میں پوچھا تو بحیرا راہب نے قسم کھا کر کہا کہ بے شک وہ نبی ہیں،، بحیرا راہب نے پہلے خوارق عادات

(معجزات) کو دیکھا اور پھر قسم کھا کر کہا کہ یہ نبی ہیں اگر اس وقت آپ نبی نہ تھے تو معجزات کا ظہور ہوتا نہ
بجیر اراہب قسم کھا کر آپ کے نبی ہونے کا اعلان کرتا،، بجیر اراہب کا کلام جملہ اسمیہ موکد بہ قسم ہے فعل
مضارع اخبار عن مستقبل کی صورت میں نہیں۔ جیسا کہ تحقیقات نے سمجھا اور تحریر کیا ہے،،

آپ ﷺ بالقدرة نبی نہیں تھے آپ کی نبوت متحقق فی الخارج تھی اگرچہ
بالفعل نہ تھی،،

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ”قال سعيد بن جبیر المراد بالنور الثاني هنا محمد ﷺ
وقوله تعالى مثل نوره ای نور محمد ﷺ ثم قال مثل نور محمد ﷺ اذ كان
مستودعا في الاصلاب كمشكاة صفتها كذا و اراد بالمصباح قلبه وبالزجاجة صدره
ای كانه كوكب دري لما فيه الايمان والحكمة يوقد من شجرة مباركة ای من نور
ابراهيم عليه السلام مظهر او نسلا ودعوة ف ضرب المثل بالشجرة المباركة وقوله
يكاد زيتها يضيء ای تكاد نبوة محمد ﷺ تبين للناس قبل كلامه وظهرت انواع
معجزاته دعوته ونور وجوده قبل وجوده“ (شفاء شريف: جواهر البحار
ج: ١٠ ص: ١١١)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا، دوسرے نور سے مراد اس مقام پر محمد ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے
فرمان مثل نوره سے مراد نور محمد ﷺ ہے پھر کہا نور محمد کی مثال جب اصلااب اور پشتوں میں ودیعت رکھا
گیا تھا مشکوٰۃ کی طرح تھا جس کی شان یہ ہے مصباح سے مراد دل اور زجاجة سے مراد آپ کا سینہ اقدس
ہے گویا وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے کیونکہ سینہ اور دل اقدس ایمان اور حکمت سے لبریز ہے، جس دل کو
شجرہ مبارکہ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے نور سے روشن اور درخشاں کیا گیا ہے یہ نور ابراہیم کے نور کا مظہر
، ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور دعا ہے جس کی شجرہ مبارکہ سے مثال دی گئی ہے اور ارشاد باری تعالیٰ
یکاد زيتها يضيء سے مراد یہ ہے کہ محمد ﷺ کی نبوت اس قدر درخشاں اور بلندی پر ہے کہ آپ کے

اعلان نبوت سے قبل لوگوں کے سامنے ظاہر ہونی کی قوت رکھتی ہے اور آپ کے گونا گوں معجزات کی حالت یہ ہے کہ دعویٰ نبوت سے پہلے ہی ظاہر ہونے کی کیفیت میں ہیں اور آپ کے وجود کا نور آپ کی موجودگی سے قبل ظاہر ہو جانے کی طاقت رکھتا ہے،

یہ آیہ کریمہ اس بات پر برہان قاطع ہے کہ آپ ﷺ اعلان نبوت سے قبل بھی نبی تھے اور نبی ہونے کی بناء پر آپ کا سینہ اور قلب اطہر ایمان اور حکمت سے لبریز تھے اور نبی ہونے کے ناطے ہر قسم کے معجزہ کے اظہار پر قادر تھے اگر نبی نہ ہوتے تو قلب و صدر ایمان اور حکمت سے کیوں لبریز ہوتے؟ اگر نبی نہ ہوتے تو ادعائے نبوت سے قبل آپ گونا گوں معجزات دکھانے کی صلاحیت اور قدرت کیوں رکھتے:

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”الأتري ان الانبياء لما فاقت قوتهم واشتعلت قريحتهم بحيث يكاد زيتها يضيء ولولم تمسه ناراً رسل اليهم الملائكة، ومن كان منهم اعلی رتبة كلمه بلا واسطة كما كلم موسى عليه السلام في الميقات ومحمد ﷺ ليلة المعراج“ (بیضاوی زیر آیت انی جاعل فی الارض خلیفة)

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب انبیاء کرام کی روحانی اور جسمانی قوت فائق ہوئی اور ان کی فطرت اور طبیعت شعلہ نور بن گئی اور اس حد تک مشعل نور ہوئی کہ اس میں جلنے والا زیتون از خود روشن ہو گیا اگرچہ اس کو آگ نے نہ چھوا تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ملائکہ کو بھیجا، اور جو ان میں سے برتر مرتبہ والے تھے ان سے براہ راست کلام فرمایا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ میقات میں کلام فرمایا، اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شب معراج میں بلا واسطہ کلام فرمایا:

تحقیقات نے لکھا کہ: بالقوة اور بالفعل کی تقسیم کے بارے میں جلیل القدر مفسر امام بیضاوی علیہ الرحمہ کا نقطہ نظر بھی ملاحظہ ہو (ص: ۳۷۴) تحقیقات نے علامہ بیضاوی علیہ الرحمہ کا مذکورہ بالا کلام اس ثبوت میں نقل کیا ہے کہ انبیاء کرام نزول وحی سے قبل بالقوة نبی ہوتے ہیں اور اعلان نبوت کے بعد بالفعل نبی ہوتے ہیں،

توضیحاً کہا جائے گا کہ بالقوة کی اصطلاح نبوت کے عنوان میں غلط ہے پہلے اس پر گفتگو ہو چکی ہے کہ

نبوت امر موبوب من اللہ ہے اس میں کسب و عمل کا کوئی دخل نہیں جبکہ بالقوة کی صفت میں افراد کثیرہ متصف اور مشارک ہوتے ہیں کسی بھی فرد کیلئے وجہ امتیاز اور سبب ترجیح نہیں ہوتی، ترجیح اس وقت ہوتی ہے جب بالقوة کی صفت کو رد و عمل لایا جائے، رد و عمل لانے سے قبل یہ وصف بطریق مساوات مگر بصورت ابہام افراد کثیرہ کیلئے ثابت ہوتا ہے مگر بالقوة کی اصطلاح اور اطلاق انبیاء کرام پر قطعی غلط ہے اس لئے کہ انبیاء کی نبوت انبیاء کیلئے ازل سے ثابت ممیز اور مخصوص ہے اور موبوبہ من اللہ ہے جس میں انبیاء کرام کے علاوہ کوئی فرد بشر مشارک نہیں اور نہ فعلی اور عملی طور پر نبوت کو حاصل کرنے کی طاقت رکھتا ہے اصطلاحی معنوی اور حکمی انفرادیت کے باوجود نبوت کے منصب کو بالقوة اور بالفعل کی صفت سے موصوف اور ان میں تقسیم کرنا خطائے فاحش ہے۔ (فتفکر)

مزید اگر نبوت کو بالقوة اور بالفعل کے مفروضات اور مختصرات میں منحصر کر دیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو بعد از وفات باقی اور ساری ہے اس کا سلب اور نفی لازم آتی ہے کیونکہ احکام، وقی اور خود حاضری کے انقطاع سے نبوت عملی اور نبوت بالفعل نہیں لہذا نبوت بالقوة اور نبوت بالفعل کا قول بنیادی طور پر غلط اور بے اصل ہے۔

جبکہ بالفعل کی صفت سے متصف ہونے والے افراد ممتاز، منفرد اور مخصوص ہوتے ہیں، جیسے کتابت، علم، اور دیگر فنون لطیفہ وغیرہ میں افراد کثیرہ بالقوة کے وصف میں با امتیاز داخل شامل اور متصف ہیں،،

ثانیاً: نبوت کا منصب کس کو ازاں کیا جائے گا؟ اس کا علم اور اس بارے مشیت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مختص ہے جبکہ بالقوة کی صفت کا علم مخلوق میں ہر کس و نا کس کو ہوتا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ کتابت کا ہنر اور علم جو چاہے سیکھ سکتا ہے مختصر یہ کہ بالقوة نبوت کے قول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خاصہ، امر عام اور مخصوص کی نفی اور سلب لازم آتا ہے جو باطل ہے کیونکہ منصوصات اور تصریحات کے معارض ہے۔

ثالثاً: بالقوة کی صفت میں افراد کثیرہ کی شرکت جائز بلکہ امر واقع ہے جبکہ نبوت میں فرد واحد حقیقی کے علاوہ شرکت غیرے ممنوع اور محال ہے، لہذا نبوت بالقوة میں اجتماع منافات اور تضادات لازم آتے ہیں جو بھی محال ہے،،

رابعاً: علامہ بیضاوی نے: ”نبوت کو دو حصوں میں تقسیم فرما کر بالقوة کے کلیہ کو توڑ دیا ہے اور فرمایا ہے: ”ومن كان منهم اعلی رتبة كلمه بلا واسطة كما كلمه موسى عليه السلام في الميقات ومحمد ﷺ ليلة المعراج“ یعنی بالقوة کا کلیہ علی سبیل الفرض دوسرے انبیاء کیلئے تو ہو سکتا ہے لیکن چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور سید العالمین ﷺ سے بلا واسطہ براہ راست کلام فرمایا ہے اس لئے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ کا وضع کردہ بالقوة اور بالفعل کا کلیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سید الانبیاء ﷺ پر منطبق ہوتا ہے نہ صادق آتا ہے استثناء ختم۔ سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جزی حقیقی کی صورت میں ممتاز اور منفرد ہو گئے، لہذا ان کی حد تک بالقوة نبی ہونے کا حکم ساقط اور غیر موثر ہے۔

خامساً: جب علامہ بیضاوی کے کلام سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مرتبہ علیاء اور درجہ رفیعہ کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کلیہ سے استثناء حاصل ہے تو اب یہ دیکھنا پڑے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں افضل کون ہے؟ یہ امر مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور پر نور ﷺ سے بلا واسطہ اور براہ راست کلام فرمایا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام سے میقات یعنی کوہ طور پر اور رسول اللہ ﷺ سے شب معراج یعنی لامکاں میں۔

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے ”من كان منهم اعلی رتبة كلمة الله بلا واسطة الخ“ سے یہ واضح کر دیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور پر نور ﷺ کا مقام اور مرتبہ دیگر انبیائے کرام سے بلند تر ہے کیونکہ انہیں بلا واسطہ شرف ہمکلامی حاصل ہے اسی شرف ہمکلامی نے ہر دو کو مخصوص اور ممتاز فرما کر جزی حقیقی بنادیا، مگر دیگر انبیاء کرام کی شرکت ممنوع بنادی، جس سے بالقوة نبوت کا قول باطل ہو گیا ورنہ علامہ بیضاوی کا قول مبنی بر تضاد ہو کر غیر موثر ہوگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انفرادیت اور رسول اللہ ﷺ کی رفعت مکاں کی علت شرف ہمکلامی ہے جو ہر دو کیلئے خاصہ لازمہ منفردہ پینہ ہے لیکن یہ خاصہ بھی افراد موصوفہ کے لحاظ سے مختلف ہے،، حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے جائے کلام میقات اور

شرف ہمکلامی بلا رویت ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کیلئے بدوں مکانیت اور برومیہ ہے اس لحاظ سے یہ خاصہ آپ ﷺ کو بصورت بلند مرتبت جزیت حقیقیہ حاصل ہے، جس میں کوئی نبی اور رسول مشارک نہیں، لہذا آپ کی نبوت کو بالقوة نبوت کہنا علامہ بیضاوی کے کلام کی روشنی میں بھی باطل ہے،، مزید علامہ بیضاوی کا کلام ”الاتری ان الانبیاء لمافقت قوتہم واشتعلت قریحتہم یکاد ذیتہا یضیء ولولم تمسہ نار ارسل الیہم الملائکة“ ثابت کرتا ہے کہ انبیاء کرام کی نبوت خارج اور نفس الامر میں یکاد ذیتہا کے ارفع وصف سے متصف تھی بالقوة کے وصف عام اور غیر موجود فی الخارج نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا شرف بے مثال اور عظمت لازوال ہے لیکن اس اعتبار سے بھی آپ ﷺ کا مقام اور مرتبہ موسیٰ علیہ السلام سے بلند و بالا ہے کیونکہ کہاں میقات اور کہاں لامکاں؟ پردہ والی گفتگو، بے پردہ اور بے حجاب والی گفتگو سے کس طرح مساوی ہو سکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ کا مقام و مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبہ سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہوتے تو ان کیلئے بھی میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہوتا،، جب آپ کا مقام اور مرتبہ تمام انبیاء اور رسولوں سے بلند ہے تو بالقوة نبوت کے تحت آپ کی نبوت ہوگی نہ رسالت۔

تو گویا آپ کا نبی الانبیاء ہونا لامکاں میں بدوں واسطہ کلام کرنا ذات باری تعالیٰ کا بلا حجاب سر کی آنکھوں سے دیدار کرنا وہ خواص لازمہ بینہ ہیں جو آپ کی نبوت اور رسالت کی انفرادیت پر مہر تصدیق ثبت کر کے آپ کی نبوت کو نبوت بالقوة کے عموم میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، لامکاں میں ہم کلام ہونا اور ذات باری تعالیٰ کا سر کی آنکھوں سے دیدار کرنا امور حقیقیہ، خارجیہ ہیں جب کہ بالقوة کا وصف غیر متحقق فی الخارج ہے، بالفعل کی قوت سے معرض وجود میں لایا جاتا ہے، علامہ ناصر السلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فحقیقة المصطفیٰ كانت قبل خلق آدم متہیة لنبوة فاتاها اللہ ذالک الوصف وافاض علیہا تلك الانوار فصار نبیاً، وکتب اسمہ علی العرش واخبر عنه بالرسالة“

لتعلم الملائكة وغيرهم كرامته عند ربه فحقيقته موجودة من ذلك الوقت وان تاخر جسده الشريف المتصف بها“ (جواهر البحار : ج ١٠ ص ١٠٠)

ترجمہ: مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت مقدسہ کو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل نبوت کے اہل بنادیا گیا تھا، یعنی حقیقت محمدیہ نبوت کی استعداد اور اہلیت رکھتی تھی، اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمدیہ کو نبوت عطا فرمائی اور اس حقیقت پر انوار و تجلیات کی برسات فرمائی، پس آپ نبی ہوئے یعنی آپ کو بالفعل نبی بنایا گیا، اور آپ کا اسم گرامی عرش پر لکھا گیا اور آپ کی رسالت کی خبر دی گئی تاکہ ملائکہ اور دیگر نوری مخلوق کو آپ کا جو مقام اور مرتبہ اللہ کے ہاں ہے اس کا علم ہو جائے (یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد ان کا مقام و مرتبہ ہے اور آپ ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں) آپ کی حقیقت اس وقت سے اس وصف نبوت اور رسالت سے متصف چلی آرہی ہے اگرچہ جسم اقدس اس نبوت اور رسالت سے اتصاف میں متاخر ہے یعنی چالیس کے بعد اس نبوت کے اظہار کا حکم دیا گیا ہے۔

علامہ ناصر سلاوی رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اپنے وجود حقیقی کے لحاظ سے مخلوق اول ہیں اور نبوت کا تعلق حقیقت مقدسہ کے ساتھ ہے، آپ کا وجود حقیقی تخلیقی اور فطری طور پر نبوت اور رسالت کا محل اور موصوف ہے اسی لئے استعداد اور اہلیت رکھتا ہے وجود حقیقی کی تخلیق پر ہی آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا،

عرش اعظم پر آپ کا نام لکھ کر آپ کی نبوت اور رسالت کو عالم بالا کی مخلوق میں مشتہر کیا گیا آپ کی حقیقت مقدسہ اس وقت سے نبوت اور رسالت سے متصف چلی آرہی ہے اگرچہ آپ کے جسم اطہر کو ظہور قدسی ہونے پر تاخیر سے وصف نبوت سے متصف کیا گیا کیونکہ عالم دنیا میں نبی اور رسول کی بعثت کا مقصد انسانوں کو رشد و ہدایت کی تعلیم دینا صراط مستقیم دکھانا، اور توحید باری تعالیٰ سے روشناس کرانا ہے لیکن ان امور کا معرض وجود میں لانا پختہ عمر، پختہ ذہن، فہم مستقیم کا متقاضی ہے، قانون قدرت کے تحت جس کی حد چالیس سال کی عمر ہے اس عمر کی تکمیل پر آپ ﷺ کو عملی اور فعلی طور پر نبی بنایا گیا، نہ یہ کہ اس عمر میں آپ کو نبوت دی گئی، آپ کی حقیقت مقدسہ وہی ہے جو تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل وجود

پذیر ہو کر وصف نبوت سے متصف ہو کر مشتہر ہوئی، جب حقیقت محمدیہ وہی ہے تو نبوت بھی وہی ہے یہ نبوت خاصہ ہے جو آپ کیلئے مختص ہے، دوسرا کوئی نبی اور کوئی رسول آپ کے ساتھ اس میں مساوی ہے نہ مشارک، تو آپ کے بالقوۃ نبی ہونے کا قول کہاں سے آگیا؟

علامہ ناصر سلاوی کا قول آپ کی دائمی استمراری نبوت کی واضح دلیل ہے، کیونکہ علامہ نے جسمانی اتصاف کو متاخر فرمایا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو چالیس سال کے بعد نبوت نہیں دی گئی بلکہ چالیس سال کی تکمیل پر نبوت اور رسالت کے اظہار اعلان اور دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے، اتصاف میں تاخیر و جودشیء کو مستلزم ہوتا ہے عدم شیء کو نہیں جب یہ امر محقق اور ثابت ہے کہ آپ کی حقیقت نور یہ اور روح مبارکہ اول الامر سے ہی وصف نبوت سے متصف ہیں تو چالیس سال کی تاخیر سے اتصاف کا مقصد؟ جبکہ چالیس سال کی عمر شریف سے قبل نبوت کے دلائل آثار اور خوارق کثرت سے پائے گئے ہیں تو تسلیم کرنا ہوگا کہ چالیس سال کی تکمیل پر آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ بحیثیت نبی رسول مبعوث فرما کر نبوت کے اظہار دعوت تو حید اور تبلیغ احکام کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

بالقوۃ اور بالفعل کا قول انکار نبوت کو مستلزم ہے محالات شرعیہ کا موجب ہے
جسکی توضیح درج ذیل ہے

بالقوۃ، بالفعل کا تعلق اتصاف اور لزوم، خاصہ سے ہے خاصہ کلی خارجی ہے نہ شیء یعنی مختص بہا کی ماہیت کا عین ہے نہ ماہیت کی جز، خارج عن الماہیت ہو کر متحدۃ الحقیقت افراد پر اطلاق ہوتا ہے مختلفۃ الحقیقت افراد کیلئے اس کا اتصاف اور تعلق ممنوع اور محال اصطلاحی عرفی ہے، جیسے کتابت انسان کا خاصہ ہے جس کا اطلاق زید، عمرو، بکرو وغیرہ تمام افراد انسانی پر بطریق مساوات اور تواطو ہوتا ہے اسی اشتمال عام کی وجہ سے اس کا نام خاصہ شاملہ ہے، ارباب فن نے اس کی مثال کاتب بالقوۃ سے پیش کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اسی وجہ سے ہر انسان کاتب بالقوۃ ہے اگر نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ کہا جائے عندیہ رکھا جائے کہ نبی کریم ﷺ چالیس سال سے قبل یا اعلان نبوت، یا نزول وحی سے قبل، بالقوۃ نبی تھے تو اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں: (۱) کہ ہر فرد انسان بلا امتیاز اور بدوں تمیز نبوت بالقوۃ کا حامل اور

اس سے متصف ہو، کیونکہ یہ خاصہ شاملہ برائے افراد انسانی ہے اور یہ خاصہ لازمہ ہے کیونکہ اس کا انفکاک ماہیت انسانیہ اور اس کے افراد سے محال ہے انسان کے علاوہ نبوت اور کسی بھی ماہیت اور اس کے افراد کا خاصہ نہیں ہے خاصہ اپنی تعریف، اپنے عنوان میں معروض واحد کو قبول کرتا ہے ”ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ“ یہ اس خاصہ کا فطری تقاضا ہے کتابت بالقوة نے افراد انسانی کو اپنے مفہوم کلی، اور اطلاق عام میں شامل کر کے رسول اللہ ﷺ کی نبوت خاصہ منفردہ کا مقام اور امتیاز سلب کر لیا ہے؟ جو انکار نبوت کے مترادف ہے،، اور اگر دیگر افراد انسانی سے کتابت بالقوة کے اختصاص کو سلب یا نفی کر کے رسول اللہ ﷺ کیلئے ہی نبوت کو مختص کر لیا جائے تو یہ بھی محال اصطلاحی عرفی ہے کیونکہ خاصہ کا ماہیت اور اس کے افراد سے انفکاک بوجہ لزوم محال ہے،،

(۲) رسول اللہ ﷺ کو ماہیت انسانیہ کے تحت لا کر، فرد انسانی قرار دے کر آپ کا نبی بالقوة ہونا اور قرار دینا محال شرعی ہے،، ابن جریر اور ابن کثیر رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے: ”وروی ان اللہ تعالیٰ لما خلق نور نبی محمد ﷺ واخرج منه انوار الانبیاء وکملہ بافاضة الکمالات والنبوة امرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء“ الخ،،

کلام علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ، بحوالہ جواہر البحار، ج: ۴، ص: ۲۰۰)

روایت ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے جب ہمارے نبی محمد ﷺ کا نور پیدا فرمایا اور اس نور مبارک سے انبیاء کرام کے انوار کو تخریج فرمایا، اور محمد ﷺ کے نور کو کمالات کے فیضان سے مکمل فرمایا، اور نبوت عطا فرمائی تو آپ کے نور معہ وصف نبوت کو حکم فرمایا کہ انبیاء کرام کے انوار مقدسہ کو ملاحظہ فرمائیں،،

علامہ سلاوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ”وہو مروی عن ابن عباس ایضا موقوف علیہما لفظا

ومرفوع، حکما“

علامہ سلاوی نے فرمایا یہ حدیث لفظا موقوف ہے مگر حکما مرفوع ہے ثابت ہوا آپ ﷺ کی نبوت کا محل اور موصوف، ماہیت انسانی نہیں بلکہ حقیقت نوری ہے اور نہ ہی فرد انسانی ہونے کے ناطے آپ کو پہلے

پیدا کیا گیا، اور اس کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا گیا ہے آپ کی نبوت تمام انبیاء کی نبوتوں سے پہلے معرض وجود میں آئی، اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف حدیث موتوف، حدیث مرفوع حکمی ہے اور دوسری طرف تحقیقات اور غلام محمد بندیا لوی شریقیوری کا ذاتی کلیہ اور ذاتی قول ہے حدیث کے مقابل تحقیقات اور بندیا لوی شریقیوری کا قول باطل ہے۔

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”واعلم انه لما تعلق ارادة الحق باليجاد الخلق ابراز الحقيقة الاحمدية من كمون الحضرة الاحدية فميزه بميم الامكان وجعله رحمة للعالمين وشرف به نوع الانسان بل جميع العالمين“ (جواهر البحار ج ١ ص ١٠٠)

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کی ایجاد سے متعلق ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو عالم اجساد میں لانے کا ارادہ فرمایا تو اپنی بارگاہ احدیت میں مخفی اور مستور حقیقت احمدیہ کو ظاہر فرمایا اور وصف امکان سے ممتاز فرما کر اس حقیقت احمدیہ کو تمام اجساد کیلئے رحمۃ للعالمین بنایا، یعنی درگاہ احدیت میں آپ کی پوشیدہ اور مستورہ حقیقت احمدیہ کو عالم امکان میں لا کر ظاہر فرمایا، اور اس حقیقت احمدیہ کو رحمۃ للعالمین بنایا، اس کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ”انا من الله والمؤمنون من فيض نوري“ (جواهر البحار ایضاً) جب آپ کی حقیقت اور ماہیت اللہ تعالیٰ کے نور کا عکس، پرتو اور تجلی ہے تو آپ ﷺ کو ماہیت انسانیہ کے تابع لا کر اس نبوت ازلیہ اولیہ پر منطقہ کا کلیہ بالقوة اور بالفعل جاری اور چسپاں کرنا غلط ہے اور احادیث مذکورہ بالا کے خلاف اعلان بغاوت ہے جو محال شرعی ہونے کے علاوہ انکار نبوت کو مستلزم ہے،

علامہ محقق ناصر الدین سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فحقيقة المصطفى كانت قبل خلق آدم متهيئة للنبوۃ فاتا الله ذلك الوصف وافاض عليها تلك الانوار وصار نبيا وكتب اسمه على العرش واخبر عنه بالرسالة لتعلم الملائكة وغيرهم كرامته عند ربه فحقيقته موجودة من ذلك الوقت“ (جواهر البحار ج ١ ص ١٠٠)

مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت مقدسہ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے نبوت کا اہل بنادیا گیا تھا اور اس وقت

(تخلیق آدم سے پہلے) آپ کو نبی بنادیا گیا تھا، اور آپ پر تو حید و رسالت کے انوار کا فیضان فرما کر نبی بنادیا گیا تھا، اور آپ کا نام عرش پر لکھا جا چکا تھا اور آپ کے رسول ہونے کی خبر دی جا چکی تھی تاکہ ملائکہ اور دوسری نوری مخلوق کو علم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا یہ مرتبہ ہے پس آپ کی حقیقت اس وقت موجود تھی، حقیقت انسانیہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی جبکہ رسول اللہ ﷺ کی حقیقت اور رسالت تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی اور آپ کا اسم مبارک رسالت کے وصف کے ساتھ یعنی محمد رسول اللہ کی صورت میں عرش اعظم پر تحریر فرما کر عالم نور میں آپ کی رسالت کو بھی مشتہر کیا گیا تھا تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل آپ کی حقیقت اور رسالت کو آج نبوت بالقوة اور نبوت بالفعل کے زیر حکم لانا کہاں کا علم اور کہاں کی دانش ہے؟

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”بل ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح وخلع عليها خلعة التشریف بالنبوة ای ثبت لها ذلك الوصف دون غيرها، الخ“
(جواہر البحار: ج ۳، ص ۲۵۷)

عالم ارواح میں آپ کی حقیقت جو اللہ تعالیٰ کے نور کا عکس، پرتو، اور تجلی ہے کے ظہور کے بعد آپ کی روح کو پیدا کیا گیا اور روح کو نبوت کا تاج پہنایا گیا گویا روح آدم علیہ السلام سے قبل آپ اپنی حقیقت احمدیہ، روح اقدس اور نبوت کا مجموعہ ہو کر محمد رسول اللہ تھے، عالم نور میں آپ کی نبوت اور رسالت حسی اور وجودی، طور پر موجود تھی، جب آپ کی نبوت حقیقت روز اول سے وجودی حسی طور پر موجود چلی آرہی ہے تو آپ کی نبوت کو بالقوة اور بالفعل کے مفروضوں سے ثابت کرنا دائرہ ایمان میں رہنے والے شخص کیلئے جائز ہے؟ ”فتفکر“

چالیس سال کے بعد آپ کو بالفعل نبی کہنا بھی باطل ہے کیونکہ یہ خاصہ غیر شاملہ ہے کتب منطق میں اس کی مثال کتابت بالفعل سے دی گئی ہے خاصہ غیر شاملہ کا انفکاک مختص بہا سے محال نہیں بلکہ جائز اور امر واقعی ہے اس لئے اس کا دوسرا نام عرض مفارق ہے جبکہ نبوت خاصہ لازمہ ہے ذات نبی سے اس کا زوال، انفکاک اور عدم، محال شرعی اور محال عقلی ہے لہذا نبوت بالفعل کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کیلئے نبوت عرض مفارق ہوگا، اور نبوت کا زوال، سلب، انفکاک یعنی عدم، امر واقعی اور جائز ہوگا یہ محال

شرعی ہے، رسول اللہ ﷺ روز ازل سے لے کر عرصہ محشر تک بہ تسلسل بدوں انقطاع نبی اور رسول ہیں، بالفعل نبی کہنے سے آپ سے نبوت کا انقطاع، سلب اور عدم جائز ہوگا جو محال شرعی ہے جس کا مسلمان تصور تک نہیں کر سکتا،،

ثانیاً: بالفعل نبی ماننے سے آپ کی نبوت کا دورانیہ صرف تیس سال تک ہوگا،، کیونکہ آپ کی ظاہری عملی اور بالفعل نبوت کا عرصہ حیات ظاہریہ تک ہے آپ کی عملی اور بالفعل نبوت، برزخی نبوت پر صادق نہیں آتی کیونکہ عالم برزخ میں احکام و وحی کا نزول ہے نہ دعوت و تبلیغ، باوجودیکہ آپ ﷺ نبی مرسل ہیں، بالفعل نبی کہنے سے برزخی نبوت کا انکار اور سلب لازم آتا ہے جو بھی محال شرعی ہے مومن اس کا بھولے سے تصور بھی نہیں کر سکتا بالقوة نبوت اور بالفعل نبوت کی اختراعات اور مفروضات نصوص قطعہ کے مغائر، متضاد اور مناقض ہو کر ابطال الابطال ہیں، اندریں مندرجات اور تفصیلات تحقیقات اور غلام محمد بندیا لوی شرچپوری کا رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو نبوت بالقوة اور نبوت بالفعل کے فرضی، شخصی اصولوں کے تحت لانا غلط ہے،، تامل حق التامل

ہر دو کو بنظر غائر ملاحظہ کر کے فکر ایمان و آخرت کرنی چاہیے۔

موصوف نے خود تحریر کیا کہ خاصہ دو قسم ہے: (۱) لازمہ (۲) مفارقہ

لازمہ: جیسے کتابت بالقوة

مفارقہ: جیسے کتابت بالفعل

خاصہ لازمہ مختص بہا کے مساوی ہوتا ہے خاصہ لازمہ انسان کے مساوی ہے جیسے ہر فرد انسانی کا بالقوة

کاتب ہونا ضروری ہے،، (تحقیقات: ص: ۳۱)

اس کلام سے ثابت ہوا کہ خاصہ لازمہ اور مختص بہا باہم مساوی ہونگے یعنی ان کے درمیان نسبت

تساوی ہوگی، اور ایک دوسرے پر اطلاق اور حمل جائز اور صادق ہوگا یعنی اصل اور عکس مستوی دونوں

صادق ہونگے۔

خاصہ لازمہ (کتابت بالقوة) کے مذکورہ بالا قاعدہ کی روشنی میں نبوت بالقوة خاصہ لازمہ ہے اور

مختص بہا کے مساوی ہے؟ مختص بہا انسان ہے کیونکہ انسان کے علاوہ کوئی مخلوق از قسم جنات اور ملائکہ نبی نہیں، جب نبوت بالقوۃ انسان کے مساوی ہوئی تو ہر فرد انسان کا بالقوۃ نبی ہونا ضروری ہوا، ورنہ خاصہ لازمہ نہ ہوگا، جب ہر فرد انسان بالقوۃ نبی ہوا تو رسول اللہ ﷺ کیلئے اس میں کیا امتیاز اور کیا اختصاص باقی رہا؟ ہر فرد انسان کی شرکت اور اس پر اطلاق نے آپ سے نبوت کی خصوصیت اور انفرادیت کو سلب کر لیا ہے، بحیثیت نبی بالقوۃ دیگر انسانوں اور آپ میں کیا فرق رہا؟ جبکہ آپ کی نبوت مختصہ، منفردہ اور جزی حقیقی کے حکم میں ہے، جس میں افراد کثیرہ کی شرکت محال ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے مثل نورہ الایۃ کے تحت فرمایا: ”ای تکاد نبوة محمد ﷺ تبين للناس قبل كلامه وظهرت انواع معجزاته دعوته ونور وجوده قبل وجوده“ (شفاء شریف، جواہر البحار: ج ۳: ص ۱۷۸، ۱۷۹) جب اعلان نبوت سے قبل آپ کی نبوت، معجزات کا ظہور، دعوت، توحید اور آپ کے وجود اقدس کے نور کا یہ حال ہے کہ ہر وصف نبوت عروج و کمال کو پہنچا ہوا ہے اور ہر وصف آپ کی ذات کریمہ میں بھرپور انداز میں موجود اور موجزن ہے آپ کی ذات نبوی میں موجود ہو کر بوساطت نور ذات متحقق ہے تو ایسی حالت اور ان صفات کی وجودی کیفیات کی موجودگی میں آپ کی نبوت کو نبوت بالقوۃ کا نام دینا کیسے اور کیوں درست ہے؟ قرآن کا اعلان تو یہ ہے کہ یکاد ذیتھا یضیء لولم تمسہ نار“ اگر یہ نبوت بالقوۃ ہے تو دیگر انبیاء کرام اور دیگر افراد انسانیت اس میں کیوں شریک نہیں؟ ان کی شرکت تو محال شرعی ہے کیونکہ مصباح سے مراد آپ کا قلب مقدس ہے، زجاجہ سے مراد آپ کا صدر شریف ہے جس میں ایمان اور حکمت کی بیکرانیاں موجزن ہیں شجرہ مبارکہ سے مراد، حضرت ابرہیم علیہ السلام ہیں، جب قرآن کے الفاظ اور ان کے معانی، اور تفاسیر شرکت غیرے کو محال شرعی قرار دیتے ہیں تو ان الفاظ اور ان معانی کو آپ کی نبوت بالقوۃ کی دلیل بنانا، اور اس پر اطلاق کرنا غلط بلکہ باطل ہے، قرآن حکیم کے تمام الفاظ اور ان کے مخصوص اور متعین معانی ثابت کرتے ہیں کہ جس طرح آپ کی ذات اقدس ساری کائنات میں جزی حقیقی ہے اسی طرح آپ کی نبوت بھی نبوات میں جزی حقیقی ہے بالقوۃ میں شرکت ضروریہ کے وجود سے پاک اور شفاف ہے۔

موصوف نے آگے تحریر کیا کہ عصمت نبوت اور رسالت کا خاصہ ہے خاصہ لازمہ بھی ہوتا ہے اور مفارقہ بھی ہوتا ہے عصمت انبیائے کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے مگر یہ عام ہے اور خاصہ ہے مگر یہ عام ہے اور خاصہ حقیقیہ نہیں بلکہ اضافیہ ہے ملائکہ بھی معصوم ہیں اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام بھی معصوم ہیں۔
(ص: ۳۱)

توضیحا کہا جائے گا اگر عصمت خاصہ انبیاء ہے مگر اضافیہ ہے تو پھر عرض عام ہوئی خاصہ نہ رہی، خاصہ تو ”ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ“ کا نام ہے خاصہ تب ہوتی جب اس کا مختص بہا فقط ملائکہ ہوتے یا صرف انبیائے کرام، جب عصمت ایک ہی معنی، ایک ہی وقت میں دو مختلفہ الحقیقت افراد میں پائی گئی تو خاصہ نہ رہی خاصہ کی تعریف میں ارباب فن نے فرمایا: ”الخاصة وهو الخارج المقول علی ماتحت حقيقة واحدة فقط“ صرف ایک ہی حقیقت کے تحت آنے والے افراد پر بولا جاتا ہے لیکن یہاں دو مختلف حقیقت کے حامل افراد پر عصمت کا اطلاق ہو رہا ہے اور یہ تعریف عرض عام کی ہے، کیونکہ عرض عام کی تعریف ”وهو الخارج المقول علیہا وعلی غیرہا“ کے الفاظ میں کی گئی ہے عصمت جب نبوت کا لازمہ ہے تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ مابیت نبوت کو لازم ہے یا افراد کو، جب یہ امر مسلمہ ہے کہ نبی، اعلان نبوت سے پہلے بھی واجب العصمتہ ہے اور بعد از اعلان بھی تو ثابت ہوا کہ عصمت عرض لازمہ للماہیۃ ہے، لیکن چونکہ مابیت نبوت مفہوم کلی ہے اس کا وجود اور تحقق افراد کے ضمن میں ہوگا، لہذا وجود عصمت افراد کو مستلزم ہوگا، جو معروض بہا ہیں، کیونکہ عرض کا قیام اور وجود معروض کے بغیر محال ہے لہذا غلام محمد بند یا لوی شریقیوری کا یہ کہنا کہ عصمت کے تحقق سے بالفعل نبوت کا تحقق تو کجا انسانیت کا تحقق بھی لازم نہیں آتا، غلط اور خلاف اصول ہے، عصمت کا تحقق انسان معہ وصف نبوت کو مستلزم ہے۔ تاہل حق التامل، بقول شریقیوری جب عصمت نبوت اور رسالت کا خاصہ ہے تو کیا خاصہ کا وجود اور تحقق مختص بہا کے وجود کے بغیر ممکن ہے؟ مختص بہا، انسان ہے جو وصف نبوت سے متصف ہے کیا عصمت کے تحقق پر انسان کا تحقق نہیں ہوگا؟ یہ کس دنیا کا اصول ہے کہ خاصہ، عرض لازم متحقق ہو اور اس کا معروض بہا اور مختص بہا معدوم اور منقش ہو.....

رسول اللہ ﷺ کے معجزات

معجزات کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ارباصات: جو اعلان نبوت سے قبل ظاہر ہو،

(۲) جوزمانہ نبوت میں ظاہر ہو

(۳) جو نبوت کے بعد ظاہر ہو اس کو کرامت ولی کہا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو یہ تینوں قسم کے معجزات حاصل ہیں، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: و معجزات آنحضرت ﷺ قسم است قسمی کہ پیش از نبوت ظہور یافتہ بود، و قسمی در زمان نبوت، و قسمی دیگر بعد از نبوت کہ کرامت اولیاء امت است، کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جو ظہور قدسی سے پہلے ظاہر ہوئی، اور دوسری قسم وہ ہے جو زمانہ نبوت میں ظہور پذیر ہوئی، اور تیسری قسم وہ ہے جو بعد از نبوت (یعنی دنیا میں ظہور قدسی سے قبل ظاہر ہونے والے معجزات کا نام ارباص ہے شیخ محقق رحمہ اللہ نے اس کی مثال واقعہ اصحاب یل، یعنی خانہ کعبہ پر ابرہہ کی جڑھائی کرنا پیش فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا: و ایس قصہ از معجزات آنحضرت ﷺ کہ پیش از نبوت ظاہر شد و ایس قسم از معجزات را ارباصات گویند کہ بمعنی تاسیس و بنیاد نہادن است“ (مدارج النبوت: ج: ۲: ص: ۸)

واقعہ اصحاب فیل رسول اللہ ﷺ کے معجزات سے ہے جس کا ظہور آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل ہوا، اور جو معجزات ظہور قدسی سے قبل رونما ہوئے ان کو ارباصات کہا جاتا ہے جس کا معنی بنیاد رکھنا ہے مزید فرمایا: ”و سایہ کردن ابر را بر آنحضرت نیز پیش از بعثت بود“ (مدارج النبوت: ج: ۲: ص: ۸)

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل بادل کا ٹکڑا آپ پر سایہ کیا کرتا تھا یہ بھی معجزہ ہے، شیخ رحمہ اللہ نے تاکیداً فرمایا: ”ازاں جملہ سایہ کردن ابر است مر آنحضرت را در گرمیء آفتاب“ (مدارج النبوت: ج: ۲: ص: ۱۱۶) اعلان نبوت سے قبل ظاہر ہونے والے معجزات سے بادل کے ٹکڑے کا آپ ﷺ پر سایہ کرنا بھی ہے، شیخ محقق رحمہ اللہ کا رسول اللہ ﷺ کے معجزات کو تین اقسام میں بیان فرمانا اور دو مثالیں پیش فرمانا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اعلان نبوت جو چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل پر ہوا اس سے قبل بھی

آپ نبی تھے، بلکہ دنیا میں تشریف آوری سے قبل بھی آپ نبی تھے، تمام مفسرین نے اصحاب فیل کے واقعہ کو آپ ﷺ کا معجزہ قرار دیا ہے، لیکن قبل از اظہار نبوت اور بعد از اعلان نبوت کے فرق کو واضح کرتے ہوئے ظہور قدسی اور اعلان نبوت سے قبل ظاہر ہونے والے معجزات کو ارباب صحت کہا ہے شیخ محقق رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کی ولادت طیبہ کے وقت ظہور ہونے والے واقعات اور خوارق عادات کی فہرست نقل فرمائی ہے اور ان کو معجزات فرمایا ہے ملاحظہ ہو: دور وقت ولادت شریف بتان ہمہ سر بگوں افتادند و جن اشعار خواندند، و برآمد از شکم مادر مختون و نظیف بے چرک و ناف بریدہ، و دور وقت ولادت ساجد و راکع نظر بجانب آسمان داشتہ و انگشت شہادت برداشتہ و دید مادر او کہ نورے از و برآمدہ کہ روشن شد بآں کو شکہائے شام، و می جلد مہد وے، بجہا بنیدن ملائکہ و تکلم کرد در مہد، و نوشتہ اند او را کہ خن میکرد بوے قمر در مہد و میل مے کرد بہر جانب کہ اشارت میکرد از اں جملہ سایہ کردن ابراست مر آنحضرت را در گرمی آفتاب“ مدارج النبوت: ج: ۱: ص: ۱۱۶)

ترجمہ: آپ کی ولادت شریفہ کے وقت، بتوں کا منہ کے بل گرنا اور جنات کا آپ کی مدح میں اشعار پڑھنا اور شکم مادر سے ختنہ شدہ اور پاک و صاف بغیر کسی آلائش کے تولد ہونا، ناف بریدہ ہونا پیدا ہوتے ہی رکوع اور سجود کرنا آسمان کی طرف نظر کئے ہوئے ہونا، شہادت کی انگلی کو اٹھائے ہوئے ہونا آپ کی والدہ ماجدہ سے ایک نور عظیم کا ظاہر ہونا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے آپ کے مہد کا ملائکہ کے حرکت دینے سے حرکت کرنا مہد میں کلام فرمانا، محدثین نے یہ لکھا ہے کہ مہد میں چاند کا آپ سے باتیں کرنا اور آپ کے اشارے پر ادھر ہی جھک جانا، اور ان معجزات سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ سورج کی گرمی میں بادل آپ پر سایہ کرتا تھا،، (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

شیخ محقق رحمہ اللہ نے بوقت ولادت شریفہ ستاروں کے حجرہ مبارکہ پر جھک آنے پر بحث کرتے ہوئے فرمایا: ”آنکہ تدلی نجوم و تساقط کو اکب و شہب واقع شدہ ہواں استدلال بلیل نتواں کرد زیرا کہ زمان نبوت و ولادت زمان ظہور خوارق عادات است پس تو اند کہ سقوط نجوم در نہار باشد“ (مدارج النبوت: ج: ۲: ص: ۱۵)

ترجمہ: نجوم کا نیچے آنا اور کواکب کا گرنا اور شہاب کا مارا جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت طیبہ رات کو ہوئی ہے اس لئے کہ یہ نبوت و ولادت کا زمانہ ہے جس میں خوارق عادات کا ظہور ہوا ہے پس ممکن ہے ستاروں کے گرنے کا واقعہ دن میں ہو، شیخ محقق رحمہ اللہ نے آپ کے ظہور ہوا ہے پس ممکن ہے ستاروں کے گرنے کا واقعہ دن میں ہو، شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا آپ کے ظہور قدسی اور ولادت طیبہ کے زمانے کو نبوت کا زمانہ قرار دیا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ سقوط، نجوم، تدلی نجوم، شہاب کا وقوع معجزات ہیں، جن کا وقوع دن میں بھی ممکن ہے،،

مندرجہ ان واقعات سے ثابت ہوا کہ یہ خوارق عادات (معجزات) ہیں، جو آپ کی ولادت مقدسہ سے قبل ولادت کے وقت، ولادت کے بعد کے اوقات، نبوت کے اوقات اور زمانہ ہیں، جن میں ظاہر ہونے والے خوارق عادات معجزات ہیں اسی لئے شیخ محقق رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کے معجزات کو تین اقسام میں بیان فرمایا ہے، شیخ محقق رحمہ اللہ نے اصحاب فیل کے واقعہ کو انفراداً، اختصاصاً معجزہ قرار دیا ہے جو آپ ﷺ کی ولادت سے چالیس یا پچاس روز قبل پیش آیا، اگر یہ واقعہ معجزہ ہے تو بتوں کا منہ کے بل گرنا ستاروں کا حجرہ شریفہ کے قریب آ جانا، آپ ﷺ کے ہمراہ نور عظیم کا نکلنا، والدہ ماجدہ کا اس نور عظیم کی روشنی میں ملک شام میں واقع محلات کو دیکھنا وغیرہ کیوں معجزات نہیں، یہ خوارق عادات تو عین ولادت شریفہ کے وقت ظہور پذیر ہوئے ہیں اور جو خوارق عادات بعد از ولادت مبارکہ ظہور میں آئے مثلاً بحالت رکوع اور سجدہ، مختون و مسرور تولد ہوتا، جسم اطہر کا نمونہ تطہیر و تقدیس ہونا تولد ہوتے ہی الحمد للہ کہنا بطریق اولیٰ معجزات ہیں اسی طرح پنگھوڑے کو فرشتوں کا حرکت دینا اور پنگھوڑے میں چاند کا آپ سے ہم کلام ہونا، اور آپ کی انگلی کے اشارے پر ادھر ہی جھک جانا، وغیرہ ایسے حسی آفاقی اور عظیم معجزات ہیں جن کا انکار کرنا ممکن نہیں، محدثین، مورخین نے بڑے احسن پیرائے اور آپ ﷺ کے خصوصی فضائل اور خصائص میں ان کا ذکر کیا ہے، اگر رسول اللہ ﷺ پیدا کنی طور پر نبی نہ ہوتے تو ان خوارق عادات کا ظہور معجزات کی صورت میں کیوں ہوتا؟ اور دنیا کے بے تاج بادشاہ اور برکتہ المصطفیٰ، علیہ التحیۃ والثناء الی یوم الحساب والجزاء ان خوارق عادات کو معجزات کا نام کیوں دیتے؟ علوم

و تحقیق کے حوالے سے تحقیقات کا مقام شیخ محقق رحمہ اللہ سے بلند ہے؟ مذکورہ بالا تحقیقات اور تفصیلات سے یہ ثابت اور معلوم ہوا کہ تحقیقات کا موقف، عقیدہ شیخ رحمہ اللہ کے قطعی مغائر ہے،

شیخ رحمہ اللہ کا عقیدہ آپ کے پیدائشی نبی ہونے کا ہے، جبکہ تحقیقات کے عقیدہ میں آپ کو چالیس سال کے بعد نبی بنایا گیا (مُؤیّدِ عِلْم)

شیخ محقق رحمہ اللہ کے عقیدے پر ایک زبردست دلیل: رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے ایک بالائی بزرگ کا نام الیاس ہے،

شیخ محقق رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں نقل فرمایا: ”آوردہ اند کہ وے از صلب خود آواز تلبیہ پیغمبر ﷺ می شنید صلعم حج“ (مدارج النبوت: ج: ۲: ص: ۹)

ترجمہ: الیاس موسم حج میں اپنی پشت سے رسول اللہ ﷺ کے تلبیہ کی آواز سنا کرتے تھے جو تلبیہ آپ ﷺ حج کے موقعہ پر کہا کرتے تھے،

یعنی جب آپ ﷺ کا نور مقدس حضرت آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا جد اعلیٰ الیاس کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا تو جب آپ حج کی تیاری کرتے یا حج کرتے تو، حج کے تلبیہ ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمَلِكُ لَا شَرِيكَ لَكَ“ کی آواز اپنی پشت سے سنا کرتے تھے، یہ آواز کس کی تھی، اس کا پڑھنے والا کون تھا؟ یہ نور مصطفیٰ ﷺ تھا جو جناب آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا آپ کے وجود اور ذات میں آیا تھا، اس نور کا پڑھنا کیونکر ممکن ہوا؟ وہ اس طرح کہ یہ نور مصطفیٰ جو آپ کی حقیقت اصلیہ ہے وصف نبوت سے متصف آ رہا تھا اور فی الواقع نور نبوت سے آراستہ اور مزین تھا، جس کے لیے تلبیہ حج کا کہنا ناممکن یا محال نہ تھا۔ یہ وہ حقیقت نور یہ تھی جس کی تعبیر و تشریح کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد اور یہ وہی تلبیہ ہے جو آپ ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد پڑھا اور اپنی امت کو پڑھنے کا حکم دیا ہے، سینکڑوں برس پہلے اپنے جد اعلیٰ الیاس کی پشت میں نور ہو کر پڑھنا آپ کا معجزہ ہے جو آپ ﷺ کی دائمی اور استمراری نبوت کی دلیل ہے، مزید شیخ محقق رحمۃ اللہ کا بطور خاص نقل فرمانا عقیدہ شیخ رحمۃ اللہ

علیہ کی برہان ذی شان ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیخ محقق رحمہ اللہ کا آپ ﷺ کے معجزات کو تین اقسام میں بیان کرنا ثابت کرتا ہے کہ آپ کی نبوت روز ازل، عالم ارواح سے لیکر قیام قیامت تک جاری، ساری، ہر دور، اور ہر شئی کو شامل اور محیط ہے اگر آپ کی نبوت فی الجملہ یا فی وقت من الاوقات ہوتی تو آپ ﷺ چالیس سال سے قبل نبی ہوتے نہ بعد از رحلت نبی ہوتے، ان حقائق مذکورہ بالا کی روشنی میں چالیس سال سے قبل نبی نہ ہونے کا عندیہ بھی غلط ہے بنیاد اور غیر معتبر ثابت ہوا۔

بالقوة اور بالفعل کی تقسیم غلط ہے

اسی طرح نبوت کو بالقوة اور بالفعل کی طرف تقسیم کرنا بھی باطل ٹھہرا کیونکہ بالقوة نبی ہوتے تو مذکورہ بالا جلیل القدر خوارق عادات کا آپ کی ولادت کے وقت ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد ظہور نہ ہوتا یہ خوارق عادات معجزات ہیں جیسا کہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، مسلمہ امر ہے کہ بالقوة نبوت کے لیے ظہور معجزہ شرط نہیں، کیونکہ اظہار معجزہ نبوت بالفعل کا لازم ہے پھر بالقوة میں نبوت وصف مشترک ہو گا جس میں افراد کثیرہ مشارک اور اس سے موصوف ہوں گے اگر نبوت بالقوة کے لیے بھی معجزے کا ظہور ضروری ہو تو یہ ظہور معجزہ دو حال سے خالی نہیں سب کے لیے معجزہ ہو گا یا کسی فرد خاص معین کے لیے، سب کے لیے ہو تو بوجہ دلیل (معجزہ) نبوت، سب نبی ہوں گے، یہ باطل ہے کیونکہ ایک ہی وقت بلکہ ایک ہی مقام پر افراد کثیرہ کا ایک ہی وصف سے متصف ہو کر نبی ہونا محال شرعی ہے کیونکہ اس سے افراد کثیرہ علی طریق الابہام کا نبی ہونا لازم آتا ہے مزید یہ مفہوم اصطلاحی اور اختراعی ہے، جبکہ نبی کا انتخاب اور نامزدگی وہی اور امر تو قینی ہے، قیاس اور قواعد کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں، اور اگر ظہور معجزہ فرد خاص، فرد معین کے لیے ہو تو اس کی نبوت حسی، موجودہ فی الخارج ہوگی یعنی وہ بالفعل نبی ہوگا پھر بھی نبوت بالقوة کا قول مستلزم استحالہ ہو کر باطل ہوگا، مزید نبوت بالقوة کے قول پر ترجیح بلا مرجح بھی لازم آئیگی جو بھی باطل ہے۔

اسی طرح بالفعل نبوت کا قول مستلزم استحالہ ہو کر باطل ہے، کیونکہ بالفعل نبوت کا مفہوم اور

اطلاق عملی اور فعلی نبوت پر ہے عملی اور فعلی نبوت، وحی کی آمد، اور احکام خداوندی کے نزول کا نام ہے، اس کا دورانیہ تادم مرگ ہے، بعد از مرگ اس کا وجود اور ثبوت نہیں۔ کیونکہ وحی کی آمد احکامات خداوندی کی تنزیل و نزول کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے جس سے نبوت کا وجود اور تحقیق حیات ظاہریہ تک محدود اور محصور ہو جاتا ہے رسول اللہ ﷺ کے لیے چالیس سال کی عمر شریف کے بعد بالفعل نبی ہونے کا قول بھی مستلزم استحالہ ہے، کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ آپ وقت رحلت تک نبی ہوں، کیونکہ رحلت تک ہی آپ نے تبلیغ فرمائی، اور رحلت تک ہی آپ پر وحی کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور احکام نازل ہوتے رہے رحلت کے بعد آپ کی عملی اور فعلی نبوت باقی نہ رہی اور بعد از رحلت آپ کی نبوت اور رسالت کی نفی ہو گئی، یہ محال شرعی ہے کیونکہ قیام قیامت اور عرصہ محشر میں آپ کے نبی اور رسول ہونے پر قصود قطعہ موجود ہیں جن کا انکار لازم آتا ہے لہذا چالیس سال کی عمر شریف مکمل ہونے پر آپ کے بالفعل نبی ہونے، اور بنائے جانے کا قول بھی باطل ہے، آپ ﷺ بدوں قید بالقوہ اور بالفعل علی الاطلاق نبی ہیں، آپ ﷺ کی نبوت فی الجملہ اور فی وقت من الاوقات کی حد بندیوں سے پاک ہے۔

بالقوہ اور بالفعل کا دائرہ کار اور وجود انسان کے عمل اور اختیار کے گرد گھومتا ہے، جن افراد میں کتابت کا ہنر اور شغل موجود ہو مگر عملی طور پر کتابت نہ کریں وہ کاتب بالقوہ ہیں، مگر اس قوت یعنی صلاحیت کو حسب منشاء کسی وقت بھی بروئے کار لایا جاسکتا ہے جب کتابت رو بعمل لائی گئی تو وہ افراد کاتب بالفعل ہوئے، اس میں بھی آدمی کا منشاء اور اس کا عمل دخیل کار ہیں، پھر جب چاہے عمل کتابت کو ترک کر سکتا ہے، لیکن نبوت بالقوہ میں انسان میں ایسی صلاحیت اور قوت موجود ہی نہیں ہوتی جس کو رو بعمل لا کر منصب نبوت حاصل کرے بلکہ یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے، وہ جس کو چاہے شان نبوت عطا فرماتا ہے اور جس کو نبی بنایا جاتا ہے اس کا انتخاب روز ازل سے ہے، اور اس کی تخلیق بحیثیت نبی مخصوص طریقہ پر ہوئی ہے۔ جو انسان کی سوچ اور فکر و عمل سے بالاتر ہے اسی طرح نبوت بالفعل کا قول کاتب بالفعل کے ہم معنی ہے کاتب جب چاہے اپنے عمل کتابت کو اپنی مرضی سے روک چھوڑ اور ترک کر سکتا ہے مگر وصف نبوت سے متصف ہونے والی ذات اس کے حصول سے عاری اور ترک سے بے

بس ہوتی ہے کیونکہ نبوت ایک ایسا انعام سرمدی ہے، جس میں معزولیت ہے نہ سلب و ترک، ماننا پڑے گا کہ نبوت کے عنوان میں بالقوہ اور بالفعل کا قول غلط اور موجب خرابات ہے۔

کلام شیخ رحمہ اللہ تحقیقات کے موقف کا رد ہے

شیخ محقق رحمہ اللہ نے ایام ولادت میں ظاہر ہونے والے خوارق عادات کو آپ ﷺ کے معجزات میں شمار کرتے ہوئے فرمایا: وآنچه ظاہر شدہ است در ایام مولد و مبعث از امور غریبہ عجیبہ الخ، آگے فرمایا: چنانکہ قصہء اصحاب فیل و خمودنا فارس، و سقوط شرقات ایوان کسریٰ و خشکی آب دریائے ساوہ و سماع ہوائف صارخہ نبوت و صفات وے ﷺ و آنچہ نقل کردہ شدہ است در اخبار مشہورہ از ظہور عجائب در وقت ولادت شریف و ایام حضانت و بعد از وے تا زمان بعت و ظہور، (مدارج النبوت جلد ۱-۱۷۴) ترجمہ ایام ولادت اور بعثت کے موقعہ پر عجیب و غریب واقعات کا رونما ہونا، اصحاب فیل کا واقعہ، فارس کی آگ کا بجھ جانا ایوان کسریٰ کے کنگروں کا گر پڑنا، دریائے ساوہ کے پانی کا خشک ہو جانا اور ہوائف غیبیہ کا چیخ، چیخ کر آپ کی نبوت کا اعلان کرنا اور آپ کی صفات عالیہ کو بیان کرنا جیسا کہ احادیث مشہورہ میں منقول ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ اور ایام شیرخوارگی اور آپ کے زمانہ بعثت تک کے تمام امور عجیبہ و غریبہ کا ظہور معجزات ہیں، جو قبل از بعثت آپ کے نبی ہونے کے ظاہر، باہر دلائل ہیں“ شیخ رحمہ اللہ کے اس کلام سے جو انہوں نے مدارج النبوت۔ جلد اول باب ششم معجزات کے عنوان میں ص ۷۴ پر نقل فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ شیخ کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ بعثت (چالیس سال کی عمر شریف مکمل ہونے) سے قبل بھی نبی تھے، ہوائف غیبیہ کے ذریعے آپ کی نبوت پر معجزات کی صورت میں امور مندرجہ بالا کا ظہور ہوا، شیخ رحمہ اللہ کے کلام میں تا زمانہ بعثت و ظہور کے الفاظ قابل غور ہیں، جن کا صاف شفاف مفہوم یہ ہے کہ آپ کی بعثت کے زمانہ تک جتنے بھی امور عجیبہ و غریبہ رونما ہوئے وہ معجزات اور دلائل نبوت ہیں، معجزات اور دلائل نبوت اسی لیے ہیں کہ آپ ﷺ قبل از بعثت بھی نبی ہیں، معجزہ دلیل نبوت ہے، اگر آپ ﷺ فی الواقع اور فی الخارج نبی نہ ہوتے تو معجزات، اور دلائل نبوت کی صورت میں ان خوارق عادات کا ظہور اور وجود نہ ہوتا۔

مزید شیخ رحمہ اللہ کے اس کلام سے واضح ہوا کہ چالیس سال عمر کی تکمیل پر آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔ کلام شیخ رحمہ اللہ نے تحقیقات کے موقف کو رد کر دیا ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ کے لیے تحدی یعنی اعلان نبوت شرط نہیں، دعوی نبوت ضروری نہیں، چنانچہ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا:

و تحقیق آں است کہ در معجزہ تحدی شرط نیست، چندیں از معجزات از حضرت رسالت ظاہر میشد کہ تحدی در انجا نبود، مگر آنکہ گویند مراد آنست کہ از شان وے تحدی باشد“ (مدارج النبوت - ج ۱ ص ۱۷۳) ترجمہ تحقیق یہ ہے کہ معجزہ میں تحدی شرط نہیں، کیونکہ آپ ﷺ کے چند ایسے معجزات بھی ہیں جن میں تحدی نہیں یعنی ایسے معجزات بھی ہیں جو آپ کے دعوی نبوت سے پہلے ظاہر ہوئے جس طرح یام ولادت۔ اور زمانہ بعثت کے قبل کے خوراق عادات بدوں تحدی معجزات ہیں تمام محدثین اور علمائے کلام فرماتے ہیں کہ تحدی کا معنی یہ ہے کہ معجزہ اس قدر عظمت کا حامل ہو کہ اس کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہو کہ اس کا ظہور اور صدور نبی کے بغیر ناممکن ہے، اس کی تہہ میں شان نبوت کا فرما ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ نے اوپر جن واقعات عجیبہ کا تذکرہ کیا ہے بانگ دہل یہ اعلان کرتے، اور ثابت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ روز ولادت سے ہی نبی ہیں چالیس سال کی تکمیل پر آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ مبعوث فرمایا گیا ہے۔ وہو المراد“

کلام شیخ رحمہ اللہ کی روشنی میں مطلقہ عامہ کا قول باطل ہے

مزید کلام شیخ رحمہ اللہ سے تحقیقات کے اس موقف کی بھی نفی ہوتی ہے اور تردید کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے نبوت کا ثبوت مطلقہ عامہ کے تحت ہے جس میں محمول کا ثبوت ذات موضوع کے لیے بالفعل فی زمن من از منه الثلثہ کافی ہوتا ہے، لیکن شیخ محقق رحمہ اللہ نے معجزہ کے لیے تحدی کی شرط کو غیر لازم، غیر ضروری قرار دیکر مطلقہ عامہ کے موقف کو رد کر دیا ہے بلکہ یہ تصریح فرمادی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات تحدی یعنی اظہار نبوت اور ادعائے نبوت کے علاوہ بھی ہیں، اور یہ وہی معجزات ہیں جو ولادت کے ایام، اور بعثت تک کے زمانے میں ظہور پذیر ہوئے ہیں، ان ادوار اور ان احوال میں

معجزات کا ظہور آپ کی نبوت کے تسلسل کو مستلزم ہے جس کے ہوتے ہوئے آپ کے لیے نبوت کا ثبوت مطلقہ عامہ کے عنوان میں ثابت کرنا از خود باطل ہو جاتا ہے کیونکہ مطلقہ عامہ کے تحت آپ کی نبوت بالفعل ہوگی اور اس اثناء اور اس دورانہ میں معجزات کا صدور بشرط تحدی ہوگا۔ اور بدوں تحدی ظاہر ہونے والے معجزات کا انکار اور نفی لازم آئیگی جو بھی محال ہے، کیونکہ بدوں تحدی معجزات کا انکار، آپ کی قبل از بعث نبوت کا انکار ہے جو کلام شیخ رحمہ اللہ کے مطابق باطل محض ہے شیخ محقق نے معجزات کو بشرط تحدی اور بدوں تحدی دو اقسام میں تقسیم فرما کر ان لوگوں کے موقف کو غلط قرار دیا ہے۔ جو چالیس سال سے قبل آپ کی نبوت کے قائل نہیں۔ جیسا کہ سہیل احمد سیالوی نے لکھا۔ لیکن عالم اجسام میں بشمول سید عالم ﷺ کسی نبی کو بھی چالیس سال سے پہلے مقام نبوت پر فائز نہیں کیا گیا۔ (تحقیقات۔ ص ۱۶)

یہ اس لیے بھی مردود ہے کہ اگر آپ چالیس سال سے پہلے نبی نہ ہوتے تو اصحاب فیل کا واقعہ، اور وقت ولادت رونما ہونے والے عجیب و غریب واقعات، اور ولادت کے بعد ظاہر ہونے والے امور خوارق عادات کو علماء معجزات نہ کہتے۔ اسی طرح سہیل احمد سیالوی کا یہ کہنا بھی باطل قرار پاتا ہے کہ پیدائشی طور پر نبی تسلیم کرنا قرآن و سنت کی تصریحات اور اکابر کی سینکڑوں وضاحتوں کے تو خلاف ہے ہی۔ (تحقیقات۔ ص ۱۷)

شیخ محقق رحمہ اللہ نے اور دیگر جلیل القدر مفسرین نے اصحاب فیل کے واقعہ کو آپ کے معجزات میں سے قرار دیا ہے یہ واقعہ آپ کی ولادت طیبہ سے چالیس یا پچاس روز پہلے وقوع پذیر ہوا۔ اگر آپ ﷺ پیدائشی نبی نہ ہوتے تو اصحاب فیل کا یہ واقعہ آپ کا معجزہ کیسے ہوتا؟ اور مفسرین اگر آپ کو پیدائشی نبی تسلیم نہ کرتے تو اس واقعہ کو آپ کا معجزہ کیوں تحریر فرماتے، شیخ محقق اور امام فخر الدین رازی رحمہما اللہ کے مقابل سہیل احمد سیالوی کی کیا حیثیت ہے، سیالوی اور بند سیالوی ہونے سے شرف مجددیت حاصل نہیں ہوتا، سہیل احمد سیالوی کی یہ انوکھی سوچ اور بے بنیاد عندیہ بلاشبہ قرآن، حدیث اور علماء و عرفاء کی درخشاں تصریحات کے مخالف اور معارض ہو کر مردود ہے محمد عمر حیات باروی نے تحریر کیا کہ

جوں جوں مرورِ ایام سے کائنات کے پردے انسانی عقل و فکر کے سامنے کھلتے جا رہے ہیں تجسس و تحقیق کے عمل مسلسل کی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے ان تبدیلیوں اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے خالق ارض و سماء نے اپنے فضل و کرم سے امت محمدیہ ﷺ میں ایسے لوگ پیدا فرمائے اور فرماتا رہے گا۔ جو اس کامل و مکمل دین کو افراط و تفریط سے بچا کر نئی نسلوں تک پہنچاتے رہیں گے اسی مردم خیزی اور شان مجددیت کی طرف آقائے دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لَوْ كَانَ الْعِلْمُ عِنْدَ ثَرِيَا لَذَهَبَ بِهِ الرَّجُلُ مِنْ فَارَسٍ أَوْ مِنْ أُنْبَاءِ فَارَسٍ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ (صحیح مسلم ص ۲۳۱-۲)

ترجمہ: اگر دین ثریا پر ہوتا تب بھی فارس کا ایک شخص یا فارس کے لوگوں میں سے ایک شخص اس کو حاصل کر لیتا (تحقیقات ص ۲۷)

معلوم ہوا عمر حیات باروی کے نزدیک، اشرف سیالوی مجدد وقت ہیں، اور ان کا علمی مقام ثریا سے بھی بلند ہے یہ باروی کی اپنی سوچ اور اپنا عقیدہ ہے، اس معاملہ میں وہ خود مختار اور آزاد ہیں، البتہ یہ دریافت کرنا ہمارا حق ہے کہ اشرف سیالوی فارس کے رہنے والے ہیں یا سیال شریف کے؟ اگر سیال شریف کے رہنے والے ہیں تو سیاق حدیث ان کے لیے نہیں، باروی نے فرط عقیدت میں ڈوب کر حدیث پاک کو اپنے مفہوم اور مصداق سے پلٹا کر غلط استدلال کیا ہے، اگر اشرف سیالوی رجل فارسی یا انبائے فارس میں سے ہیں تو سیالوی کیوں؟ جس ملک و خطہ کی عظمت، زبان و رسالت آ ب ﷺ سے بیان ہوئی ہے اس کی طرف نسبت کیوں نہیں؟ باروی کے نزدیک امت کے مفسرین اعظم علماء و عرفا کے عقیدہ کے خلاف، اور اپنی راہ چلنا تجدید دین ہے؟ اشرف سیالوی کا موقف اگر مبنی بر حقیقت و صداقت، امت کے علماء و عرفاء کے تصریحات اور توضیحات کی روشنی میں ہوتا تو اہل سنت و جماعت کی پوری جمعیت سراپا احتجاج ہو کر رو کیوں کرتی؟

مرور زمانہ سے کائنات کی دبیر تہہ میں مستور و محبوب حقائق، اور تغیرات سامنے آ رہے ہیں کائناتی حوادث رنگ بدل رہے ہیں اور صبح قیامت تک بدلتے رہیں گے، مگر دین اسلام ایک ازلی، سرمدی حقیقت ہے جس کی بقاء اور تحفظ کی ضمانت خود اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے تو حیدر رسالت اسلام

کے ایسے بنیادی اصول اور محکم ستون ہیں جن کی بنیادیں نصوص قطعیہ پر ہیں جن میں تغیر و تبدل حرام اور ممنوع ہے، جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی ذات، اور اس سے متعلقہ امور کا تعلق ہے، اسلاف ان کے وجود، ثبوت، اور صدور کی گہرائیوں میں نور بصیرت سے مسلح ہو کر اترے، ضعف و ثقاہت، صحت و سقم کو کھنگال کر اصل روح پیش فرمائی، جو بعد میں آنے والی امت مسلمہ کے لیے مینارہ نور اور مشعل راہ قرار پائی، جس پر ڈیڑھ ہزار برس سے امت مسلمہ کا رہند چلی آرہی ہے۔ چالیس سال سے قبل نبوت کا حصول اور اعطاء اگر ممنوع، محال اور امر واقعی اور ثبوت و دلائل سے مبراہن ہوتا، اور امت کے علماء و عرفاء اس کے خلاف چلتے یا اس مسئلہ کو سرد خانے میں ڈال گیا ہوتا اور اشرف سیالوی اس کا احیاء اور اس کو جدید تحقیقی اور علمی خطوط پر استوار کرتے اور اہل علم اعتراف کرتے ہوئے داد تحسین دیتے اور کسی سمت سے مخالف آواز نہ اٹھی تو مسئلہ زیر بحث میں اشرف سیالوی مجدد ہوتے لیکن حقائق ارضیہ اس کی تائید و توثیق نہیں کرتے، اشرف سیالوی کے چند تلامذہ کے علاوہ اہل سنت کا کوئی ذی شعور فرد ان کا ہم نوا نہیں، رسول اللہ ﷺ کا پیدائشی نبی ہونا ایک ایسا اتفاقی مسئلہ ہے جس پر امت کے اعظم، علماء عرفاء اور محققین نے ثبوت و دلائل کا وسیع ذخیرہ سپرد قلم فرمایا ہے، جس کے ملاحظہ اور مطالعہ کے بعد اشرف سیالوی اور اس کے ہم نواؤں کے عقیدہ جدیدہ اور دلائل عجیبہ کی تردید کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ برصغیر میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا تحقیقی اور تجزیاتی مقام کسی اور کا مقدر نہ بن سکا، آپ نے نقل فرمایا: وسماع ہوائف صارفہ بنبوت و صفات وے ﷺ، وآنچہ نقل کردہ شدہ است در اخبار مشہورہ از ظہور عجائب در وقت ولادت شریف و ایام حضانت و بعد از وے تا زمان بعثت و ظہور“ (مدارج النبوت جلد۔ اول ص ۱۷۴) آپ کی ولادت شریف کے وقت ہوائف غیبیہ نے پکار پکار کر آپ کی نبوت اور آپ کے اوصاف جمیلہ کو مشتہر کیا، اخبار مشہورہ (احادیث مشہورہ) میں وہ عجائبات مذکور ہیں جو آپ کی ولادت کے وقت، اور رضاعت کے ایام اور بعثت تک ظہور پذیر ہوئے۔“ معلوم ہوا، ولادت کے وقت، اور ایام رضاعت سے لے کر بعثت تک جو خوارق عادت یعنی معجزات ظاہر ہوئے۔ ان کے وجود، ثبوت اور صحت پر اخبار مشہورہ بطور دلائل موجود ہیں، یہ دلائل بعثت سے قبل آپ کے نبی ہونے پر حد

شہرت کو پہنچے ہوئے ہیں، چالیس سال کی عمر شریف سے قبل آپ ﷺ کی نبوت کا انکار، اخبار مشہورہ سے ثابت ہونے والے معجزات بلا توحید کا انکار ہے جو شیخ محقق رحمہ اللہ کی تحقیق اور تفتیش کی روشنی میں مردود اور باطل ہے، کیا شیخ محقق رحمہ اللہ کی تحقیق کے خلاف چلنا تجدید دین، اور شان مجدد ہے؟ بحمد اللہ تحقیقات کے ذاتی، انفرادی موقف کے خلاف، ہم نے تحقیقات میں مندرجہ علماء اور عرفاء کے اقوال سے استناد کیا ہے جن کو پڑھنے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

غلام محمد بند یا لوی شر قپوری نے تحریر کیا کہ بعض اکابرین کے نزدیک صرف آپ کے نبی ﷺ بنانے کی تشہیر اور اعلانات مقصود تھے یا مستقبل میں آپ ﷺ کے نبی بنائے جانے کے تحقیقی اور یقینی وقوع کے پیش نظر صیغہ ماضی کے ساتھ اس کو تعبیر کر دیا گیا۔ (تحقیقات ص 33)

توضیحا کہا جائے گا کہ یہ قول اور یہ تاویل بالبداہتہ باطل ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ نے جب پوچھا تو آپ ﷺ نبی تھے، اور مستقبل میں آپ کے نبی بنائے جانے کا امکان ہی نہیں بلکہ محال ہے، ایسے میں تشبیہ، اعلان یا تعبیر مستقبل کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر علم و ایمان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر مستقبل یا اعلان و تشہیر تسلیم کیا جائے تو آدم بین الماء والطين کی حالت اور کیفیت بھی مستقبل سے وابستہ اور معلق ہوگی جو بھی باطل ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے امر واقعہ اور چشم دید آدم علیہ السلام کی تخلیق، حال اور کیفیت کو بیان فرمایا ہے، بالفرض اگر یہ اعلان ہے تو یہ اعلان کب پورا ہوا؟ روز ولادت یا روز بعثت؟ اگر بوقت ولادت پورا ہوا تو چالیس سال کے بعد نبوت دیئے جانے کا موقف غلط قرار پایا، اور اگر چالیس سال عمر شریف کی تکمیل پر مکمل ہوا تو عالم ارواح والی نبوت کا سبب، انکار، اور نفی لازم آئی، جبکہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے عالم ارواح میں آپ کی نبوت کو، نبوت خارجی، اور بالفعل تسلیم اور تحریر کیا ہے ملاحظہ ہو، پس وے ﷺ نبی مرسل بود در آں عالم بالفعل در خارجہ نہ در علم الہی فہیظ (مدارج النبوة - جلد دوم - ص ۳) مزید فرمایا۔ انبیاء دیگر در علم الہی بود نہ در خارجہ۔ (مدارج النبوة - جلد اول ص ۸۴)

مزید فرمایا۔ نبوت آنحضرت و کمالات وے ﷺ در عالم ارواح ظاہر کردہ بودند (ایضاً)

معلوم ہوا حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطين حدیث صحیح اور اپنے ظاہری اور حقیقی معنی میں ہے غلام محمد بندیا لوی شریفور کا نقل کردہ قول غلط ہے بنیاد اور خلاف حقائق ہے۔

چالیس سال سے قبل آپ کا نبی ہونا

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا:۔ دُخود جماعہ بودہ اند کہ پیش از وجود و ظہور صورت عنصری آنحضرت ایمان بوئے صلی اللہ علیہ وسلم آورده، مثل حبیب نجار و غیرہ بلکہ خصوصیت حبیب نجار با شخص چست تمامہ رسل و انبیاء و امم الی شاں یا آنحضرت ایمان آورده اند“ (مدارج النبوة جلد دوم ص ۳۲)

ترجمہ: ورقہ بن نوفل کے علاوہ بھی ایک جماعت ہوئی ہے جو آپ کے وجود (اقدس، صورت عنصری) (صورت بشری) کے موجود اور متحقق ہونے سے پہلے اور پیشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکی ہے، جیسے حبیب نجار و غیرہ، بلکہ ایمان لانے والے عام اشخاص کی کیا خصوصیت ہے، تمام رسول اور انبیاء اور ان کی امتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکے ہیں“ واضح امر ہے کہ رسولوں، انبیاء اور ان کی امتوں کا زمانہ مقدم ہے، جس میں آپ جسد عنصری کے ساتھ موجود نہیں، تو آپ کی نبوت بھی موجود متحقق فی الخارج اور عملی طور پر موجود نہیں ہوگی، کیونکہ تحقیقات کے موقف کے مطابق نبی کی نبوت کا ثبوت اس کا وجود، چالیس سال عمر کی تکمیل اور نبی کے قوم میں بہ نفس نفیس موجود ہونے پر موقوف ہے۔ (ص ۱۴۲)

پھر شرح عقائد کے حوالے سے لکھا ”انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام“ (ص ۸۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے وجود اور ثبوت بارے لکھا، یعنی آپ کے نبی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزات ظاہر فرمائے (اور ہر ایسا شخص جو دعویٰ نبوت بھی کرے اور معجزات بھی ظاہر کرے وہ نبی ہوتا ہے لہذا آپ نبی ہیں، تو معلوم ہوا کہ دعویٰ نبوت اور اظہار معجزہ کے بغیر نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ (ص ۶۹)

تحقیقات کے مندرجہ بالا ان اقوال اور مندرجہ شرائط کی روشنی میں ظہور قدسی کے بعد چالیس

سال کی عمر مکمل ہونے تک آپ نبی ہیں نہ آپ ﷺ کی نبوت موجود ہے، جب آپ وجود غنصری کے ساتھ موجود ہو کر نبی مبلغ ہی نہیں تو نبوت کا تحقق اور ثبوت کیسے ہوا؟ اور ایمان لانے والے مومنین کیسے اور کیوں ہوئے؟ جبکہ ایمان لانے والوں میں انبیاء کرام، رسل عظام اور ان کی امتوں کی پوری جمعیت موجود ہے، اور شیخ محقق نے تحقیق کامل اور تامل اکمل کے بعد یہ فرمان جاری کیا اور نقل فرمایا ہے:۔

ثابت ہوا تحقیقات کے وضع کردہ تمام قواعد و ضوابط غلط اور امور واقعہ کے خلاف ہیں، کیونکہ تحقیقات کے خود ساختہ اصول و شرائط کے مطابق قول شیخ اور کلام شیخ رحمہ اللہ کی تردید اور تکذیب لازم آتی ہے جو بھی خطائے فاحش ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ حبیب نجار انبیاء رسولوں اور ان کی امتوں کا مومنین ہونا اس معنی میں درست ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت مستقبل میں متحقق ثابت اور عند اللہ موجود ہو کر رہے گی جس کے خلاف ہونا محال شرعی ہے تو کہا جائے گا کہ نبوت آپ ﷺ کے لیے عرض لازم ہے، عرض لازم کا تحقق اور وجود ذات معروض کے تحقق اور وجود پر موقوف ہوتا ہے، جب آپ کا وجود غنصری، اور جسم بشری انبیاء رسولوں اور ان کی امتوں کے ادوار میں موجود ہی نہیں تو نبوت جو آپ کی ذات کے لیے عرض لازم ہے کا تحقق اور وجود کیونکر اور کیسے ہوگا؟ اور یہ حکم کیسے صادق، اور حق بجانب ہوگا کہ انبیاء اور رسول، اور ان کی امتیں، آپ کی عدم موجودگی، اور آپ کی نبوت کے عدم تحقق کے باوجود مومنین مخلصین ہیں تسلیم کرنا ہوگا کہ آپ کی نبوت آپ کی حقیقت نور یہ اور ماہیت مجردہ عن وجود غنصری، معہاروح مقدسہ کے لیے عرض لازم ہے وجود غنصری، اور شخص بشری اس کے اظہار اور اعلان کا آلہ کار ہے آپ کی روح طاہرہ مطہرہ، آپ کے جوہر جسمانی، اور مادہ نورانی کے فیض و برکات عالم اجساد میں ہزاروں سال موجود رہے جس سے ہر دور کی انسانیت محظوظ اور مستفیض ہوتی رہی ہے، تحقیقات کا اپنا اعتراف ہے کہ الغرض آپ ﷺ کی روح مبارک بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادہ نورانی کے ہزاروں سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض و برکات سے آباؤ اجداد، قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے (ص ۷۸) اس طرح بدوں وجود رہی اور اس کے فیوض و برکات سے آباؤ اجداد، قبائل اور علاقے مستفید ہوتے رہے (ص ۷۸-۷۹) اس طرح بدوں وجود غنصری انبیاء، رسولوں، اور ان

کی امتوں کا آپ ﷺ پر ایمان لانا امر محال نہیں، بلکہ آپ کی دائمی اور مستمرہ نبوت کی دلیل ہے، اگر نبوت کیلئے تحقیقات کے مقرر کردہ اصول و قواعد، اور شرائط کو لازمی قرار دیا جائے تو کنت نبیا و آدم بین الماء والطين کا انکار اور نفی لازم آئیگی کیونکہ اس وقت آپ نبی مرسل تھے مگر وجود عنصری اور جسم بشری نہ تھا۔ اور عمر شریف کے مقررہ اور مطلوبہ چالیس سال کا تصور تک نہ تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنی ذات اور وجود کے لیے ضمیر متکلم کو استعمال فرمایا، جس سے واضح ہوا کہ نبوت کا تعلق اور محل بشریت اور اس کا چالیس سالہ ہونا نہیں بلکہ نبوت کا تعلق حقیقت تو یہ اور روح مقدسہ سے ہے

شیخ احمد بن محمد بن ناصر اسلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ ان الاشارة بحديث كنت نبيا الى روحه الشريفة والى حقيقة من الحقائق يعلمها الله سبحانه فيكون للنبوة محل اذ ذلك قامت به على ان الاشتراط المحل الذي تقوم به النبوة انما هو في النبوة المتعلقة بالجسد بعد ارتباط الروح به فلان يافى ان افاضة النبوة على الروح ووصفها حقيقة جائز لعدم اشتراط المحل الذي تقوم به النبوة وهو خارج عن هذا (جلد رابع ص ۳۸) کنت نبیا میں روح اور آپ کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، عالم ارواح یہ دو ہی چیزیں نبوت کا محل ہیں اور نبوت کا قیام انہی دو کے ساتھ تھا، جسد عنصری نبوت کا محل اس وقت ہو گا جب روح کا اس کے ساتھ ربط ہوگا، لہذا روح کا محل نبوت ہونا، جسد عنصری کے محل نبوت ہونے کے لیے منافی نہیں، معلوم ہوا روح نبوت کا محل ہے، جو روح اور حقیقت عالم ارواح میں نبوت کا محل اور موصوف تھی جسد عنصری میں وہی روح تھی، اور وہی نبوت موجود تھی۔ جس کا تحقق اور وجود وجود عنصری کی موجودگی پر پایا گیا چالیس سال بعد نبوت کا قول پھر بھی غلط ہے۔

عمر کا چالیس سالہ ہونا قابل اقتداء اور لائق تقلید ہونے کے لیے ہے، عمر کی یہ حد گفتار و کردار کے نکھار، ذہانت و فطانت کی پختگی اور افزودگی کے لیے ہے، یہ حد عمر نبوت کے لیے لولہ لامتنع کے حکم میں نہیں جیسا کہ تحقیقات کا موقف ہے بلکہ علماء اعلام نے عمر کی اس حد کو حد بعثت قرار دیا ہے نہ کہ حد نبوت، علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: والواقع عنده ولأء البعث بعد البلوغ

وحكى اللقانى عن بعض اشتراطه فيه ويترجح عندى اشتراطه فيه دون اصل النبوة لما ان النفوس فى الاغلب تائف عن اتباع الصغير وان كبر فضلا كالرقيق والانثى وصرح جمع بان الاغلب كون البعثة على راس الاربعين كما وقع لنبينا ﷺ (روح المعاني جلد ۲۶ ص ۱۷) ان حضرات کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کی بعثت بھی بلوغت کے بعد ہوئی ہے، علامہ لقانی نے بلوغت کو بعض علماء کے قول پر نبوت کے لیے شرط قرار دیا ہے۔ اور میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ بلوغت بعثت کے لیے شرط ہے اصل نبوت کے لیے اس کو شرط قرار دینا مناسب نہیں، کیونکہ نفوس انسانیہ اغلب طور پر چھوٹی عمر والے انسان کی اطاعت و اتباع سے نفرت کرتے ہیں، اگرچہ مقام اور مرتبے کے لحاظ سے وہ بڑا ہی کیوں نہ ہو جس طرح عورت اور غلام کی اتباع سے لوگ نفرت کرتے ہیں علماء کی ایک جماعت نے تصریح فرمائی ہے کہ عام تر، اور اکثر و اغلب یہی ہے کہ بعثت چالیس سال کی عمر مکمل ہونے پر پائی گئی ہے جیسا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے لیے یہی صورت وقوع پذیر ہوئی ہے“

ثابت ہوا وجود غصری، اور جسم بشری، اور چالیس سال عمر کی، تکمیل بعثت کے لیے ہے نفس نبوت کے لیے شرط نہیں ہے علمائے محققین کے نزدیک یہ غلط ہے“ قابل تسلیم نہیں۔

ہرشی کی تخلیق اور وجود سے آپ کی نبوت مقدم ہے

مزید علامہ سید محمود آلوتی رحمہ اللہ کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بعثت کے وقت سے پہلے نبی تھے، چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل پر آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے، نبوت نہیں دی گئی، کیونکہ علامہ کا کلام واضح ہے کہ: وصرح جمع بان الاغلب كون البعثة على راس الاربعين كما وقع لنبينا ﷺ، علامہ رحمہ اللہ نے چالیس سال کی عمر شریف سے قبل آپ کے نبی ہونے پر فرمایا: والافهو صلى الله عليه وسلم نبى ولا آدم ولا ماء ولا طين، ولا يعقل نبى بدون احياء (بحوالہ تحقیقات ص ۳۲۰) کیونکہ آپ (ﷺ) اس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام تھے نہ پانی اور مٹی جبکہ بغیر وحی کے نبی ہونے کا تصور ہی نہیں، یعنی ہر چیز کی تخلیق اور اس کے وجود

پر آپ کی نبوت کو تقدم حاصل ہے اور جب سے آپ نبی ہیں اسی وقت سے آپ پر وحی آتی ہے۔“

علامہ شیخ نور الدین علی بن زین الدین ابی الموہب ابن الجزار رحمہ اللہ نے فرمایا:

وہو صلی اللہ علیہ وسلم مطبوع علی الحق والخیر و اخلاق الکرام الموفقة لما جاء ت به شریعتہ بالہام اللہ له من حین نشا صغیرا (جواہر البحار - ج ۳ - ۸۷) اور آپ ﷺ کی تخلیق ہی حق اور خیر پر ہوئی ہے اور ان اخلاق کریمہ پر جو آپ کی شریعت میں وارد اور نازل ہونے والے احکام کے موافق تھے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی الہامات کے ذریعے آپ کو آگاہ فرمایا تھا۔“ یعنی آپ کی شریعت کے نمایاں احکام، عرفان باری تعالیٰ، دعوت حق علم خیر، تبلیغ خیر اور اخلاق کریمہ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے بچپن میں ہی الہامات کے ذریعے آپ کو سکھائے تھے۔ بچپن سے ہی آپ کی سیرت اور کردار کو حق، خیر، اور اخلاق کریمہ پر استوار کرنا، الہامات کے ذریعے دنیا، اور اپنی توجہ خاص کا محور اور مرکز بنانا ثابت کرتا ہے کہ آپ روز ولادت سے ہی نبی تھے، ورنہ الہامات کے ذریعے آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام نہ کیا جاتا۔

صغریٰ میں آپ پر وحی ہوتی تھی

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: واذا کان بعض اخوانہ من الانبیاء علیہم السلام قد اوتی الحکم صبیّا ابن بسنتین او ثلاث وهو علیہ الصلوٰۃ والسلام اولیٰ بان یوحى الیہ ذالک النوع من الایحاء صبیّا ایضا، ومن علم مقامہ صلی اللہ علیہ وسلم وصدق بانہ الحبيب الذی کان نبیا و آدم بین الماء والطين لم یستبعد ذالک (روح المعانی ج ۲۵ - ص ۵۶، ۵۷)

ترجمہ: اور جب کہ آپ کے بعض انبیاء بھائی بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں، حکم اور فہم دین عطا کئے گئے تھے تو آنحضرت ﷺ کے مقام اور مرتبہ کو جو جانتا ہے، اور اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ وہی اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں جو اس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے، تو وہ اس طرح کی وحی کو آپ کے حق میں بعید (محال نہیں سمجھتے) گا۔

- ۱۔ علامہ رحمہ اللہ کا کلام اس امر کی دلیل ہے کہ وحی کے لیے چالیس سال عمر کا ہونا لازمی اور ضروری نہیں، اور نہ ہی عمر کی یہ حد نزول وحی کے لیے موقوف علیہ ہے۔
- ۲۔ چالیس سال عمر کی تکمیل نبوت کے لیے شرط نہیں، بلکہ نبوت ایک امر موبہوب من اللہ ہے جو انسانی کسب و عمل، اور انسانی کے مقرر کردہ اصول و قواعد سے وراء الوری ہے۔
- ۳۔ چالیس سال کی تکمیل سے قبل نبوت کا وجود متحقق فی الخارج بلکہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔
- ۴۔ نبی کے لیے وحی (جو بھی صورت ہو) خاصہ لازمہ ہے، جس شخص پر وحی ہو وہ ہر صورت نبی ہے غیر نبی پر وحی کا نزول محال شرعی ہے۔
- ۵۔ صغریٰ میں بعض انبیاء پر وحی کا آنا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ ﷺ پر بحالت بچپن وحی آئے اور وجہ لزوم اور امر تلازم آپ ﷺ کا تمام انبیاء سے افضل ہونا ہے۔
- ۶۔ بچپن میں آپ پر وحی کے آنے کی علت آپ کا فرمان کنت نبیا و آدم بین الماء والطين ہے جو آپ کی حقیقت نور یہ اور جسد بشری کے لیے دائمی اور متمرہ نبوت کو ثابت کر رہا ہے۔
- ۷۔ بحالت بچپن آپ پر نزول وحی (کوئی بھی صورت ہو) کا ہونا محال نہیں کیونکہ آپ ﷺ روز ازل سے ہی اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے تمام حالات دینیہ ہوں یا اخرویہ ان کی انجام دہی میں وحی کا تسلسل جاری رہا۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: وکان لہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل حال من احوالہ فیہا نوع من الوحی (بحوالہ تحقیقات ص ۳۲۰)
- آنحضرت ﷺ کے لیے جملہ احوال (دینیہ ہوں یا اخرویہ) میں سے ہر حال میں وحی کا کوئی نہ کوئی قسم حاصل ہوتا تھا۔ فی کل حال میں لفظ کل کا افرادی استغراقی ہونا اور من کا ابتدائیہ بیان یہ ہونا، اور احوال کا مفید جنسیت ہونا ثابت کرتا ہے کہ جس حال کو بھی آپ ﷺ کی صفت لازمہ بنتے کا اعزاز حاصل ہوا اس کے وجود اور تحقق میں وحی دخیل کا رہے۔ احوال کا سلسلہ زمانہ بچپن سے لے کر وقت رحلت تک ہے تو لا محالہ وحی کا ہونا بھی زمانہ بچپن سے لے کر وقت رحلت تک کے عرصہ کو محیط ہے، اور اس پورے عرصہ پر وحی کی چھاپ کا ہونا آپ کی نبوت کو مستلزم ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ روز

ولادت سے ہی نبی ہیں، لہذا تحقیقات کا چالیس سال عمر کی تکمیل پر آپ کے لیے نبوت کو ثابت کرنا علامہ کے موقف اور کلام کے مغائر ہے۔

تحقیقات نے لکھا کہ (۱) نبی کے لیے وحی ہونا ضروری ہے (۲) وحی نبوت کے مترادف ہے (ص ۳۶۳) جب آپ ﷺ کے تمام احوال میں وحی کا وجود بہ تسلسل موجود ہے تو چالیس سال سے قبل بھی ہر لمحہ نبوت موجود ہے ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے فرمایا: قال ابن برہان قدیکون قبل بعثة النبی ﷺ شیئ شہ المعجزات یعنی التي تسمى ارها صاو یحتمل ان یکون نبیا قبل اربعین غیر مرسل، والاظهر انه کان قبل الاربعین ولیا ثم بعدہا نبیا ثم صار رسولا۔ (مرقات، ج ۳، ص ۳۰۸)

علامہ ابن برہان نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ بعثت سے قبل ان سے معجزات کے مشابہ خوارق عادات سرزد ہوئے ہیں جن کو ارباب صا کہا جاتا ہے، اور یہ احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ چالیس سال سے قبل نبی ہوں رسول نہ ہوں، اور زیادہ نمایاں اثر یہی ہے کہ آپ ﷺ چالیس سال سے پہلے ولی ہوں، پھر نبی اور پھر رسول بنائے گئے، مندرجہ اس کلام سے ثابت ہوا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے چالیس سال سے قبل آپ کے نبی ہونے کی نفی کی نہ انکار کیا ہے بلکہ چالیس سال سے قبل خوارق عادات کے ظہور و صدور کو آپ کے نبی ہونے کی علت اور دلیل قرار دیا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ چالیس سال عمر شریف کے مکمل ہونے پر آپ کو رسول بنایا گیا ہے نبوت تو پہلے سے موجود چلی آ رہی ہے کیونکہ ارباصات (معجزات) صادر ہوتے رہے ہیں۔ جو آپ کے نبی ہونے کے دلائل ہیں۔

واضح رہے کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے معجزات کو

تین اقسام میں تقسیم فرمایا جس میں ارباصات شامل ہیں، ملا خطہ ہومدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۸

امام رازی اور سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ نے زیر آیت الم نشرح لک صدرک نقل فرمایا کہ: فان

تقدم الخارق علی النبوت جائز عندنا ونسمیہ ارها صاو الاخبار کثیرة فی وقوعہ لہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام قبل النبوة (روح المعانی، جلد ۳۰ تفسیر کبیر۔ جلد ۳۰) امر خارق للعادة کا

اعلان نبوت سے پہلے وقوع پذیر اور صادر ہونا اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے اور ہم اس کو ارہاس کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اخبار کثیرہ سے ثابت ہے کہ آپ کے اعلان نبوت فرمانے سے قبل، آپ کی ذات اقدس سے ارہاسات (معجزات) کا صدور ہوا ہے۔

واضح رہے کہ معجزات کے صدور اور ظہور میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحدی یعنی نبوت کے اعلان اور دعویٰ کو شرط قرار نہیں دیا، یعنی ارہاس کا ظہور نبوت کے وجود اور تحقق پر موقوف ہے مگر یہ نبوت بدوں دعویٰ نبوت اور بدوں اظہار کے ہے اور معجزہ دعویٰ نبوت پر موقوف ہے، شیخ محقق نے ارہاس، معجزہ اور کرامت کو معجزہ ہی فرمایا ہے، مدارج النبوة، جلد دوم۔ ص ۷ پر معجزات کی بحث میں تحدی کی شرط کو غیر لازم اور غیر ضروری قرار دے کر ص ۸ پر واضح کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات تین قسم کے ہیں۔ ارہاس معجزہ اور کرامت بقول شیخ رحمہ اللہ ارہاس اور معجزہ میں کوئی فرق نہیں فرق صرف نبوت کے اعلان اور اظہار کا ہے۔

ارہاس کا معنی بیان کرتے ہوئے تحقیقات نے لکھا کہ ارہاس کا معنی بنیاد رکھنا ہے، کیونکہ ان امور سے لوگوں کو اندازہ بلکہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ شخصیت زمانہ مستقبل میں اعلیٰ مرتبہ اور بلند ترین مقام کی مالک بننے والی شخصیت ہے۔ (ص ۲۹۲) تحقیقات کا یہ تبصرہ شیخ محقق ملا علی قاری، امام فخر الدین رازی، اور دیگر گرانقدر علماء اور عرفاء کے موقف اور تصریحات کے خلاف ہے بلکہ تحقیقات کے خود اپنے موقف کے خلاف ہے، چنانچہ غلام محمد بندیا لوی شرقی پوری نے لکھا: اور اللہ تعالیٰ نے جن ہستیوں کو اس اعلیٰ ترین منصب پر فائز کرنا ہوتا ہے روز ازل سے ہی ان کو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے تحت طاہر و مطہر اور بے داغ سیرت و کردار کا مالک بنا دیتا ہے (ص ۳۵) یعنی جنہوں نے منصب نبوت پر فائز ہونا ہے روز ازل سے ہی ان کا انتخاب اور روز ولادت سے ہی وصف نبوت سے اوصاف کر دیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ نبی اعلان نبوت سے قبل بھی معصوم ہوتا ہے اور اعلان نبوت کے بعد بھی، چنانچہ امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالعید السالمی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں، اور معصوم واجب العصمت (التمہید، ص ۱۶۶، فرید بک شال

جب ہر نبی نزول وحی سے قبل معصوم اور نبی ہے تو رسول اللہ ﷺ بطریق اولیٰ نبی ہیں، بلکہ آپ کی نبوت میں شائبہ وہم و گمان نہیں اس لیے کہ آپ سے بے شمار خوارق عادات بلکہ جلیل القدر خوارق عادات کا ظہور ہوا ہے، شیخ محقق رحمہ اللہ نے بجا طور پر معجزات کو تین اقسام میں تقسیم فرمایا۔ اور یہ واضح فرمایا کہ اربا ص معجزہ ہے، جس میں تحدی نہیں۔ نیز نبوت کا نور اصلی اور حقیقی ہے، جو نبی کی ذات کے ساتھ ہی تخلیق ہوتا ہے اسی نور نبوت کی وجہ سے نبی وحی سے قبل اور بعد معصوم ہوتا ہے غوث کبیر سیدی عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ نے فرمایا: بان نور النبوة اصلی، ذاتی، حقیقی مخلوق مع الذات فی اصل نشأتها ولذا کان النبی معصوما فی حال (جواہر الجارجلد ثانی ص ۱۶۳) نبوت کا نور اصلی، ذاتی، حقیقی ہے، جو نبی کی ذات کی اصل تخلیق میں، تخلیق کیا جاتا ہے اسی وجہ سے نبی اپنے تمام احوال و اطوار میں معصوم ہوتا ہے، یعنی نور نبوت نبی کی ذات کی تخلیق کے وقت ہی پیدا، اور نبی کی ذات وقت پیدائش سے ہی اس نور نبوت سے متصف ہوتی ہے اور نبی اعلان نبوت کے قبل اور بعد اپنے تمام احوال اور اطوار میں معصوم ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل سنت و جماعت کے مذہب میں نبی اعلان نبوت سے قبل بھی نبی اور معصوم ہے جیسا کہ امام اہل سنت علامہ ابوشکور سالمی نے فرمایا ہے، نبی کے لیے اعلان نبوت سے پہلے بھی معصوم ہونا اس کے نبی ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ نبوت کے لیے عصمت لازم ماہیت ہے، کلام غوث رحمہ اللہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے وقت سے ہی آپ کی نبوت بطور خاصہ لازمہ موجود اور متحقق ہے یہی وجہ ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ سے معجزات کا ظہور اور صدور ہوا ہے۔

چالیس سال سے قبل نبی ہونے پر ایک اور دلیل

شیخ اسماعیل حقی رحمہ اللہ نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا قول نقل فرمایا: ان معاریجہ علیہ

الصلوة والسلام اربع و ثلاثون منها مرة واحدة بجسده والباقي بروحه رؤياها ای

قبل النبوة وبعدها و كان الاسراء الذي حصل له صلى الله عليه وسلم قبل ان يوحى اليه توطئة له وتيسيرا عليه كما كان بدء نبوته الرؤيا الصادقة (جواهر البحار - جلد ثانی، ص ۲۲۳) بے شک نبی کریم ﷺ کو چونتیس مرتبہ معراج کرائی گئی ہے ان میں سے ایک معراج جسمانی ہے اور بقیہ روحانی ہیں، روحانی معراجیں آپ ﷺ کو اعلان نبوت سے قبل بھی اور بعد بھی کرائی گئی ہیں، "نزول وحی سے قبل معراج کرانے کا مقصد، جسمانی معراج کے لیے بنیاد بنانا، اور آسانی پیدا کرنا تھا، جس طرح نبوت کی ابتدا سچے خوابوں کے ذریعے کی گئی تاکہ نزول وحی، اور وحی کے بعد آنے والے واقعات کے لیے تخیل پیدا ہو۔

معلوم ہوا جس طرح سچے خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہیں اسی طرح ۳۳ - مرتبہ آپ کو اعلان نبوت سے قبل اور بعد اسراء سے سرفراز فرمایا جانا آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ اگر چالیس سال عمر سریف کی تکمیل سے قبل آپ نبی نہ ہوتے تو اتنی کثیر تعداد میں اسراء روحانی سے آپ کو مشرف نہ فرمایا جاتا، کیونکہ معراج روحانی ہو یا جسمانی نبوت کا خاصہ ہے۔

آپ کا جسم اطہر عالم علوی سے تھا اس وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا

جواہر البحار میں ہے: "وقد ذكرنا ان جبريل عليه السلام اخذ طينة النبي ﷺ فجعلها بمياه الجنة وغسلها من كل كثافة كدورة فكان جسده الطاهر كان من العالم العلوي كروحه الشريف" (جلد ثانی، ص ۲۲۳)

علماء نے فرمایا ہے نبی کریم ﷺ کی طینت مقدسہ جس سے آپ کا جسد اطہر بنایا گیا تھا جبریل علیہ السلام نے اس کو جنت کے پانیوں سے گوندھا اور دھو کر ہر قسم کی کثافت اور کدورت سے پاک کیا تو آپ کا جسم طاہر بھی عالم علوی (عالم نور) سے ہو گیا جس طرح آپ کی روح انور لطیف اور عالم علوی سے ہے۔

کلام غوث رحمہ اللہ اس بات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جسد عنصری ہر قسم کی کثافت اور کدورت سے پاک ہے، اور بلند پایہ لطافت کی بناء پر عالم علوی یعنی عالم نور سے ہے کثافت کے

ازالے، اور مادی آلائشوں اور کدورتوں سے پاک ہونے اور پاک کرنے کا محتاج نہیں، جنت اور اسمیں موجود انہار، اثمار، میاء اور محلات سب نوری حقائق ہیں، جب نوری حقیقت رکھنے والے پانیوں سے جن کا وجود جنت میں ہے جن کی گزرگاہ جنت ہے سے طینت طیبہ طاہرہ کو دھو دھو کر لطافت و نظافت کی انتہا کر دی گئی، اور نوری حالت اور کیفیت سے زینت بخشی گئی تو وجود نوری علوی میں کدورت و کثافت کہاں؟ یا وہ ان کے ازالے کا دست نگر کیوں؟ جبکہ تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ لباس بشری کثیف تھا کیوں کہ وہ ماں باپ دونوں کے مادہ تولید کی آمیزش سے تیار ہوا تھا لہذا وہ نسبتاً کثیف تھا اس لیے اس کی کثافت کو بار بار کے شق صدر اور چلہ کشی وغیرہ کے ذریعے جب لطیف کر دیا گیا اور حقیقت نور یہ کا ہم رنگ تو یہ منصب سونپا گیا۔ (ص۔ ۱۶۰)

تحقیقات کا موقف اس لیے بھی غلط ہے کہ ہر جسم کثیف کے اپنے اپنے اثرات اور لوازمات ہیں، بے جان جسم کثیف اور جاندار جسم کثیف کے الگ الگ اثرات اور لوازمات ہیں، جاندار جسم کثیف پر عمل قلیل کا اثر احساس اور ذرد کی صورت میں بطور لازم ظاہر ہوتا ہے بسا اوقات عمل کے اثرات بھی نمایاں ہوتے ہیں، جیسا کہ مار پیٹ یا زخمی کرنے کے اثرات کا موجود ہونا جاندار جسم کثیف پر عمل کثیر اور فعل کبیر کے اثرات۔ خون کے اظہار و سیلان، نشان فعل، احساس، اور تکلیف کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، اور بسا اوقات فعل کبیر ضیاع جان پر منتج ہو جاتا ہے یہ حقائق ارضیہ ہیں جن کا انکار، یا تردید ممکن ہی نہیں، شق صدر جو حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہوا۔ یہ چار سال کی عمر شریف میں ہوا، اور دوسری بار بیس سال کی عمر شریف میں ہوا درمنثور کی روایت کے مطابق آپ ﷺ کا فرمان ان الفاظ میں ہے۔
لا اجد لا خذہما مسا پھر فرمایا فلفلقہ فیما رى بلادم ولا وجع (روح المعانی، جز۔ ۳۰ زیر آیت الم نشرح لک الایۃ)

یعنی مجھے ان کے پکڑنے کا محسوس ہی نہیں ہوا، انہوں نے میرا سینہ اور پیٹ چاک کیا، میرا دل چیرا میں دیکھ رہا تھا، میرا خون نکلا نہ مجھے درد ہوا نہ تکلیف ہوئی، سوچنے کی بات ہے، لباس بشری موجود ہے، جو ماں باپ کے مادہ تولید سے تیار ہوا شباب کا زمانہ ہے، فرشتوں کے عمل کثیر اور فعل کبیر کا

پورا پورا علم ہے، کھانا پینا عربی معمول اور ماحول کے مطابق ہے اتنا بڑا عمل ہونے کے باوجود جسم اطہر سے خون نکلا ہے نہ درد ہوا ہے، بلکہ فرشتوں کے پکڑنے، زمین پر لٹانے کا احساس تک نہیں ہوا دل کو اپنی جگہ سے باہر نکالا گیا، چیرا گیا، مگر زندگی بدستور موجود ہے، لباس بشری ہے، مگر خون نہیں نکلا جو دلیل کثافت ہے، سینہ اور دل شق ہیں، مگر درد نہیں جو لباس بشریت کا لازم ہے، پکڑنے اور زمین پر لٹانے کا احساس نہیں جو بھی دلیل کثافت ہے، بدوں دل زندگی رواں دواں، علم، شعور، آگاہی، بدستور موجود ہے۔ یہ لطافت جسم اطہر کے کائنات علوی نوری میں سے ہونیکے واضح دلیل نہیں؟ جیسا کہ غوث کبیر سیدی عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، اور حرکت قلب کے بغیر زندگی کا باقی اور موجود رہنا آپ کا معجزہ نہیں؟ جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۱۲۳ پر فرمایا ہے۔

اسی طرح غار حرا میں آپ کا چلہ کش ہونا ازالہ کثافت کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات کی طرف کامل اور مکمل توجہ کے لیے ہے، یکسوئی اور مجمعی کے حصول کے لیے ہے، جسم اقدس تو روز تخلیق سے ہی لطافت و نظافت کا پیکر ہے اگر جسم اقدس کثیف ہوتا تو باقی اجسام کی طرح سایہ دار ہوتا، مگر آپ کا سایہ نہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ جسم مادی، کثیف ہو مگر سایہ نہ ہو، کے لباس بشری جو والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے مادہ تولید سے تیار ہوا ہو اس کا سایہ کیوں نہیں؟ آپ کے جسم اطہر (بقول تحقیقات لباس بشری، جسم مادی) کا سایہ نہ ہونا ثابت اور امر محقق ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من خصائصہ انہ کان نورا و کان ازامشی فی

الشمس او القمرہ لا یظهر لہ ظل“ (شرح شفاء ص ۵۱۰۔ ج ۱)

آپ ﷺ کا نور ہونا آپ کے خصائص میں سے ہے، اور یہی وجہ تھی کہ جب آپ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا، بدیہی امر ہے اگر آپ کا جسم کثیف ہوتا تو عام اجسام کی طرح آپ کا جسم بھی سائے کو ظاہر کرتا، سایہ کا نہ ہونا اس بات کی نفی کرتا ہے کہ لباس بشری کثیف تھا کیوں کہ وہ ماں باپ کے مادہ تولید سے تیار ہوا تھا جیسا کہ تحقیقات نے۔ ص ۱۶۰ پر واضح طور پر کہا ہے، امام المحمد ثین قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا: من انہ کان لا ظل لشخصہ فی

شمس ولا قمر لانه كان نوراً (شرح شفاء - ج - ۱ ص - ۷۵۴) آپ کے خصائص میں سے ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی میں آپ کے وجود پاک کا سایہ نہیں ہوتا تھا، اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ ای ینفسہ والنور لا ظل له لعدم جرمه وهذا معنى مافى النوادر ولفظها لم یکن لها ظل فی شمس ولا قمر و نقله الحلبي عن ابن سبع ایضا (شرح شفاء - جلد اول - ص ۷۵۵) یعنی آپ کا نفس مقدس نور تھا، یعنی آپ کی ذات کریمہ جو روح اور جسم کا مجموعہ ہے نور تھی، اور نور کا جسم مادی نہیں ہوتا، نوادر الاصول میں حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے یہی معنی بیان فرمایا ہے یعنی ای بنفسہ والنور لا ظل له لعدم جرمه۔ لیکن الفاظ لم یکن لها ظل فی شمس ولا قمر تحریر فرمائے ہیں، علی بن برہان الدین الحلبی رحمہ اللہ نے بھی محدث ابن سبع کی روایت کو اسی طرح نقل فرمایا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ روح، اور جسم دونوں کے لحاظ سے مجسمہ نور و لطافت تھے، کثافت نام کی کوئی چیز آپ کے جسم اطہر میں موجود نہ تھی، جسم اطہر ہونے کے باوجود نورانیت اور لطافت کی تعبیر و تصویر تھا اس میں ماں باپ کے مادہ تولید سے پیدا ہونے والی کثافت کہاں تھی؟

مندرجہ بالا ان علماء اعلام کی تصریحات سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کا جسم آپ کی حقیقت اور روح کے ہم رنگ تھا یعنی لطافت اور نورانیت کی آماجگاہ اور جلوہ گاہ تھا اس میں لطافت پیدا کرنے کے لیے شق صدر، اور چلہ کشی کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ جیسا کہ تحقیقات نے لکھا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا لباس بشری ماں، باپ دونوں کے مادہ تولید کی آمیزش سے تیار ہوا لہذا وہ نسبتاً کثیف تھا اس لیے اس کی کثافت کو بار بار کے شق صدر، اور چلہ کشی وغیرہ کے ذریعے جب لطیف کر دیا گیا اور حقیقت نور یہ کا ہم رنگ تب یہ منصب آپ کو سونپا گیا۔ (۱۶۰)

تحقیقات کا یہ موقف غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ ملا علی قاری، قاضی عیاض، حکیم امام ترمذی، محدث ابن سبع اور امام برہان الدین الحلبی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ انہ کبان نوراً، ضمیر کا مرجع آپ کی ذات شریفہ ہے جس کو ای بنفسہ سے تعبیر کیا گیا ہے، جب آپ کی ذات مقدسہ ہی سراپا نور ہے تو مزید نوری بنانے اور ہم رنگ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان

تحقیقات کا موازنہ کرنا غلط ہے

تحقیقات نے لکھا کہ: رہا معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چالیس سال کی عمر سے پہلے نبی بن جانے کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ محض بشر نہ تھے وہ نصف نصف تھے آدھے بشر تھے اور روحانی، پھر لکھا ان میں بشریت والا ضعف روح الایمن کے نفخ کی آمیزش سے قوت اور توانائی میں بدل گیا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر قوت برداشت اور اس قدر تحمل میں زائد بن گئے تو والدہ ماجدہ میں روح الایمن کے نفخ کی وجہ سے حاصل ہونے والی ملکی قوت کی وجہ سے چالیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ان کو مبعوث فرما دیا گیا، (ص ۱۵۹)

توضیحا کہا جائے گا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے انا من اللہ تعالیٰ والمومنون من فیض نوری“ (جواہر البحار جلد ثانی ص ۲۲۵) جواہر البحار جلد ثالث ص ۳۷۴) میں اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہوں، اور تمام مومنین کا وجود میرے نور کا فیضان ہے قابل توجہ یہ بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آدھا وجود جبریل علیہ السلام کی پھونک کا نتیجہ ہے اور آدھا بشر ہے، جبریل علیہ السلام کی پھونک نے بشریت کے ضعف اور اسکی ناتوانی کو قوت اور استعداد تحمل میں بدل دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی نبوت کے منصب پر فائز کیا گیا، تو جو ذات اپنی حقیقت اصلہ اور وجود ذاتی کے اعتبار سے نور ہو اور نور الہی کی تجلی ہو وہ نبوت کے منصب سے کیوں محروم ہو؟ اگر جبریل کی پھونک نبوت کے لیے اہلیت اور استعداد پیدا کر سکتی ہے تو جو ہے ہی اللہ تعالیٰ کا نور اور اس کی تجلی اس میں نبوت کے برداشت کی قوت اور تحمل نہیں پھر عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ایک خاص مقصد اور خاص ضرورت کے تحت معرض وجود میں آئی جبکہ جبریل اور عیسیٰ علیہ السلام کو تعلیم دینے والی اور تربیت کرنے والی ذات عالم ارواح سے ہی نبوت کے وصف سے متصف چلی آرہی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ نفخ جبریل کس حال اور کس کیفیت میں ہوا جبکہ وہ بشر اسویا، اور رجل شاب کی حالت میں تھے، اگر اس حال، اور اس کیفیت کی پھونک نبوت کے

تخل کی قوت پیدا کر سکتی ہے تو جو ذات اول الامر سے ہی وصف نبوت سے سرفراز ہے اور عالم ارواح میں بالفعل نبوت کا اظہار اور متعلقہ امور بھی سرانجام دے چکی ہو وہ استعداد نبوت سے محروم کیوں؟ پھر جبریل علیہ السلام سے نفخ کا فعل بشری صورت میں ہوا، بشر اسویا کے طور پر ہوا اگر اس میں اتنا کمال اور اعجاز ہے تو جو ذات ہر لحاظ سے نور کا منبع بن کر آئی وہ نبوت کی اہلیت سے عاری ہے؟ یا للعجب

والدہ ماجدہ کی عفت، طہارت اور پاکدامنی کو زبان قال سے بیان کرنا ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے، جبکہ رسول کائنات ﷺ کے ظہور قدسی کے وقت آفاقی معجزات کا ظہور ہوا، پھر آپ نے بحالت رکوع اور سجود ہو کر الحمد للہ فرمایا جس نے آپ کے نبی ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمادی، اور نبی نہ ہونے کے تمام دروازوں کو بند فرمادیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں آپ کا کلام کرنا وہ بھی ایک ضرورت اور مجبوری کے تحت ہے اور اخبار بالغیب نمایاں ہیں جو آپ کے نبی ہونے کے دلائل واضح ہیں لیکن ولادت باسعادت سے لے کر اعلان نبوت تک آپ ﷺ کے معجزات کثیر ہیں، تقابل اور توازن کی صورت میں جس طرح عیسیٰ علیہ السلام ہے آپ ﷺ کا مقام اور مرتبہ ارفع اور اعلیٰ ہے اسی طرح آپ کے معجزات بھی شان رفیع کے حامل ہیں۔ لہذا تحقیقات کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نفخ جبریل کی بنیاد پر نبوت کو ثابت کرنا اور اعلان نبوت سے قبل آپ ﷺ سے نبوت کی نفی کرنا خلاف دلیل ہے۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کی نصف بشریت مسلمہ ہے جو کثافت کی حامل ہے اگر آپ کی آدمی بشریت کثافت کی حامل ہو کر مانع نبوت نہیں تو وہ ذات جس کا لباس بشریت عالم بالا سے ہو، عالم نور کا ہو اس میں نبوت کی قوت نہیں؟ جب آپ (ﷺ) کا لباس بشری ہر قسم کی کثافتوں اور کدورتوں سے مبرا، حقیقت اور روح کے انوار سے ہم پلہ اور صفات قدسیہ سے متجلی ہو وہ نبوت کے تحمل اور قوت برداشت سے عاری اور عاجز ہو کیوں؟ اور کیسے؟ احادیث میں نور نیک، انامن اللہ اول ما خلق اللہ نوری میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کو ضمیر متکلم سے ہی تعبیر فرمایا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ بحیثیت ذات نور ہیں، ذات روح اور لباس بشری کے مجموعے کا نام ہے اس کا اطلاق اس

وجود مقدس پر ہے جو ولادت کے وقت عالم دنیا میں جلوہ گر ہوا، لباس بشری یا اس کی ناتوانی، اور ضعف کی بنیاد پر چالیس سال سے قبل آپ کے نبی نہ ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔ تحقیقات اگر اپنے ہی صفحات ۷۲ تا ۷۷ دیکھ لیتی تو عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نبوت ثابت کرنے میں بے جان اور منقوض تاویل کی مرتکب نہ ہوتی۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ تحقیقات نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نبوت کے استحقاق استعداد اور قوت پر جو لیل پیش کی ہے وہ غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ بشر اسویا کی حالت میں آنے والے جبریل کی پھونک کی تاثیر اور قوت اللہ کے نور کی تجلی سے اقویٰ اور اس سے اغلب ہو اور یہ محال ہے۔ کیونکہ مفضول افضل سے افضل نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدس بجمیع وجوہ ذات جبریل سے افضل ہے۔ تحقیقات نے روح الامین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب اور مدارج کا فرق واضح کرتے ہوئے تحریر کیا۔ کہ گیارہ سال کے قلیل عرصہ میں روح الامین علیہ السلام کا مکان اور مستقر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتوں کے مقابل گردراہ بن کر رہ گیا اور آپ نے عرش اعظم سے بھی آگے ہزار ہا حجابات عظمت کو عبور کر کے لامکان کو اپنا مکان بنایا اور لامکانی ذات اقدس کا جلوہ ذات سر کی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا، وہی لامکان کے ملکین ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے۔

وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکان نہیں۔ (ص ۱۴۱-۱۴۲) قابل غور امر یہ ہے کہ جب جبریل علیہ السلام کی نورانیت محضہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت میں اتنا تفاوت، اتنے مدارج اس قدر مراتب کا فرق ملحوظ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام عبدیت اور شان بشریت میں رہ کر بشری اور انسانی چشمائے مبارک سے ذات حق جل و علا کا مشاہدہ فرمایا ہے تو یہ کہنا کہ نبوت کے لیے قوت اور استعداد میں جبریل علیہ السلام کی پھونک موثر اور کارگر ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ جو نور الہی ہے، جس کا وجود عنصری بھی ملائے اعلیٰ سے ہے اس میں نبوت کے قتل کی قوت برداشت نہیں؟ باعث تعجب نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

مزید جبریل علیہ السلام کی پھونک لبادۂ بشریت میں تھی اگرچہ باطن اور حقیقت کے اعتبار سے نوری تھے، بشر اسویا کی حالت میں تھے یعنی حقیقت نور یہ بشر اسویا کے لباس میں تھی، اس لباس میں

ہونے کے باوجود وہ نوری فرشتہ ہے جس کا اصلی مکان سدرة المنتہی ہے۔ زمین پر موجودگی کے باوجود آپ سدرة المنتہی پر ہوتے، یہ لبادۂ بشری کا کمال نہیں بلکہ اس حقیقت نوریہ کا اثر مرتب اور خاصہ ہے جو بحیثیت رسول ملکی آپ کو حاصل ہے۔ دنیا اور سدرة المنتہی ہر دو جگہ پر موجود ہونا ثابت کرتا ہے آپ کے خصائص اور لوازمات تغیر اور تبدل سے محفوظ ہیں، تو رسول اللہ ﷺ کا لباس بشری جو ماں اور باپ کے مادۂ تولید کی آمیزش سے تیار ہوا۔ آپ کی حقیقت نوریہ کو کیسے سلب اور کیسے غیر موثر کر سکتا ہے، اور آپ کی نبوت خاصہ کے معارض اور منافی کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ نبوت آپ کی حقیقت محمدیہ اور ماہیت نوریہ کا خاصہ ہے۔

نبوت روح کا خاصہ ہے آپ کی روح اول

المخلوقات ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”واذا كانت النبوة صفة روحه علم انه صلی اللہ علیہ وسلم بعد موته نبی رسول ولا ينضرا انقطاع الاحكام والوحی“ (جواہر البحار، جلد ثالث ص ۳۵۷) جب یہ مسلمہ امر ہے کہ نبوت آپ ﷺ کی روح کی صفت ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ وفات شریفہ کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں، ایسی صورت میں آپ پر وحی کا نہ آنا، اور احکام شرع کا نازل نہ ہونا۔ آپ کی نبوت اور رسالت کے لیے مضر نہیں علامہ رحمہ اللہ کے کلام حقیقت ترجمان سے ثابت ہوا کہ۔

- ۱۔ نبوت آپ کی روح طاہرہ مطہرہ کی صفت ہے، جسد غصری میں جب سے روح اقدس کا حلول اور سریان ہوا ہے، اس وقت سے آپ ﷺ کی نبوت متحقق اور موجود ہے۔
- ۲۔ بعد از وفات آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کی بقاء دوام اور استمرار اس بات کی دلیل ہے کہ نبوت کا اتصاف روح سے ہے اور محل نبوت آپ کی روح اطہرہ ہے۔

۳۔ آپ ﷺ عالم بزرخ میں بحیات دنیاوی بلکہ اس سے بھی ارفع اور بلند تر زندگی کے ساتھ

زندہ ہیں آپ کی حیات طیبہ طاہرہ بحیثیت نبی اور رسول کے ہے، اگر نبوت روح کی صفت نہ ہوتی تو آپ زندہ ہوتے نہ نبی اور رسول کیونکہ آپ کی روح مبارکہ وہی ہے جو روز اول سے وصف نبوت سے متصف چلی آرہی ہے۔

۴۔ نبوت کا موصوف اور محل آپ کی روح طیبہ طاہرہ ہے انقطاع الروح عن الجسد (موت) ہونے کے باوجود وصف نبوت روح انور سے سلب ہوئی نہ منفی کیونکہ آپ کی روح کی حقیقت کے لیے نبوت خاصہ ہے، اور خاصہ لازمہ کا تعلق شی کے وجود سے ہوتا ہے شی جب بھی جہاں بھی موجود اور متحقق ہوگی اس کے ساتھ لوازم اور خواص بھی متحقق ہوں گے، لہذا روز اول سے لیکر عرصہ محشر تک روح اطہر کے ہمراہ اور معانہ نبوت کا حصول اور وجود تقاضائے اصول و قواعد ہے۔

آپ کی روح مقدسہ اول المخلوقات ہے، شیخ علی دودہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فالروح الاول الاعظم اول المخلوقات وهو روح النبی ﷺ بقوله عليه الصلوة والسلام اول ما خلق الله روحی (جواہر البحار جلد رابع ص ۱۷۲) تمام خلایق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے الروح الاعظم کو پیدا فرمایا اور وہ نبی کریم ﷺ کی روح انور ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز تخلیق فرمائی وہ میری روح ہے۔

قطب ربانی الشیخ السید الشریف ابوالعباس التیجانی نے فرمایا: ”اول موجود اوجدہ اللہ تعالیٰ من حضرة الغیب هو روح سیدنا محمد ﷺ (جواہر البحار جلد ثالث ص ۵۰) موجودات میں حضرت غیب سے جو چیز اول موجود ہوئی وہ ہمارے سردار محمد ﷺ کی روح اقدس ہے۔

نبوت روح کے لیے خاصہ ہے روح جہان ہوگی

نبوت وہیں ثابت اور متحقق ہوگی

سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: وليس المعنى انه كان نبيا في علم الله تعالى

کما قيل لانه لا يختص به بل ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح وخلع عليها خلعة
التشريف بالنبوة اى ثبت لها ذلك الوصف دون غيرها فى عالم الارواح الخ (جواهر
البحار۔ جلد ثالث۔ ص ۳۵۷)

کنت نبیاً و آدم بین الروح والجسد کا معنی یہ نہیں کہ آپ ﷺ کا نبی ہونا علم الہی میں مقرر ہو
چکا تھا، کیوں کہ علم الہی میں آپ کی نبوت کے مقدر ہونے میں آپ کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ حدیث کا
معنی اور مفہوم یہ ہے کہ تمام ارواح سے قبل اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح کو پیدا فرمایا، اور روح کو
نبوت عطا فرما کر خلعت شرافت بخشی، وصف نبوت عالم ارواح میں صرف آپ کی روح مبارکہ کو حاصل
اور ثابت تھا اور کوئی بھی روح وصف نبوت سے متصف نہ تھی۔ علامہ رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا اول
الموجودات اور اول المخلوقات آپ ﷺ کی روح مبارکہ ہے عالم الروح میں صرف آپ کی روح کو
نبوت کا منصب حاصل تھا، اور کسی بھی نبی کی روح کو یہ منصب حاصل ہوا نہ ثابت تھا۔ معلوم ہوا نبوت
آپ کی روح مبارکہ کے لیے بطور خاصہ ثابت تھی، اگر خاصہ نہ ہوتی تو انبیاء کرام کی ارواح کے لیے بھی
ثابت ہوتی۔ نبوت کے ثبوت میں روح انور کی انفرادیت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ عالم ارواح
میں آپ کی روح مبارکہ کے لیے نبوت کا ثبوت بطور خاصہ تھا، جس کی بناء پر یہ تسلیم کرنا ضروری ہوگا
کہ روح جہاں ہوگی نبوت کا ثبوت بطور خاصہ وہیں موجود اور متحقق ہوگا، توجہ طلب معاملہ یہ ہے کہ روح
کا وجود عالم ارواح تک محدود اور محصور ہے یا اس کے بعد عالم اجسام میں بھی اس کی جلوہ گری ہوئی ہے؟
اس بارے تحقیقات کا موقف ملاحظہ ہو۔

الغرض آپ ﷺ کی روح مبارکہ بمع آپ کے جوہر جسمانی اور مادۂ نورانی کے ہزاروں
سال عالم اجسام میں موجود رہی اور اس کے فیوض و برکات سے آباء و اجداد اور قبائل اور علاقے مستفید
ہوتے رہے۔ (ص ۷۸)

تحقیقات کے اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ روح مبارکہ کا دائرہ وجود، اور حلقہ فیوض و
برکات عالم ارواح تک محدود اور محسوب نہیں بلکہ بقول تحقیقات عالم اجسام، (دنیا میں) ہزاروں برس

تک اس کی موجودگی اور فیضانِ رسانی موجود اور متحقق ہے پھر یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ جو ہر جسمانی سے کیا مراد ہے؟ اور مادۂ نورانی کا مدلول اور مصداق کیا ہے؟ جو ہر جسمانی کا اطلاق جسمِ عنصری پر ہو نہیں سکتا کیونکہ اس کے ظہور اور وجود کا مرحلہ ابھی بہت دور اور بہت آگے ہے اور لامحالہ اس سے مراد حقیقتِ روح، وجودِ روح، اور مادۂ نورانی سے مراد حقیقتِ محمدیہ ہے جو نور الہی اور تجلی ربانی ہے اور جو روح کا محل اور موصوف ہے، روح مبارکہ حقیقتِ محمدیہ کے جو ہر جسمانی سے اتصاف اور الحاق کی بدولت ہزاروں برس تک کائناتِ ارضی کے لیے فیضِ بار رہی، اس سارے دورانیے اور سارے عمل میں روح اور حقیقتِ اصلیہ کو منصبِ نبوت سے معزول، مسلوب اور معری کرنا نصوصِ قطعیہ کے معارض اور منافی ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔

امام عارف باللہ الامیر عبدالقادر الجزائری الحسنی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اعلم انہ لیس المراد من ارسالہ رحمۃ للعالمین ہذا رسالہ ﷺ من حیث ظہور جسمہ الشریف الطبیعی فقط وان قال بہ جمهور المفسرین وعامتہم فانہ من ہذہ الحیثیۃ غیر عامۃ الرحمة لجميع العالمین فان العالم اسم لما سوی الحق تعالیٰ بل المراد ارسالہ ﷺ من حیث حقیقتہ الیٰ ہی حقیقۃ الحقائق ومن حیث روحہ الذی ہو روح الارواح فان حقیقتہ ﷺ ہی الرحمة الیٰ وسعت کل شیء (جوابِ ارجار، جلد ثالث، ص ۲۵۵)

جان لو کہ آپ کے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنے کا معنی یہ نہیں کہ آپ اپنے جسمِ شریف جو طبعی ہے، کے ظہور کی وجہ سے فقط رحمۃ للعالمین ہیں۔ اگرچہ عام علماء اور جمہور مفسرین اسی کے قائل ہیں یہ معنی درست نہ ہونیکے وجہ یہ ہے کہ اس معنی کی بناء پر آپ تمام عالمین کے لیے رحمت نہیں ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر شئی عالم ہے بل آ یہ مقدسہ کا معنی یہ ہے کہ آپ کی حقیقت جو تمام حقائق کی حقیقت ہے اس کے لحاظ سے اور اپنی روح مبارک جو تمام ارواح کی روح ہے کے لحاظ سے رحمۃ للعالمین ہیں۔ اور آپ کی حقیقت مقدسہ ایسی رحمۃ ہے جو کائنات کی ہر ہر شئی کو شامل اور محیط ہے۔ جب آپ کی حقیقت تمام حقائق کی حقیقت ہے تو آپ کی حقیقت سب سے اول اور سب سے مقدم ہوئی، اسی طرح آپ کی

روح مبارک سب ارواح کی روح ہے تو آپ کی روح تمام ارواح سے مقدم ہوگی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کی حقیقت کو اپنی ذات کے نور سے بصورت تجلی ظاہر فرمایا پھر آپ کی روح مبارک کو پیدا فرما کر اس کو نبوت سے سرفراز فرمایا، ان تینوں کا مجموعہ آپ کی ذات شریفہ ہے جب حقیقت، روح اور نبوت سب سے پہلے موجود ہیں اور ان سے تمام عوالم پر فیضان رحمت بدوں کسی قید اور بلا شرط ہوا تو آپ کی نبوت کو روز اول سے لیکر عرضہ محشر تک تسلیم کرنا لازمی ہوگا، جس سے انکار کی کوئی صورت نہیں، الشیخ ابو محمد عبد الجلیل القصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ان النبی ﷺ عقدت له النبوة قبل كل شیء وانه دعا الخلیقة عند خلق الارواح (جواہر البحار۔ جلد ثانی۔ ص ۱۹۴)۔

ہر شی سے قبل آپ کے لیے نبوت منعقد ہوئی، جب ارواح کو تخلیق کیا گیا تو اس وقت آپ نے مخلوق کو دعوت تو حیددی ثابت ہوا ہر شی سے قبل آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

امام تاج الدین السبکی نے فرمایا آپ کے فرمان بعثت الی الخلق كافة کے بارے میں ہمارا گمان یہ تھا کہ اس سے مراد آپ کے زمانہ اقدس سے لے کر قیامت تک کی بعثت ہے، لیکن بعد میں پتہ چلا: فان انه جمیع الناس اولہم و آخرہم (جواہر البحار۔ جلد ثانی۔ ص ۱۹۵) کہ یہ بعثت اولین، آخرین بلکہ تمام انسانیت کو شامل ہے۔

الشیخ ابو عثمان الفرغانی نے فرمایا: فلم یکن داعیا حقیقتاً من الابتداء الی الانتہاء الا هذه الحقیقة الاحمدیة الی ہی اصل جمیع الانبیاء و ہم کالاجزا والتفصیل لحقیقته و کانت دعوتہم من حیث جزئیہم عن خلافة من کلہم بعض اجزائہ و کانت دعوتہ دعوة الكل جمیع اجزائہ الی کلیة والاشارة الی ذالك قوله تعالیٰ وما ارسلناک الا کافہ للناس والانبیاء والرسل و جمع اممہم و جمیع المتقدمین والمتاخرین داخلون فی کافہ الناس و کان هو صلی اللہ علیہ وسلم داعیا لا صالة و جمیع الانبیاء والرسل علیہم السلام یدعون الخلق الی الحق عن تبعیتہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانوا خلفاءہ و نوابہ فی الدعوة و فی البردة و کل آی اتی الرسل الکرام

بہا ، فانما اتصلت من نورہ بہم۔ فانہ شمس فضل ہم کواکبہا یظہرن انوارہا

للناس فی الظلم“ (جواہر البحار، جلد ثانی۔ ص ۱۹۵)

ابتداء سے لے کر انتہا تک حقیقی داعی حقیقت احمدیہ ہی ہے جو تمام انبیاء کرام کے لیے اصل، اور انبیاء اس کے لیے اجزاء اور تفصیل کی مانند ہیں۔ انبیاء کرام کی دعوت جو ایک دوسرے کی خلافت میں ہوئی یہ ان کے حقیقت احمدیہ کے اجزاء ہونے کے لحاظ سے ہے۔

یعنی حقیقت احمدیہ کے اجزاء ہونے کی بناء پر ہے اور آپ کی دعوت، تمام اجزاء کی دعوت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان و ما ارسلناک الا کافۃ للناس کا اشارہ اسی طرف ہے، تمام انبیاء کرام اور رسل عظام اور ان کی امتیں اور تمام متقدمین اور متاخرین کافۃ الناس میں داخل ہیں، اور آپ ﷺ اصلی داعی ہیں، تمام انبیاء اور رسولوں نے آپ کی متابعت میں مخلوق کو اللہ کی طرف بلایا اور دعوت دی ہے، تمام انبیاء اور رسول آپ کے خلفاء اور نائب تھے۔ امام بوصیری رحمہ اللہ نے قصیدہ بردہ میں فرمایا ہے۔

رسل کرام کے تمام معجزات جو ان کو عطا کئے گئے، وہ آپ ﷺ کے نور کا فیضان ہے جو ان تک پہنچا ہے۔

آپ فضل کے سورج اور انبیاء و رسل اس کے ستارے ہیں۔ جو جہالت کی ظلمات میں لوگوں کو روشنی پہنچاتے رہے۔

یعنی آپ ﷺ کی حقیقت احمدیہ داعی حقیقی ہو کر ہر نبی اور ہر رسول کے زمانہ میں جلوہ گر رہی ہے، ہر نبی اور ہر رسول نے اس حقیقت احمدیہ کے جز کی حیثیت سے دعوت و تبلیغ کا کام کیا، آپ کی دعوت تمام انبیاء اور تمام رسولوں کی دعوت ہے وہ آپ کے اجزاء ہیں جنہوں نے اپنی اپنی باری پر مخلوق کو دعوت تو حید دی ہے، یہ دعوت آپ کی متابعت اور اقتداء میں دی ہے کیونکہ کوئی دور ابتداء سے لے کر انتہاء تک آپ کی حقیقت سے خالی نہیں رہا، آپ کی حقیقت اصل یہ جو حقیقت احمدیہ ہے کہ اعتباد سے ہر نبی کے زمانہ میں آپ کی رسالت موجود رہی، انبیاء اور رسول اس وقت بھی آپ کی متابعت میں دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت احمدیہ جو وصف رسالت سے متصف رہی ہے کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، کہ ہم نے آپ کو تمام متقدمین، اور متاخرین مخلوق کے لیے رسالت دے کر بھیجا ہے، آپ کی ذات ساری کائنات کے لیے فیضان کا سورج ہے جس سے متقدم کائنات کا ہر ذرہ مستفید اور فیضاب ہوا، اسی طرح متاخر کائنات بھی آپ کی حقیقت احمدیہ اور نور رسالت سے فیض یاب ہوئی، ہر نبی اور ہر رسول کے دور میں آپ کا حقیقی اور اصلی داعی ہونا، اور ہر نبی اور ہر رسول کا آپ کی اتباع اور اقتداء میں دعوت و تبلیغ کا قریضہ ادا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نبوت دائمہ مستمرہ ہے، جس کا دائرہ وجود روز اول سے لے کر حشر و نشر کی مدتوں تک پھیلا ہوا ہے، تحقیقات کا چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل سے پہلے آپ کی نبوت کا انکار کرنا غلط اور بلا دلیل ہے نصوص قطعیہ اس کی اجازت نہیں دیتیں۔ امام مناوی رحمۃ اللہ نے فرمایا: ”قد جعل اللہ حقیقۃ صلی اللہ علیہ وسلم تقصر عقولنا عن معرفتها و افاض علیہا وصف النبوة من ذالک الوقت (جو اہر البحار، جلد ثانی۔ ص ۱۶۱) رسول اللہ ﷺ کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ ہمارے عقول (عقول انسانیہ) اس کی معرفت سے عاجز اور قاصر ہیں، حقیقت مقدسہ کے وجود پر ہی اللہ تعالیٰ نے اس پر نبوت کا فیضان فرمایا۔ معلوم ہوا جب سے آپ کی حقیقت ہے اسی وقت سے آپ کے لیے نبوت ثابت اور متحقق ہے۔

آگے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کنت نبیا فرمایا ہے: ولم یقل کنت انسانا ولا کنت موجودا إشارة الى ان نبوته ﷺ كانت موجودة في اول خلق الزمان في عالم الغیب دون عالم الشهادة اور کنت انسانا یا کنت موجودا نہیں فرمایا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت عالم غیب میں زمانے کی تخلیق کے اول (ابتداء) میں ہی موجود تھی، عالم شہادت یعنی عالم اجسام میں نہ تھی کیونکہ عالم شہادت ابھی مخلوق ہی نہیں ہوا تھا۔

مندرجہ ان علمائے اعلام اور عرفائے اعظم کی تصریحات اس بات پر واضح دلائل ہیں کہ آپ ﷺ کی حقیقت مقدسہ کو سب سے پہلے نور کی تجلی کے ذریعے ظاہر فرمایا گیا اور نبوت عطا کی گئی، اور پھر ساری کائنات کو اس حقیقت اور نبوت کے انوار سے فیضاب فرمایا گیا، اس حقیقت نور یہ اور نبوت

اصلیہ حقیقیہ کا اعلان ہر دور میں ہر نبی اور ہر رسول کی زبان سے کرایا گیا اور ہر نبی نے آپ کی نبوت کے سائے میں نائب، متبع ہو کر نبوت کا کردار سرانجام دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی حقیقت کے ادراک اور علم و آگاہی سے عقول انسانی عاجز اور قاصر ہیں، آپ ﷺ کی حقیقت مقدسہ کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مخلوق کا علم شعور، اور تصور و خیال اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

”یا ابا بکر والذی یعثنی بالحق لم یعلمنی حقیقتی غیر ربی“ (جواہر البحار، جلد ثانی ص ۱۹۷) اے ابا بکر قسم ہے اس ذات وحدہ لا شریک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ معبود فرمایا ہے میری حقیقت کا علم میرے رب کے علاوہ کسی کو نہیں۔“

جب مخلوق آپ ﷺ کی حقیقت کے ادراک اور علم سے قاصر اور عاجز ہے تو لامحالہ مخلوق آپ کی نبوت کے احاطہ اور علم و شعور سے بھی عاجز اور قاصر ہے، کیونکہ نبوت حقیقت کا وصف اور خاصہ ہے، وصف اور خاصہ کی حیثیت سے اس کا حقیقت کے مطابق اور مساوی ہونا تقاضائے ضرورت ہے، جب عقول انسانی آپ کی حقیقت اور نبوت کا ادراک ہی نہیں رکھتے تو یہ حکم جاری کرنا کہ آپ فلاں وقت نبی تھے اور فلاں وقت نبی نہیں تھے۔ کیسے جائز اور کیوں روا ہے؟

امام بوصیری رحمہ اللہ کا عقیدہ آپ کی نبوت کے دائمی اور مستمر ہونے کا ہے

رسول اللہ ﷺ کے عشاقان غلاموں اور لغت خوانوں میں امام بوصیری رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ ڈھکا چھپا نہیں، آپ عشاقان مصطفیٰ ﷺ کی صف اول میں ایستادہ ہیں، ان کے دور سے لے کر قیام قیامت تک کے مدح سرائی، اور نعت خوانی کر نیوالے نفوس قدسیہ کے سالار اعلیٰ اور بے تاج بادشاہ ہیں، قصیدہ مبارکہ کے مندرجات، اور بیان کئے گئے احساسات کی حقانیت اور صدق پر جو بردہ شریف

کی محسوس موجودہ شکل میں بطور تحفہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے عطا ہوا وہ آپ کی ذات اور آپ کے کلام کے منظور نظر اور اجابت کا زندہ جاوید معجزہ ہے جس کا ظہور اور صدور امام بوسیری کی ذات اور عظمت شان کا مقدر بنا، درحیب ﷺ سے بردہ کی عطاء بوسیری اور قصیدہ کی پیشانی کا وہ جھومر ہے کہ رہتی دنیا تک عشاق اور قصیدہ خوانوں کے قلوب و اذہان جس کی چمک سے روشن اور منور ہیں گے امام بوسیری رحمہ اللہ نے فرمایا۔

”وکل آی اتی الرسل الکرام بها۔ فانما اتصلت من نوره بهم دنیا میں جتنے پیغمبر اور رسول آئے، اور انہوں نے اپنی، اپنی نبوت کا اعلان اور اظہار فرمایا۔ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچائے، دعوت تو حید و رسالت دی لوگوں نے جھٹلایا نبی اور رسول ہونے کے صدق و حقانیت پر دلیل مانگی اور ثبوت کا مطالبہ کیا تو انبیائے کرام اور رسل عظام نے معجزات دکھائے، جن کا منبع، مرکز، اور جائے اصل آپ کا نور نبوت تھا جس سے ہر نبی اور ہر رسول فیضیاب ہو کر اپنا نبی ہونا ظاہر کر رہا تھا اور معجزات دکھا رہا تھا۔ امام نے آپ ﷺ کی ذات کو انبیاء و رسل کے لیے منبع فیوضات اور مبداء کمالات و معجزات قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

فانه شمس فضل هم کواکبها يظهرن انوارها للناس في انظلم
بدوں شک و شبہ اور وہم و تخیل آپ ﷺ فضائل و کمالات کا آفتاب ہیں، سورج کی طرح
آپ نے ہر دور میں ہر نبی اور ہر رسول کو اپنی نبوت کے نور سے فیضیاب فرمایا، اور ہر نبی اور ہر رسول کو
کمالات اور معجزات دکھانے کی قوت بخشی، آپ ﷺ اور دیگر انبیاء اور رسولوں کے درمیان موازنہ
کرتے ہوئے فرمایا کہ فیوض و کمالات کے حوالے سے آپ ﷺ سورج ہیں، جن سے کائنات کا ذرہ
ذره مستفید ہوا، انبیاء اور رسولوں کو مناصب نبوت اور مقامات رسالت عطا ہوئے۔ کمالات اور معجزات
کے اظہار اور صادر کرنے کی قوت اور استعداد ملی، باقی انبیاء اور رسول ستاروں کی مانند ہیں، جو جہالت
اور کفر و شرک کے اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت کا اجالا کرتے اور نور بکھیرتے رہے
امام رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں اپنا عقیدہ بتایا اور آخری فیصلہ سنا دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات

کریمہ فیوض و برکات، نبوت اور معجزات کا سورج ہے جس سے انبیاء رسول، رسولوں کی امتیں بلکہ ساری انسانیت مستفیض ہوئی بدیہی بات ہے کہ کائنات ارضی کا وجود اس کی تمام توانائیاں اس کے حسن و نگہت رونق و دل کشی کی تمام رعنائیاں سورج کی مربون منت ہیں اسی طرح عالم علوی ہو یا عالم سفلی، عالم قدس ہو یا عالم خاک آپ کی ذات مقدسہ ہی اس کی روح رواں ہے، مادیات کی بقاء و ارتقاء ہو یا اعمال و روحانیت کا قرب و رضا ہر ایک کی تہہ میں آپ کی ذات اور نبوت کی تاثیر اور اعجاز کار فرما ہے، بدیہی امر ہے کہ سورج کا نور اصل ہے ستاروں کا نور، سورج کے نور کا عکس اور پر تو ہے ستاروں کا نور، سورج کے نور سے مستعار لیا ہوا ہے، ستارے اپنے عمل نور میں سورج کے محتاج ہیں اسی طرح ظہور قدسی سے قبل آپ کی نبوت اصل، اور حقیقی ہے، منبع فیض و کمالات ہے، جبکہ باقی انبیاء اور رسول آپ کی نبوت اور ذات کے خوشہ چمن ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ کی حقیقت اور نبوت روز ازل سے ہی کائنات میں جلوہ گر رہی ہے، ظہور قدسی سے قبل، ظہور قدسی کے وقت، موجود، اور رحلت کے بعد بھی بدستور قائم اور دائم ہے۔ جس کا انکار حقائق و دلائل کا انکار ہے۔

سید احمد عابدین، قطب ابوالعباس العجانی، عارف باللہ امیر عبدالقادر الجزائری الشیخ ابو محمد القصری، امام تاج الدین السبکی، الشیخ ابو عثمان الفرغانی، امام مناوی، اور امام بوصیری رحمہم اللہ کی تصریحات مدیفہ، اور اقوال نفیسہ سے ثابت ہوا کہ آپ کی حقیقت روز تخلیق سے وصف نبوت سے متصف ہے ہر نبی کی نبوت اور دعوت تو حید آپ کی ہی دعوت ہے امور نبوت اور نظام کائنات میں آپ کی حقیقت اور حیثیت سورج کی طرح ہے جو تمام عوام کے لیے مربی اور فیض رساں ہے۔ بقول تحقیقات اگر آپ کی روح مبارک جو ہر جسمانی اور مادہ نورانیت کی معیت میں ہزاروں سال عالم اجسام میں جلوہ گر رہی ہے (ص ۷۸) تو نبوت سے معزول اور معری ہو نہیں رہی بلکہ نبوت سمیت موجود رہی ہے تو ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل تک وجود نبوت کے لیے امور تافیہ اور اسباب مانعہ کیا ہیں؟ اعظم علمائے امت نے تو ظہور قدسی کے وقت ظاہر اور صادر ہونے والے امور خارقہ للعبادت کو آپ کی نبوت کے دلائل اور معجزات قرار دیا ہے تفصیل پہلے آچکی ہے۔ اعادہ

ضرورت محسوسہ نہیں۔

تحقیقات کا مغالطہ اور اس کا جواب

تحقیقات نے لکھا کہ: اگر بچپن سے ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہوتے اور تین دفعہ شق صدر بھی ہو چکا تھا تو چالیس سال کے طویل عرصہ تک وہ مرتبہ اور مقام کیوں حاصل نہ ہوا جو ابتدائے وحی کے گیارہ سال بعد اور چوتھے شق صدر اکیاون سال کی عمر میں ہو رہا ہے جبکہ بدن سے تعلق اور حلول سے قبل ہزاروں لاکھوں سال آپ کو وصل باری تعالیٰ کا عظیم و جلیل مرتبہ حاصل رہا تھا۔ (ص ۱۴۱)

توضیحا کہا جائیگا کہ شق صدر اول، اور دس سال کی عمر شریف میں ہونے والا دوسرا شق صدر آپ کی نبوت کے دلائل ہیں، جن سے کسی بھی اہل علم کے لیے انحراف اور اعراض کرنا روا اور ممکن نہیں، چار سال کی عمر شریف میں شق صدر کا واقعہ اور اس کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا۔ بس پر شد دل بن بنور و آں نور نبوت و حکمت بود انداج جلد دوم۔ ص ۲۲) دس سال کی عمر شریف میں ہونے والے شق صدر کے بارے میں آپ کا فرمان اس طرح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ما اول ما رانت من امر النبوة الخ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے آپ کی نبوت کے متعلق پوچھا اور اس کی علامت اور نشانی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے شق صدر کا واقعہ کیفیت سمیت بیان فرمایا۔ لہذا نبوت کے تحقق اور وجود کے دلائل کے علاوہ ان کا کوئی اور محمل تلاش کرنا اور نفی نبوت میں پیش کرنا خطائے فاحش ہے۔ اس کے لیے درمنثور روح المعانی کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ تیسرا اور چوتھا شق صدر، پہلے دو کی طرح علامات نبوت اور از قبیل معجزات ہیں کیونکہ ہر شق صدر میں آپ کے شکم اطہر کو شق اور قلب مبارک کو جسم اقدس سے باہر نکال کر چیرا گیا۔ خون نکالنا احساس نہ درد اس عمل کثیر اور فعل کبیر کے باوجود آپ کا باہوش رہنا، اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور موت سے ہمکنار نہ ہونا معجزات نہیں؟ اور آپ کے ان ادوار میں نبی ہونے کی علامات اور دلائل نہیں، آپ تو نبوت اور نبوت کے متعلقہ اوصاف کمالات سے اس وقت بھی

متصف اور محل تھے جب آپ ﷺ اللہ کی معیت میں تھے اللہ تعالیٰ اور آپ کے علاوہ تیسری کوئی ذات موجود نہ تھی، غوث کبیر حضرت شیخ عبدالعزیز الدیاب نے فرمایا:

”ان المعرفة حصلت للنبي ﷺ حين كان الحبيب مع الحبيب ولا ثالث معهما فهو ﷺ اول المخلوقات فهناك سقيت روحه الكريمة من الانوار القدسية والمعارف الربانية ما صارت به اصل لكل ملتمس ومادة لكل مقتبس الخ (بحوالہ تحقیقات ص ۱۴۱) نبی کریم ﷺ کو یہ معرفت اس وقت سے حاصل تھی جبکہ حبیب کریم ﷺ اپنے حبیب کبریا جل و علا کے ساتھ تھے اور کوئی تیسری ذات ان کے ساتھ موجود نہیں تھی، نبی کریم ﷺ اولین مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ معیت کے اس مقام پر آپ کی روح اقدس کو انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کے ساتھ اس قدر سیراب کیا گیا کہ آپ ﷺ بعد میں آنے والے اہل التماس، اور آپ سے اقتباس کرنے والوں کے لیے بنیاد اور اساس قرار پائے۔

غوث کبیر رضی اللہ عنہ کا کلام معرفت، جامعیت اور معنویت کا سمندر نا پیدا کنار ہے جس کی گہرائی تک پہنچنا، اور ساحل مراد تک رسائی حاصل کرنا مشکل ہے تاہم غوث کبیر نے ابتدائے آفرینش سے لے کر ظہور قدسی، اور اعلان نبوت کے تمام احوال اور تمام ادوار کا خاکہ معدود الفاظ میں پیش فرمایا ہے جس کا ما حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت نزول قرآن اور آمد وحی سے نہیں ہوئی تاکہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کا حصول اور ظہور آپ کے نبی بنائے جانے پر ہوا بلکہ یہ امور آپ کی حقیقت مقدسہ کے خواص، لوازمات ہیں جن سے آپ کی روح مبارک کو سیراب کیا گیا یعنی اس قدر برسات کی گئی کہ معرفت خداوندی کی التماس کرنے والوں، اور پیاس رکھنے والوں کے لیے بنیاد اور اصل بن گئے، قابل غور امر یہ ہے کہ اہل التماس اور اہل اقتباس (طلبگار) کون ہیں؟ کہاں کہاں ہیں؟ ساری کائنات اس میں داخل اور شامل ہے لیکن ملائکہ، انبیاء اور رسول بطور خاص اہل التماس اور اہل اقتباس ہیں اور اسی طرح باقی مخلوق بھی چونکہ تخلیق کائنات سے پہلے بحیثیت نبی اللہ تعالیٰ کے انوار قدسیہ، اور معارف ربانیہ سے سیرابی کی حد تک آپ کو محفوظ کیا جا چکا تھا۔

اس لیے عالم ارواح میں ملائکہ اور ارواح انبیاء کے لیے آپ کو داعی، اور معلم بنایا گیا، جب انبیاء کرام اور رسل عظام کو مبعوث کیا جاتا رہا تو آپ ﷺ ان کی نبوت اور رسالت کے معاملات میں بھی ذخیل کار اور فیض رساں رہے، ظہور قدسی کے وقت وہ انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ موجود اور رو بہ عمل تھے جن کا اظہار اور ثبوت خوارق عادات کی صورت میں ہوا اور امت کے محققین، علمائے اعلام اور عرفائے عظام کو معجزات کا نام دینا پڑا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی والدہ شفاء رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جب آپ ﷺ میرے ہاتھوں میں آئے تو آپ کو چھینک آئی، آپ ﷺ نے الحمد للہ کہا۔

آپ کی والدہ محترمہ کا اظہار ہے کہ آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے حضرت شفاء کا اظہار ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت ایک نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے تمام گوشے روشن اور منور ہو گئے اور میں نے اس نور کے اجالے میں شام کے کچھ محلات دیکھ لیے، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ ماجدہ کی زبانی روایت کرتی ہیں کہ ظہور قدسی کے وقت ایک شہاب کا خروج ہوا تھا جس کی وجہ سے تمام زمین روشن ہو گئی تھی۔ یہ روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے جلوہ فرما ہوتے ہی پہلے رکوع کیا اور پھر سجدہ ان تمام روایات کو شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مدارج النبوت میں نقل فرمایا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ ان انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ کا حصول اور ان سے اتصاف اس وقت خاص اور قرب حقیقی تک محدود اور مخصوص تھا یا آپ کی حقیقت ذات اور وصف نبوت کے لیے بطور خاصہ تھا، ظاہر ہے ان کے حصول اور ثبوت کا محور اور مرکز وہ حقیقت نور یہ تھی جو اللہ کے نور کے تجلی اور پرتو تھی اور وصف نبوت تھا جو سب سے پہلے آپ کی ذات نور یہ کو عطا کیا گیا، ظہور قدسی کے وقت یہ نورانیت اور نبوت دونوں موجود تھے، نبوت کے وجود پر متحقق دلائل اختصار کے ساتھ نقل کر دیے ہیں نورانیت کی موجودگی پر دیگر شواہد کے علاوہ آپ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے جو آپ ﷺ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں فرمایا: جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ”وَرَوِيَا مِي التِّي رَأَتْ حِينَ وَضَعْتَنِي وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نَوْرًا ضَاءً لَهَا مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السَّهْ وَرَوَاهُ

احمد عن ابی امامة من قوله ساخبركم الخ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف) میں وہ خواب حقیقت ہوں جو میری ماں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا کہ ایک نور نکلا جس نور سے ان کے سامنے شام کے محلات روشن ہو گئے، امام طیبی وغیرہ رحمہم اللہ نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے یہ نور بحالت خواب دیکھا ہو یہ ممکن ہے کہ بحالت بیداری دیکھا ہو دونوں صورتیں ممکن ہیں، حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نے بذات خود یہ نور دیکھا جیسا کہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۶ پر تفصیل سے درج فرمایا ہے، والدہ محترمہ اور حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نے بوقت ولادت جو نور دیکھا تھا، عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے اس کی تائید اور توثیق رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی ہے، جس سے اس پر وارد ہونے والے ہر قسم کے اعتراض کا خاتمہ ہو گیا اور ضعف کے طعن کا احتمال بھی جاتا رہا ہے، حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ ظہور قدسی کے وقت آپ کی ذات کریمہ وصف نبوت سے متصف تھی امام احمد نے اسی حدیث کو ابی امامہ کی سند سے روایت کیا ہے جس کا آغاز ساخبرکم باول امری سے ہوا ہے۔ اور اول امری سے مراد آپ کی نبوت کا ظہور ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا ”ای یاول ماضہ من نبوتی ورفعتی فی الدنیا علی لسان ابی الملتہ ابراہیم علیہ السلام“ (مرقات۔ جلد ۱۱ ص ۵۹)

سب سے پہلے میری نبوت کا ظہور، اور میری رفعت کا بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے ہوا۔ جو ابوالملتہ ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعائے مستجاب میں ربنا وابعث فیہم رسولاً کے الفاظ ادا کئے تھے، رسول کی بعثت کا سوال کیا تھا، تخلیق کا نہیں بعثت کے لیے مبعوث کا پہلے موجود ہونا ضروری ہے یعنی بارگاہ الوہیت میں یہ عرض کی کہ سب سے پہلے نبی بنے اور ہونے والے، عالم ارواح میں ارواح انبیاء اور ملائکہ کو فیضان نبوت سے مشرف فرمانے والے رسول اور نبی کو بھیج اب تیرا گھر زیارت، حج اور ہر قسم کی عبادت کے لیے تیار کر دیا گیا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ ظہور قدسی سے قبل نبی نہ ہوتے تو جناب خلیل علیہ السلام ربنا وابعث فیہم رسولاً کے الفاظ اور انداز میں دعا

بوقت ولادت نور نبوت کا ظہور پذیر ہونا

ولادت باسعادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ اور حضرت شفاء نے جو نور دیکھا وہ نبوت کا ظہور تھا، ملا علی رحمہ اللہ نے فرمایا:

وذلك النور عبارة عن ظهور نبوته مابين المشرق والمغرب واطمحل بها ظلمة الكفر والضلالة (مرقات ۱۱ ص ۵۹) یہ نور آپ ﷺ کی نبوت کا ظہور تھا جو مشرق اور مغرب کے درمیان پھیلا، کفر اور گمراہی کی تاریکیاں جس سے کافور ہوئیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ شریفہ بند تھا اور آپ رضی اللہ عنہا کمرہ میں تنہا تھیں، مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون اور حوران جنت کمرہ میں موجود ہوئیں، آپ رضی اللہ عنہا نے ان کی آمد اور ظہور پر تعجب کیا۔ جیسا کہ پورا واقعہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے مدراج نبوت جلد دوم ص ۱۶ پر درج فرمایا ہے۔ مشرق تا مغرب نور کا پھیل جانا ظہور نبوت ہے۔ مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کا بوقت ولادت آنا، معجزہ ہے جو آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے زمانے کی وفات یافتہ خواتین کا آپ کی ولادت طیبہ کے وقت ظاہر ہونا، آنا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟ مختصر یہ کہ روز ولادت سے ہی آپ نبی تھے اگر نبی نہ ہوتے تو پوری روئے زمین کو روشن کرنے والا نور ظاہر ہوتا نہ مریم بنت عمران، اور آسیہ زوجہ فرعون کی آمد ہوتی اس نور کے نور نبوت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مکہ المکرمہ سے لے کر شام تک کے سارے علاقے حجاب اور رکاوٹ نہ بن سکے جو چیز بھی اس کے سامنے آئی جو چیز بھی اس سے محفوظ ہوئی وہ خود روشن اور دوسری اشیاء کو روشن کرتی گئی، یہ خاصہ نور نبوت کا ہے، جبکہ بقیہ تمام انوار کے لیے ہر کثیف شی حاجب اور رکاوٹ ہے جس طرح یہ نور، اظہار و ظہور نبوت ہے اسی طرح بند کمرے سے اشیاء خارجیہ کا علم اور رؤیت، مکہ المکرمہ سے شام تک کے تمام علاقوں اور ساری کائنات کا ملاحظہ امور عادیہ سے نہیں بلکہ یہ سب امور خوارق عادات ہیں، بوقت ولادت ان خوارق عادات کا وجود اور ثبوت آپ کے نبی ہونے کے واضح دلائل ہیں۔

غوث کبیر شیخ عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ کے کلام معرفت بیان سے واضح اور ثابت ہوا۔ آپ ﷺ جب اللہ تعالیٰ کی معیت میں تھے اور کوئی تیسری ذات موجود نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ کی روح اقدس کو انوار قدسیہ اور معارف ربانیہ سے سینچا کیوں کہ وہ وصف نبوت سے موصوف اور متصف تھے، رسول اللہ ﷺ کی ذات اول الخلق، اور آپ کی نبوت اول المبعوثات ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک کو انوار قدسیہ (ذات کی تجلیات) اور معارف ربانیہ یعنی وہ علوم اور معرفت عطا فرمائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقرب بننے والے ہر شخص کے راہ نما اور مقتداء بن گئے، کل ملتمس اور کل کا مفہوم کلی اور معنی عموم ثابت کرتا ہے کہ آپ روز ازل سے قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے ہادی رہنما، اور مقتداء ہیں، اور اسی لئے ہیں کہ آپ کی نبوت اگلوں، پچھلوں، پوری انسانیت کے لیے شاملہ، عامہ مطلقہ اور جامعہ ہے، آپ کی نبوت سے سب انبیاء رسل، اور ان کی امتوں نے رہنمائی حاصل کی، ہر نبی اور ہر رسول نے آپ کے نور نبوت، اور آپ کی رسالت کی ضیاء پاشیوں سے دعوت و تبلیغ کی روشنی حاصل کی، جس سے ثابت ہوا کہ التماس و اقتباس کی اس شاہراہ عام کی ابتداء اور انتہاء آپ کی دائمی اور مستمرہ نبوت ہے، جس کی بدولت روز ازل سے ہی آپ پر انوار قدسیہ کی برسات، اور معارف الہیہ کا فیضان شروع ہو گیا تھا۔ غوث کبیر نے ذات وحدہ لا شریک کو رسول اللہ کا حبیب اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حبیب فرمایا ہے، خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے انا حبیب اللہ میں اللہ کا حبیب ہوں انسانی دنیا کے حبیب غلبہ، شوق و محبت میں جان نہج اور کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے،

جب رسول اللہ ﷺ اللہ کے حبیب ہیں تو انوار قدسیہ کے نزول اور معارف یزدانیہ کی ارزانی بارے سوچنا یا توقف کرنا انا حبیب اللہ کے صدق اور یقینی تحقق کو شک کی نظروں سے دیکھنے کے مترادف ہے جو حیات ایمانیہ کے لیے سم قاتل ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر انوار قدسیہ کا نزول حتمی، اور معارف الہیہ کی عطاء قطعی ہے تو اسکی دلیل کیا ہے؟

اس کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت مقدسہ انا اعطیناک الکواثر ہے، علامہ سید محمود آوٹی

رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ”عن الحسن انه القرآن و فضائله لا تحصى، وقيل هو الاسلام، وقال عكرمة هو النبوة“ (روح المعانی جلد ۱۵-ص ۲۸۳) امام رازی رحمہ اللہ نے بھی الکواثر سے یہی تین چیزیں مراد لی ہیں جیسا کہ پہلے نقل ہو چکا ہے یہ نبوت عالم ارواح تک محدود ہے یا اس کے بعد بھی جریان و سريان موجود، قائم، باقی اور دائمی ہے، مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام اور قرآن قیام قیامت تک زندہ اور تابندہ ہیں۔ قرآن اسلام، نبوت کے دلائل اور عوارض ماہیت و ذات ہیں، وجود عوارض، وجود معروض کو مستلزم ہے گر صبح قیامت تک اسلام اور قرآن کا وجود ثابت، قائم اور دائم ہے تو نبوت جو ان کا معروض حقیقی ہے کا وجود اور نبوت قائم اور دائم ہے، کلمہ طیبہ اس کی واضح مثال ہے، جس کی بقاء اور حکم تعمیل روز قیامت تک ہے اسی طرح آپ کی نبوت اپنے دلائل اور عوارض کے ساتھ موجود، ثابت، قائم، دائم اور ردو بعمل ہے باوجود یکہ وحی کی آمد ہے نہ احکام کا نزول جب بدوں آمد وحی اور نزول احکام آپ کی نبوت بطریق دوام اور استمرار موجود ہے تو نزول وحی سے قبل آپ کی نبوت، بدوں وحی اور بدوں نزول احکام کیوں موجود نہیں؟ اگر نبوت موجود نہیں تھی تو یہ واقعہ کیوں اور کیسے رونما ہوا؟ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ گفت حلیمہ شے چند در مکہ نزول مابود، شے می بینم کہ نور گردوے غاشیہ شدہ و مردے سبز جامہ بر بالین وے ایستادہ است پس شوہر را بیدار کردم و گفتم بر خیزو ہمیں شوہر گفت ای حلیمہ خاموش باش و امر خود را پنہاں دار، (مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۲۰) حلیمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے قیام مکہ کے دوران رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس رہے۔ ایک رات میں (حلیمہ سعدیہ) نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چاروں طرف نور موجود ہے جس نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے اور ایک مرد سبز رنگ کا لباس پہنے آپ کے سر ہانے کھڑا ہے پس میں نے (حلیمہ سعدیہ) نے اپنے شوہر کو جگایا اور یہ کہا کہ اٹھو دیکھو (شوہر اٹھا، اس نے دیکھا) اور کہا کہ اے حلیمہ خاموش رہو، اور اس واقعہ کو اپنے دل میں ہی رکھو، اتنی چھوٹی عمر میں آپ کی آرامگاہ کے چاروں طرف نور کی موجودگی اور پھیلاؤ، اور اس نور کا آپ کے وجود مسعود کو اپنی آغوش میں لیے رہنا سبز لباس میں ملبوس فرشتہ کا آپ کے سر ہانے کھڑے ہو کر پہرہ دینا اور نگرانی و حفاظت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ

آپ کی ذات، وجود نوری اور وصف نبوت سے متصف ہے اس لیے تو فرشتہ آپ کے سر ہانے کھڑا ہو کر فرائض غلامی سرانجام دے رہا ہے۔ اگر اس وقت آپ نبی نہ ہوتے تو چاروں طرف نور کا پھیلاؤ ہوتا نہ فرشتہ سر ہانے کھڑے ہو کر آداب غلامی بجالاتا۔

پھر سوال یہ ہے کہ عالم ارواح میں آپ کی نبوت عملی طور پر موجود ہے، اور چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل پر آپ عملاً نبی ہیں اور بقول تحقیقات روح جو ہر جسمانی مادہ نورانی کے ساتھ ہزاروں اور لاکھوں سال موجود، آباؤ اجداد قبائل اور علاقوں کے لیے مفیض اور مفید رہی ہے، تو روح مبارک نبوت کے ساتھ موجود رہی ہے، کیوں کہ بدوں نبوت افاضہ دستفاضہ افادہ، استفادہ ناممکن ہے، جب عالم ارواح میں عملی طور پر آپ نبی ہیں، روح نبوت سے متصف ہو کر لاکھوں سال منبع فیوض و برکات ہو کر عالم اجسام کو فیضان سے نوازتی رہی ہے تو کیا ظہور قدسی کا تعلق عالم اجسام سے نہیں؟

پھر ظہور قدسی سے لیکر چالیس سال تک روح ہے مگر نبوت نہیں؟ نبوت خاصہ ہے اور محل روح انور ہے، اس عرصہ میں نبوت کہاں گئی؟ جبکہ عرفاء کے فرامین پہلے آچکے ہیں کہ نبوت کا محل روح ہے، جب سے روح ہے اسی وقت سے نبوت بھی ہے روح ہے تو نبوت کیوں موجود نہیں؟ شئی کا وجود جب ہو جہاں بھی ہوا اپنے عوارض اور لوازمات کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔

روح مجرد، اور روح متعلق بالبدن کا چکر غلط اور کم فہمی پر مبنی ہے

غوث کبیر شیخ عبدالعزیز الدباغ کے کلام معرفت نشان سے ثابت ہوا بوقت ظہور حقیقت محمدیہ ہی روح مبارک کی تخلیق ہوئی، جس کو تاج نبوت پہنایا گیا، یہ وقت محبوبیت، اور اس کے جلوے سمیٹنے اور اس کے مقتضیات کے لینے اور دینے کا ایسا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب سنی شیخ نے ہی موجود ہیں یہ وقت ذات وحدہ لا شریک کے انوار قدسیہ کے مشاہدے کا ہے جو مشاہدہ بلا حجاب ہے، نبی بنائے جانے پر معرفت ربانیہ کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں، روح انور کو کامل اور اکمل طور پر جلالت ذات کے انوار، اور معرفت ذات و صفات کی گہرائیوں میں اتار دیا گیا ہے، دینے والے محبوب کو علم ہے کہ اس نے اپنے محبوب کو ذات کے انوار و جلال کی معرفت اور عطائی کو کس قدر بلندی اور اونچ

کمال عطا فرمایا اور لینے والا محبوب ہی جانتا ہے کہ اس نے مع اللہ ہو کر کس قدر جلال ذات اور عرفان صفات کی دولت لازوال کو لوٹا لیکن اس نے اتنا ضرور بتایا کہ میری روز ازل والی معیت، انوار قدسیہ، اور معارف ربانیہ کی ذخیرہ اندوزی مجھ میں تعطل اور سلب کئے بغیر موجود دائم اور قائم ہے آپ کا ارشاد ہے لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ غیر ربی (بحوالہ تحقیقات۔ ص ۱۳۸)

جب آپ ﷺ کو دنیا میں بھی وہ معیت الہیہ حاصل ہے جو روز ازل حاصل تھی تو معلوم ہوا کہ معیت الہیہ بھی سلب نہیں ہوئی انوار قدسیہ کا نزول اور معارف ربانیہ کی معلومات و تعلیمات بھی ختم نہیں ہوئیں کیونکہ ان تمام فضائل اور خصائص کی بنیاد آپ کی نبوت خاصہ ہے جس کا موصوف اور محل آپ کی روح مبارک ہے ماننا پڑے گا کہ جب معیت یعنی وحدۃ الوجود اور مقام جمع الجمع آپ سے سلب اور زائل نہیں ہوا تو نبوت ہر دور میں موجود ہے اس کا سلب اور انتقاء ہرگز نہیں ہوا۔

جب آپ ﷺ کی روح نبوت مع اللہ، انوار قدسیہ سے فیضیاب، اور معارف ربانیہ کا پیکر تھی تو بدن اقدس میں سریان اور حلول کے وقت ان اوصاف جلیلہ سے مفارق اور معری کیسے ہوئی؟ خواص تو ماہیت اور اس کے فرد، افراد سے جدا نہیں ہوتے، یہ رسول اللہ ﷺ کی روح انور ہے کسی عام فرد بشر کی روح نہیں کہ احکامات کی تبدیلی اور حیثیات کے تغیر و تبدل کا حکم دیا جائے آپ کی روح تو روح الاواح، اور آپ کی حقیقت تو حقیقتہ الحقائق ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، عارف باللہ امام عبدالقادر الجزائری الحسنی رحمہ اللہ اور امام تاج الدین السبکی کے کلام جو انہوں نے کنت نبیا و آدم بین الماء والطين، اور بعثت الی الخلق كافة و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین کے تحت فرمایا ہے کہ آپ روز اول سے لے کر عرصہ محشر تک اگلی، پچھلی تمام مخلوق کے لیے رسول ہیں، تمام متقدمین اور متاخرین کے لیے آپ کی بعثت ہوئی ہے (ﷺ) اس لیے کہ آپ کی حقیقت مقدسہ تمام حقائق کی حقیقت اور آپ کی روح مبارک تمام ارواح کی روح ہے اس قول سے معلوم ہوا کہ نبوت ایک حقیقت ہے، جس کی انجام دہی کے لیے انبیاء اور رسول مختلف ادوار، اور مختلف مقامات میں مبعوث ہوئے، ہر نبی نے جب اپنی نبوت کا اظہار اور اعلان کیا تو اس وقت آپ ﷺ کی نبوت موجود تھی، جو ہر نبی کی نبوت کے لیے

باعث ظہور اور ذریعہ وجود تھی، مسلمہ اصول ہے کہ حقیقت اور ماہیت کے بغیر شیء کا وجود اور امور لازمہ متحقق نہیں ہو سکتے، اسی طرح انبیاء اور رسولوں کا اپنا وجود اور ظہور آپ کی روح مبارک کی تاثیر اور ظہور ہے۔ روح کے بغیر جسم انسانی اور اس کے عوارض و لوازم موثر بعمل نہیں ہوتے، ماننا پڑے گا کہ ہر نبی کی نبوت، اس کی دعوت و تبلیغ، اور اظہار معجزات آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح مبارک کی تاثیرات اور نتائج ہیں جن سے آپ کی نبوت کے دوام اور استمرار کا ثبوت ملتا ہے، اگر ظہور قدسی کے بعد اور چالیس سال عمر شریف کی تکمیل سے پہلے نبی نہ ہوتے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر کہ وہ کونسی نشانی دلیل اور علامت دیکھی تھی جس کی وجہ سے آپ کو اطمینان اور یقین کامل ہو گیا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شق صدر کا پورا واقعہ معہا کیفیت بیان فرمایا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف حدیث مرفوع ہے، اور دوسری طرف تحقیقات کا قول ہے ان میں سے لائق ترجیح اور قابل عمل کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ تحقیقات کی رائے اور قول، حدیث مرفوع کے مقابل مردود اور باطل ہے مزید برآں الحافظ الامام جلال الدین ایسوطی امام احمد، علامہ سید محمود آلوسی رحمہم اللہ کا اپنی اپنی تصانیف میں اس حدیث کا نقل کرنا اس کے رفع اور صحت کی دلیل ہے جس سے اعراض اور انحراف کرنا ایمان کے چولہوں کو بالآخر رکھ دیتا ہے۔

آپ کی بعثت عالم اور وواح اور عالم اجسام دونوں کے لیے ہے

سیدی علی الخواص رحمہ اللہ يقول کان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوثاً الی

الخلق اجمعین فی عالم الارواح والاجسام من لدن آدم الی قیام الساعة، (جواب البحار، جلد ثانی۔ ص ۴۸) سیدی علی الخواص رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے عالم ارواح میں ہو یا اجسام میں حضرات آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک،،

مسلم شریف اور دیگر کتب احادیث میں ہے ارسلت الی الخلق كافة مجھے تمام مخلوق کی

طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا: اذھو سبب مبعوث الی

جميع الخلق من لدن آدم الى قيام الساعة فكانت الانبياء كلهم نوابه مدة غيبة جسمه الشريف و كان كل نبى يبعث بطائفة من شرعه ﷺ لا يتعداها (جواهر البحار، جلد ثانی۔ ص ۴۸)

آپ ساری انسانیت کے لیے رسول اسی لیے ہیں کہ آپ کی بعثت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک ہے آپ کے جسم شریف کی غیبت اور عدم، کی موجودگی میں تمام انبیاء آپ کے نائبین تھے ہر نبی آپ کی شریعت کا ایک حصہ لے کر مبعوث ہوا وہ نبی آگے نہ بڑھ سکا۔ مسلم شریف کی حدیث، سیدی علی الخواص، اور امام جلال الدین کے کلام سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی بعثت عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں کے لیے ہے کوئی روح اور کوئی جسم ایسا نہیں جس پر آپ کی رسالت کا حکم جاری، ثابت اور لاگو نہیں، واضح امر ہے کہ بعثت عالم امر سے ہے جو اللہ کے علم، مرضی اور مشاء کے تابع ہے لیکن بعثت سے پہلے نبی کی ذات وجود اور حقیقت نبوت کا پایا جانا ضروری ہے کیوں کہ نبوت عرض ہے، عرض کا قیام وجود معروض کے بغیر محال ہے، جب آپ کی بعثت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک ہے تو آپ کی حقیقت ذات، اور وصف نبوت کا اس مدت مدید تک پایا جانا ضروری ہے، اور اصولی تقاضا ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے اعلام اور عرفائے عظام نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے اپنے دور نبوت میں مستقل اور اصلی داعی اور حقیقی مبلغ کا کردار ادا نہیں کیا بلکہ آپ کی شریعت کے احکام لوگوں تک پہنچا کر آپ کے نائب اور جانشین کا کردار ادا کیا ہے ایسا کیوں تھا اس لیے کہ آپ کی ذات معبہا وصف نبوت کے ساتھ ہر دور میں موجود اور موثر رہی ہے۔

منصوصات نے واضح کر دیا کہ آپ کی نبوت عالم ارواح اور عالم اجسام کے ہر ہر فرد کے لیے ہے: سوال یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ عالم ارواح کے بعد آپ کی نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا، آپ چالیس سال کی عمر شریف مکمل ہونے پر نبی بنائے گئے ہیں، تو اس دورانیہ میں آپ کی نبوت کا انتفاء اور ارتقاع لازم آئے گا اور اس عرصہ میں قائم ارواح اور موجود اجسام کے لیے آپ کی بعثت نہ ہو گی یہ منصوصات کے مدلولات، اطلاقات اور مفاہیم کے خلاف ہے علمائے اعلام اور عرفائے امت کی

توضیحات کے خلاف بغاوت ہے جو کسی طور پر بھی لائق اعتناء اور قابل عمل نہیں اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کی بعثت زمانہ ظہور جو چالیس سال کے بعد شروع ہوتا ہے اس کے لیے ہے تو الی الخلق کا فہم مفہوم کیا ہوگا؟ یہ تو قرینہ لفظیہ ہے جو بدوں تخصیص اور بدوں قید آپ کی نبوت عامہ شاملہ کو ساری مخلوق کے لیے ثابت کر رہا ہے، تمام انبیاء اور رسول، اور ان کی امتیں آپ ﷺ پر ایمان لائیں، ان کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ یہ ایمان مایول الیہ کے اعتبار سے ہے یعنی چونکہ مستقبل میں یقیناً نبی ہونا ہے اس لیے ایمان لائے، یانی الواقع ادوار انبیاء میں آپ کی نبوت موجود تھی، اگر یہ ایمان مایول الیہ کے اعتبار سے ہو تو یہ خرابی لازم آتی ہے کہ انبیاء و رسل اور ان کی امتیں ایمان بالغیب پر قائم ہوں، اور صرف مومنین ہوں، جبکہ آپ کے دور نبوت میں ایمان لانے والوں کے ایمان، ایمان بالمشاہدہ، ایمان بالروۃ ہوں، اور پھر وصف صحابیت ان میں فضل آخر ہو، یہ محال ہے کیوں کہ غیر نبی، نبی سے افضل نہیں ہو سکتا، تسلیم کرنا پڑے گا کہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں کا ایمان آپ کی حقیقت بہ نبوت اور آپ کی شریعت کی تصدیق کا نام ہے، ادوار انبیاء میں آپ کی شریعت کا موجود ہونا اور اس کا تبلیغ کیا جانا ایک عرض لازم کا ثبوت ہے، ثبوت عرض، ثبوت محل، اور وجود معروض کو مستلزم ہے، محل، اور معروض کیا ہے آپ کے ذات مقدسہ ہے جو وجود انبیاء کے وقت بھی بطور و جو اصلی حقیقی اور بحیثیت داعی حقیقی موجود، اور بطور اصل کام رر رہی ہے۔ مختصر یہ کہ چالیس سال سے قبل آپ کی نبوت کا انکار کسی بھی طور پر درست نہیں انبیائے کرام اور رسل عظام، ان کی امتیں اور حبیب نجار وغیرہ کا جسد عنصری کے ظہور سے قبل ایمان لانا ثابت کرتا ہے کہ آپ کی حقیقت محمدیہ اور وصف نبوت خارج میں موجود تھے اس لیے ان کا ایمان معتبر اور وہ مومن کہلائے۔ اگر جسم عنصری کا موجود ہونا اور عمر شریف کا چالیس سالہ ہونا ضروری اور لابدی ہوتا تو انبیاء رسل ان کی امتوں، اور حبیب نجار وغیرہ کا ایمان معتبر ہوتا نہ وہ مومنین مخلصین ہوتے۔ ”فتفکر“

ورقہ بن نوفل کا ایمان لانا

جب جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو تین بار اپنے وجود عنصری سے لگا کر بھینچا وضوء

کرایا اور نماز پڑھائی اور شجر و حجر اسلام علیک یا رسول اللہ کی صدا میں بلند کرنے لگے تو آپ کی دلی اور جسمانی کیفیت برقرار نہ رہی، مراجعت فرمائے خانہ ہوئے، حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تذکرہ فرمایا، وہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، انہوں نے واقعہ کی تفصیلات معلوم کیں اور اپنی علمی، ماہرانہ رائے اور خیال کا اظہار کیا، آپ کو نبی مان کر ایمان لائے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ پس دیر شد کہ ورقہ وفات یافت، و زمان ظہور دعوت دریافت دوے از ایمان آرندگان و تصدیق کنندگان بآنحضرت است، و زمان نبوت را دریافت (مدارج النبوت جلد دوم۔ ص ۳۲) کچھ وقت کے بعد ورقہ بن نوفل وفات پا گئے، ظاہری دعوت و تبلیغ کا زمانہ نہ پاسکے، ورقہ بن نوفل آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں اور تصدیق کرنے والوں میں سے تھے باوجودیکہ آپ کی نبوت کا زمانہ نہ پاسکے۔

معلوم ہوا کہ نبی دعوت و تبلیغ سے پہلے بھی نبی ہوتا ہے، جس طرح آپ ﷺ اعلان نبوت اور دعوت و تبلیغ سے پہلے نبی ہیں، لیکن مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ظہور خوارق شرط نبوت است نہ شرط ولایت، مکتوبات شریف ج۔ دوم، ص ۴۶۴) کہ نبوت کے لیے معجزہ کا اظہار اور صدور شرط ہے، بدوں اظہار و صدور معجزہ نبوت کا ثبوت ہے نہ وجود، حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں یہ وقت نبوت کا ہے مگر معجزے کا صدور ہوا ہے نہ اظہار، لہذا تحقیقات کا یہ کہنا کہ اس پر معجزے کے ذریعے فہر تصدیق ثبت کرنا بھی لازم اور ضروری ہے ص۔ ۸۰ غلط ہے، تحقیقات کے مطابق یہ وقت آپ ﷺ کی نبوت کا نہیں، آپ اس عرصہ میں نبی نہیں جبکہ شیخ محقق نے اس وقت بھی آپ ﷺ کو نبی تسلیم اور تحریر کیا ہے، بلکہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ آپ کے ظہور قدسی اور ولادت باسعادت کا وقت، نبوت اور خوارق عادات کا ہے، ملاحظہ ہو آنکہ تدلی نجوم و تساقط کواکب و شہب واقع شدہ ہواں استدلال بلیل نتواں کرد زیرا کہ زمان نبوت و ولادت زمان ظہور خوارق عادات است (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۴) نجوم کا قریب آجانا اور ستاروں کا گرنا، شہاب کا مارا جانا، اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت رات کو ہوئی ہے، کیونکہ نبوت کا

زمانہ اور آپ کی پیدائش کا زمانہ خوارق عادات کے ظہور کا ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ کا بیان حقیقت ترجمان، اس امر پر دال ہے کہ ولادت کا زمانہ، زمانہ نبوت ہے، خوارق عادات کا ظہور اور صدور اس کے وقت نبوت ہونے کا ثبوت ہے۔ جب ولادت کے وقت خوارق عادات کا ظہور اور صدور موجود ہے اور یہ وقت نبوت کا وقت ہے تو وحی کی آمد کا موقعہ تو بطریق اولیٰ نبوت کا ہے مگر خوارق عادات کا ظہور اور صدور نہیں، ثابت ہوا وجود نبوت کے لئے معجزے کا ظہور اور صدور ضروری نہیں معجزے کا ظہور اور صدور اعلان نبوت کے لئے شرط لازم ہے نفس نبوت اس سے مشروط نہیں، مطلق نبوت کے لئے تحقیقات کا صدور و اظہار معجزہ کی شرط کو لازم قرار دینا غلط ہے، ورنہ معجزہ کے اظہار سے قبل کا زمانہ، نبوت کا زمانہ، نہ ہوگا، اسی طرح دعوت و تبلیغ بھی شرط نہیں۔

تحقیقات نے اپنے موقف کی تائید کہ نبی کے لئے معجزہ سے مہر تصدیق ثبت کرنا لازم اور ضروری ہے۔ میں شرح عقائد نسفی سے نقل کیا کہ: **واما نبوة محمد ﷺ فلا نه ادعى النبوة و اظهر المعجزات** یعنی آپ کے نبی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزات دکھائے۔ (تحقیقات۔ ص ۶۹)

علامہ سعد الدین تفتازانی کی یہ عبارت مسئلہ زیر بحث کے لئے موثر نہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دعویٰ نبوت اور اظہار معجزہ سے قبل آپ ﷺ نبی نہ ہوں، یہ غلط اور خلاف نقل ہے کیونکہ ورقہ بن نوفل مومن ہیں، وہ دعویٰ نبوت اور اظہار معجزات سے پہلے ایمان لائے، اسی طرح بحیرا راہب بھی ادعائے نبوت اور اظہار معجزہ سے قبل ایمان لائے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ پس ایمان آورد بحیرا بنی نضر و تصدیق نمود و اقرار کرد بہ نبوت وے، پس وے یکے از کسان نیست کہ ایمان آوردند بنی نضر پیش از نبوت مثل حبیب بنار در قصہ اصحاب القریہ وغیرہ (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۲۶) پس بحیرا راہب آپ ﷺ پر ایمان لایا اور آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور اقرار کیا، پس بحیرا راہب بھی ان لوگوں میں سے ایک ہے جو آپ کے اعلان نبوت سے پہلے ایمان لائے جیسے حبیب بنار، جس کا پورا واقعہ اصحاب القریہ کے ضمن میں مذکور ہے، ثابت ہوا رسول اللہ ﷺ اعلان نبوت یعنی

چالیس سے پہلے نبی تھے، چالیس سال کی تکمیل اور شرط پر آپ کی نبوت کو موقوف اور معلق رکھنا غلط ہے جیسا کہ تحقیقات کا موقف ہے۔

بحیرا راہب نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور نبی ہونے کا اقرار کیا اور ایمان لایا جبکہ آپ کی عمر شریف بارہ سال کی تھی اور آپ اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ بغرض تجارت سفر شام پر تھے۔ آپ کی عمر شریف بارہ سال ہے، چالیس سال کی نہیں جو تحقیقات کا موقف اور بنائے استدلال ہے لیکن اسکے باوجود آپ ﷺ نبی ہیں اور آپ پر ایمان لانے والا بحیرا راہب مومن ہو رہا ہے۔

بحیرا راہب کے ایمان لانے کی وجوہات

بحیرا راہب نصاریٰ کا بڑا عالم، عابد، زاہد، نامور اور ممتاز شخص تھا، اس نے توراۃ، انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں آپ کی خصوصیات، اور صفات پڑھ رکھی تھیں ان کو دیکھ اور پا کر آپ کو نبی کی حیثیت سے شناخت کر لیا۔ چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ دریں سفر قصہ بحیرا راہب است کہ آنحضرت۔ راہب صفات پیغمبر آخرا الزماں کہ در تورات و انجیل، و دیگر کتب سماویہ خواندہ بود شناخت، (مدارج النبوت۔ جلد دوم، ص ۲۵) سفر شام میں بحیرا راہب کا واقعہ بھی پیش آیا۔ بحیرا راہب نے آپ کی صفات بحیثیت پیغمبر آخرا الزماں، توراۃ، انجیل اور دیگر آسمانی کتب میں پڑھ رکھی تھیں، رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور ملاقات کے شوق میں عمر بسر کر رہا تھا، ان صفات کو موجود دیکھ اور پا کر آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا۔ یہ صفات آپ کے خصائص اور لوازم فرد تھے، جو آپ کی نبوت پر دلالت کر رہے تھے، وہ خصائص نبوت کیا تھے؟ سب سے پہلے دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا آپ پر سایہ کناں تھا، جب آپ بیری کے درخت کے نیچے بیٹھے تو بادل کا ٹکڑا درخت کے اوپر آ گیا بحیرا راہب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ جب بحیرا راہب نے آپ ﷺ کو کھانے پر بلایا تو بادل کا ٹکڑا اسرا قدس پر سایہ کرتے ہوئے ساتھ آیا۔ اور جب قافلہ گھاٹی سے نیچے اتر تو بحیرا راہب نے ہر شجر و حجر کو اسلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا، اور مہر نبوت کو دیکھ کر بوسہ دیا، (ہم نے ترجمہ پر اکتفاء کیا ہے پورا واقعہ مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۵-۲۶ پر موجود ہے)

شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا بحیر ابد لائل واضحہ نبوت آنحضرت بایشاں اشارت کرد۔ بحیراء راہت نے آنحضرت کی نبوت کے دلائل واضحہ دیکھ کر اہل قافلہ کو اشارہ کیا کہ یہ پیغمبر آخر الزمان ہیں، بادل کا سایہ کرنا، درختوں اور پتھروں کا السلام علیک یا رسول اللہ کہنا معجزات ہیں۔ شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا و سایہ ابر بر سر آنحضرت از معجزات بود۔ (اشعۃ اللمعات، جلد چہارم ص ۵۸۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر بادل کا سایہ کرنا آپ کے معجزات میں سے امام ماوردی رحمہ اللہ نے بحرہ بنت ابی نجرۃ کی روایت سے نقل فرمایا: لما اراد کرامة رسولہ ﷺ بالنبوۃ کان لا یمر بشجر ولا حجر الا قال السلام علیک یا رسول اللہ الخ (جواہر النجار۔ جلد اول ص ۱۰۵) جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ تکریم بخشنے کا ارادہ فرمایا تو آپ جس درخت اور جس پتھر کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔

ثابت ہوا السلام علیک یا رسول اللہ کہنا دلیل نبوت یعنی معجزہ ہے، بحیراء راہب نے نبوت کے ان دلائل واضحہ کو دیکھ کر کہا کہ یہ نبی آخر الزمان ہیں، یہ دلائل واضحہ آپ کے معجزات ہیں، اور معجزات اسی لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقع اور فی الوقت نبی ہیں بحیراء راہب نے جن خوارق عادات کو دلائل واضحہ کہا ہے ان کی تفصیل اور تمیز تو رات، انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں مذکور تھی گویا یہ لوازم فرد من المامیہ تھے کہ نبی آخر الزمان کے خواص اور لوازم یہ ہوں گے، ان کو دیکھ اور پرکھ کر بحیراء راہب نے آپ کے نبی ہونے کی تصدیق کی، اور پھر اقرار بھی کیا، اور مومنین کی صف میں ایستادہ ہو گیا، اگر یہ امور آپ کے خواص اور لوازمات نہ ہوتے کتب سماویہ میں مندرجہ تخصیص اور تعین کے مطابق نہ ہوتے تو بحیراء راہب ہرگز تصدیق کرتا نہ اقرار و ایمان لاتا۔ ان امور کو شیخ محقق رحمہ اللہ نے دلائل واضحہ فرمایا ہے، جو دلائل نبوت یعنی معجزات ہیں، کیونکہ دلیل سے شئی کی حقیقت اور وجود ثابت ہوتا ہے ہذا ان دلائل واضحہ کا آپ کی نبوت کو ثابت کرنا تقاضائے اصول ہے، اور پھر یہ دلائل نظری فکری نہیں بلکہ حسی ہیں، سایہ کرنا اور ساتھ ساتھ چلنا، شجر و حجر کا نطق سے متصف ہو کر، آپ کی نبوت کو جان اور مان کر، علم و ادراک، تعارف اور شعور سے مسلح ہو کر السلام علیک یا رسول اللہ کہنا واضح اور محسوس شدہ معجزات ہیں، جو

آپ کی حسی نبوت کا اظہار و ظہور ہے یا در ہے کہ ابو بکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما اس وقت اس سفر میں شریک نہ تھے۔ شیخ محقق نے شرکت کے واقعہ کو الحاقی قرار دیکر رد کر دیا ہے۔

آپ کی تخلیق نور الہی سے ہوئی ہے

جب یہ امور ثابت اور محقق ہیں کہ بارہ سال کی عمر مبارک میں ان خوارق عادات کا ظہور ہوا جن کو دیکھ کر بحیرا رہب ایمان لے آیا، جس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ا۔ نبوت کے وجود، ثبوت اور تحقق کے لیے عمر کا چالیس سال ہونا شرط نہیں، بالخصوص آپ کی نبوت کے بارے میں یہ کلیہ قائم کرنا اور ضابطہ مقرر کرنا انتہائی غلط اور آپ کی حقیقت ذات سے لاعلم ہونے کی دلیل ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا۔ قسم ثانی از تعلق معنوی استحضار حقیقت کاملہ، موصوفہ باوصاف کمال وے کہ جامع است میان جمال و جلال، و متحلی باوصاف خدائے کبیر متعال مشرف نور ذات الہی در آ باد و ازاں محیط بکل کمال خفی و جلی مستوعب ہر فضیلت و وجود، صورت و معن حقیقتاً و حکماً عیناً و شہادۃ ظاہر و باطناً (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۶۲۲) دوسری قسم استحضار معنوی میں ہے اور وہ یہ کہ آپ کی حقیقت مقدسہ کو اپنے دل میں حاضر کرو کیونکہ آپ کی حقیقت کاملہ ہے جو تمام اوصاف کمال سے متصف ہے، جلال و جمال کی جامع ہے اللہ جو سب سے بڑا اور سب سے بلند ہے کے صفات سے روشن اور منور ہے ازل وابد سے ذات الہی کے نور سے مشرف ہے ہر جلی اور خفی کمال کو محیط ہے، آپ کا وجود مقدس ظاہری، باطنی،

صوری، معنوی، حقیقی، حکمی، عینی،، ظاہری اور باطنی طور پر ہر ہر وصف اور ہر خوبی کا پیکر ہے، پھر فرمایا: وے صلی اللہ علیہ وسلم برزخ کلی است قائم در حقائق وجود قدیم و حدیث پس اور است حقیقت ہر یک از جہتیں ذاتا و صفاتاً زیرا کہ مخلوق است از نور ذات، جامع اسماء و صفات، آثار و افعال۔ (مدارج النبوت جلد دوم۔ ص ۶۲۲)

آپ برزخ بھی ہیں جو موجودات کے وجود میں قائم، موجودات قدیم ہوں یا جدید، ہر چیز کی حقیقت آپ ہی ہیں۔ ذات کا معاملہ ہو یا صفات کا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے نور ذات سے پیدا ہوئے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور اوصاف جلیلہ کے حقیقتاً اور حکماً جامع ہیں، شاہ عبدالحق محدث

دلہوی رحمہ اللہ کے کلام حق ترجمان سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

- ۱۔ آپ کی حقیقت ذات الہی کا نور ہے اور اسی نور سے آپ کو تخلیق کیا گیا ہے۔
- ۲۔ آپ کی حقیقت کائنات حادث ہو یا قدیم کے ذرے ذرے میں موجود ہے۔
- ۳۔ آپ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی اور صفات کمالیہ کے جامع ہیں۔
- ۴۔ آپ کا وجود بزرخ کلی ہے نہ صرف حقیقت ذات ہے اور نہ محض بشر
- ۵۔ آپ کا وجود اقدس، وجود کائنات کے لیے ذریعہ فیضان ہے۔
- ۶۔ آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کی صفات سے مشرف اور متجلی ہے۔

یہ تمام اوصاف آپ کے عوارض لازمہ بینہ ہیں کوئی فرد کائنات ان میں آپ سے مشارک ہے نہ مساوی، آپ کی حقیقت اور ذات و صفات کو انسانی اختراعی اصول و ضوابط کے تحت لانا کم علمی، اور کج فہمی ہے۔

بالفرض اگر تحقیقات کا کلیہ اور اصول تسلیم کر لیا جائے کہ چالیس سال سے قبل آپ نبی نہیں تھے، تو بحیراء راہب نے جو دلائل اور امارات نبوت آپ میں دیکھیں اور ایمان لایا یہ کس چیز کا کرشمہ ہے، اور ان کا مبداء محل، اور وجہ صدور، اور موصوف کیا ہے؟ یہ امور مہومہ یا امور فرضیہ نہیں بلکہ حقائق اور امور حسیہ ہیں، بقول تحقیقات عمر شریف تو ان کی مستحتمل نہیں، لامحالہ ان امور خارجہ حسیہ کا محل، موصوف اور وجہ ظہور و صدور آپ کی ذات، اور حقیقت ہے جو ذات الہی کے نور کا عکس پر تو اور تجلی ہے، اور یہی حقیقت اولہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی اور صفات کمالیہ کی جامع ہے اور امور خوارق عادت کا ظہور اور صدور اس لیے ہے کہ وہ وصف نبوت سے متصف ہے پھر بھی ثابت ہوا کہ آپ روز تخلیق اور روز ولادت سے ہی نبی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے آپ کو ہر مقام پر ضمیر خطاب یا حرف خطاب سے جیسے: وما ارسلناك الا كافة للناس، وما ارسلناك الا رحمة للعالمین یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول سے یعنی حقیقت اصلیہ اور اس سے متعلقہ نبوت اور رسالت کے مقامات سے یاد فرمایا، اور آپ نے اپنی حقیقت ذات اور منصب کو یا متکلم کا عنوان بنایا، مختصر یہ کہ حقیقت ذات ملحوظ ہو،

یا اعتبار روح انور، صفات و کمالات کو مد نظر رکھا جائے یا ان سب کا مجموعہ بدوں شکوک و شبہات آپ کی دائمی ابدی، اور استمراری نبوت کا ثبوت اور ظہور ملتا ہے تحقیقات نے لکھا کہ آپ ﷺ کا لباس بشری ماں، باپ دونوں کے مادہ تولید کی آمیزس سے تیار ہوا تھا لہذا وہ نسبتاً کثیف تھا اس لیے اس کی کثافت کو بار بار کے شق صدر اور چلہ کشی وغرہ کے ذریعے جب لطیف کر دیا گیا اور حقیقت نور یہ کا ہم رنگ تب یہ منصب آپ کو سنایا گیا۔ (ص۔ ۱۶۰)

نبوت چلہ کشی اور شق صدر سے نہیں ملی تحقیقات کا موقف غلط ہے

توضیحاً کہا جائے گا کہ نبوت ایک شے موہوب ہے اس میں کسب و عمل، ریاضت اور عبادت کا کوئی عمل دخل نہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا و خیال نکلند کہ ظہور نبوت و ورود وحی اثر مجاہدہ ریاضت و عبادت بود زیرا کہ نبوت محض موہبت و عنایت است و کسب و عمل را در آن دخل نیست

تبارک الله وحی بمکتسب..... عولا نبی علی غیب بمتهم

(مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۲۳۹)

لیکن یہ قطعاً خیال نہ کریں کہ آپ کی نبوت کا ظہور اور وحی کا ورود اس مجاہدہ و ریاضت، اور عبادت کا اثر اور نتیجہ ہے کیونکہ نبوت خالص امر موہوب، اور عنایت ربانی ہے کسب و عمل کا اس کے حصول میں کوئی دخل نہیں۔ امام بوہیری رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی برکت والی ہے، وحی کا ورود و کسب و عمل پر موقوف نہیں، اور نہ کسی نبی کو غیب کے جاننے پر تہمت کا محل ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ تحقیقات کا موقف اور شیخ محقق رحمہ اللہ کی تصریح کے درمیان موازنہ کرنے سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ نبوت کے حصول اور وحی کے ورود میں ریاضت و عبادت کا کوئی عمل دخل نہیں۔ نبوت امر موہوب من اللہ ہے وہ جس کو چاہے جب چاہے عطا فرماتا ہے، پھر چلہ کشی کا دورانیہ چالیس سال عمر شریف ہونے کے لگ بھگ ہے چلہ کشی کی تکمیل اور اختتام پر آپ کو نبوت نہیں دی گئی بلکہ نبوت کا ظہور ہوا ہے، یعنی عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ نے اعلان نبوت کے ذریعے اپنا نبی ہونا ظاہر فرمایا ہے،

جیسا کہ شیخ محقق کے الفاظ صریح (ظہور نبوت و ورود وحی) قرآن لفظیہ کی صورت میں موجود ہیں، لہذا تحقیقات کا یہ کہنا کہ چلے کشی کے ذریعے کثافت کو لطافت میں بدلا گیا اور پھر آپ کو نبوت عطا کی گئی خطائے فاحش ہے۔

شق صدر ہوا اور چار بار ہونے کی حکمت

اسی طرح شق صدر کے ذریعے ازالہ کثافت کا قول بھی غلط ہے، اس لیے کہ چار سال اور بیس سال کی عمر میں ہونے والا شق صدر آپ کے لیے عصمت پیدا کرنے اور اس کو یقینی بنانے کے لیے ہے آپ کو معصوم کیوں بنایا گیا کہ آپ نبی تھے اور نبی کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے ہر دو شق صدر فرشتوں کے ذریعے ہوئے فرشتے کا انسان عام پر شق صدر کا یہ عمل محال ہے، کیونکہ انسان عام فرشتے کے اس جارحانہ عمل کا متحمل نہیں ہو سکتا ہر دو شق صدر میں فرشتے کا عمل کثیر اور فعل کبیر ہوا مگر آپ کی ہمت اور طاقت برداشت آپ کا ہی خاصہ تھی، اگر آپ کی حقیقت مقدسہ روح مبارک وصف نبوت سے متصف نہ ہوتے اور آپ کا جسد عنصری تمام لطائف کی اصل، ملائے اعلیٰ کی مخلوق کی طرح نہ ہوتا، ملائے اعلیٰ کے مکیں کی صفات سے مزین نہ ہوتا فرشتے آپ کا شق صدر کرتے نہ آپ زندہ رہتے، فرشتوں کا شق صدر کرنا اور آپ کا باحواس خمہ ہو کر سب کا روائی کو برداشت کرنا، دیکھنا، بیان کرنا، (احساس کا ہونا نہ خون) کا نکلنا، درد کا ہونا نہ تکلیف کا ہونا ازالہ کثافت ہے یا دلیل نبوت ہے، اللہ چاہتا تو دل اقدس میں منجمد خون پیدا ہی نہ کرتا، نکالنے کی نوبت ہی نہ آتی، مگر پیدا کر کے انسانی جسم کی تکمیل فرمائی۔ فرشتوں کے ذریعے شق صدر کرا کر نکلوایا اور یہ ظاہر فرمایا کہ انسان ہو کر یہ معصوم ہیں اور میرے نبی ہیں، شکم انور کو شق کرایا، دل انور کو اپنی جگہ سے باہر نکلوایا، پھر اس کو چیرا گیا۔ موت نہ دی جس سے آپ کے معجزہ پر مہر تصدیق ثبت کروائی، جسم انور جب ہے ہی لطیف تو کثافت کہاں؟ پہلے دو شق صدر آپ کی عصمت کے لیے کئے گئے چونکہ آپ نبی تھے اور ایسا کرایا جانا تقاضائے نبوت تھا تا کہ آپ کے جسم اطہر سے وساوس شیطانی کی آماجگاہوں رصدگاہوں اور گزرگاہوں کو ختم کیا جائے۔ اور جسم اطہر کو طہارت و عصمت کا پیکر بنا کر نور نبوت سے آراستہ اور پیراستہ فرمایا جائے۔ معراج اور اسراء اور اعراج

کے مواقع پر شق صدر کا مقصد حقیقت ملکیہ قوت ملکیہ اور حقیقت حقہ سے سرفراز فرمایا جانا تھا کیونکہ آپ نے عالم ملکوت کے بلند قدر عجائبات کو ملاحظہ فرمانا تھا، اور عالم ملکوت سے اوپر لامکان میں دناقتلی فکان قاب قوسین اودانی کی بلندیوں اور قرابتوں کے منظر میں بلا حجاب سر کی آنکھوں سے ذات کبریا جل وعلا کا دیدار اور مشاہدہ کرنا تھا۔ ثابت ہوا چار بار کا شق صدر ازالہ کثافت کے لیے نہیں۔ بلکہ عصمت عالم ملکوت کے مشاہدے اور ذات کبریا جل وعلا کے دیدار اور مشاہدے کے لیے تھا، تحقیقات کی مجددانہ رائے اور جدت بھرا تبصرہ خلاف حقائق اور مخالف دلائل ہے۔

تحقیقات کا موقف ہے کہ روح مجرد اور روح متعلق بالبدن کے احکامات الگ الگ ہیں۔ یعنی عالم ارواح میں تو آپ نبی بالفعل تھے مگر عالم اجسام میں چالیس سال کے بعد آپ کو نبوت دی گئی ہے سوال یہ ہے کہ چالیس سال کے بعد جو نبوت آپ کو دی ہے یہ اسی نبوت کا تسلسل و استمرار ہے یا آپ کو اس سے الگ از سر نو نبوت سے نوازا گیا ہے اگر وہی نبوت ہے تو یہ موقف درست اور مبنی بر حقیقت ہے، اور اگر یہ نبوت الگ از سر نو دی گئی ہے تو آپ ﷺ کا یہ فرمان کیسے صادق آئے گا۔ انا اول النبین خلقا و آخرهم بعثا اور حدیث اسراء میں واقع اللہ کا یہ فرمان جعلتک اول النبین خلقا و آخرهم بعثا کما رواہ الیذا من حدیث ابی ہریرہ (بحوالہ شرح فقہہ اکبر ص ۷۲) ان دو احادیث سے ثابت ہوا کہ روز ازل سے لے کر بعثت تک آپ کی نبوت کا دوام اور استمرار موجود ہے چالیس سال کی عمر پر آپ کی بعثت ہوئی ہے ان احادیث اور قول ابن حجر ہیتمی کی موجودگی میں تحقیقات کا موقف غلط اور مردود ہے۔

اور سورہ شعراء کی آیت نمبر ۲۱۹ و تَقْلِبْکَ فِی السَّاجِدِیْنَ کی حضرت عباس سے مروی اور منقول تفسیر من بنی الی نبی حتی (اخرجت نبیا کا کیا جواب ہوگا؟) (البدایہ والنہایہ) مزید عالم ارواح والی نبوت اور عالم اجسام والی نبوت کے درمیان فرق پیدا کرنا امت کے علماء اور عرفاء کی تصریحات کے خلاف ہے جیسا کہ پہلے بالتفصیل آچکا ہے۔ مزید شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”اعلم ان الله تعالى شرف نبيه ﷺ سبق نبوته في سابق ازليته، و ذلك انه تعالى لما تعلق ارادته بايجاد الخلق ابرز الحقيقة المحمدية من محض النور قبل وجود ما هو كائن من المخلوقات بعد ثم سلخ منها العوالم كلها ثم اعلمه الله تعالى بسبق نبوته و بشره بعظيم رسالته كل ذلك و آدم لم يوجد ثم انبجست منه ﷺ عنوان الارواح فظهر بالاملا الاعلى اصلا ممد اللعوالم كلها (جواهر البحار، جلد ثالث، ص ۳۳۱)

معلوم ہوا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ازل سابق میں ہی نبوت کو سب سے پہلے عطا فرما کر مشرف فرمایا ہے، اور یہ ایسے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کی ایجاد سے متعلق ہوا (مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا) تو حقیقت محمدیہ کو نور خالص سے ساری مخلوقات سے پہلے ظاہر فرمایا، پھر اس حقیقت محمدیہ سے تمام عوالم (ساری کائنات) کی تخریج فرمائی پھر اللہ تعالیٰ نے تمام عوالم کو سب سے پہلے نبی ہونے کا بتایا، اور یہ خوشخبری دی کہ آپ ﷺ ساری مخلوق کے رسول عظیم ہیں، ابھی تک آدم علیہ السلام کو وجود میں نہیں لایا گیا تھا۔ پھر آپ ﷺ کے وجود نوری سے تمام ارواح کی ذوات کو تخلیق فرمایا گیا، پھر آپ کا وجود نوری ملائے اعلیٰ (ملائکہ مقربین) کیلئے بطور اصل ظاہر کیا گیا، اور تمام عوالم (کائنات) کے لیے معاون اور مددگار بنایا گیا۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ۱۔ آپ کی حقیقت نور خالص ہے، بشریت آپ کا لبادہ اور لباس ہے۔

۲۔ نبوت روز ازل سے ہی آپ کو عطا فرمائی گئی ہے آپ کی حقیقت کو ظاہر فرمانے کے بعد اس کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

ارواح نوری اور عالم لطائف سے اس لیے ہیں کہ آپ کا وجود نوری ان کا مبداء اصل ہے۔ آپ ﷺ اپنے وجود نوری اور منصب نبوت و رسالت کی وجہ سے تمام عوالم (عالم ملکوت، عالم ناسوت) کے لیے معاون اور مددگار ہیں۔

توجہ طلب امر یہ ہے کہ جب آپ کی حقیقت محمدیہ وصف نبوت سے متصف ہے اور روز ازل

سے متصف ہے، تمام عوالم عالم ملکوت اور عالم ناسوت کی معاون اور مددگار ہے تو عالم ناسوت کا آغاز و
جود آدم سے لے کر عرصہ محشر تک طویل و عریض ہے تو اس پورے عالم ناسوت کے لیے آپ کی حقیقت
اور نبوت کا معاون اور مددگار ہونا ضروری ہے انبیائے سابقین کے لیے تعاون اور امداد کرنا حضرت
عباس رضی اللہ عنہ کے قصیدہ سے بھی مترشح ہے، تحقیقات نے یہ قصیدہ ص ۷۵، تا ۷۷ پر خود نقل کیا ہے،
بلکہ وہ حدیث بھی اس امر پر شاہد عدل ہے جو تحقیقات نے ص ۷۴ پر نقل کی ہے، حدیث پاک میں
آپ ﷺ نے اپنی حقیقت اور نبوت کو ضمیر متکلم کے ساتھ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضمیر
خطاب سے تعبیر فرمایا ہے، اور خود تحقیقات نے اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ۔ لہذا اس
کلام کو آپ کی ذات اقدس اور روح مبارک کے جوہر نوری سے متعلق ہونے ان مراحل سے گزرنے پر
مجمول کرنا لازم ہے۔ (ص ۷۷) یعنی آپ کی ذات (حقیقت محمدیہ جو نور خالص ہے) اور آپ کی
روح ان تمام ادوار میں عالم اجسام میں موجود رہی ہے نبوت آپ کی حقیقت اور روح کا خاصہ لازمہ
ہے، اس لیے اس کا موجود ہونا لازمی اور ضروری ٹھہرا، کیونکہ حقیقت روح اور نبوت کے بغیر تعاون اور
امداد کرنا ناممکن ہے، لہذا چالیس سال سے قبل آپ کو نبی تسلیم نہ کرنا خود تحقیقات کے تبصرہ اور مندرجہ
حدیث اور قصیدہ کے خلاف ہے۔

ظہور قدسی سے قبل آپ کے اسم باطن کا زمانہ ہے

امام التلمسانی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”نزل جبریل فسلم علی فقال فی سلامہ السلام علیک یا
اول السلام علیک یا اخر السلام علیک یا ظاہر، السلام علیک یا باطن فانکرت
ذالك علیه وقلت یا جبریل کیف تکون هذه الصفة لمخلوق مثلی وانما هذه الصفة
للخالق الذی لا تلوق الا به فقال یا محمد اعلم ان الله امرنی ان اسلم بها علیک لانه
قد فضلك بهذه الصفة الخ (شرح شفاء جلد اول، ص ۵۱۵) جبریل علیہ السلام مجھ پر نازل ہوئے
اور مجھے سلام دیا، انہوں نے اپنے سلام میں کہا السلام علیک یا اول، السلام علیک یا آخر السلام علیک یا

ظاہر السلام علیک یا باطن، میں نے ان کے سامنے اس طرح کے سلام کا انکار کیا اور کہا کہ اے جبریل یہ صفت ”باطن“ میری جیسی مخلوق کے لیے کیسے ہو سکتی ہے؟ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اسی کے لائق ہے، تو جبریل نے کہا کہ اے محمد آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس صفت (باطن) کے ساتھ سلام پیش کروں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صفت کے ساتھ مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے امام تلمسانی رحمہ اللہ کی نقل فرمودہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ کا اسم شریف الباطن ہے، اس اسم مبارک کے حوالے سے آپ کا زمانہ بھی ہے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے ”فتوحات میں اور امام ابن حجر نے النعمۃ الکبریٰ میں نقل فرمایا کہ: لما انتھی الزمان بالاسم الباطن فی حقہ ﷺ الی وجود جسمہ وارتباط الروح انتقل حکم الزمان الی اسم الظاہر فظہر محمد ﷺ بکلیتہ جسم اور روحاوان تاخرو وجودہ ہو خزائن السرفلا ینعقد امر الامنہ ولا ینتقل خیر الا عنہ۔ (جواہر البحار، جلد ثالث، ص ۲۵۵) اسم باطن کے لحاظ سے جب آپ کے حق میں زمانہ ختم ہوا، اور آپ کے جسم عنصری کے وجود اور روح مبارک کے اس کے ساتھ تعلق اور ربط کا زمانہ آیا تو اسم باطن کے زمانے کا حکم اسم ظاہر کی طرف منتقل ہو گیا۔ تو محمد ﷺ کلی طور پر روح اور جسم کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے۔ اگرچہ آپ کا وجود عنصری متاخر ہے مگر آپ کی ذات عالم سر کا خزانہ رہی ہے، ہر حکم کا جاری اور نافذ ہونا آپ کے وجود کا مرہون منت ہے، کسی کو جو بھلائی بھی منتقل ہوتی ہے وہ آپ سے ہی منتقل ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا حدیث تلمسانی شیخ اکبر، اور امام ابن حجر کے کلام سے ثابت ہوا کہ الباطن اللہ کا صفاتی نام ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنا صفاتی نام عطا فرما کر بقیہ مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی ہے جس طرح اسم ظاہر کا زمانہ ہے اور وہ زمانہ جسم عنصری کے ظہور سے لے کر عرصہ، محشر تک ہے اسی طرح اسم باطن کا بھی زمانہ ہے، اور وہ زمانہ روز اول سے لے کر آپ کے ظہور قدسی تک ہے اس زمانہ میں آپ ﷺ کا اسم باطن سے موسوم اور مشرف ہونا حقیقت محمدیہ نوریہ اور روح کے لحاظ سے ہے۔ اگر حقیقت محمدیہ نوریہ اور روح وصف نبوت سے متصف نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے صفاتی نام میں

ہرگز شریک نہ فرماتا اللہ تعالیٰ کا آپ کو اپنے صفاتی نام الباطن میں شریک کرنا اور جبریل کا اس صفاتی نام کو پکار کر سلام پیش کرنا واضح اور ثابت کرتا ہے کہ اس صفاتی نام سے موسومیت کے وقت آپ نبی تھے اور اس صفاتی نام کی بدولت آپ ﷺ کا زمانہ تھا اور وہ زمانہ ازل سے لے کر ظہور قدسی تک طویل اور مدید ہے، اسم باطن سے موسوم ہونا، روز اول سے لے کر جسم عنصری کے وجود، اور وجود کے ساتھ ارتباط روح تک کا ہر زمانہ، ہر دور آپ کی نبوت دائمہ اور مستمرہ کا ہے کسی زمانے اور کسی دور میں آپ کی نبوت کا انقطاع نہیں ہوا۔

شیخ اکبر، اور امام ابن حجر کے کلام سے یہ واضح اور ثابت ہوا اگرچہ آپ کا ظہور قدسی سب انبیاء کے آخر میں ہوا مگر آپ کی ذات کریمہ عالم سر کی خزانہ تھی، جو حکم بھی جاری اور نافذ ہوا وہ آپ ہی ذات سے ہوا، جو خیر بھی کسی کو نصیب ہوا اس کے مبداء فیض آپ ہی تھے ظہور قدسی سے قبل اگر آپ کی نبوت کا زمانہ نہ ہوتا تو کسی بھی حکم کا اجراء ہوتا نہ نفاذ، اگر جسم عنصری کے وجود اور ظہور سے قبل آپ کی نبوت کا دوام اور استمرار نہ ہوتا تو کائنات خیرات، برکات اور فیوضات سے کیسے بہرہ ور ہوتی۔“

تحقیقات کے قلم نے آوارگی کی انتہا کر دی

اگر آنحضرت ﷺ آغاز ولادت سے نبی ہوتے یا عالم ارواح والی نبوت دائم اور مستمر ہوتی اور آپ کو اس کے احکام مستحضر ہوتے تو علمائے کرام کے اذہان میں یہ سوال ہی کیوں پیدا ہوتا کہ آپ کسی شریعت پر عمل پیرا تھے یا نہیں؟ (ص ۱۲۳۸)

تحقیقات نے آنحضرت ﷺ کی آغاز ولادت سے نبی ہونے کا انکار کر دیا ہے۔ جبکہ بحمد اللہ ہم نے اس کے ثبوت اور وجود پر احادیث مبارکہ، آیات قرآنیہ علمائے اعلام اور عرفائے عظام کی تصریحات کا ایک معتد بہ ذخیرہ پہلے نقل کر دیا ہے اعادہ بلا ضرورت ہے۔

تحقیقات کی معلومات میں اصافہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اسمائے حسنی، الباطن، الظاہر، کے معنی اور تفاسیر کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر رسول اللہ ﷺ نے ان اسماء کے ساتھ سلام سننے اور قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ وضاحت فرمائی کہ یہ اسمائے باری تعالیٰ ہیں اسی کی

شان کبریائی کے لائق ہیں، مجھ جیسی مخلوق کے لیے ان کا اطلاق جائز نہیں جبریل علیہ السلام نے عرض کیا الباطن ابظاہر اور دیگر اسمائے حسنی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو موصوف فرمایا اور فضیلت بخشی ہے، لہذا آپ بھی الظاہر اور الباطن ہیں، الباطن کا اسم، اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کا ایک مشترکہ اسم مبارک ہے اس کا مفہوم معنی اور زمانہ ہے، جب اس کی نسبت ذات باری کی طرف ہوگی تو اس کا معنی ذات الوہیت کے اعتبار سے ہوگا اور مراد یہ ہوگی کہ ظاہر اور باطن کے لحاظ سے اللہ ہرشی کا خالق مالک اور وحدہ لا شریک ہے اور جب اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہوگی تو اس کا معنی یہ ہوگا ظاہر اور باطن میں حقیقی داعی اور مبلغ آپ ﷺ ہیں کیونکہ ظاہر اور باطن کے لحاظ سے حقیقی نبوت آپ کی ہے۔ اشیخ ابوعثمان الفرغانی رحمہ اللہ نے فرمایا، فلم یکن داعیا حقیقیا من الابتداء الی الانتہاء الا ہذہ الحقیقہ الاحمدیہ ہی اصل جمیع الانبیاء و ما ارسلناک الا کافۃ للناس کے تحت فرمایا: والانبیاء والرسول و جمیع اممہم و جمیع المقتد میں و المتاخرین یدخلون فی کافۃ الناس، و کان ہو ﷺ راعیا بالاصالۃ و جمیع الانبیاء و الرسول علیہم السلام یدعون الخلق الی الحق عن تبعیتہ ﷺ و کانوا خلفائہ و نوابہ فی الدعویۃ (جواہر البحار، جلد ثانی ص ۱۹۵) حقیقت احمدیہ علیہ التحیۃ و الثناء کے علاوہ کوئی نبی اور کوئی رسول ابتداء (روز ازل) سے لے کر انتہاء (وقت وفات) تک داعی حقیقی نہیں ہے، تمام انبیاء اور رسول علیہم السلام نے آپ کے تابع ہو کر مخلوق کو دعوت الی الحق دی ہے، دعوت الی الحق میں وہ آپ کے خلفاء اور نائبین تھے۔ اس عنوان میں کافی مواد پہلے بھی آچکا ہے۔ سر دست اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے برسر مطلب آتے ہیں۔ جب آپ روز ازل سے وفات تک داعی حقیقی ہیں اور باقی تمام انبیاء اور رسول آپ کے نائب اور خلیفہ ہیں، تو روز ازل سے لے کر وقت وفات تک کے لیے آپ کے لیے نبوت کا ثبوت لازمی ہے کیونکہ داعی ہونا نبی اور نبوت کے لیے خاصہ لازمہ ہے۔

اسی طرح جب آپ ﷺ الباطن کے اسم سے موصوف اور موسوم ہیں تو اللہ کے اس صفاتی اسم سے موصوف ہونے کی بنا پر روز ازل سے لے کر جسم غصری کے ظہور تک عالم باطن کے لیے آپ کا

نبی ہونا امر لازم ہے۔ کیونکہ اگر باطنی دور کے لیے آپ نبی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس اسم صفاتی سے موسوم اور موصوف نہ فرماتا، اسم الباطن سے موصوف اور موسوم فرمایا جانا آپ کی نبوت دائمہ مستمرہ کی دلیل ہے، علامہ الشیخ جمل کا موقف دربارہ نبوت دائمہ مستمرہ، خود تحقیقات نے۔ ۱۲۷ پر، اور اس پر اپنا تائیدی تبصرہ ص ۱۲۸ پر نقل کیا ہے علامہ جمل رحمہ اللہ کا اصل کلام تحقیقات نے ص ۱۲۷ اور علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ نے جواہر البحار۔ جلد ثانی ص ۳۷۳ پر نقل فرمایا ہے۔

لیکن باعث حیرت اور لائق تعجب یہ بات ہے کہ تحقیقات نے روز ولادت سے آپ کی نبوت کا انکار اس لیے کیا ہے کہ علماء نے سوال اٹھایا ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ کس شریعت پر عمل پیرا تھے؟ تحقیقات نے علماء کے اس سوال پر آپ کے پیدائشی نبی ہونے کا انکار کر دیا ہے، امام تلمسانی رحمہ اللہ نے حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کی جس میں اول، آخر، ظاہر، باطن کے جلی اسمائے صفاتیہ کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے الظاہر کے اسم صفت میں آپ ﷺ کو شریک فرمایا، یہ اسم ظاہر اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام بھی ہے اور آپ ﷺ کا بھی اب نور طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس نام صفاتی میں کس حیثیت سے شریک فرمایا، محض بشری رسول ہونے کی وجہ سے یا اپنی ذات کے نور اور تجلی ہونے کی وجہ سے اگر الظاہر کے صفاتی نام کے اطلاق کی وجہ آپ کی رسالت بشریہ ہوتی تو اس کا اطلاق اور اس کا موصوف کوئی اور نبی اور رسول بھی ہوتا لیکن ایسا نہیں، معلوم ہوا آپ کا

اس اسم صفاتی سے اتصاف اور آپ پر اطلاق اس نور ذات کی وجہ سے ہے جو روح اور نبوت کا محل ہے، الظاہر کی حقیقی اور معنوی حد روز ولادت سے ہے، لہذا نبوت کا ثبوت اور وجود روز ولادت سے ہے شیخ اکبر اور امام ابن حجر رحمہما اللہ کا کلام پہلے گزر چکا ہے کہ روز اول سے لے کر جسم اقدس کے ظہور تک کے تمام ادوار کے لیے آپ کی حقیقت احمدیہ اور نبوت کا مجموعہ الباطن ہے، جسم شریف کے ظہور سے لے کر آپ اپنی حقیقت اور نبوت کے لحاظ سے عرصہ محشر تک الظاہر ہیں، لہذا تحقیقات کا یہ کہنا کہ آپ آغاز ولادت سے نبی نہیں تھے غلط اور بے بنیاد ہے۔

تحقیقات نے لکھا عالم ارواح والی نبوت دائمہ اور مستمر ہوتی اور آپ کو احکام مستحضر ہوتے،

توضیحا کہا جائے گا کہ آپ کو اپنا نبی ہونا اور آدم علیہ السلام کا آب و گل کے درمیان ہونا یاد اور مستحضر ہے جس سے باور کیا جاسکتا ہے کہ اگر عالم ارواح والی نبوت کے احکامات دنیاوی اور جسمانی نبوت کے احکامات کے طرح ہوتے تو یقیناً آپ کو معلوم ہوتے۔

عالم ارواح میں آپ کی نبوت نبوت دعوت تھی، یعنی آپ ﷺ عالم ارواح میں داعی تھے، علامہ امام شیخ الجمل رحمہ اللہ نے فرمایا: وقد دعا ﷺ الخلیقة فی عالم الارواح والذرفدعت روحہ الشریفہ جمیع الارواح ودلتها علی اللہ الخلیقة فی عالم الارواح والذرفدعت روحہ الشریفہ جمیع الارواح ودلتها علی اللہ وعلی توحیدہ وعرفتھا بربھا ودعت ذرئہ الشریفہ جمیع الذرات وارشدتها وعرفتھا بربھا (جواہر البحار، جلد ثانی ص ۳۷۳) رسول اللہ ﷺ نے عالم ارواح اور عالم ذر میں مخلوق کو دعوت دی آپ ﷺ کی روح نے تمام ارواح کو دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی توحید کی طرف راہ نمائی فرمائی، اور انہیں اپنے رب کی پہچان کروائی، آپ کے مواد شریفہ نے تمام اجسام کے مواد کو دعوت دی، اور انہیں اپنے رب کی طرف راہ نمائی فرمائی، اور پہچان کروائی۔

علامہ الجمل رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو ارواح اور ملائکہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اور یہ رسالت دعوت توحید کی حد تک تھی، علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ای انہ بناہ اللہ تعالیٰ فی عالم الارواح واطلع الارواح علی ذالک وامرھا بمعرفة نبوتہ والاقرار بھا (جواہر البحار جلد چہارم ص ۲۱۰)

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں آپ کو نبی بنایا اور آپ کے نبی ہونے پر تمام ارواح کو مطلع فرمایا۔ آپ کی نبوت کو پہچاننے اور اس کا اقرار کرنے کا حکم دیا۔

علامہ سلمان الجمل رحمہ اللہ نے فرمایا: انہ نبی فی عالم الارواح والنور وارسل الیہا بالفعل (جواہر البحار جلد ثانی ص ۳۷۳) بنے شک رسول اللہ ﷺ عالم ارواح اور عالم نور (عالم ملکوت)

میں نبی تھے، ان کی طرف آپ کو بالفعل نبی بنا کر بھیجا گیا تھا، مندرجہ بالا اقتباسات سے ثابت ہوا کہ عالم ارواح میں آپ بالفعل نبی تھے، اور آپ کو ملائکہ اور ارواح کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا تھا سید احمد عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: يسبح ذالك النور وتسبح الملائكة يتسبح وهذا يويد انه ﷺ مرسل للملائكة كغيرهم (جواہر البحار، جلد ثالث، ص ۳۵۷) یہ نور مصطفیٰ ﷺ اللہ کی تسبیح پڑھتا تھا، اور فرشتے بھی آپ کی تسبیح کون کر تسبیح پڑھتے تھے، یہ طرز عمل ثابت اور اس بات کی تائید کرتا ہے کہ آپ ﷺ کو ارواح کی طرح فرشتوں کا بھی رسول بنایا گیا تھا۔ ثابت ہوا کہ آپ کی رسالت کا کام اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت کی تعلیم دینا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کا بیان کرنا تھا۔ عالم ارواح جب عالم اجساد ہے نہیں تو احکام شرعیہ نماز، روزہ، حج، اور زکوٰۃ کا وجود کہاں، یہ تو عالم اجساد کے عوارض و لوازم ہیں، عالم ارواح میں عالم اجساد کے احکام کو تلاش کرنا شان مجدد ہے جیسا کہ عمر حیات باروی اشرف سیالوی کو مجدد کہلوانے کے درپے ہے جب عالم ارواح کے معمولات دعوت و تبلیغ، معرفت اور تسبیح و تحمید ہے تو تحقیقات کا یہ کہنا کہ اگر آپ ﷺ عالم ارواح میں نبی ہوتے تو آپ کو اس کے احکام مستحضر ہوتے کس قدر بھونڈی بات ہے۔

لیکن تحقیقات کی معلومات میں اضافہ کی خاطر یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی رکوع کیا اور سجدہ کیا۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے۔ وزائیدم محمد را پس دیدم اور در سجدہ برداشته، و ہر دو انگشت مسجہ را بسوئے آسمان مانند متفرع، مبہل“ (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۱۶)

جب میں نے محمد ﷺ کو جنم دیا تو میں نے دیکھا کہ آپ سجدہ کر رہے ہیں، اور آپ کی شہادت والی دونوں انگلیاں آسمان کی طرف اس طرح اٹھی ہوئی ہیں جس طرح اللہ کے سامنے عاجزی اور انکساری کرنے والا آدمی اٹھایا کرتا ہے۔

حلیہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ چون ہنگام سخن گفتن شد، شنیدم ازوے کہ میگفت اللہ اکبر اللہ اکبر، الحمد للہ رب العلمین، سبحان اللہ بکرۃ واصلیلا، پھر کہا کہ شنیدم ازوے کہ در دل بشب میفرمود

لا اله الا الله قد وساق قد نامت العيون، والرحمن لا تاخذه سنة ولا نوم“ (مدارج النبوت جلد دوم، ص ۲۱) معلوم ہوا آپ نے ظہور فرماتے ہی سجدہ کیا اور بلند آواز سے الحمد للہ کہا انگشتہائے شہادت کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی عبدیت اور عاجزی، انکساری کا واضح اعلان فرمایا، جب بولنے اور گفتگو کرنے کا وقت آیا تو اللہ کی تکبیر، اللہ کے لیے تمام محامد اور عالمین کے لیے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اظہار اور اقرار کیا۔ صبح و شام اللہ کے لیے تسبیح کا تکلم فرمایا۔ رات آتی تو دل میں لا اله الا اللہ کا ورد فرماتے اور ساتھ ہی یہ پڑھتے مخلوق کی آنکھیں سو گئی ہیں۔ لیکن رحمٰن کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

تحقیقات غور کرے کہ عالم ارواح کی تعلیمات، اور احکامات اس کے سوا کیا تھے؟ کیا سارے کلمات طیبات عالم ارواح میں آپ ﷺ نے نہیں پڑھے کیا ارواح اور فرشتوں نے آپ کو اپنا نبی مان کہ ان اسمائے حسنی، اور کلمات طیبات کا ورد نہیں کیا، آدم کی پیدائش کے سلسلے میں فرشتوں سے مشاورت میں فرشتوں نے کہا نحن تسبیح بحمدك وتقدس لك یہ جملے اور یہ کلمے کس کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا، تسلیم کرنا پڑے گا کہ بوقت پیدائش اور حلیمہ سعدیہ کے ہاں دور حضانت و رضاعت میں آپ ﷺ کا ان اسماء اور کلمات کا تلفظ کرنا، عالم ارواح کے احکام کا استحضار تھا، تحقیقات کا احکام کے استحضار کا طعنہ دنیا غلط اور کلمہ گو مسلمان کے شایان شان نہیں۔

حضرت امام مناوی رحمہ اللہ نے فرمایا: کنت بنیا ولم یقل کنت انسانا ولا کنت موجودا إشارة الى ان نبوته ﷺ كانت موجودة في اول خلق الزمان في عالم الغيب دون عالم الشهادة فلما انتهى الزمان باسم الباطن الى وجود جسمه وارتباط الروح به ﷺ انتقل حكم الزمان في جريانه الى اسم الظاهر فظهر بذاته جسما ورواحا فكان الحكم له باطنا اولافى كل مظهر من الشرائع على ایدی الانبياء والرسل ثم صار الحكم له ظاهرا ففسخ كل شرع ابرزه الاسم الباطن بحكم الاسم الظاهر لبيان اختلاف حكم الاسمين وكان المشرع واحد (جواہر البحار، جلد ثانی، ص ۱۶۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کنت نبیا کنت انسانا، یا کنت موجودا نہیں فرمایا کنت

بنیا فرما کر آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ زمانہ کی تخلیق کے شروع میں آپ کی نبوت موجود تھی، عالم شہادت کے علاوہ عالم غیب میں موجود تھی، جب اسم باطن کا زمانہ آپ کے جسم مقدس کے وجود، اور روح کے اس کے ساتھ مرتبط ہونے پر انتہا کو پہنچا تو زمانہ باطن کا حکم زمانے کے جریان (تسلسل) کی وجہ سے اسم ظاہر کی طرف منتقل ہوا، آپ ﷺ نے جسم اور روح کے ساتھ اپنی ذات کا اظہار فرمایا انبیاء سابقین اور رسولوں کے ادوار میں جتنے احکام شرائع ظاہر ہوئے وہ آپ کا حکم باطن تھا۔ ذات اقدس کے ظہور قدسی کے اظہار پر اسم باطن کا حکم اسم ظاہر کی طرف منتقل ہوا، تاکہ اسم باطن اور اسم ظاہر کا اختلاف حکم واضح ہو جائے اگرچہ شریعت اور صاحب شریعت ایک ہی ہے۔

امام متاوی رحمہ اللہ کا کلام بڑا واضح ہے امام کے نزدیک زمانہ کی تخلیق سے قبل آپ کی نبوت موجود تھی، اور یہ نبوت عالم غیب یعنی آپ کے ظہور تک اسم باطن کے مفہوم اور مدلول میں تھی عالم ازل سے لے کر آپ کے ظہور قدسی تک کا زمانہ عالم غیب ہے اس عالم میں آپ کی نبوت موجود تھی آپ کی شریعت کا پرچار کرنا اور دعوت دینا ہر نبی اور ہر رسول کا آپ کا نائب ہو کر معجزات دکھانا اور دعوت و تبلیغ کرنا آپ کی نبوت کا کرشمہ تھا اس عالم غیب کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو الباطن فرمایا ہے۔

اگر روز ازل سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک آپ کی نبوت کا دوام، اور استمرار تسلیم نہ کیا جائے تو الباطن جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بطور خاص صفاتی نام عطا فرمایا ہے اس پر عقیدہ اور عمل کیسے ہوگا؟ جب تخلیق زمانہ سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک کا سارا زمانہ عالم غیب ہے اور اس عالم غیب کے لیے آپ ﷺ کو اسم الباطن کا صفاتی نام دیا گیا ہے تو پورے عالم غیب کے لیے آپ ﷺ الباطن بھی ہیں، اور نبی بھی ہیں آپ کی نبوت کا انکار کرنا درحقیقت آپ کے الباطن ہونے کا انکار ہے جو ایک کلمہ گو مسلمان کے لیے روا نہیں۔

اسی طرح علامہ مناوی کا قول ہے کہ جسم عنصری کی موجودگی اور اس کے ساتھ ربط روح کا زمانہ عالم شہادت ہے اور اس کہنے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسم الظاہر کے صفاتی نام سے موسوم فرمایا

ہے، معلوم ہوا وجود جسمانی سے ہی آپ الظاہر ہیں، تو جسم عنصری کے ظہور سے ہی آپ نبی ہیں جس طرح روز ازل سے لے کر ظہور قدسی تک آپ کی نبوت موجود اور آپ نبی ہیں اسی طرح ظہور قدسی سے لے کر عرصہ محشر تک کا سارا عرصہ عالم الشہادہ ہے، جس کے لیے آپ ﷺ کو الظاہر کے صفاتی نام سے موسوم کیا گیا۔ اور آپ کی نبوت کا دائرہ روز ازل سے لے کر ابد تک پھیلا دیا گیا ہے، جس کا انکار اہل قدر و دانش کے لیے ممکن نہیں۔

تحقیقات کا مبلغ علم

بحمد اللہ ہم امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کے معروف آسماں علم و معرفت کے نیر ہائے تاباں کے اسمائے گرامی نقل کر آئے ہیں جو روز ازل سے لے کر عرصہ محشر تک ایک لمحہ اور ایک ساعت کے لیے آپ کی نبوت کے انقطاع، سلب، یا منصب نبوت سے معزولی کا عقیدہ نہیں رکھتے، علم و معرفت کے ان بحار سے ان کے معرفت اور علم بھرے زمانے میں کوئی مساوی ہے نہ افضل ان کے فرمودات کے انوار سے آج بھی اہل ایمان مستفید ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے، ان کے پاس یہ علم تک رسائی حاصل کرنا محال نہ سہی ناممکن ضرور ہے، تحقیقات کا منطقی اور معقولی مبلغ علم یہ ہے کہ ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی ایک وقت میں آپ کے لیے نبوت کا ثبوت و عروض مطلقہ عامہ کے عنوان، مدلول اور مصداق میں کافی ہے یعنی تحقیقات کے نزدیک محمد رسول اللہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے، یعنی ازمنہ ثلاثہ میں سے

کسی ایک وقت میں آپ کو نبی اور رسول مان کر ایمان کامل ہو جاتا ہے اور تحقیقات کے منقولی علم کا پایہ اتنا بلند ہے کہ حدیث کنت بنی آدم بین الماء والطين اپنے ظاہری معنی پر نہیں، جبکہ مفسرین محدثین، علمائے کلام اور عرفاء امت نے مدلول حدیث کو درست اور رسول اللہ علیہ وسلم کا خاصہ قرار دیا ہے لیکن عمر حیات یا روی نے تحقیقات کے مندرجات کو رشحات مجدد اور شان مجدد قرار دیا ہے شاگرد و مرید کی عقیدت اندھی ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے بھی ایک حد ہونی چاہیے، ارضی حقائق اور زمینی دلائل کے خلاف قائم ہونے والی ارادت کو دنیا خفت عقل پر محمول کرتی ہے، جو پیر و استاد کی عزت کا باعث نہیں بنتی، بلکہ اس کے تشخص اور منصب کو مجروح کرتی ہے لیکن عمر حیات یا روی مرد آ زاد ہے، مرد آ زاد قواعد و

ضوابط سے آزاد من چلا اور من پسند ہوتا ہے۔

لہذا باروی صاحب کو ان کے حال پر چھوڑتے ہوئے ہم رواں بہ منزل ہوتے ہیں۔ وباللہ التوفیق (تحقیقات کی ایک اور علمی لغزش) تحقیقات نے آغاز ولادت سے اور عالم ارواح والی نبوت کی نفی اور انکار میں لکھا کہ علمائے کرام کے اذہان میں یہ سوال ہی کیوں پیدا ہوتا ہے کہ شریعت پر عمل پیرا تھے یا نہیں؟ اور عمل پیرا ہونے کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کا تابع ہونا مختار اور راجح کیوں ٹھہراتے؟

توضیحا کہا جائیگا کہ علمائے کرام کے سوال کا منشا یہ نہیں وہ نبی نہیں تھے، بلکہ منشاء سوال یہ ہے کہ غرہاء میں چلہ کشی کے دوران آپ ﷺ کی عبادت کس شریعت پر تھی، اس کی توضیح کرتے ہوئے شیخ نور الدین علی بن زین الدین ابی المواہب الشہیر باین الجزائر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اختلف فیما کان یتعبد بہ ﷺ قبل الوحی والنبوة فقیل بشریعة ابراہیم وقیل بغيره مذاہب اصحہا واجلہا واولاہا مذہب من ذہب الی الوقوف عن ذالک والسکوت، وهو صلی اللہ علیہ وسلم مطبوع علی الحق والخیر واخلق الکرام الموافقة جاءت بہ شریعتہ یالہام اللہ لہ من حین نشاء صغیراً“ (جواہر البحار ج ۳ ص ۸۷)

اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ اعلان نبوت اور نزول وحی سے قبل آپ کس شریعت پر عبادت کرتے تھے۔ بعض نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرنے کا قول کیا ہے، لیکن سب سے زیادہ صحیح اور سب سے جلیل اور قبول کرنے کے زیادہ لائق قول ان علماء کا ہے جنہوں نے اس بارے میں توقف اور سکوت کیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی تخلیق ہی حق، خیر، اور ان اخلاق کریمہ پر ہوئی ہے جو آپ کی شریعت کا حصہ بننے والے تھے، اور ان اخلاق کریمہ پر عمل کرنے کا سبب یہ تھا کہ بچپن میں ہی آپ پر الہامات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ کلام شیخ رحمہ اللہ سے ثابت ہوا کہ آپ کسی نبی بشمول حضرت ابراہیم کی شریعت پر عمل پیرا نہ تھے، یہ عقیدہ سب سے افضل، اعلیٰ اور صحیح ہے کیونکہ امور خیر اور طریق عبادت میں، انہی امور کا الہام ہوتا تھا جنہوں نے آگے نزول وحی پر آپ کی شریعت کا

حصہ بننا تھا اعلان نبوت اور نزول وحی سے قبل آپ کا طریق عبادت آپ کی شریعت کے مطابق تھا، اور جو امور آپ بجالاتے بذریعہ الہام ان کو اپنانے اور وبعمل لانے کا حکم دیا جاتا تھا، یہ الہامات عبادت تھے جو نزول وحی اور اعلان نبوت سے کچھ عرصہ پہلے ہوتے رہے، اس دور میں الہامات کا انکار ممکن نہیں کیونکہ آپ ﷺ پر الہامات کا سلسلہ بچپن میں ہی شروع ہو گیا تھا۔

واضح رہے کہ شیخ ابن الجزار کا یہی کلام تحقیقات نے، ص ۲۳۲ پر نقل کیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ روز ولادت سے ہی نبی ہیں۔ اگر نبی نہ ہوتے تو آپ اپنی ہی شریعت کے احکامات اور طریقوں پر عبادت کیوں کرتے؟ شریعت ابراہیمی کے پیروکار ہوتے، اگر روز ولادت سے نبی نہ ہوتے تو بچپن میں ہی آپ پر الہامات کرنے کا سلسلہ کیوں شروع کیا جاتا۔ ثابت ہوا آپ روز ولادت سے ہی نبی ہیں، آپ شریعت ابراہیمی کے پیروکار نہ تھے۔

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ان العلماء اختلفوا هل كان ﷺ قبل بعثته متعبدا يشوع من قبله او لا فقال الجمهور لم يكن متعبدا لشيء واحتجوا بان ذلك لو وقع نقل ولما امكن كتبه وستره في العادة ولا فتخر به اهل تلك الشريعة

واحتجوا به عليه ﷺ فلما لم يقع شيء من ذلك علمنا انه لم يكن متعبدا بشيء نبي قبله (جواہر البحار، جلد ثانی، ۱۰۳) علماء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ ﷺ اپنے پیشتر کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہ؟ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ آپ کسی بھی نبی کی شریعت کے پیروکار نہ تھے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو منقول ہوتا، امر عادی ہونے کی وجہ سے اس کا چھپانا یا صیغہ راز میں رکھنا ممکن نہ تھا۔ اور اگر کسی نبی کی شریعت پر عمل پیرا ہوتے تو اس شریعت کے پیروکار اس پر فخر کرتے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے حجت پیش کرتے، جب ایسی کوئی بات ہی نہیں تو ہمیں علم ہوا کہ آپ اپنے سے قبل کسی بھی نبی کے پیروکار نہ تھے۔ تحقیقات نے جمہور کا فیصلہ اور قول محکم دیکھے بغیر کیسے لکھ دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا مسئلہ اختلافی ہے اگر نبی ہوتے یہ مسئلہ

اختلافی کیوں ہوتا؟ قول جمہور اس بات پر حجت تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اعلان نبوت اور آمد وحی سے

قبل نبی تھے، آپ کی شریعت کے احکام ہی آپ پر الہام کئے جاتے تھے۔ امام ابوالحسن الماوردی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اختلف اهل العلم هل كان قبل مبعثه متعبدا بشريعة من تقدمه من الانبياء فذهب اكثر المتكلمين و بعض الفقهاء من اصحاب الشافعي و ابی حنيفة رضى الله عنه الى انه عليه السلام لم يكن متعبدا بشريعة من تقدمه من الانبياء الخ (جواہر البحار، جلد اول ص ۱۰۳) اہل علم نے اختلاف کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشرو انبیائے کرام میں سے کسی نبی کی شریعت پر عمل پیرا تھے، اکثر متکلمین، امام شافعی امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ آپ انبیائے سابقین میں سے کسی بھی نبی کی شریعت پر عبادت نہیں کرتے تھے۔ تحقیقات کی اس دلیل کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ علماء کے اختلاف کا بہانہ تراش کر بعثت اور اعلان نبوت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا گیا ہے، تحقیقات نے دیگر علماء و عرفاء کے اقوال دیکھے نہ قول جمہور ملاحظہ کیا امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا: فہذہ جملة المذاهب فی ہذہ المسئلة و اظهر الاول و هو الذی علیہ الجمہور (جواہر البحار، جلد ثانی، ص ۱۰۳) اس مسئلہ میں تمام مذاہب سے افضل، اظہر اور قابل اعتماد جمہور کا مذہب ہے قول جمہور کی موجودگی میں دوسرے مذاہب کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

تحقیقات کا عقیدہ کیسا ہے؟

یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ تحقیقات نے لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حنفی اور کشف صحیح کے ذریعے اپنی شریعت کا علم حاصل کر کے اس پر عمل نہیں فرماتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں سے جو امر حق و صواب راجح اور روزنی معلوم ہوتا تھا اس پر عمل فرماتے تھے۔ تو اس نبوت میں اور ولایت کبریٰ میں کیا تفریق اور تمیز ہو سکے گی، ص ۳۲۹۔ تو ضیحا کہا جائے گا کہ بفضل اللہ ہم نے علماء و عرفاء کے اقوال ذکر کر دیئے ہیں، اور قول جمہور بھی نقل ہو چکا ہے، امام ابن

حجر رحمۃ اللہ نے تمام اقوال اور قول جمہور کے درمیان تجزیہ کرنے کے بعد فرمایا کہ سب سے افضل راج اور قابل اعتقاد و عمل عقیدہ جمہور ہے۔ کیا تحقیقات کی تحقیق اور مبلغ علم، جمہور اور امام ابن حجر رحمہ اللہ سے بلند اور فائق ہے؟ جملہ انبیاء کرام کی شرائع منزل من اللہ ہیں، حق و صواب کی پیکر اور حق و صواب کی ترجمان ہیں، ان کی ہر شے، اور ہر حکم اپنے اپنے زمانے میں امر راج تھا اسی لیے انبیاء اور مخلوق کو ان کا مکلف بنایا گیا، تحقیقات نے کیسے کہہ دیا ہے کہ جو ان میں حق و صواب اور راج اور روزنی معلوم ہوتا تھا اس پر عمل کرتے تھے۔ تحقیقات کے نزدیک شرائع سابقہ حق و صواب اور روزنی نہیں؟

نیز تحقیقات کا یہ کہنا بھی بے بنیاد ہے کہ آپ ﷺ شریعت ابراہیمی کے پیروکار تھے، جیسا کہ لکھا مختار قول یہی ہے کہ آپ ابراہیم السلام کے دین و مذہب کے تابع تھے۔ ص ۲۳۸

ثانی تحقیقات نے تحریر کیا علیکم بالجماعة، ید اللہ علی الجماعة (ص ۳۳۸) فرمان رسول ﷺ جزو ایمان ہے اور ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے اور کہتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ الجماعة کیا ہے؟ وہ کون لوگ ہیں؟ کیا تحقیقات اور ان کے چند تلامذہ الجماعة کا مدلول اور مفہوم ہیں؟ جن علماء عرفاء نے بچپن سے آپ پر الہامات ہونے کا ذکر فرمایا ہے وہ الجماعة سے خارج ہیں، ان علماء و عرفاء کے اسمائے گرامی پہلے نقل ہو چکے ہیں، اگر علم و معرفت کے یہ شمس و کواکب الجماعة میں شامل اور داخل نہیں تو پھر اور کون ہے؟ جو لوگ علماء امت عرفاء ملت کی توضیحات کے خلاف حدیث کنت نبیا کی صحت، معنوی نفس الامری اور خارجی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے وہ لوگ الجماعة ہیں؟ ان کی پیروی لازم ہے؟ اگر الجماعة کا مدلول بننے والوں کی نظر علم قصیدہ حصرت عباس اور ان کے ایمان لانے کی وجہ اور علت پر پڑتی تو خوش فہمی کا شکار ہوتے اور نہ جمہور کے مقابل اپنی راہ چلتے تحقیقات نے جو اہر البخاری کے کثیر حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ مگر جو اہر البخاری کی ہر چہار جلدات میں کنت نبیا و آدم بین الماء والہین پر سمندر سے گہری، اور مشارق و مغارب کی پہنائیوں سے زیادہ وسیع و عریض علماء اور عرفاء کی اباحت نظر نہ آئیں اور اپنی انوکھی سوچ اور فکر کو الجماعة کا لبادہ اوڑھا دیا۔ اس بارے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا عقیدہ اور موقف معلوم کرنے کی زحمت گوارانہ کی، شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا ظاہر آں است کہ از

جانب حق نور رشد و ہدایت در دل سے تافہ بود کہ بداں مقرب و مرضی در گاہ بعمل سے آید بے اتباع شریعتے و حکم عقل، (اشعۃ الممعات، جلد چہارم ص ۵۰۶) ظاہر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور رشد و ہدایت آپ کے دل میں تابندہ تھا اس نور رشد و ہدایت کی روشنی میں آپ ایسے اعمال کرتے جو اللہ کے قریب کرنے والے اور اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتے، آپ کسی شریعت کے پیروکار نہ تھے۔ جواہر البحار کے حوالہ جات اور شیخ محقق رحمہ اللہ کی توضیح کے بعد تحقیقات کا قول مردود ہے، مدعیان الجماعت کو مندرجہ بالا تمام اقتباسات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

تحقیقات کا ایک اور ایمان سوز عندیہ

جبکہ ایک ہستی نبی ہے تو اس کے پاس لوگوں کے رشد و ہدایت اور اصلاح کا سامان نہیں تھا تو کم از کم اپنی تربیت کا سامان ہونا چاہیے تھا ص ۲۳۸ مقصد یہ کہ اعلان نبوت سے قبل آپ نبی نہیں ہیں اگر آپ نبی ہوتے تو آپ کے پاس اپنی تربیت کا سامان ہوتا۔

توضیحا کہا جائے گا کہ آپ روز ولادت سے نبی ہیں، آپ کی خلقت حق اور خیر پر ہوئی ہے آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح وصف نبوت سے متصف ہیں ان حقائق کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ آپ کے پاس اپنی تربیت کا سامان نہ تھا انتہائی غلط اور گستاخانہ رویہ اور عندیہ ہے، جو نوک قلم پر نہیں آتا چاہیے تھا، یہ عندیہ امت کے علماء اور عرفاء کے خلاف ہے، آپ کی اصلاح اور تربیت کی ذمہ داری خود خالق کائنات نے لے رکھی تھی، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا چوں وفات یافت عبد اللہ گفتند ملائکہ الہنا وسیدنا یتیم شد محمد پیغمبر تو وحیب تو فرمود خداوند تعالیٰ من اور احافظ و نصیرم و کفیل او یم صلوات و سلام فرستید بروے و برکات خواہید و دعا کدید مرا اور، صلوات اللہ و ملائکہ و انبیین و لصدیقین و الشہداء و الصالحین علی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب و برکاتہ، و سلامہ، (مدارج النبوت، جلد دو، ص ۴۲) جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے معبود ہمارے آقا اور سردار یتیم ہو گئے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پیغمبر اور حبیب ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں اس کا محافظ ہوں، میں اس کا مددگار ہوں، میں اس کا کفیل یعنی ذمہ دار ہوں، تم ان پر صلوات و سلام بھیجو، اور

برکات کے نازل کرنے کی مجھ سے استدعا کرو، اور اس کی رفعت شان کے لیے دعا کرتے رہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں، نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور صالحین کی صلوات محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب پر، اللہ تعالیٰ کی برکات اور سلام نازل ہو ان پر ثانیاً بقول تحقیقات اگر یہ تسلیم کر لیا جائے آپ نبی اس لیے نہیں تھے کہ لوگ تو لوگ رہے اپنی اصلاح اور تربیت کیلئے آپ کے پاس کچھ نہ تھا تو سوال یہ ہے کہ اگر آپ نبی نہیں تھے تو حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت جبریل علیہ السلام کو غیر نبی کیلئے مصاحب اور خادم کیوں بنایا گیا؟ کیا ایک عام آدمی جو عامۃ البشر میں سے ہو اس کیلئے ان اولوالعزم فرشتوں کو اصلاح کار بنایا جاسکتا ہے؟ شیخ محقق رحمہ اللہ نے تو فرمایا ہے کہ غار حراء میں آمد سے قبل جبریل علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان پورا تعارف بلکہ دوستانہ تھا، تعجب ہے جبریل علیہ السلام اور غیر نبی کے لئے دوستی اور جان پہچان؟ کوئی عقل و شعور رکھنے والا شخص تسلیم کر سکتا ہے؟ اور دنیا میں جلوہ گری سے قبل اللہ تعالیٰ نے جس کی حفاظت، مدد کفالت کی ذمہ داری خود لے رکھی ہو اور وہ ذات ہو بھی اللہ کی رسول اور حبیب تو اس کے متعلق کہنا کہ اس کے پاس اپنی تربیت اور اصلاح کا سامان نہ تھا کس قدر لایعنی اور گھٹیا سوچ ہے جس ذات کی محافظ ذات باری تعالیٰ، جس کا مددگار رب ذوالجلال ہو جس کی دینی جسمانی اور روحانی کفالت خدائے ذوالجلال نے اپنے ذمہ لے رکھی ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا حبیب بنا رکھا ہو اس کے پاس اپنی تربیت اور اصلاح کا سامان نہیں؟ جس کی رفعت شان اور عظمت مقام کا حال یہ ہے کہ اولعزم فرشتے خدمت کے لیے جس کے مصاحب رہے ہوں، وہ اپنی ترتیب اور اصلاح کا سامان نہیں رکھتا تھا کس قدر لایعنی اور گھٹیا سچ ہے جس کی رفعت شان، اور عظمت مقام کا حال یہ ہے کہ اولعزم فرشتے خدمت کے لیے جس کے مصاحب رہے ہوں، وہ اپنی تربیت سے عاجز قاصر اور تہی دست ہے؟ یا للعجب

عالم الغیب میں نبوت کے لیے وجود عنصری شرط نہیں

بلکہ حقیقت محمدیہ اور روح کا ہونا ضروری ہے

پہلے علمائے انعام اور عرفائے عظام کے اقوال سے تحریر ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی الیاطن بھی ہے، جس کا مدلول آپ کی تخلیق سے لے کر آپ کے ظہور قدسی تک ہے، جس کی تعبیر و تفصیل یہ ہے کہ ہر نبی اور ہر رسول کے دور میں حقیقی داعی اور حقیقی نبی آپ ہی تھے، ہر نبی اور ہر رسول نے آپ کی قیادت اور خلافت میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا، بلکہ ساری کائنات کے وجود اور ساری مخلوق کی رگ، رگ میں آپ کی نبوت کا فیضان کا فرما تھا۔ اسی کا نام عالم الغیب ہے جس کی ابتداء تخلیق زمانہ سے ہوئی اور انتہاء آپ کے جسم مقدس کے ظہور پر ہوئی، جسم مقدس کے ظہور پر آپ ﷺ کو الظاہر کے اسم صفاتی سے موسوم فرمایا۔ یعنی جس طرح آپ ﷺ الاول، الآخر ہیں اسی طرح آپ الباطن اور الظاہر بھی ہیں، نبوت ایک عرض لازم ہے، اس کے لیے معروض اور محل کا ہونا ضروری ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

عالم غیب اور چالیس سے قبل نبوت کا انکار محال شرعی ہے

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ کو عالم غیب کے لیے نبی مان کر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ الباطن ہیں تو نبوت کا محل اور معروض کیا ہوگا؟ جسم عنصری تو بہت بعد ظہور میں آیا ہے، جبکہ نبوت کے لیے جسد عنصری کا ہونا لازمی ہے، جواباً کہا جائے گا کہ عالم غیب، اور الباطن ہونے کے اعتبار سے آپ ﷺ بلاشبہ نبی ہیں، لیکن الباطن اور عالم غیب کے حوالے سے آپ کی نبوت کے لیے جسد عنصری کا وجود ضروری نہیں، اگر جسد عنصری کو لازمی قرار دیا جائے تو حدیث کنت نبیا کی تکذیب اور انکار لازم آئے گا جو محال شرعی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے کنت نبیا میں اپنی حقیقت مقدسہ اور روح انور کے نبی ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جو الباطن ہونے کی بناء پر وصف نبوت سے متصف اور محل تھے۔

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ان الاشارة بحديث کنت

نبیا الی روحہ الشریفہ والی حقیقۃ من الحقائق یعلمہا اللہ سبحانہ فیکون النبوة محل (جواہر البحار، جلد رابع ص ۲۱۰) حدیث کنت نبیاء میں آپ کی روح شریفہ اور حقیقت مقدسہ کی طرف اشارہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ عالم غیب یعنی جسم اقدس کے ظہور سے پہلے نبوت کا محل یہی دو چیزیں تھیں۔ یعنی آپ ﷺ اپنی حقیقت مقدسہ اور روح انور جو نبوت کا معروض اور محل تھے کے ذریعے انبیاء، رسولوں اور دیگر مخلوقات کو نبوت کے فیضان سے مستفید فرما رہے تھے، اور جب آپ جسم اطہر کے ساتھ جلوہ گر ہوئے، اور الظاہر کا منطوق، اور مدلول بنے تو آپ کا جسم اطہر نبوت کا معروض اور محل بنا، کیونکہ الظاہر کا اطلاق عالم دنیا میں جلوہ گری پر ہوا، اس سے قبل آپ ﷺ الباطن کا مدلول اور منطوق تھے، اس سے ثابت ہوا کہ اگرچہ آپ الظاہر اور الباطن ہیں مگر زمانے کے لحاظ سے دونوں کے احکامات الگ الگ ہیں، امر نبوت کا دوام اور استمرار موجود ہے صرف نبوت کے معروض اور محل میں تبدیلی آئی ہے۔

علامہ ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: علی ان اشتراط المحل الذی تقوم بہ النبوة انما هو فی النبوة المتعلقة بالجسد بعد ارتباط الروح بہ (جواہر البحار، جلد رابع ص ۲۱۰) ہاں جس نبوت کے لیے محل اور معروض کو شرط لازم قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد وہ نبوت ہے جس کا تعلق جسم سے ہو اور اس جسم سے روح کا رابطہ قائم ہو چکا ہو۔ علامہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جب آپ عالم غیب میں تھے اور آپ الباطن کے مداوں اور مصداق تھے تو حقیقت مقدسہ اور روح شریفہ نبوت سے متصف تھے، سارا عالم غیب آپ کی نبوت سے فیض یاب ہو رہا تھا۔ اور جب آپ عالم شہادت (ظہور قدسی) میں جلوہ گر ہوئے تو الظاہر کے صفاتی اسم سے موصوف اور متصف ہو کر عالم شہادت (دنیا) کے لیے فیض رساں ہوئے، واضح بات ہے کہ الظاہر کا اطلاق اس روز سے ہے جب جسد غضری وجود میں آیا اور اس میں نبوت کا منصب رکھنے والی روح اس میں ڈالی گئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو نبوت چالیس سال کے بعد ملی ہے تو ماننا پڑے گا کہ چالیس سال قبل آپ کی روح مبارکہ نبوت سے عاری اور معزول ہو یہ بھی باطل ہے کیونکہ ظہور قدسی کے وقت خوارق عادات کا ظہور

ہوا ہے، علمائے اعلام، اور عرفائے عظام نے ان کو ارباصات (معجزات) قرار دیا اور تسلیم کیا ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ جسم اقدس میں روح وہی ہے یا کوئی اور؟ اگر وہی ہے تو ظہور قدسی کے وقت نبوت کی نفی کیسی اور انکار کیوں؟ اگر کوئی اور ہے تو محتاج ثبوت ہے؟ اور پھر محال شرعی ہے، کیونکہ اس سے متعلق احادیث مبارکہ کی نفی اور تکذیب لازم آتی ہے، پھر آپ کے اسم صفاتی الظاہر کا انکار اور نفی لازم آتی ہے۔ غرضیکہ کسی بھی صورت ظہور قدسی سے پہلے اور چالیس سال سے قبل آپ کی نبوت کا انکار اور نفی ممکن نہیں۔ بلکہ محال شرعی ہے روز ازل سے لے کر آپ کے ظہور قدسی تک کا سارا زمانہ اور سارا عرصہ عالم غیب ہے اور اس کے لیے آپ الباطن ہیں عالم غیب میں آپ کی نبوت کا موصوف اور محل آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح انور ہے اس نبوت کا محل جسد عنصری نہیں تاکہ کوئی مخدور لازم آئے۔ جسد انور کی موجودگی پر آپ الظاہر ہیں جس کا اطلاق روز ولادت سے ہے الباطن اور الظاہر قضیہ مشروطہ علامہ کی صورت میں آپ کے لوازم ہیں کہ جب تک آپ نبی ہیں الباطن بھی ہیں اور الظاہر بھی۔

عارف باللہ شیخ علی دودر رحمہ اللہ نے وقولہ یکنادذیتہا کے تحت فرمایا: ای تکاد نبوة محمد ﷺ تبین للناس قبل کلامہ و ظہرت انواع معجزاتہ قبل دعوتہ و نور وجودہ قبل وجودہ (جواہر البحار جلد رابع۔ ص ۱۷۹) اعلان نبوت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ نبوت کا اعلان نہ فرماتے تو بھی آپ کی نبوت لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاتی، اور دعویٰ نبوت کئے بغیر آپ کی ذات سے ہر قسم کی معجزات صادر اور ظاہر ہو جاتے۔ اور آپ کے وجود مقدس سے قبل ہی آپ کی ذات اقدس کا نور جگمگانے لگتا، غور طلب امر یہ ہے کہ اگر آپ اعلان نبوت سے پہلے نبی نہ ہوتے، اور آپ کی روح انور نبوت سے متصف نہ ہوتی تو اعلان اور دعویٰ نبوت سے قبل نبوت، معجزات، اور نور ذات کا ظہور اور صدور کیوں اور کیسے ہوتا بہر حال علی الاطلاق یہ کہنا کہ چالیس سال سے قبل آپ نبی نہیں تھے، غلط اور خلاف حقائق ہے، تحقیقات نے خود۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین کریمین تک تمام ادوار، اور تمام انساب کو بیان فرمایا اور اپنی ذات مقدسہ کو یائے متکلم سے تعبیر فرمایا تحقیقات۔ ص ۷۴

اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو صحابہ کے کثیر مجمع میں جو قصیدہ پیش کیا، اس میں جنت، جنت سے بذریعہ آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف آوری اور ان سے لیکر آپ کے ظہور قدسی تک تمام مراحل اور تمام احوال مدارج کا تذکرہ موجود ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی ذات بابرکات کو ضمیر مخاطب سے ذکر کیا اور تعبیر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی واقعہ حال، اور دور کا انکار فرمایا اور نہ رد فرمایا جس سے یہ قصیدہ حدیث تقریری میں بدل گیا اور صداقت کا نشان اور ترجمان بن گیا اور چونکہ یہ فعل تکلم اور نذرانہ عقیدت و حقیقت آپ کی موجودگی اور وقت خاص میں ہوا اس لیے یہ قصیدہ حدیث مرفوع کہلایا اس قصیدہ کا آخری شعر توجہ طلب ہے۔

وانت لما ولدت اشرق الارض وضاءت نبورك الافق یہ غیر فطری، غیر عادی پوری روئے زمین اور آفاق سماوی کو اپنی لپیٹ میں لینے والا نور، نور نبوت ہے جو آپ کے نبی ہونے کی واضح دلیل اور معجزہ ہے حدیث تقریری، اور حدیث مرفوع سے ثابت ہونے والے امر کا انکار اور تکذیب ایمان کے لیے سم قاتل ہے۔

آیہء کریمہ و تقلیک فی الساجدین کی تفسیری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ کا قول۔ من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اپنے ایمان لانے کا واقعہ رسول اللہ ﷺ کا خود ارشاد فرمانا کہ میں وہ نور ہوں جو میری والدہ ماجدہ نے دیکھا تھا اور بوقت ولادت اس نور کی روشنی سے میری ماں نے شام کے محلات دیکھے تھے یہ تمام احادیث آپ کے روز ولادت سے ہی آپ کے نبی ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ان کی موجودگی میں چالیس سال سے قبل یہ روز ولادت سے نبی نہ ہونے کا عندیہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متی وجبت لک النبوة میں نبوت کا کل زمانہ پوچھا ہے

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی مکرم ﷺ سے سوال کیا متی وجبت لک النبوة یا رسول اللہ فرمایا آدم بین الروح والجسد، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اگر سوال دنیا میں

حاصل ہونے والی نبوت کے متعلق کیا ہوتا تو آپ جواب بھی اسی کے مطابق ارشاد فرماتے اور یوں فرماتے وجیت لی النبوة عند الولادة مجھے وقت ولادت سے ہی نبوت حاصل ہو چکی تھی عالم ارواح کی بابت بتلانے کی کیا ضرورت تھی؟ (ص ۳۲۳)

توضیحا کیا جائے گا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو چالیس سال کے بعد ظاہر کی جانے والی اور اعلان فرمائی جانے والی نبوت کا علم تھا اگر صحابہ کرام روز ولادت سے آپ کو نبی نہ مانتے ہوتے تو ضرور سوال کرتے، صحابہ کا سوال نہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ روز ولادت سے ہی آپ نبی ہیں۔ اگر آپ چالیس سال کے بعد نبی ہوتے تو فوراً ٹوک دیتے کہ تمہیں میری نبوت کے متعلق علم ہے تو پھر کیوں پوچھتے ہو۔

ثانیاً: سوال مطلق ہے، سوال میں دنیاوی یا عالم ارواح والی نبوت کا ذکر نہیں اس لیے آپ ﷺ نے علی الاطلاق نبوت کا ذکر فرمایا۔

ثالثاً: صحابہ کرام کا علم ہونے کے باوجود سوال کرنا ثابت کرتا ہے کہ دنیاوی نبوت کے بارے میں نہیں پوچھا گیا، کیونکہ دنیاوی نبوت کے سال، دن، مہینے، اور ولادت باسعادت کے واقعات ان کے سامنے تھے، انہیں پورا پورا علم تھا، اگر سوال دنیاوی نبوت کے بارے میں ہوتا تو آپ ﷺ جواب مرحمت فرماتے، صحابہ کرام نے متی وجبت لك النبوة کے الفاظ پر مبنی سوال کیا متی زمانہ کے عموم اور اس کی کلیت پر دلالت کرتا ہے، نور الانوار میں ہے: واذا ومتی يدلان على عموم الزمان وكليته وجبت كما معنى ثبت ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ ای ثبوت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ثابت شد مرتر انبوت۔ معلوم ہوا وجبت کا معنی ثابت ہے۔ لک میں ”ک“ ضمیر خطاب ہے اور اس کا مدلول، مصداق اور مراد آپ کی ذات من حیث النبی ہے (ﷺ) اور النبوة معرف بالام سے مراد آپ کی نبوت ہے جو موجودہ وقت سوال ہے اور جس کا محل آپ کی ذات کریمہ ہے۔

سوال کا سیدھا سادا مفہوم اور مقصود یہ ہے کہ آپ اس وقت تو بالفعل نبی ہیں، لیکن یہ نبوت

کب سے اور کس زمانے سے آپ کو حاصل اور آپ کے لیے ثابت چلی آرہی ہے، تو آپ ﷺ نے کنت نبیا و آدم بین الماء والطين سے جواب ارشاد فرمایا میرے لیے نبوت کا ثبوت اس وقت سے ہے جب آدم علیہ السلام پانی اور کچڑ کے درمیان تھے۔

اس میں زمانے کے تعین کی کوئی قید نہیں، اور نہ ہی صحابہ کا سوال کسی خاص زمانے سے متعلق مشروط اور مقید ہے بلکہ صحابہ کرام کے سوال کرنے کا مقصد اس ساری مدت کے عموم اور سارے زمانے کی کلیت کو معلوم کرنا ہے جس میں آپ کے لیے نبوت کا ثبوت اور قیام چلا آ رہا ہے تو آپ نے مذکورہ حدیث میں پوری مدت اور کل زمانہ بیان فرمایا شیخ محقق نے حدیث متی و جبت لك النبوة کا مفہوم بیان فرمایا: ثابت شد مرترا نبوت و در کدام وقت بداں نامزد گشتی، قال و آدم بین الروح والجسد، آپ کے لیے نبوت کا ثبوت کب سے ہے، اور کس وقت منصب نبوت کے لیے آپ نامزد ہوئے ہیں؟ تو جواب میں فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

شیخ محقق نے فرمایا: گفت آنحضرت ثابت شد مرترا نبوت و حال آنکہ آدم میان روح و جسد بود۔ (اشعة اللمعات - ج ۲ - ۲۷۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے نبوت اس وقت بھی ثابت تھی جس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے، ملا علی قاری اور شیخ محقق کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام نے پوچھا کہ نبوت کے لیے آپ کی نامزدگی کب ہوئی، کب سے آپ کے لیے نبوت کا ثبوت موجود ہے؟ صحابہ نے لفظ متی سے سوال کا آغاز فرمایا کہ اور یہ واضح کر دیا کہ ہمارے سوال کا تعلق روز ازل سے لے کر ظہور نبوت تک کے سارے دورانیے کو شامل ہے، روز ولادت سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف تک محدود نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کنت نبیا الحدیث سے جواب مرحمت فرمایا کہ یہ واضح فرما دیا کہ میں روز ازل سے نبی ہوں، روز ازل سے ہی میری نبوت ثابت اور موجود چلی آرہی ہے، تحقیقات کا روز ولادت سے آپ کی نبوت کا انکار اور نفی کرنا مفہوم حدیث اور منشاء رسول ﷺ کے خلاف ہے رسول اللہ ﷺ نے حدیث مذکورہ بالا سے جواب ارشاد فرمایا کہ یہ واضح کر دیا کہ روز ازل سے

لے کر اس وقت تک میری نبوت بطریق دوام اور استمرار چلی آرہی ہے، صحابہ کرام نے اس نبوت متحققہ اور ثابتہ فی الخارج کو سوال کا عنوان بنایا اور اس کی مدت اور سارے زمانے کو مد نظر رکھ کر سوال کیا کہ اس کا ثبوت کب سے ہے؟ اور اس کے لیے آپ کی نامزدگی کب ہوئی تھی؟ تو آپ نے الفاظ حدیث پر مبنی جواب ارشاد فرمایا اس میں وہ کون سا جملہ یا لفظ ہے جو آپ کی پیدائشی نبوت کی نفی کر رہا ہے؟ تحقیقات نے کس قرینہ کا سہارا لے کر روز ولادت سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف تک آپ کی نبوت کا انکار کیا ہے۔

تحقیقات کا ملا علی قاری رحمہ اللہ کا موقف رد کرنا اور اس کا جواب

علامہ قاری کے اعتراف (کما قال جماعة) کے مطابق علمائے اعلام اور اسلاف کرام کی جماعت جو ان پر بھی سبقت رکھنے والے ہیں اس کے قائل و معترف اور معتقد ہیں آپ کی نبوت جسمانی چالیس سال کے بعد والے عرصہ میں منحصر ہے تو ان کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

توضیحا کہا جائے گا کہ جماعت سے مراد، پوری امت کی جمعیت نہیں، بلکہ بعض علماء ہیں، جن سے مراد، تین بھی ہو سکتے ہیں، مافوق الواحد کو علوم و فنون کی رسومات اور اصطلاحات میں جماعت کہا جاتا ہے، پھر یہ لفظ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے قلم سے سرزد ہوا، زبان رسالت مآب ﷺ سے نطق نہیں کیا گیا۔ لہذا علیکم یا جماعة اور ید اللہ علی الجماعة کے فرمان رسول ﷺ سے استشہاد کرنا اور اس کا سہارا لے کر علمائے اعلام اور عرفائے عظام کو پابند عمل کرنا درست نہیں۔

ثانیا: اگر علیکم یا جماعة ید اللہ علی الجماعة کی پاسداری اور عمل داری ضروری تھی تو خود تحقیقات نے اس کی خلاف ورزی کیوں کی ہے؟ علامہ سید جمل شیخ محقق علامہ ناصر سلاوی قطب شہیر علامہ التبیاتی امام رازی، غوث کبیر عبدالعزیز الدباغ علامہ سید محمود آلوسی اور دیگر لاتعداد علماء عرفاء کے بارے میں تحقیقات کا کیا فتویٰ ہے؟ کیا وہ علیکم یا جماعة کو نہ سمجھ پائے اور ید اللہ علی الجماعة کی عظمتوں، فضیلتوں سے محروم رہے؟

ثالثا: مندرجہ ان عظماء امت کے اقوال تحقیقات نے نقل کئے ہیں خود تو نقل کر دیے مگر طعن

رابعاً: بلاشبہ ملا علی قاری سے بھی بڑے بڑے لوگ ہو کر گزرے ہیں، لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ کا عقیدہ وہی ہے جو جمہور اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے، چنانچہ امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید السالمی رحمہ اللہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں، کہ انبیاء علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں اور معصوم واجب العصمة اور رسول قبل وحی رسول اور نبی ہوتا ہے۔ پھر نقل فرمایا۔ نبوت حبیبیہ کہ ہم نے بیان کیا انبیاء سے نزول وحی سے قبل ثابت ہوتی ہے تو بعد الوفاات نبوت زائل نہیں ہوتی (تمہید ابوشکور سالمی۔ ص ۱۶۶-۱۸۳) مطبوعہ فرید یک سٹال لاہور

امام سالمی پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر کے عظیم عالم اور متکلم ہیں، داتا گنج بخش علی ہجویری کے ہم عصر تھے، بابا فرید الدین گنج شکر اس کا درس دیا کرتے تھے، امام ربانی، مجدد الف ثانی نے اس کے حوالے دیئے، ملا علی قاری اور دیگر علمائے نے بھی حوالہ جات دیئے جس سے ثابت ہوا کہ اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ یہی ہے کہ انبیاء کرام نزول وحی سے قبل بھی نبی ہوتے ہیں، نزول وحی سے قبل انبیاء کو نبی نہ ماننا تو راہ اعتزال ہے، چنانچہ علامہ سالمی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ معتزلہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ نبی نزول وحی سے قبل نہ نبی ہوتا ہے نہ معصوم (ص ۱۶۶) لہذا ملا علی قاری رحمہ اللہ پر کم سلمیٰ اور کم فہمی کا فتویٰ چسپاں کرنا ملا علی قاری اور عقیدہ اہل سنت و جماعت کے خلاف ایک جسارت ہے جو ہرگز قابل قبول اور لائق تقلید نہیں۔

آئیے دیکھیں پیدائشی نبوت کا عقیدہ کب سے چلا آ رہا ہے؟

امام رازی رحمہ اللہ ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۰۶ھ میں انتقال فرمایا: ملا علی قاری نے ۱۰۱۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا علامہ سید محمود آلوی نے ۱۲۷۰ھ میں رحلت فرمائی۔ اسی طرح شیخ محقق رحمہ اللہ ۹۵۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵۲ھ میں انتقال فرمایا، یہ عظماء امت آسمان علم و تحقیق کے وہ آفتاب جہاں تاب میں جن کے فیضان نور سے دنیائے سیت فیضیاب ہوتی آرہی ہے، یہی وہ محقق و تدقیق کے جابر حکمران ہیں، جن کی جلالت علمی اور شوکت نظری کا پرچم صدیوں سے قصر اسلام کی چوٹی

پر لہرا رہا ہے۔ یہی وہ غواص حقیقی ہیں جو بحر علمی کی گہرائیوں میں اترے اور گوہر ہائے حق و صداقت کو نکال کر بدعتیہ کی بے اعتدالی اور جہالت کی کساد یازاری میں پیش فرمایا، اصل و نقل کے فرق سے امت کو روشناس فرمایا، یہی وہ مقتداء امت ہیں جنہوں نے اپنے خون نآب سے جادہ مستقیم کو تابندہ فرمایا اور اعتقاد و عمل کی ایسی شاہراہ تعمیر کی جس کا اختتام آستان نبوت کی دہلیز پر ہوتا ہے۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔ بات تھوڑی سی آگے بڑھ گئی ہے، بتانا یہ مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دائمی اور مستمرہ نبوت کا عقیدہ کسی فرد واحد کا نہیں، بلکہ اہل سنت و جماعت کا متحدہ اور متفقہ عقیدہ ہے جو صدیوں پرانا ہے، اس عقیدہ میں رئیس المحدثین، شیخ المتکلمین، امام الفقہاء ملا علی قاری رحمہ اللہ ہیں تاکہ ان کے مبلغ علم کو ناپا جائے اور ان کی آفاقی شخصیت کو ہدف تنقید کا نشانہ بنایا جائے بلکہ یہ عقیدہ جمہور علمائے امت کا ہے۔

تحقیقات کی ایک اور علمی لغزش

تحقیقات نے لکھا کہ: یہ طے شدہ امر ہے اور مسلمہ حقیقت ہے کہ نبی کی ذات مقدسہ نبوت سے قبل ولی ہوتی ہے، ص ۲۹۸ پر عنوان ہے اور منقولہ عبارت ص ۲۹۹ پر ہے۔

توضیحا کہا جائے گا، مسئلہ زیر بحث رسول اللہ ﷺ کی نبوت قبل البعثت ہے۔ اور یہ نبوت خاصہ ہے اور یہ نبوت آپ کو اس وقت دی گئی جب آپ کی حقیقت مقدسہ اور آپ کی روح انور کو تخلیق فرمایا گیا اس نبوت کا ثبوت، اور وجود اس وقت سے ہے جب صرف اللہ وحدہ لا شریک کی ذات اور آپ وصف حقیقت اور وصف نبوت کے ساتھ موجود تھے اور کوئی تیسری ذات موجود نہ تھی، کسی بھی نبی کی نبوت موجود تھی نہ وجود کائنات تھا، آپ کی ذات (حقیقت) کی تخلیق کے معاروح کو پیدا کیا گیا اور نبوت عطا فرمائی گئی تفصیل پہلے آچکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نبوت آپ کی ذات کے لیے لازم ذات ہے جس کا سلب اور انتزاع محال ہے لازم ذات ہونے پر حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطين دلیل صریح کے طور پر موجود ہے جب آپ کی حقیقت خاصہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا تو اس حقیقت کے لائق جو نبوت

ہے اس کو بھی اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا، وہ بھی نبوت خاصہ ہے، اس نبوت پر مطلقہ عامہ کے احکام جاری کرنا غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ روز اول (تخلیق ذات) کے وقت سے ہی نبی چپے آ رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی نبوت خاصہ کو دیگر انبیاء کرام کی نبوتوں پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے، اور اسی طرح آپ کی نبوت کو علم الکلام کے اختراعی قواعد و ضوابط کے تحت لانا بھی غلط ہے۔ امام ابو شکور سالمی نے اہل سنت کا مذہب یہ تحریر کیا ہے کہ نبی، نزول وحی سے قبل نبی اور واجب العمتہ ہے۔ (تمبیدس ۱۶۶)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی روز اول سے ہی نبی ہے، ولایت اور نبوت کے درمیان، تغایر معنوی اور تغایر حکمی موجود ہے، وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱۔ شرح عقائد کے متن میں ہے: لا يبلغ ولي درجة الانبياء عليهم السلام کوئی ولی انبیاء علیہم السلام کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا، یعنی ولایت اور نبوت کی ماہیات من حیث ہی ہی متغائر ہیں۔

۲۔ علامہ سعد الدین الرفا زاتی نے فرمایا: لان الانبياء معصومون مامون عن خوف الخاتمة انبياء کرام گناہان صغیرہ اور کبیرہ سے معصوم ہوتے ہیں، ان کا خاتمہ، خرابی، اور ہر فساد سے پاک ہوتا ہے۔

۳۔ مکرمون بالوحی و مشاہدۃ الملک نزول وحی، اور فرشتہ کے مشاہدہ کی وجہ سے صاحب تکریم ہوتے ہیں، جبکہ ولی ان امور سے محروم اور معری ہوتا ہے۔

۴۔ مامورون، تبلیغ الاحکام و ارشاد الانام بعد الاتصاف بکمالات الاولیاء۔

مخلوق کی رشد و ہدایت اور احکامات الہیہ کی تبلیغ پر مامور ہوتے ہیں، اولیاء کے کمالات سے متصف ہونے کے بعد یعنی انبیاء کرام پہلے کمالات اولیاء سے متصف ہوتے ہیں اس کے بعد اوصاف نبوت سے موصوف اور مزین ہوتے ہیں تحقیقات نے شق نمبر ۴ پر اعتماد کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو چالیس سال کی عمر شریف سے قبل ولی کہا اور نبی نہ ہونے پر تحقیقات کو چار صد تقریباً صفحات کی ضخامت اوڑھادی، لیکن یہ شق نمبر ۴ توجہ طلب ہے کہ امام ابو شکور سالمی رحمہ اللہ نے ہر نبی کے لیے نزول وحی سے

قبل بھی نبوت کا قول کیا ہے اور یہی قول رائج ہے، غوث زمان سید عبدالعزیز الدباغ رحمہ اللہ نے فرمایا:

بان نور النبوة اصلی، ذاتی حقیقی مخلوق مع الذات فی اصل نشأتها ولذا کان النبی معصوماً فی کل احواله ونور الولاية بخلاف ذالک (جواہر البحار جلد ثانی۔ ص ۲۶۳) بلاشبہ نبوت کا نور اصلی ہے، ذاتی، اور حقیقی ہے، ابتدائے تخلیق سے نبی کی ذات کے ساتھ پیدا ہوتا ہے (یعنی جب نبی کی ذات تخلیق ہوتی ہے اس کے معان نبوت کا نور پیدا ہوتا ہے) اسی وجہ سے نبی اعلان نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتا ہے۔ غوث زمان کا یہ ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ نبی یوم پیدائش سے ہی نبی اور معصوم ہوتا ہے، غوث زمان رحمہ اللہ کی وضاحت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ روز ولادت سے نبی ہیں، کیونکہ آپ کو اس وقت نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، جب کائنات کا نام و نشان تک نہ تھا، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لا شریک اور آپ ﷺ کے علاوہ اور تیسرا کوئی موجود نہ تھا۔ غوث کبیر رحمہ اللہ کے کلام معرفت التیام سے یہ بھی واضح ہوا کہ نبی کے لیے عصمت اسی لیے لازم اور واجب ہے کہ وہ اپنی تخلیق ذات میں نور نبوت کو بے کر پیدا ہوا ہے، چونکہ اصلی، ذاتی اور حقیقی ہے۔ مذکورہ بالا ان شواہد کی موجودگی میں تحقیقات کا موقف مردود اور نبوت سے پہلے ولایت ہونے کا قول اور عندیہ لانسلم ہے، تحقیقات نے امام ابو شکور سالمی رحمہ اللہ کی کتاب التہمید سے درج ذیل اقتباس نقل کیا اور غور و فکر سے مطالعہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ وہ اقتباس ملاحظہ ہو، قال عامة الفقهاء من اهل السنة والجماعة انه يجوز ان يكون للولي كرامة خرقاً للطبيعة ناقضاً للعادة وكرامة الاولياء لا يورث الشبهة في معجزة الانبياء بل يكون دليلاً على صحة المعجزة لان كرامة الولي معجزة لنبي زمانه تحقيقاً لرسول ايامه والذي يدل على صحة هذا وهو ان الكرامة لو لم يجر اثباتها للاولياء فلا يجوز اثباتها للانبياء لان النبي قبل الوحي وقبل ظهور النبوة يكون ولياً عند الناس وان كان نبياً عند الله تعالى الخ ص ۱۵۱ اہل سنت وجماعت کے جمہور فقہاء کرام نے فرمایا ہے ولی کے لیے کہ امت کا ثبوت و تحقق خرق طبیعت اور نقض عادت کے طور پر جائز اور درست ہے اور کرامات اولیاء علیہم الرضوان انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں

قطعاً شک و شبہ کے موجب نہیں ہو سکتے، بلکہ معجزات کے برحق ہونے کی دلیل و حجت بن جائیں گے۔ کیونکہ ولی کی کرامت اس کے نبی زماں اور رسول ایام کے لیے معجزہ ہوگی، ہمارے دعوے کی دلیل یہ ہے کہ اگر اولیائے کرام کے لیے کرامت اس کے نبی زماں اور رسول ایام کے لیے معجزہ ہوگی، ہمارے دعوے کی دلیل یہ ہے کہ اگر اولیائے کرام کے لیے کرامت کا ثبوت درست نہ ہو تو انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے بھی ان کا ثابت کرنا درست نہ ہوگا، کیونکہ نبی و رسول کی ذات اقدس وحی اور ظہور نبوت سے قبل لوگوں کے نزدیک ولی ہوتی ہے اگرچہ عند اللہ نبی ہوتی ہے۔ تمہید کی مندرجہ بالا عبارت کو ہم نے غور و فکر سے پڑھا ہے۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ ولی سے کرامت کا صدور ظہور جائز ہے۔ یہ امر اتفاقی ہے۔

۲۔ کرامت نبی کے معجزہ کی تائید ہے، اور درحقیقت زمانے کے نبی اور رسول کے صدق اور حقانیت کی دلیل ہے۔

۳۔ اگر انبیاء ظہور نبوت سے پہلے ولی ہیں، اور ان سے خرق عادات کا ظہور اور صدور کرامت ہے تو ان کی ولایت دو حال سے خالی نہیں اگر کسی اور نبی اور رسول کی اطاعت اور اقتداء کا نتیجہ ہے جو ان کے زمانے میں پایا گیا اور موجود ہے تو صدور کرامت میں نبی ہو کر احتیاج لغیرہ لازم آتی ہے جبکہ نبی اظہار معجزہ (کرامت) میں کسی اور نبی کا محتاج نہیں، اور اگر صدور کرامت میں نبی اپنی ہی نبوت کے تابع اور زیر اثر ہے تو دور لازم آتا ہے وہ یوں کہ نبی ظہور نبوت سے پہلے ولی ہے، اس ولایت کا وجود، اور اس سے صادر ہونے والا امر خارق لِعادات اس کی اپنی نبوت پر موقوف ہے، اور نبوت کا وجود اس کی کرامت پر موقوف ہے کیونکہ کرامت سے ہی نبی کی نبوت اور معجزہ کا تحقق ہوا ہے۔

دور چونکہ غیر پسندیدہ اور غیر مسلم ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ نبی روز تخلیق سے ہی نبی ہے جیسا کہ امام ابو شکر سالمی کا نقل فرمودہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ تمہید ص ۱۶۶ سے نقل ہو چکا ہے، جس کی تائید و توثیق غوث کبیر شیخ عبدالعزیز الدباغ کے قول سے بھی پہلے آچکی ہے۔

بایں ہمہ امام سالمی رحمہ اللہ کا یہ کلیہ یکون ولیا عنه الناس وان کان نبیا عند اللہ تعالیٰ

رسول اللہ ﷺ پر صادق نہیں آتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت عند الناس مشہور اور معروف تھی، ہر نبی نے اپنے زمانہ نبوت میں آپ کی نبوت کا اعلان فرمایا۔ الہامی کتب نے آپ کی صورت سیرت جائے پیدائش، خاندان، مقام ہجرت، اور شخصی علامات کی تصویر پیش کی، بلکہ ولادت باسعادت کے وقت تک کی تفصیل بیان فرمائی۔ جملہ انبیاء اور ان کی امتیں یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم کے مدلول اور منطوق بنے، حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب پر قاتلانہ حملہ ہوا جبکہ وہ اکیلے ایک صحراء میں شکار کھیل رہے تھے۔

جب بحیراراہب نے آپ کے اہتمام میں اہل قافلے کو دعوت دی تو ابوطالب کو وصیت کی کہ آنحضرت ﷺ کو واپس مکہ لے جاؤ کہ اہل روم کے سات آدمی ان کو قتل کرنے نکلے ہوئے ہیں، جس وقت آپ تولد ہوئے صبح ایک یہودی چغتہ ہوا آیا آج رات نجم احمد طلوع ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبی آخر الزمان آج رات پیدا ہو چکے ہیں، اگر آپ کی نبوت ہر دور میں مستہرنہ ہوتی مدینہ طیبہ کیسے شہر بنتا اور سالہا سال پہلے زمانے کے دانشور آپ کی جھلک دیکھنے کے انتظار میں زندگیاں کیوں گزار دیتے، آفاقی اور کائنات کے نبی کی آمد کا ہر فرد کائنات سراپا انتظار کیوں بنتا، ارضی اور سماوی مخلوق آپ کی تشریف آوری پر اپنی آنکھوں کو فرش راہ کیوں بناتی؟ تسلیم کرنا ہوگا کہ علامہ سالمی کا وضع کردہ کلیہ رسول اللہ ﷺ پر منطبق نہیں ہوتا۔ بصورت دیگر کثیر التعداد، اخبار، آثار، اقوال کی نفی اور انکار کے ہمراہ علامہ رحمہ اللہ اپنے ہی ہاتھوں تضاد بیانی کا شکار ہو جائیں گے، مزید اگر آپ کی نبوت تعارف اور شہرت کی حد بندیوں سے پار نہ ہوتی، اور عالم غیب، اور عالم شہادت آپ کی نبوت سے معمور اور منور نہ ہوتے تو حبیب نجار، بحیرارہب ورقہ بن نوفل، بلکہ جملہ انبیاء رسول اور ان کی امتیں ایمان کیوں اور کیسے لائیں؟

اگر انبیائے کرام بشمول نبی کریم ﷺ اعلان نبوت سے قبل ولی تھے تو مندرجہ ذیل خرابیاں لازم آئیں گی۔

۱۔ نور نبوت اصلی حقیق، ذاتی نہ ہو جبکہ نور نبوت اصلی حقیقی، اور ذاتی ہے، اصل ذات کی تخلیق کی

معیت میں ہی پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ ولایت کو عصمت لازم نہیں، جبکہ نبی فطری اور تخلیقی طور پر معصوم ہوتا ہے۔

۳۔ بحیثیت ولی غیر معصوم ہیں اور بحیثیت نبی واجب العصمت ہوں گے لازم آئے گا شخص واحد

وجود واحد دو متضاد صفات سے متصف اور دو متضاد احکام کا محل ہو یہ بھی محال ہے۔

۳۔ فرع اور اثر مقدم ہو اصل اور حقیقت پر یہ بھی باطل ہے، کیونکہ ولایت کے لیے نبوت کا تقدم

وجودی ضروری ہے۔

۴۔ وجہ تقدم وجودی امر کسی، فعل انسانی، امر وہی پر مقدم ہو کر افضل ہو یہ بھی باطل ہے۔ خود

تحقیقات نے لکھا ہے کہ۔ یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ نبوت وہی ہوتی ہے اور ولایت کسی

ہوتی ہے لہذا ولایت کے حصول کے لیے تقویٰ اور طہارت پر رہنے کی سعی اور جدوجہد ولی کی طرف سے

ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کی نیت اور ارادہ اور اخلاص کے مطابق فضل و کرم فرماتے ہیں،

اور درجہ ولایت پر فائز فرماتا ہے۔ (ص ۳۰۹)

۵۔ سوال یہ ہے کہ منصب نبوت عطا ہونے پر ولایت کبریٰ موجود ہے یا سلب و معزول ہو گئی

ہے؟ اگر بعد از اعطاء نبوت سلب ہو یہ بھی باطل ہے کیونکہ جب یہ شخص عند اللہ نبی ہے جیسا کہ امام

ابوشکور سالمی نے فرمایا اصل عبارت پہلے آچکی ہے، نبی سے کسی بھی وصف کمال کا سلب محال ہے۔ اور

اگر نبوت اور ولایت دونوں موجود ہوں تو بلحاظ نبوت اس شخص کے لیے عصمت واجبہ ہے اور بلحاظ

ولایت عصمت واجب نہیں لازم آئے گا کہ ایک ہی ذات ایک ہی وقت میں دو متضاد احکام کا محل ہو۔

بقول تحقیقات اگر رسول اللہ ﷺ چالیس سال سے قبل ولایت کبریٰ کے درجے پر فائز تھے تو تحقیقات

کے مذکورہ بالا کلام کے مطابق اس کے حصول میں آپ کے عمل کسب، تقویٰ، طہارت کے عوامل کا فرما

ہیں، اور ان عوامل کا کسی نبی کی شریعت کے تابع ہونا لازمی، ضروری اور بنیادی امر ہے، جبکہ جمہور علماء

کے مذہب کے مطابق آپ کسی نبی کی شریعت کے پیروکار نہیں تھے، شیخ محقق رحمہ اللہ کا عقیدہ اور تحقیق

بھی یہی ہے۔

۶۔ اگر ولایت کو تقدم و جودی حاصل ہو اور نبوت کو تاخر زمانی تو لازم آئے گا کہ ولایت کا نور ذاتی، اصلی، حقیقی ہو، اور نبی کا اعلان نبوت سے قبل معصوم ہونا واجب اور ضروری نہ ہو یہ باطل ہے کیونکہ یہ بھی جمہور اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے، ماننا پڑے گا کہ نبی اپنی تخلیق میں ہی نبی ہے، نبی کی ذات اپنی تخلیق سے ہی نور نبوت سے متصف اور مزین ہوتی ہے اور نبی یوم تخلیق سے ہی شان عصمت کا حامل ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس تو اس وقت بھی نبی تھی، جب

کوئی فرد کائنات موجود نہ تھا اور آپ ایسی حقیقت کے ساتھ موجود تھے جس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، جب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ تو اسی طرح آپ کی نبوت بھی ایک خاص قسم کی نبوت ہے، جس کو انسانی قواعد و ضوابط کے تحت لایا جاسکتا ہے نہ دیگر انبیاء کی نبوت پر قیاس کیا جاسکتا ہے تحقیقات نے روز ولادت سے آپ کے نبی نہ ہونے پر جو، تانے، بانے جوڑ کر استہشاد کیا ہے وہ لاتسلیم ہیں، کیونکہ وہ خلاف قواعد، اور عقیدہ جمہور کے مغائر ہیں۔

شق صدر کا ہونا، بادلوں کا سایہ کرنا کرامت نہیں معجزات ہیں

تحقیقات نے شرح مواقف اور شرح مواہب کے حوالے سے لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل جو امور خوارق عادات کی صورت میں ظہور پذیر ہوئے ہیں وہ معجزات نہیں بلکہ کرامات ہیں۔ جیسے بادلوں کا سایہ کرنا شق صدر کا ہونا وغیرہ۔ اولیاء سے ان کا صدور و ظہور جائز اور درست ہے۔ (ص ۳۰۰-۳۰۱)۔

توضیحا کہا جائے گا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت خاصہ کو دیگر انبیائے کرام پر قیاس کرنا، اور پھر اصطلاحی اور معروضی حکم جاری کرنا غلط ہے۔ صاحب مواہب نے معجزہ کی جو تعریف کی ہے، اس سے مراد وہ معجزہ ہے جو ادعائے نبوت کے بعد صدق و حقانیت کی دلیل ہو اور مخالف کے مطالبہ، ثبوت پر حجت تامہ ہو، ادعائے نبوت سے قبل نفس نبوت کے وجود اور ثبوت کے لیے جو امر خارق للعادة ہو وہ بھی معجزہ ہے، دونوں کے درمیان امتیاز اور فرق پیدا کرنے کے لیے نام تبدیل کئے گئے ہیں، دعویٰ نبوت سے قبل ظاہر ہونے والے امر خارق للعادة کو ارہاس اور دعویٰ نبوت کے بعد ظاہر ہونے والے امر

خارق للعادة کو معجزہ کہا گیا ہے، اس موضوع پر بحث پہلے ہو چکی ہے، شیخ محقق رحمہ اللہ کی تحقیق مدارج النبوت جلد اول ص ۱۱۵، ۱۱۶ مدارج النبوت جلد دوم ص ۸ اشعة اللمعات - جلد ۲ ص ۵۸۰ پر مرقوم اور موجود ہے، نیز معجزہ کے لیے دعویٰ نبوت شرط نہیں، دیکھیے مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۷۳

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر، سورہ الم نشرح کے تحت واقعہ شق صدر کو آپ ﷺ کے معجزات میں سے قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اعلان نبوت سے قبل معجزہ کا اظہار جائز ہے، اور یہ کہنا کہ دعویٰ نبوت و رسالت سے قبل معجزہ نہیں ہو سکتا یہ مذہب اعتزال ہے۔

ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ ملا علی قاری، اور شیخ محقق، رحمہما اللہ کے نزدیک شق صدر کا ورقہ معجزہ

ہے۔

یہ محقق اور ثابت شدہ امر ہے کہ معجزہ نفس نبوت کا لازم ماہیت ہے، جہاں وجود نبوت ہے وہاں معجزہ اپنی ماہیت اور حقیقت کے ساتھ موجود ہے جس کے ظہور اور صدور کے دو مواقع ہیں، دعویٰ نبوت سے قبل، اور دعویٰ نبوت کے بعد دعویٰ نبوت سے قبل معجزہ کا ظہور اور صدور ارباص ہے اس کے ظہور اور صدور میں شخص اور فرد کا کوئی عمل دخل نہیں اس کے ظہور اور صدور کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے ہے، اس کے ظہور اور صدور کا مقصد اس شخص اور فرد کی نبوت بارے خبر دینا ہے کہ یہ شخص نبی ہے یا نبی ہو گا، علمائے مفسرین، علمائے محدثین اور علمائے کلام کے ہاں اس معجزے کا نام ارباص یعنی نبی ہونے کی بنیاد، اساس یا علامت و نشانی ہے، اظہار نبوت کے بعد جو معجزہ ظاہر اور صادر ہوتا ہے۔ وہ بھی اللہ کی عطاء اور کرم فرمائی ہے مگر اس کا صدور اور ظہور نبی کے ہاتھ سے ہے اور منکر کے سامنے اس کے مطالبہ پر مبنی ثبوت حق ہے۔ جو بطور دلیل اور ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ارباص بھی معجزہ ہے جو تحدی سے پہلے من جانب اللہ امر خارق للعادة کی شکل میں ظاہر اور صادر کیا جاتا ہے۔

یہ امر محقق اور مسلم ہے کہ آپ روز اول سے ہی نبی ہیں، روز اول، عالم ارواح، سے لے کر ظہور قدسی، اور ظہور قدسی سے لیکر اعلان نبوت تک آپ کی نبوت قائم، دائم اور مستمر ہے، لہذا کسی بھی مرحلہ پر امر خارق للعادة کا ظہور کرامت نہیں معجزہ ہے، جب معجزہ ہے تو اس کو کرامت کہنا، اور ولایت کبریٰ

کی صفت سے متصف کرنا غلط ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ کے اظہار معجزہ کے لیے تحدی یعنی اعلان نبوت کو شرط قرار نہ دینے سے تحقیقات کے مندرجات، اور موقف بالبداهت غلط اور باطل قرار پاتے ہیں۔ اور اگر صدق معجزہ، اور وجود معجزہ کے لیے تحدی یعنی نزول وحی اور اعلان نبوت کو شرط لازم قرار دیا جائے تو بحیرارہب، ورقہ بن نوفل، حبیب نجار، انبیاء اور ان کی امتوں کا آپ ﷺ پر ایمان لانا ایمان کیسے ہو گا؟ جبکہ تحقیقات نے امام اہل سنت ابو شکور سالمی کا قول نقل کیا ملاحظہ ہو۔ واجمعنا جمیعاً علی انہ لا یجوز الایمان قبل الوحی والدعوی ولا یشمی نبیاً فیکون ولیاً عند الناس ونبیاً عند اللہ تعالیٰ (ص ۷۸)

ہم تمام اہل سنت و جماعت کا اس امر پر اجماع ہے کہ نزول وحی اور دعوی نبوت سے قبل اس کو نبی کہا جاسکتا ہے نہ اس پر ایمان لانا جائز ہے وہ عوام کے نزدیک ولی ہوگا اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی ہے۔

توجہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے

مذکورہ بالا امام سالمی کا کلام بالکل واضح اور توجہ طلب ہے، جب تک کسی شخص جو عند الناس ولی اور عند اللہ نبی ہے پر وحی کا نزول نہ ہو اور وہ اپنے نبی ہونے کا دعوی نہ کرے اس کو نبی کہنا تسلیم کرنا، نبوت سے موسوم کرنا جائز ہے نہ اس پر ایمان لانا درست ہے۔ اور اس مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے بحیرارہب اور حبیب نجار کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا: پس وے یکے ازاں کسانیت کہ ایمان آوردند بآنحضرت پیش از نبوت مثل حبیب نجار، در قصہ اصحاب القریہ

ورقہ بن نوفل کے بارے میں فرمایا:۔ و بریں تقدیر ورقہ بن نوفل اقرب باشد باطلاق اسم صحابی کہ در مبادی نبوت بود (مدارج النبوت جلد دوم۔ ص ۲۶) جب اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ جب تک مدعی نبوت پر وحی کا نزول نہ ہو اور وہ نبوت کا دعوی نہ کرے اس وقت تک وہ نبی نہیں اور نہ ہی اس پر ایمان لانا جائز اور مومن ہونے کے لیے کافی ہے۔ تو علمائے محدثین نے بحیرارہب، ورقہ بن نوفل اور حبیب نجار کو مومن کہا۔ جبکہ اس وقت آپ نے نبوت کا اعلان نہیں فرمایا

تھا، ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ ﷺ اور خدیجۃ البری رضی اللہ عنہا کی زبانی نزول وحی کی کیفیت سماعت کی تھی، دیکھنا یہ ہے کہ شرائط نبوت اور شرائط ایمان موجود نہیں لیکن اس کے باوجود ان حضرات کو محدثین نے مومنین فرمایا اور نقل کیا ہے۔

بلکہ تمام انبیاء اور رسل ان کی امتیں آپ کے جسد عنصری کے ظہور سے قبل ایمان لائے، شیخ رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ بلکہ خصوصیت باشخاصِ چسیت تمام رسل و انبیاء و امم ایشاں بآنحضرت ایمان آزدہ اند، آنکہ ورقہ را صحابی تو اس گفت (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۳۲) دیگر لوگوں کے ایمان کی کیا خصوصیت ہے، تمام رسول اور انبیاء کرام اور ان کی امتیں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں، ورقہ بن نوفل کو صحابی کہا جاسکتا ہے۔

ورقہ بن نوفل صحابی ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور ایمان لائے، جبکہ وحی کا نزول ہو چکا تھا۔

لیکن آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا اگر اعلان نبوت نہ ہو تو نبوت نبوت ہے نہ ایمان لانا جائز ہے، جملہ محدثین بشمول شیخ محقق رحمہ اللہ نے ان سب کو بیک زبان اور بیک قلم مومنین کہا اور تحریر فرمایا، بحیرار ابب نے آپ ﷺ کو بارہ سال کی عمر شریف میں دیکھا، اس وقت نہ وحی ہے، اور نہ اعلان نبوت ورقہ بن نوفل نے آپ کی زیارت نزول وحی کے بعد کی، مگر ابھی نبوت کا اعلان ہونا باقی ہے۔ حبیب نجار، انبیاء رسل اور ان کی امتوں نے آپ کی زیارت نہیں کی کیونکہ آپ کے جسد عنصری کا ابھی ظہور ہی نہیں ہوا آپ عالم غیب میں جلوہ فرما ہیں، نزول وحی کہاں؟ اور اعلان نبوت کہاں؟

مگر محدثین نے ان تمام اشخاص، جملہ انبیاء رسل اور ان کی امتوں کو مومنین مخلصین فرمایا۔ بظاہر امام سہلی رحمہ اللہ کا اجماعی علیہ یہاں صادق نہیں آ رہا۔ بلکہ محدثین اور اہل سنت و جماعت کے اجماعی عقیدہ کے درمیان تضاد پایا گیا ہے، تضاد کی صورت میں اعتقاد و عمل کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں گی، لیکن محدثین کا موقف اور امام سہلی رحمہ اللہ کا کلیہ ہر دو صورتوں میں تحقیقات کے

موقف اور دلائل کے لئے سم قاتل ہے جس نے تحقیقات کے موقف اور دلائل کو موت کے گھاٹ اتارا دیا ہے۔ اگر تحقیقات کے موقف اور دلائل کو قابل اعتماد گردانا جائے تو ورقہ بن نوفل حبیب نجار، بحیرار اہب، انبیاء، رسل، اور ان کی امتوں کے ایمان کا خون ہو جائیگا، ان نفوس قدسیہ کے ایمان پر نفی اور انکار کا لیبل لگانا محدثین کے پاکیزہ قابل اعتماد گروہ کے خلاف اعلان بغاوت ہے جو ہرگز درست اور روا نہیں۔ لہذا قلیم دانش و علم کے باسیون کو اعتراف کرنا ہوگا کہ تحقیقات کا موقف نقل کے خلاف تو ہے ہی عقل کے بھی خلاف ہے۔

امام سالمی رحمہ اللہ کے کلام کی حقیقت

بے شک تحقیقات نے امام سالمی کے کلام کو اپنی تائید سمجھا، لکھا مگر وہ کلام نبی کریم ﷺ کے لیے اعلان نبوت سے قبل، نبی نہ ہونے کو ثابت کرتا ہے اور نہ ہی درحقیقت تحقیقات کے لیے موید اور قوت بخش ہے وہ اس لیے کہ یہ اہل سنت و جماعت کا اجماعی فیصلہ اس نبوت کے لیے کارگر ہے جس کا نزول وحی اور اعلان سے قبل ظہور ہونہ تحقیق خارجی، لوگ اس کی نبوت سے متعارف ہوں نہ منتظر، اخبار و آثار نے اس نبی کے ظہور آمد کی خبر دی ہو، نہ قبل از آمد اس کا تعارف ہو نہ تشہیر رسول اللہ ﷺ کی نبوت، نبوت خاصہ شاملہ عامہ، اور دائمہ ہے جس کی تخلیق و توصیف روز اول میں ہوئی، ارواح پیدا ہوئے تو ان کو بحیثیت نبی اور مربی تعارف کرایا گیا، عالم نور میں ملائکہ کا معلم بنایا گیا، جنت کے حور و قصور کو آپ کی نبوت اور رسالت سے روشناس کرایا گیا۔ بلکہ قصور ہائے جنت کی پیشانیوں اور رفعتوں کو عظمت نام کے جھومر سے سجایا گیا۔ پیشانی آدم میں رکھ کر وجود آدم کو ملائکہ کے لیے سجدہ گاہ بنایا گیا، آدم علیہ السلام کے بعد ہر نبی کے دور نبوت میں آپ کی نبوت کا پرچار کرایا گیا۔ ہر نبی اور ہر رسول کے دور تبلیغ میں نبی حقیقی اور داعی اصلی کا مقام اور کردار بخشا گیا۔ الہامی کتب میں آپ کی ذات، صفات، اور نبوت کے عنوان قائم ہوئے۔

صبح و شام آپ کے مقام، شان، نام اور نبوت کی تلاوت ہونے لگی، انبیاء رسل اور ان کی امتیں اعتراف نبوت اور اقرار رسالت کے بعد مومنین اولین کی صف اول میں ایستادہ ہوئیں اور یوں

آپ کی نبوت کا نور عالم باطن میں تابندہ اور درخشاں رہا یہود و نصاریٰ کی معرفت کا یہ عالم ہے کہ انہیں ولادت طیبہ کے سال، ماہ، دن اور ستارے تک کا علم ہے جس کا نام ان کی زبان اور کتب میں نجم احمد ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ مکۃ المکرمہ کے نزدیک ظہران نامی گاؤں میں ایک شامی راہب رہتا تھا جو اہل مکہ کو بتاتا رہتا تھا کہ بہت جلد نبی آخر الزمان پیدا ہوں گے۔ کیونکہ یہ زمانہ ان کی پیدائش کا ہے۔ ہر بچے کی نسبت وہ پوچھتا رہتا۔ جس رات آپ ﷺ تولد ہوئے صبح ہی آپ کے دادا عبدالمطلب اس عیص نامی پادری کے پاس گئے اور آپ کی ولادت طیبہ کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ: ابن زائیدہ شد در شما آں مولود است کہ حدیث میگردم من شمار از وے گفت چہ نام نہاد او را گفت محمد، تم میں وہی مولود پیدا ہے جس کے متعلق میں تمہیں باتیں (اوصاف نشانات) بتایا کرتا تھا۔ پھر کہنے لگا۔ میں اس کو تین علامات کی بناء پر پہچانتا ہوں، یکے طلوع نجمہ وے شب دوم ولادت اور روز دوشنبہ، سوم بنام او کہ محمد است ﷺ (مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۵) پہلی علامت کہ اس کی شب ولادت کو ایک خاص قسم کا ستارہ طلوع ہوگا دوسری علامت یہ ہے کہ اس کی ولادت پیر کے دن ہوگی۔ تیسری نشانی یہ ہے کہ اس کا نام محمد ہوگا (سلیئم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ میں تاجر تھا، جب ولادت کی رات آئی تو اس نے کہا اے گروہ قریش کیا آج رات تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے، جواب ملا کہ علم نہیں، گفت زائیدہ شد پیغمبر این امت اخیرہ میان دو کف وے علامتی است وروے مویہاست مجتمع ماند عرف فرس، پس یہودی راز ددرش و گفت بیرون ار برمن پسر خود را پس برمن کردند پشت اورا، دید یہودی آن علامت را و بے ہوش افتاد بر زمین و گفت واللہ رفت نبوت از نبی اسرائیل (مدارج النبوت ص ۱۵) یہودی نے کہا کہ آج رات آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے نبی ہونے کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان بالوں کا ایک گچھا ہے، یہودی کو آپ کے در نبوت پر لایا گیا، اس نے کہا کہ اپنے بیٹے کو باہر لاؤ، آپ کی پشت مبارک نشی کی گئی یہودی نے اس علامت کو دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا، اور کہنے لگا قسم بخدا بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ کی نبوت، اور علامات نبوت کا شہرہ خاص و عام کی زبان پر تھا، بنی اسرائیل کے علماء اور عوام کو آپ کی نبوت اور علامات نبوت کا پورا پورا علم تھا، ایک عام یہودی جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی علامت مہر نبوت ہے، جس کو دیکھ کر وہ بے ہوشی کی حالت میں گر پڑتا ہے، مگر کیا کہنے محمد عمر حیات باروی، اور اس کے مجدد عالی مقام کے جو مہر نبوت کو دلیل نبوت مان کر چالیس سال سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے کے لیے تیار نہیں، بلکہ نفی نبوت میں تقریباً چار صد صفحات پر مشتمل تحقیقات کے نام سے کتاب لکھ ڈالی، اور یہ نہ سوچا کہ مہر کا مثبت ہونا مہر زدہ شئی کی حقیقت اور اصلیت کی دلیل ہے، مہر زدہ خط، لفافہ، پارسل وغیرہ کی حقیقت اور اصلیت اس کی مہر سے عیاں اور ثابت ہوتی ہے مہر ہی اس شئی کے وجود، حقیقت، اور اصلیت کا سرکاری امتیازی نشان ہے۔ مہر ہی ثابت کرتی ہے کہ یہ خط، لفافہ، پارسل، رجسٹری فلاں تاریخ کو ڈاک خانہ میں وصول ہوئی، اور فلاں تاریخ کو اس ڈاک خانہ سے تقسیم ہوئی کیا دستاویز میں پرنٹ اور مطبوع شدہ مہر اس کی حقیقت اور مالیت کی دلیل نہیں؟ سبحان اللہ مہر نبوت کی شان یہ ہے کہ انبیاء و رسل اور ان کی امتوں کے زمانے سے مشہور اور متعارف چلی آرہی ہے۔ اگر یہ مہر نبوت دلیل نبوت نہ ہوتی تو یہودی اس کو دیکھنے کے لیے کیوں بے تاب ہوتا۔ مہر نبوت کو دیکھ کر یہ کیوں کہتا کہ قسم بخدا نبی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو گئی ہے، اگر آپ اس وقت اور واقع میں نبی نہ ہوتے تو مہر نبوت کو آپ کے جسم اطہر کا حصہ کیوں بنایا جاتا؟ مہر نبوت تو دلیل نبوت ہے، بقول تحقیقات اگر نبوت کا موقعہ چالیس سال کے بعد آیا اور چالیس سال کے بعد آپ کو نبوت ملی ہے تو ثبوت کے لیے مہر نبوت کا موقعہ بھی چالیس سال کی عمر کی تکمیل ہے، اگر چالیس سال کی تکمیل پر شق صدر ملامت نبوت ہے تو اس وقت مہر نبوت کا مثبت کیا جانا ملامت نبوت نہیں؟ نبی تو ہوں چالیس سال کے بعد، لیکن نبوت کی علامت نبوت کی شناخت اور پہچان اور نبوت کی دلیل ظہور قدسی سے پہلے ہی جسم غصری پر طبع ہو کیا یہ ممکنات میں سے ہے کہ دہواں چالیس سال پہلے پایا جائے اور آگ چالیس سال بعد؟ سورج کی روشنی چالیس سال پہلے ہو اور سورج کی نکلا چالیس سال بعد سامنے آئے؟ غیر زوج ہونے والے اعداس کی فردیت چالیس سال پہلے پائی جائے اور خود

اعداد چالیس سال بعد پائے جائیں؟ تعفن اخلاط چالیس سال پہلے ہو اور نجار چالیس سال بعد پایا جائے؟ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی نبوت روز ازل سے عالم غیب اور عالم شہادت میں دائم، قائم اور مستمر ہو اور پھر یہ کہا جائے کہ نہیں، نہیں، آپ کی نبوت کا آغاز چالیس سال کے بعد ہوگا، فہم و دانش کی دنیا کا ستیاناس نہیں تو اور کیا ہے؟

اول در خلق اور آخر در بعث پر نفیس علمی بحث

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ چنانکہ ابو ہریرہ روایت کردہ کہ فرمود آنحضرت ﷺ من اول انبیاء ام در خلق و آخر ایشانم در بعث (مدارج النبوت۔ جلد اول ص ۱۱۵) تخلیق میں تمام انبیاء سے اول ہوں، اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہوں، یعنی بحیثیت نبی تمام انبیاء سے میری پیدائش سب سے پہلے ہے اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخر ہوں، یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ سلسلہ انبیاء کرام میں رسول اللہ ﷺ کی پیدائش بحیثیت نبی سب سے پہلے ہے، اور بعثت الی الخلق کے اعتبار سے آپ آخری نبی ہیں۔ تو گویا انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس گروہ میں پہلے اور آخری نبی ہیں، اول اور آخر ہونے میں تضاد اس لیے نہیں کہ جہات اور حیثیات کا اختلاف موجود ہے، تمام انبیاء اور رسولوں پر آپ کی اولیت معبا و صف نبوت ہے، یعنی تمام انبیاء کرام میں آپ پہلے نبی ہیں، بحیثیت نبی آپ ﷺ کو سب سے پہلے تخلیق فرمایا گیا۔ لیکن بعثت الی الخلق میں آپ ﷺ کو تمام انبیاء کرام کے بعد اور آخر میں بھیجا گیا۔ من اول انبیاء ام در خلق کا جملہ اس بات پر قرینہ ہے کہ آپ پہلے نبی ہیں، اور آپ کی نبوت پیدائشی ہے، من اور ام ضمائر ہیں جن کا مدلول آپ کی ذات گرامی ہے جس کی تخلیق مع النبوت ہوئی ہے، و آخر ایشانم کا جملہ ثابت کرتا ہے کہ آپ کی نبوت روز تخلیق سے روز بعثت تک بطریق دوام اور استمرار موجود اور قائم چلی آ رہی ہے۔ اس حدیث میں دو لفظ توجہ طلب ہیں۔ در خلق اور در بعث۔ در خلق کا لفظ دلالت کر رہا ہے کہ بحیثیت نبی تخلیق میں آپ سب سے اول ہیں یعنی آپ کی ذات مقدسہ تخلیق میں ہی نبی ہے، گویا نبوت اور آپ کی ذات مقدسہ کی تخلیق میں کوئی حد فاصل یا کوئی بعد نہیں، ذات کریمہ اور وصف نبوت کے درمیان تلازم ہے ذات کی تخلیق ہی وصف نبوت کا محل اور

موصوف ہے، اور اس ذات مقدسہ کو نبوت اسی زمانہ اور اسی وقت سے موجود ہو کر عرض لازم ہے، ذات کریمہ جو نبوت کا محل اور معروض ہے اور نبوت جو ذات اقدس کے لیے عرض لازم ہے کہ درمیان بعد زمانی نہیں، اس کی دلیل حدیث کا پہلا جملہ من اول انبیاء ام در خلق بطور قرینہ اور دلیل موجود ہے، اول در حقیقت لفظ من کے ساتھ مستعمل ہے، من کا مدلول، مصداق مفضل ہے اور انبیاء مفضل علیہم ہیں من اسکی جزی حقیقی ہے، جو وصف نبوت میں انبیاء مفضل علیہم کے ساتھ شریک اور مساوی ہے، وجہ فضیلت وصف نبوت، مفضل علیہم سے پہلے تخلیق ہونا ہے، یعنی دیگر انبیاء کرام پر آپ کی فضیلت یہ ہے کہ آپ ﷺ کو تمام انبیاء سے پہلے پیدا کیا گیا اور بحیثیت نبی پیدا کیا گیا، تو آپ ﷺ کی تخلیق ہی نبوت پر ہوئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی ذات کریمہ اور وصف نبوت کے درمیان زمانہ حائل نہیں آپ کی ذات اور نبوت کا اتصاف ایک ہی مرحلہ اور ایک ہی زمانہ میں معرض وجود میں آئے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ در خلق سے کیا مراد ہے؟ حقیقت مقدسہ اور روح اطہر کی تخلیق یا آپ کا ظہور قدسی؟ اگر در خلق سے مراد ظہور قدسی یعنی ولادت ہو تو یہ دو وجہ سے غیر مسلم ہے۔ ۱۔ ولادت طیبہ تولد ہے۔ خلقت نہیں۔ خلقت تولد سے مقدم ہے تولد ظہور ہے ماخلق کا، اگر در خلق سے مراد عالم تخلیق ہو تو بھی تحقیقات کا موقف غلط ہے کیونکہ اس صورت میں آپ کی نبوت آپ کے ظہور قدسی سے پہلے ثابت ہو گئی اور تسلیم کرنا ہو گا کہ آپ پیدائشی نبی ہیں غیر مسلم ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں تمام انبیاء پر آپ کا تخلق اول ثابت نہیں ہوتا حدیث پاک کا مضمون آپ ﷺ کی تمام انبیاء کرام پر فضیلت کا اظہار ہے، اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب تخلق اول سے مراد حقیقت محمدیہ اور روح کا تخلق ہو اور اگر در خلق سے مراد روح اور حقیقت محمدیہ کی تخلیق اول ہے تو یہ امر محقق اور ثابت ہے، اس کی تائید اور توثیق میں ذخیرہ دلائل پہلے آچکا ہے، لیکن اس مقام پر اس امر کا اعادہ ضروری ہے کہ بوقت ولادت جسم اطہر میں وہی روح انور ہے جو روز اول تخلیق ہوئی اور اس کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، اور جب بحکم الہی عالم اجسام کے مقررہ اصول کے مطابق، مقرر شدہ وقت پر جسم اطہر میں ڈالی گئی تو وصف نبوت سے اسی طرح متصف تھی۔ جس طرح روز اول سے لے کر جسم اطہر میں حلول تک منصب نبوت

سے متصف تھی، روح مقدسہ کا حلول تولد (ظہور قدسی) سے مقدم ہے، جب روح انور کا حلول جسم عنصری میں مقدم ہے تو تولد سے پہلے آپ کا نبی ہونا اور نبی تسلیم کیا جانا لازمی شرعی تقاضا ہے۔ لہذا تحقیقات کا روز ولادت سے آپ کی نبوت کا انکار کرنا غلط اور خلاف قواعد ہے۔

حدیث پاک میں واقع دوسرا لفظ دربعث ہے، یعنی تخلیق میں پہلا نبی ہوں، مجھ سے پہلے کوئی نبی ہے نہ پیدا ہوا، دیگر انبیاء کرام میری نبوت کے بعد پیدا کئے گئے اور نبی بنائے گئے۔

اس کے باوجود مجھے تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا گیا۔ دربعث کا لفظ یہ ظاہر کرتا ہے کہ چالیس سال عمر شریف کی تکمیل پر آپ نبی بنائے گئے نہ آپ کو نبوت دی گئی بلکہ آپ کی بعثت ہوئی ہے۔ یعنی آپ کو رسول بنا کر مخلوق کی اصلاح، تربیت اور راہ نمائی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اور احکامات خداوندی کی تبلیغ کا حکم بخشا گیا ہے یہ لفظ جس طرح آپ کی بعثت اور رسالت پر دال ہے اسی طرح روز اول سے لے کر زمانہ بعثت تک کے سارے زمانوں میں آپ کی نبوت کے قیام، دوام، اور استمرار پر دلالت کر رہا ہے، اگر بعثت کا معنی مقرر کرنا ہو تو بھی تقرر سے پہلے وجود ضروری ہے، پھر بھی بعثت سے قبل آپ ﷺ کا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم نے رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے اگر آپ خاتم النبیین ہیں تو بعثت سے قبل آپ نبی کیسے ہوئے؟

جواباً کہا جائے گا کہ نفس نبوت کے لحاظ سے آپ پہلے نبی ہیں، اور عالم اجساد میں بعثت کے لحاظ سے آپ ﷺ آخری نبی ہیں، کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہوا ہے نہ ہوگا۔ نبوت کے تحقق اور اتصاف میں اول ہونا اور امر ہے، اور مخلوق کی طرف مبعوث ہونا الگ امر ہے ان کے درمیان کوئی تضاد اور منافات نہیں۔

کیا مہر نبوت آپ کے پیدائشی نبی ہونے کی دلیل نہیں؟

تحقیقات نے لکھا کہ بعض حضرات سرکارِ دو عالم ﷺ کے وقت ولادت سے ہی نبی ہونے پر مہرِ نبوت کو دلیل بناتے ہیں۔ پھر لکھا کہ اس کے بارے میں پہلی گزارش یہ ہے کہ خصائصِ کبریٰ جلد اول ص ۹۷ پر امام سیوطی نے تحریر فرمایا کہ جبریل علیہ السلام جب وحی لے کر آئے تو اس وقت سرکار علیہ السلام کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہرِ ثبوت کی۔ (ص ۳۶۸)

توضیحا کہا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی مہرِ نبوت پر شیخین، امام احمد، امام بیہقی، امام ترمذی، ابن عساکر طبرانی، امام حاکم، حافظ ابو نعیم، ابن ابی خنیسہ، امام قرطبی، السہیلی نے متعدد روایات پر مبنی احادیث کی تخریج فرمائی ہے۔ مہرِ نبوت کے بارے میں مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں لیکن سب کا مدلول اور مدعا ایک ہی ہے امام سیوطی نے تمام روایات کو خصائصِ کبریٰ جلد اول، ص ۱۰۱ تا ۱۰۳ پر تفصیل سے نقل فرمایا ہے۔

امام نے فرمایا اختلاف العلماء هل ولدوهوبه او وضع بعد ولا رتہ۔ علماء کا اختلاف ہے۔ مہرِ نبوت پیدائشی تھی، یا بعد از ولادت ثبت کی گئی، جن علماء کا قول ہے کہ مہرِ نبوت بعد از ولادت ثبت کی گئی ان کی دلیل کا ذکر کرتے ہوئے امام نے نقل فرمایا:

”وتمسك القائلون بالثاني بما في حديث شداد بن اوس السابق في الرضاع (ص۔)۔ یعنی بعد از ولادت مہرِ نبوت ثبت کئے جانے پر ان کی دلیل شداد بن اوس کی حدیث ہے جو رضاعت کے باب میں گزر چکی ہے۔

کلامِ امام سے ثابت ہوا مہرِ نبوت کب ثبت کی گئی اس کے بارے میں علماء کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ کے نزدیک مہرِ نبوت ولادت سے قبل موجود تھی، اور دوسرے گروہ کے نزدیک اس وقت ثبت کی گئی جب آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ چار سال کی عمر میں شق صدر کے بعد مہر لگائی گئی تھی، دلائل سے یہ ثابت ہے کہ مہرِ نبوت پیدائشی تھی، ایام رضاعت والی مہر اس کے علاوہ اور اس سے الگ ہے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص سے مروی ہے کہ مکہ کے قرب میں عیض نامی راہب ایک گاؤں میں رہتا تھا جس کا نام ظہران تھا، وہ

لوگوں کو آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ اور علامات مقدسہ بتایا کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ تولد ہوئے عبدالمطلب اس کے پاس آئے اور آپ کی ولادت کی خبر دی، اس نے کہا کہ ایں مولود را بہ خصلت کہ می شناسیم آں را، یکے طلوع نجمہ وے شب، دوم ولادت اور روز دوشنبہ، سوم نام او کہ محمد است صلعم (مدارج ۲-۱۵) اس مولود کو میں تین خصائل کی بدولت پہچانتا ہوں۔ شب ولاد نجم احمد طلوع ہوگا، ۲۔ اس کی ولادت پیر کے دن ہوگی۔ ۳۔ اس کا نام محمد ہوگا۔

شیخ محقق رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مکہ میں ایک تاجر یہودی رہتا تھا۔ آپ کی ولادت طیبہ پر چننا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ بچہ دکھاؤ آپ ﷺ لائے گئے، اس نے آپ کی پیٹھ ننگی کی اور مہر نبوت دیکھ کر کہا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو گئی ہے۔ (مدارج النبوت - جلد ۲-۱۵)

بکیر اراہب نے بارہ سال کی عمر میں مہر نبوت دیکھی۔

طبرانی اور ابو نعیم نے شریل بن اسلمط کے حوالے سے سلمان الفارسی سے روایت کیا کہ اہل کتاب کے ایک راہب کے پاس تعلیم کے لیے گیا تو انہوں نے کہا ہے ہذا زمان نبی قد اظلم یخرج من ارض العرب له علامات من ذالک شامة مدورة بین کتفیه خاتم النبوة (خصائص ۱-۳۸) یہ نبی آخر الزمان کا زمانہ ہے جن کا ظہور سرزمین عرب میں ہوگا ان کے نبی ہونے کی علامات ہیں، ان میں سے ایک علامت گول قسم کی مہر ہے جو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان ہے اور یہ خاتم نبوت کی مہر ہے، اسی مہر کو دیکھ کر سلمان الفارسی اسلام لائے۔ حدیث اس امر پر دال ہے کہ راہبان یہود و نصاریٰ کو آپ کی مہر نبوت کا علم تھا اگر یہ مہر نبوت پیدائشی طور پر نہ ہوتی تو ختم نبوت کی علامت کیسے ہوتی؟ اور دیگر علامات کی طرح یہود و نصاریٰ کے عوام اور علماء کو مہر نبوت کی موجودگی کا علم کیسے ہوتا؟ تمام احبار اور راہبان نے مہر نبوت کو نہیں دیکھا تھا، اگر پہلے ثبت نہ ہوتی تو یہودی تاجر کیوں اور کیسے دیکھتا؟ ابن سعد، حاکم، بیہقی، ابو نعیم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے اس حدیث کی تخریج کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ”ولدهذه الليلة نبی هذه الامة الاخيرة بین کتفیه علامة فیہا شعرة“

متواترات کانھن عرف فرس، پھر آگے یوں ہے۔

”اخرجی الینا ابنک فاخرجتہ وکشفوا لہ عن ظہرہ فرأی تلک الشامة“ (خصائص ۱-۸۵)

یہودی تاجر نے قریش سے کہا کہ آج رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان اس کے نبی ہونے کی ایک علامت ہے، جس میں گھنے بالوں کا ایک گچھا ہے (یعنی جس کے ارد گرد بال ہیں)

وہ اپنا بیٹا مجھے دکھاؤ آپ ﷺ کو باہر لایا گیا، اور آپ کی پشت مبارک کو رنگا کیا گیا تو اس نے وہ علامت وہ مہر نبوت دیکھی۔ معلوم ہوا مہر نبوت چالیس سال عمر شریف کی تکمیل پر ثبت نہیں کی گئی، بلکہ پیدائشی طور پر موجود تھی۔ شیخ محقق رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو مدارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۱۵ پر بروایت حاکم و ابونعیم ذکر فرمایا ہے۔ محدث بیہقی اور ابن عساکر نے محمد بن زکریا الغلابی سے روایت کی کہ حلیمہ سعدیہ کے ہاں جوشق صدر چاد برس کی عمر میں ہوا اس میں آپ کے قلب اطہر کو چیر کر اس میں سے سیاہ رنگ کا ایک نکتہ نکالا گیا جو خون سے بھرا ہوا تھا۔ اگلے الفاظ یوں ہیں ثم حشاہ بشی کان معہ وردہ مکانہ ثم ختمہ بخاتم من نور (خصائص م ۱-۴-۹)

پھر دل کو کسی عظیم شے سے بھر پور کیا جو اس کے پاس تھی، اور دل کو اپنی جگہ پر واپس رکھ دیا اور اس پر نور سے لبریز مہر لگائی یہ مہر پشت پر نہیں لگائی گئی بلکہ دل پر لگائی گئی، یہ مہر گوشت کی نہیں تھی، بلکہ نور کی تھی۔ اس مہر کو صرف نبی کریم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا۔ دیگر کسی فرد بشر نے اس مہر کو ثبت ہوتے دیکھا، اور نہ ہی بعد میں پچشم سردیکھا۔

ابویعلیٰ، ابونعیم ابن عساکر نے شداد بن اوس سے جو اس مضمون کی حدیث تخریج کی ہے اس میں یہ الفاظ بطور خاص مرقوم ہیں۔ ثم اخرج منه مضغة سوداء فرمی بها ثم قال بیدہ یمنة ویسرة کانه يتناول شینا فاذا انا بخاتم فی یدہ من نور یحار الناظرین رونه (خصائص جلد اول ص ۹۴) میرے دل کو چیر کر اس سے سیاہ رنگ کا منجمد خون نکالا اور اس کو پھینک دیا، میرے

دائیں، بائیں جو آدمی کھڑے تھے انہوں نے آپس میں گفتگو کی گویا وہ کسی چیز کا لینا دینا کر رہے ہیں پھر میں نے ایک کے ہاتھ میں نور کی ایک مہر دیکھی دیکھنے والا جس کو دیکھے تو حیرت میں ڈوب جائے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہ مہر دل انور کو نور، اور حکمت سے پر کرنے کے بعد دل پر لگائی گئی ہے انسانی آنکھیں جس کو دیکھنے سے قاصر ہیں، اس نورانی مہر کو دل اقدس پر ثبت کیا گیا۔ آپ کے علاوہ کسی فرد بشر نے اس کو نہیں دیکھا محدث ابو نعیم نے واحدی کے حوالے سے آپ کی والدہ کے پاس واپسی کا واقعہ نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ جب حلیمہ سعدیہ آپ کو لے کر وادی سدر میں پہنچیں تو وہاں اہل حبشہ کی ایک جماعت رفیق سفر ہو گئی، اس نے حلیمہ سعدیہ سے آپ ﷺ کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ فنظر والی رسول اللہ ﷺ نظراً شدیداً ثم نظر والی خاتم النبوة بین ڪتفیه قالوا هذا والله نبی اہل حبشہ نے رسول اللہ ﷺ کو سخت گیرنگاہوں سے دیکھا، پھر دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا اور آپ کی آنکھوں کی سرخی کو دیکھا تو کہنے لگے خدا کی قسم یہ نبی ہے۔ ثابت ہوا آپ ﷺ کی آنکھوں میں ہر وقت موجود سرخی، اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پائی جانے والی پیدائشی مہر نبوت آپ کے نبی ہونے کی علامات تھیں جن کو دیکھنے والا ہر شخص یہ پکارا ٹھتا تھا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں، جلیل القدر محدثین کے تخریج کردہ مندرجہ بالا آثار و احادیث اس بات کے شواہد ہیں کہ ایام رضاعت میں آپ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ثبت نہیں کی گئی بلکہ مہر نبوت پیدائشی اور فطری ہے، جن علماء نے بعد از ولادت مہر نبوت لگانے کا قول کیا ہے ان کی دلیل حدیث شداد بن اوس ہے اس حدیث میں آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان موجود اور ثبت شدہ مہر نبوت کا سرے سے ذکر ہی نہیں بلکہ اس میں شق صدر کے واقعہ میں نور کی مہر کا ذکر ہے جو آپ کے قلب اطہر پر لگائی گئی ہے لہذا اس حدیث سے استشہاد درنا محل نظر ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے مندرجہ بالا ذخیرہ ثبوت اپنی کتاب خصائص میں جمع کیا ہے وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مہر نبوت نزول وحی کے موقع پر ثبت کی گئی تھی۔ نزول وحی کے بارے میں مرتبہ آثار و اخبار میں ایسا کوئی ثبوت خصائص میں موجود نہیں۔

جہاں تک شیخ محقق رحمہ اللہ کا تعلق ہے۔ آپ نے نقل فرمایا۔ ناگاہ گرفت خاتمے از نور کہ حیران گردد دروے دیدہ پس مہر کرد بوے دل مرا بس پر شد دل من نبور و آں نور نبوت و حکمت بود (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۲)

اچانک دوسرے آدمی نے نور سے بنی ہوئی مہر پکڑی، جس کو دیکھ کر آنکھیں حیران ہوتی تھیں اس نے اس نور کی مہر سے میرے دل پر مہر لگائی۔ میرا دل نور سے لبریز ہو گیا، یہ نور نبوت اور حکمت کا تھا۔ معلوم ہوا شیخ محقق کا عقیدہ مہر نبوت کے بارے میں واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ مہر نبوت آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی، پیدائشی تھی، اور نزول وحی سے پہلے ثبت تھی۔ تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ مہر نبوت نزول وحی کے موقعہ پر لگائی تو نبوت کا نور بھی آپ کو چالیس سال کے بعد حاصل ہوا اگر یہ قابل اعتماد ہے تو شق صدر جو چار سال کی عمر میں ہوا اور دل اقدس کو نور نبوت اور نور حکمت سے پر کیا گیا یہ کس کھاتے میں جائیگا؟ شیخ محقق تو چار سال کی عمر مبارک سے آپ کو نبی مان کر تحریر فرما رہے ہیں۔

حافظ ابی الفداء عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے شق صدر کے اس واقعہ کو آپ کے نبی ہونے کی علامت قرار دیا ہے چنانچہ تحریر فرمایا۔ رضاعہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من حلیمہ بنت ابی زؤیب السعدیہ وما ظہر علیہ من البرکۃ و آیات النبوة (البدایہ والنہایہ ۱-۲۵۴) اس عنوان کے تحت شق صدر کے واقعہ کو نقل فرمایا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ حافظ رحمہ اللہ کے نزدیک چار سال کی عمر میں ہونے والا شق صدر آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے، تعجب ہے محمد عمر حیات باوری کے مجدد عالی مرتبت پر جس نے تجدیدی رائے دیتے ہوئے نقل کیا کہ بار بار کاشق صدر اور غار حراء میں چلہ کشی ازالہ کثافت کے لیے تھی۔

عصمت نبوت کو لازم ہے عصمت ہے تو نبوت بھی ہے عصمت کو نبوت لازم نہیں تحقیقات نے لکھا کہ: حاصل کلام یہ ہوا کہ نبی کی ذات اقدس کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے لیکن یہ سمجھ لینا کہ جب سے عصمت ثابت ہوگی تب سے نبوت ثابت ہوگئی بالکل غلط اور بے بنیاد

سوچ ہے۔ (ص ۳۱۰)

توضیحا کہا جائے گا کہ: یہ امر محقق اور متفق علیہ ہے کہ نبوت کو عصمت لازم ہے، اور تمام انبیاء صغائر اور کبار سے معصوم ہیں، فقہ اکبر میں ہے: والانبیاء علیہم السلام کلہم منزہون عن الصنعاثر والکبار تمام انبیاء علیہم السلام گناہان صغیرہ اور کبیرہ سے معصوم ہیں، اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ثم هذه العصمة ثابتة للانبیاء قبل النبوة وبعدھا علی الاصح “ (شرح فقہ اکبر) انبیاء کرام کے لیے عصمت اظہار نبوت سے قبل اور اظہار نبوت کے بعد ثابت ہے اور یہی قول اور مذہب اصح ہے، ثابت ہوا انبیاء کرام اظہار نبوت سے پہلے اور بعد صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

امام اہل سنت امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: نظر اقتضاء آں میکند کہ تا یدو جوہ عصمت در حق انبیاء علیہم السلام افزوں ازاں ست کہ در حق ملائکہ زیرا کہ خلق بتابعیت انبیاء مامور اند بہ متابعت ملائکہ مامور نیستند نظر و فکر اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ انبیاء کرام کے حق میں وجوب عصمت کی تاکید ملائکہ کی عصمت سے زیادہ ہو کیونکہ مخلوق کو انبیاء کرام کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، فرشتوں کی اتباع کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، (المعتمد فی المعتقد - ۸۳) علامہ فضل اللہ التورپشتی رحمہ اللہ نے امام اہل سنت ابو منصور ماتریدی کا مذہب نقل فرما کر واضح فرمایا کہ انبیاء کرام اور فرشتوں کی عصمت میں اتباع اور اقتداء کے عنوان میں فرق ہے۔ بندوں پر لازم ہے کہ وہ قبل از نبوت اور بعد از نبوت انبیاء کے لیے عصمت کے واجب اور لازم ہوتے کا عقیدہ رکھیں، کیونکہ انہی نفوس قدسیہ نے اپنی بے داغ صورت و سیرت کو چیلنج کی صورت میں: اعلان نبوت کے مرحلہ پر عوام کے سامنے پیش کرنا ہے اس لیے اس کے ماضی اور مستقبل کا معصوم ہونا لازم اور واجب ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عصمت نبوت کے لیے بدرجہ وجوب لازم ہے، اور اصول یہی ہے کہ لازم کا تحقق، ملزوم کے تحقق کو مستلزم ہوتا ہے، عصمت عرض لازم ہے، وجود معروض کے بغیر اس کا تحقق اور وجود ناممکن ہے، ماننا پڑے گا کہ جہاں مخلوق انسانی میں عصمت ہوگی وہاں نبوت ہوگی، عام مخلوق میں چونکہ عصمت کا وجوب اور لزوم نہیں اس

لیے نبوت بھی نہیں، امام اہل سنت ابو شکور سالمی رحمہ اللہ نے عصمت انبیاء کے وجوب پر حدیث متی و جہت لک النبوة سے استدلال فرمایا ہے۔ کہ نبی محترم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کس وقت نبی تھے، فرمایا میں اس وقت نبی تھا کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے، اس کے معنی یہ ہیں کہ انبیاء کرام کے لیے عصمت قبل وحی واجبات ضروریہ سے ہے اور بعد وحی تو بطریق اولیٰ عصمت ضروری ہے۔ (تمہید۔ ص ۱۶۷)

امام نے وجوب عصمت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا: جس شخص پر وحی نازل کی جائے تو نہ صرف جواز بلکہ واجب ہے کہ وہ وحی سے پہلے بھی معصوم ہو، اس لیے کہ جو چیز جواز میں ہے تو اس میں نبی، غیر نبی امتی سب مساوی ہیں، کہ جائز ہے کہ وہ معصوم ہو اور جائز ہے کہ معصوم نہ ہو، تو عصمت انبیاء بطریق وجوب ثابت ہوگئی نہ کہ بطریق جواز، جب نبی قبل وحی واجب انعصمت ہوئے تو ثابت ہوا کہ وہ نبی تھے، اس لیے کہ غیر کا معصوم ہونا واجب نہیں۔ (ص ۱۶۷)

امام سالمی رحمہ اللہ کا کلام واضح ہے: جس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام وحی سے قبل معصوم ہوتے ہیں، اور یہ عصمت ان کے حق میں لازم اور واجب ہے عصمت کا واجب اور لازم ہونا ثابت کرتا ہے کہ وحی سے قبل وہ نبی ہوتے ہیں اگر نبی نہ ہوتے تو ان کے حق میں وحی سے قبل عصمت لازم اور واجب نہ ہوتی۔ وہو المراد۔

ہذا تحقیقات کا قبل وحی عصمت کو ماننا، اور اس کی بنیاد پر ثابت اور محقق نبوت کو نہ ماننا بالکل غلط اور بے بنیاد سوچ ہے، کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ عرض تو ثابت اور موجود ہو مگر معروض موجود نہ ہو۔ بقول تحقیقات اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نزول وحی سے قبل ولی ہوتے ہیں اور ان سے امور خارقہ للعادات کا ظہور ہوتا ہے، تو بھی عصمت کا وجود اور قول لازم ہے، کیونکہ امام سالمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نبی اظہار نبوت اور وحی سے قبل ولی ہوتا ہے یعنی لوگوں کے روبرو وہ ولی ہوتا ہے اگرچہ اللہ کے نزدیک تو اس وقت بھی نبی ہی ہوتا ہے۔ (ص ۱۸۰) ثابت ہوا کہ اظہار نبوت اور قبل وحی نبی معصوم کیوں ہے؟ اور اس سے کرامت کا ظہور اور صدور کیوں ہو رہا ہے؟ وہ صرف اس لیے

کہ وہ حقیقت میں اللہ کا نبی ہے اگر نبی نہ ہوتا تو اس سے کرامت کا ظہور ہوتا نہ وہ واجب العصمتہ ہوتا بہر صورت تحقیقات کا موقف بدیہی البطلان ہے۔

تحقیقات نے لکھا کہ: قابل فکر بات یہ ہے کہ اس عرصہ میں انبیائے کرام کو ولی نہ ماننا انبیاء علیہم السلام کا ادب و احترام ہو گا یا ان کی توہین ہو گی، کہ مقام ولایت تک بھی واصل نہیں۔ (ص۔ ۳۰۹)

توضیحا کہا جائیگا کہ، امام عبدالشکور السالمی رحمہ کی تمہید سے پہلے گزر چکا ہے کہ نبی کے لیے معصوم ہونا جائز نہیں بلکہ واجب ہے۔ اگر جائز ہو تو عصمت میں غیر نبی یعنی افراد امت بھی شامل ہو جائیں گے۔ اور ایسی صورت میں نبی کے لیے بطور عرض لازم عصمت کا ثبوت نہ ہو گا، نبی قبل از اعلان نبوت معصوم ہے۔ قبل از اعلان نبوت اسی لیے معصوم ہے کہ وہ نبی ہے وہ اپنی تخلیق میں ہی نبی ہے، اگر تخلیقی طور پر نبی نہ ہوتا تو معصوم بھی نہ ہوتا، ولی، ظہور ولایت سے پہلے معصوم ہے نہ بعد ظہور ولایت، ولی کا نور ولایت اصلی ذاتی، حقیقی نہیں، بلکہ اس کا نور، عارضی اور نبی کی تبعیت کی وجہ سے ہے، ولی کا نور اس کے زمانے کے نبی کا نور ہے، جو اتباع نبی کا فیضان ہے، غوث کبیر، عبدالعزیز الدباغ نے فرمایا: نور النبوة اصلی ذاتی حقیقی مخلوق مع الذات فی اصل نشأتها و لذا کان النبی معصوما فی کل احوالہ (جواہر البحار۔ جلد ثانی۔ ۳۶۳) معلوم ہوا نبی معصوم ہے کہ نور نبوت اس کی ذات کی پیدائش کے موقع پر ہی اس کو دیا گیا ہے، غوث کبیر نے ولایت اور نبوت کی حقیقت میں فرق بیان کرتے ہوئے مذکورہ کلام ارشاد فرمایا ہے جو دلیل بین ہے کہ نبی روز ولادت سے ہی نبی ہے، اس کی تائید تمہید کے حوالے سے پہلے آچکی ہے، نور ولایت چونکہ اصلی، حقیقی، اور ذاتی نہیں، بلکہ نبی کی اتباع اور اقتداء کا ثمر ہے، اس لیے ولی کا مقام ولایت سے معزول ہونا اور ولایت کا سلب ہونا جائز بلکہ امور واقعہ میں سے ہے، جبکہ نبی سے نبوت کا سلب ہوتا، اور نبوت سے نبی کا معزول ہونا محال ہے، امام ابو شکور السالمی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ نبوت انبیاء سے نزول وحی سے قبل ثابت ہوتی ہے تو بعد از وفات نبوت زائل نہیں ہوتی۔ (تمہید۔ ص۔ ۱۸۳)

پھر فرمایا ہم سب اس امر پر مجتمع اور متفق ہیں کہ نیند کے ساتھ انبیاء کی نبوت سلب نہیں ہوتی، اور نبوت سے معزول نہیں ہو جاتے۔ (ایضاً)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: تمام انبیاء گناہوں سے پاک، سچے، اور خدا کی طرف سے احکام پہنچانے والے تھے وہ اپنے منصب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوئے۔ (تکمیل الایمان - ص ۱۱۵)

پھر فرمایا: انبیاء علیہم السلام کبھی معزول نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ نے جو مراتب و درجات رسالت انہیں عطا فرمائے ہیں وہ ان سے کبھی نہیں چھینتا، رسالت موت کے بعد بھی قائم اور جاری رہتی ہے۔ (۱۱۴)

اولیاء کرام کے بارے میں فرمایا۔ اولیاء معزول ہونے کے خوف سے اور خاتمہ بالخیر کے لیے ہر وقت مقام خطر میں رہتے ہیں اگر ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا تو دلی ہیں۔ (تکمیل الایمان - ص ۱۱۴)

شرح عقائد میں ہے الانبیاء بمعصومون من خوف الخاتمة مکرمون بالوحی و مشاہدۃ الملک مامورون بتبلیغ الاحکام و ارشاد الانام (بحوالہ تحقیقات - ص ۳۷۸)

انبیائے کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، خاتمہ کا انہیں کوئی خوف نہیں ہوتا وحی کے نزول اور فرشتوں کو دیکھنے سے مشرف ہوتے ہیں، اور احکام کی تبلیغ اور لوگوں کی راہ نمائی پر مامور ہوتے ہیں۔

تعجب ہے جب اتنے فواصل ولایت اور نبوت کے درمیان موجود ہیں بلکہ اتنے مغارات اور مفارقات موجود ہیں تو انبیاء کرام کی ذوات مقدسہ کو منصب نبوت اور لوازمات نبوت سے معزول کر کے صف اولیاء میں کھڑا کرنا جائز اور فکر مجدد ہے۔

تحقیقات کے نزدیک آپ کی تین نبوتیں ہیں تضاد بیانی کی انتہاء

آپ ﷺ کو یا صرف اپنی ذاتی کے لیے اس وقت نبی ﷺ تھے حالانکہ یہ نبوت تو محل نہیں جو حکم ولایت میں ہے اور نبوت خفیہ و باطنیہ ہے، اور فقہ آپ ﷺ کی ذات تک محدود ہے۔ نہ تو یہ وہ نبوت ہوئی جو عالم ارواح میں آپ کو حاصل تھی اور ارواح انبیاء اور ملائکہ آپ ﷺ سے مستفید ہو رہے

تھے، اور نہ وہ نبوت اور ہوئی جو بعد میں آپ کو حاصل ہوئی الخ۔ (ص ۳۵۱)

تو ضحیٰ کہا جائے گا کہ: تحقیقات کے موید علی احمد سندھوی نے لکھا آپ ﷺ کو دو مرتبہ نبی اور دو مرتبہ رسول بنایا گیا ص۔ ۴۹، بقول تحقیقات جب آپ اپنی ذات کے لیے نبی تھے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا آپ پر وحی خفی ہوتی رہی اور کشف صادق ہوتا رہا۔ ثابت ہوا کہ وحی خفی اور کشف صادق سے آپ اپنی ذات کے لیے نبی تھے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا آپ پر وحی خفی ہوتی رہی اور کشف صادق ہوتا رہا۔ ثابت ہوا کہ وحی خفی اور کشف صادق سے آپ اپنی ذات کی تعلیم و تربیت فرماتے رہے، تو تحقیقات نے یہ کیوں اور کیسے لکھ دیا کہ: جبکہ ایک ہستی بنی ہے تو اس کے پاس لوگوں کے رشد و ہدایت اور اصلاح کا سامان نہیں تھا تو کم از اپنی تربیت کا سامان تو ہونا چاہیے تھا۔ ص ۲۳۸

تحقیقات کی بوکھلاہٹ کا یہ عالم ہے کہ پوری علمی طاقت اس پر صرف کر دی کہ چالیس سال سے پہلے نبوت نہیں ملتی چنانچہ سہیل احمد سیالوی نے لکھا۔ لیکن عالم اجسام میں بشمول سید عالم ﷺ کسی نبی کو بھی چالیس سال سے پہلے مقام نبوت پر فائز نہیں کیا گیا۔ (ص ۱۶)

محمد اقبال مصطفوی نے لکھا۔ چالیس سال کے بعد جبریل امین غار حراء میں سورۃ علق کی ابتدائی آیات کے ساتھ آپ ﷺ پر نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ منصب نبوت پر فائز ہوئے۔ (ص ۳۹)

تحقیقات نے لکھا، تو معلوم ہوا کہ دعویٰ نبوت اور اظہار معجزہ کے بغیر نبوت ثابت نہیں ہوتی، اور جب یہ دعویٰ پایا گیا اور معجزات اس دعویٰ کی تصدیق و تائید میں ظاہر ہوئے تو آپ کا مخلوق کی طرف مبعوث ہونا اور نبی و رسول ہونا متحقق ہو گیا ص۔ ۶۹

پھر لکھا کہ الغرض رسول ہو یا نبی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام شرعیہ کی تبلیغ دونوں کے لیے ضروری ہے۔ ص ۹۷

پھر غلام نصیر الدین سیالوی نے لکھا کہ محدثین کی اکثریت عالم ارواح میں بھی سرکار دو عالم ﷺ کو بالفعل نبی تسلیم نہیں کرتی، ص ۳۹۲

مندرجہ بالا تضادات سے لبریز عبارات یہ شہادت دے رہی ہیں، کہ تحقیقات اور اس کے تائیدگان کا بھی آپس میں اتفاق نہیں بلکہ اصل میں تحقیقات نے مختلف پینترے بدل کر اپنے موقف کو مکدر اور مشکوک بنا دیا ہے بلکہ اپنے ہی موقف کی تردید اور نقیض پیش کی ہے، اسی تحقیقات نے تحریر کیا ہے نیز نبی مکرم ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی ﷺ تھے اور ارواح انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام کو افادہ و افاضہ فرماتے رہے تو لباس بشریت میں ملبوس ہونے پر وہ نبوت سلب تو نہیں ہو گئی تھی۔ پھر لکھا وقتی طور پر پس پردہ چلی گئی۔ ص ۳۵۱۔

اب توجہ طلب معاملہ یہ ہے کہ غلام نصیر الدین نے کہا کہ محدثین کی اکثریت آپ ﷺ کو عالم ارواح میں بالفعل نبی نہیں مانتی، تحقیقات نے لکھا کہ آپ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے، ارواح انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ مستفید اور مستفیض ہوئے، غلام نصیر الدین نے ان محدثین کے نام نہیں بتائے اکیلے امام غزالی رحمہ اللہ نے اس میں تاویل کی ہے لیکن علماء نے ان کا تعاقب کیا اور ان کے موقف کو رد کر دیا۔ ہے، اور کون سے محدثین ہیں جو انکار کرتے ہیں۔

لیکن تحقیقات کی مجددانہ تحقیق انتہائی مضحکہ خیز ہے، کہ عالم ارواح والی نبوت بھی قائم، دائم اور مستمر ہے سلب نہیں ہوئی بلکہ لباس بشریت میں محبوس ہو کر مستور، اور پردہ خفا میں چلی گئی ہے، اس کے علاوہ ایک اور نبوت ہے جو خفیہ اور باطنیہ ہے، چالیس سال کے بعد ایک اور نبوت ملی ہے جو پہلی دو نبوتوں کے علاوہ ہے، یہ تین نبوتیں ہوں گی، جب پہلی دو نبوتیں موجود ہیں تو تیسری نبوت تحصیل حاصل نہیں؟

ثانیا: جب عالم ارواح والی نبوت موجود ہے گو کہ مستور ہے مگر موجود ہے تو چالیس سال کے بعد اعطائے نبوت کو محدود اور معلق کرنا خطائے فحش نہیں؟ اور چالیس سال سے قبل علی الاطلاق نبوت کی نفی اور انکار کرنا کس دلیل اور کس بنیاد پر؟

ثالثا: تین نبوتوں کے وجود اور نبوت پر کوئی نقلی دلیل موجود ہے؟

رابعا: تحقیقات نے لکھا کہ نبی کریم ﷺ کا لباس بشری ماں، باپ دونوں کے مادہ تولید کی

آمیزش سے تیار ہوا تھا لہذا وہ نسبتاً کثیف تھا اس لیے اس کی کثافت کو بار بار کے شق صدر اور چلہ نشی وغیرہ کے ذریعے جب لطیف کر دیا گیا اور حقیقت نور یہ کا ہم رنگ تب یہ منصب آپ کو سونپا گیا۔ (ص ۱۶۰)

معلوم ہوا چالیس سال کی تکمیل پر جو نبوت آپ کو دی گئی وہ عالم ارواح والی نبوت تھی کیونکہ وہ نبوت آپ کے لباس بشریت میں مستور کر دی گئی تھی، اور جب لباس بشریت آپ کی حقیقت نور یہ کا رنگ ہم صفت ہو گیا تو اسی نبوت مستورہ کو ظاہر فرمایا گیا۔ پھر بھی چالیس سال کے بعد کثافت جسمانی کے زائل ہونے پر عالم ارواح والی نبوت کا ظہور ہوا ہے، اعطائے نبوت نہیں ہوا، تحقیقات اور اس کے ہم نواؤں کا یہ قول کہ آپ کو چالیس سال کی تکمیل پر اعطائے نبوت ہوا ہے غلط ثابت ہوا ہے اور اگر عالم ارواح والی نبوت کا ازالہ کثافت کے بعد ظہور نہیں ہوا تو یہ نبوت کہاں گئی؟ کہ تیسری دفعہ الگ نبوت دی گئی۔ تحقیقات کا موقف ہے رسول اللہ ﷺ تین بار وصف نبوت سے مشرف فرمائے گئے ہیں۔

۱۔ عالم ارواح میں ارواح انبیاء اور ملائکہ کی تعلیم و تربیت کے لیے بالفعل نبی تھے، عالم اجسام میں یہ نبوت آپ کے لباس بشریت میں موجود مگر مستور رہی۔

۲۔ چالیس سال کے بعد آپ بالفعل نبی بنے اور کائنات کے لیے آپ کی بعثت ہوئی۔

۳۔ عالم ارواح، اور عام اشباح کے درمیانی عرصہ، یعنی ظہور قدسی سے لے کر چالیس سال کی عمر شریف کی تکمیل تک آپ کو نبوت خفیہ، باطنیہ حاصل تھی جو صرف اور صرف آپ کی ذات مقدسہ کی تعلیم اور تربیت کے لیے تھی، جب تحقیقات کے ہاں یہ تینوں نبوتیں مسلمہ ہیں تو چالیس سال سے پہلے کے دورانیے کے لیے علی الاطلاق آپ کے نبی نہ ہونے کا قول چہ معنی ادا رہا؟ امام انصیر الدین نے اکثر محدثین کے انکار کا بہانہ تراش کر عالم ارواح والی نبوت جس کو تحقیقات نے بالفعل تسلیم کیا ہے کا انکار کر دیا ہے، جبکہ سہیل احمد نے چالیس سال سے قبل دونوں نبوتوں کا انکار کر دیا ہے اور علی احمد سندیلوی نے دو مرتبہ نبی بنایا جاتا تسلیم کیا ہے۔ یہ تحقیقات اور اس کے ہم نواؤں کی بوکھلاہٹ ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر بچپن میں ہی الہامات ہوتے تھے

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔ وخواستہ کہ پستان چپ را نیز بدہم گرفت و نخورد، ابن عباس گفت کہ حق تعالیٰ در ابتدائے حال او را الہام عدالت کرد، و انصاف نگاہ داشت و دانست کہ او را اثر یکے است پس کہ حلیمہ باشد (مدارج النبوة۔ جلد دوم، ص ۲۰) حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو بایاں پستان بھی پیش کیا کہ آپ اس سے بھی دودھ پیئیں مگر آپ نے نہ پستان ہاتھ میں لیا اور نہ دودھ پیا، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، آپ کے ابتدائی حال میں ہی یہ الہام کر دیا تھا کہ عدل و انصاف کا خیال رکھیں، اور یہ بتا دیا تھا کہ آپ کا ایک حصہ دار اور بھی ہے اور وہ حلیمہ سعدیہ کا فرزند ہے۔

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ انتہائی صغریٰ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لے رکھی تھی، اور الہام کے ذریعے آپ کی تعلیم ہوتی تھی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان حدیث صحیح ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ روز ولادت سے ہی نبی ہیں۔ اور نبی ہونے کی وجہ سے انتہائی صغریٰ میں آپ کی تعلیم و تربیت بذریعہ الہام ہوتی تھی۔

حضرت شیخ نورالدین علی بن زین الدین ابی المواہب الشہیر بابن الخیرار رحمہ اللہ نے فرمایا: وهو صلى الله عليه وسلم مطبوع على الحق والخير و اخلاق الكرام الموافقة لما جاء به شريعته بالهام الله له من حين تشاء صغيراً (جواہر البحار، جلد ۳۔ ص ۸۷) آپ ﷺ کو حق اور خیر پر تخلیق فرمایا گیا اور ان اخلاق کریمہ پر جو آپ کی شریعت کا حصہ تھے، ان اخلاق کریمہ (عادت و خصائل) کا آپ کو الہام کیا جاتا تھا۔ کیونکہ بچپن میں ہی آپ پر الہامات ہونے لگے تھے۔ ان الہامات کے کئے جانے کا سبب آپ کا نبی ہونا تھا، اور اخلاق کریمہ سکھائے جانے کی وجہ بھی آپ کی نبوت تھی جو روز ولادت سے موجود آ رہی تھی، ان اخلاق کریمہ کی الہامی تعلیم آپ کی شریعت مطہرہ کی تعلیم تھی، اور شریعت مطہرہ کی تعلیم کا بنیادی اور مرکزی سبب آپ کا نبی ہونا تھا۔ اس صغریٰ میں آپ کے نبی ہونے پر کوئی استحالہ نہیں کیونکہ آپ کی ذات میں عالم ارواح والی نبوت کا دوام اور استمرار موجود تھا، تحقیقات نے بھی اس نبوت کے دوام اور استمرار کو متعدد بار دہرایا اور ذکر کیا ہے۔

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: فقد علم اتصاف حقیقتہ

صلی اللہ علیہ وسلم بالاولیاء الشریفة المفاصدة علیہ من الحضرة الالهية من اول
الامر قبل خلق كل شیء وانما تاخر اتصافہ بالاولیاء الوجودیة العینیة لجسده لما
وجد فی دنیا (جواہر البحار، جلد چہارم ص ۲۱۱)

معلوم ہو گیا کہ آپ کی حقیقت مقدسہ کا اوصاف شریفہ کے ساتھ موصوف ہونا جو آپ پر
بارگاہ الوہیت کی طرف سے فیضان کئے گئے تھے روز اول سے سب مخلوق سے پہلے ارزاں کئے گئے
تھے۔ ان کے تحقق خارجی اور وجود یعنی کو دنیا میں آپ کی تشریف آوری تک موخر کر دیا گیا، اور جب
آپ دنیا میں جلوہ گر ہوئے تو ان اوصاف سے آپ کو متصف کر دیا گیا۔ روز اول جو اوصاف اللہ تعالیٰ
کی بارگاہ ذوالجلال سے آپ پر فیضان کئے گئے ان میں آپ کا نبی ہونا، خاتم النبیین ہونا، رحمۃ
العالمین ہونا، وما ارسلناک الا کافته للناس اور کنت اول النبیین فی الخلق و آخرهم
فی البعث کا مدلول اور مصداق ہونا نمایاں ہیں۔ لیکن ان کا تحقق اور وجود ظہور خارج میں اس وقت
ہوا جب آپ دنیا میں جلوہ گر ہوئے، اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی نبوت اور رسالت خارجہ میں اسی
وقت متحقق اور موجود ہوئی جب آپ عالم اجساد میں موجود پائے گئے، لہذا آپ کی نبوت اور رسالت کا
خارج میں وجود اور ظہور اسی وقت ہوا جب آپ دنیا میں جلوہ گر ہوئے یہ کہنا کہ چالیس سال سے قبل
آپ کی نبوت کا وجود اور تحقق نہیں ان عرفاء کے کلام کی روشنی میں غلط اور بے بنیاد ہے۔ جب مندرجہ
بالا تمام اوصاف کا محل اور موصوف آپ کی ذات گرامی ہے، تو اصول کے مطابق دنیا میں آپ کی
موجودگی پر ان کا وجود خارجی اور تحقق ضروری ہوگا، ورنہ لازم آئے گا کہ ذات تو موجود ہو اور اوصاف
لازمہ للحقیقة الحمد یہ موجود نہ ہوں یہ محال ہے کیونکہ روز اول سے ہی ان اوصاف کا فیضان بارگاہ
خداوندی سے بطور لازم اور خاصہ آپ کے لیے ثابت ہے۔ جس کا سلب اور تخلف بھی محال ہے، جب
یہ اوصاف لازمہ ہینہ آپ کینذات کے لیے موجود اور ثابت ہیں تو صغریٰ میں آپ پر الہامات کا ہونا
لازمی فطری تقاضا ہے۔

مزید جب آپ اپنی حقیقت محمدیہ اور روح انور کے ساتھ لباس بشری میں آئے تو اوصاف کمالیہ منفردہ کا تحقق بھی ضروری اور بدیہی امر ہے کیونکہ شی کا ثبوت لوازم کے ساتھ ہوتا ہے، تحقیقات کے نزدیک بھی عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی۔

تحقیقات نے چالیس سال سے قبل آپ کی نبوت تسلیم کی ہے

تحقیقات نے لکھا کہ: حالانکہ عصمت لازمہ نبوت ہے نہ کہ لازمہ اعلان نبوت ص ۳۳۵ اور تفسیر کشاف کا حوالہ دیتے ہوئے نقل کیا کہ وفی الکشف فی قوله تعالى وما ينطق مزارعاً مع قوله سبحانه ماضل صاحبکم وما غوی ما يدل علی انه علیہ السلام حیث لم یکن له سابقه غواية وضلا، منذ تمیز و قبل تحنکھ واستنبائه لم یکن له نطق عن الهوی۔ ص ۳۳۵

صاحب کشاف نے ذکر فرمایا کہ وما ینطق عن الهوی قول باری تعالیٰ ہے اور مزارع کی حالت میں ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ کلام مجید میں آپ عی ماضی زمانہ کے لحاظ سے بھی ضلالت و غوایت کی نفی کی گئی ہے تو اس کا صریح مفہوم و مدلول یہی ہوا کہ محبوب کریم علیہ السلام والصلوٰۃ اس وقت بھی غوایت و ضلالت سے محفوظ و مامون، اور معصوم تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمیز میں تھے۔ (تحقیقات ص۔ ۳۵۵)

تحقیقات نے اعلان نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سن تمیز میں معصوم تسلیم کیا اور تحریر کیا ہے، سن تمیز ولادت کے بعد کا زمانہ ہے جس کو سن شعور کہا جاتا ہے، سن شعور میں جب آپ محفوظ، مامون، اور معصوم تسلیم ہوئے۔ تو آپ نبی تسلیم ہوئے۔ کیونکہ تحقیقات نے عصمت کو نبوت کا لازمہ قرار دیا ہے۔ جب لازمہ ثابت ہے تو ملزومہ بھی ثابت ہے اور وہ نبوت ہے، گویا تحقیقات نے عصمت کو لازمہ نبوت تسلیم کر کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت سے قبل مامون، محفوظ اور معصوم تحریر کر کے آپ کو اعلان نبوت سے قبل نبی تسلیم کیا ہے۔ تو پھر انکار کیوں؟ تحقیقات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل از بعثت نبوت کی نفی پر آیہ کریمہ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان سے استدلال کیا ہے کہ عالم اشباح میں نزول

وحی سے پہلے آپ کو ایمان اور کتاب کا علم نہ تھا، جب وحی آئی تو علم ہوا، وحی چالیس سال کے بعد آئی لہذا آپ کو نبوت بھی چالیس سال کے بعد دی گئی ہے نزول وحی سے قبل دعویٰ نبوت غلط ہے۔
(ص ۳۲۱)

توضیحا کہا جائے گا کہ: شیخ ابراہیم الکورانی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ العارف القشاشی سے نقل فرمایا: واما ان كان المداد بالزمان المشار اليه بما كنت تدري الى آخره هو الزمان السابق على الوحي المنزل عليه في عالم الاشباح حين بعثه الله للناس رسولا فالاية انما تدل على انتقاء التذکر لوقوع الميثاق وانه متى كان وكيف كان لا على علم الضروري بالتوحيد

اگر ما کنت تدري ما الكتاب ولا ایمان سے مراد یہ ہو کہ عالم اجساد میں نزول وحی سے قبل آپ کو کتاب اور ایمان کا علم نہ تھا اور آپ ﷺ کو جب رسالت دیکر لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا اور وحی نازل کی گئی تو علم ہوا۔ تو کتاب و ایمان سے لاعلمی اور عدم درائیہ کا معنی یہ ہو گا کہ آپ کو ميثاق کے واقعہ کا علم نہیں، کہ وہ کب ہوا، اور کیسے ہوا تھا، اس عدم درایت سے یہ مراد نہیں کہ آپ سے توحید کے علم ضروری کی نفی کی گئی ہے۔ کہ آپ کو توحید کا ضروری علم بھی نہ تھا۔

آگے فرمایا: اما الثاني فلان انتفائه لا يستلزم ما لا يليق بمنصب الانبياء۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس سے مراد یہ ہو کہ آپ سے درایت ایمان کی نفی کی گئی ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ ﷺ کو توحید کا علم ضروری بھی نہ تھا تو یہ غلط ہے اور انبیاء کرام کی شان رفیع اور مقام قرب کے خلاف ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے انبیاء کو توحید کے ضروری علوم کا حصول نہ ہو، پھر فرمایا: فلان الايمان هو التصديق المخبر فيما اخبر به وقد صرح ان الله تعالى اخبرهم اذا اخذ منهم الميثاق بانه لا اله غيره ويتصدق الرسل فافروا اي فامنوا وصدقوا فقد تحقق الايمان وقد قال ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان۔ فلو كان تذکر وقوع الميثاق وانه كيف كان ومتى كان متحققا عنده الا صلى الله عليه وسلم في عالم الاشباح قبل الوحي كان

داريا ما الايمان لكن الله قد نفى ان يكون يدري بالايمان فلم يكن وقوع الميثاق وانه متى كان وكيف كان متحققا في تذكره صلى الله عليه وسلم قبل الوحي مع تحقيق العلم الضروري بالتوحيد متحققا مستمرا من اول ظهوره الى حين بعثه رسولا ابداً بلا تخلل جهل ولا طور شك ولا عروض شبهة لافي زمان قليل ولا كثير ولا طويل ولا قصير ايمان اس خبر کی تصدیق کا نام ہے جو مجرب دے رہا ہے اور یہ بات صحیح ہے کہ اللہ نے انبیاء کرام کو بوقت اخذ ميثاق یہ خبر دی تھی وہی اللہ ہے اس کے بغیر کوئی معبود نہیں، اور یہ بھی بتایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، تمام انبیاء نے اقرار کیا یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور تصدیق کی ان کا ایمان متحقق ہو گیا، اس وقوع ميثاق کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان رسول الله ﷺ کو نزول وحی سے قبل اس اخذ ميثاق کی یادداشت نہ تھی، نزول وحی کے ذریعے اس کی یاد کرائی گئی، یادداشت نہ ہونے کے باوجود بھی آپ، اور دیگر انبیاء کرام کو توحید کا ضروری علم حاصل تھا، اور یہ علم بالتوحید، روز ازل سے لے کر آپ کی بعثت تک بطریق دوام اور استمرار موجود اور متحقق تھا، لاعلمی خلل انداز تھی نہ شک طاری تھا، زمانے کی قلت اور کثرت شبہ سے پاک تھی، خواہ زمانہ دراز ہو یا مختصر ہر لمحہ علم توحید آپ ﷺ کو حاصل تھا۔

ميثاق دو قسم ہے، ميثاق توحید، اور ميثاق نبوت، فرمایا: فكما ان انتفاء التذکر وقوع التوحيد لا ينافي علم الضروري بالتوحيد كذلك انتفاء التذکر وقوع ميثاق النبوة لا ينافي علم الضروري بالتوحيد بما اوحى اليه مما يتعبد به في نفسه قبل ان يرسل الى الناس رسولا (جو آہن البجاء، ثالث شير، ص ۳۵۸) جس طرح ميثاق توحید کی عدم یادداشت توحید کے علم ضروری تھنے منافی نہیں اسی طرح ميثاق نبوت کی عدم یادداشت علم توحید کے منافی نہیں، کیونکہ لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے جانے سے قبل بھی آپ پر وحی ہوئی ہے اور اس وحی کی روشنی میں آپ ﷺ عبادت بدنی فرماتے تھے۔

شیخ عارف باللہ قشاشی کے کلام سے واضح ہوا کہ الکتاب سے مراد، ميثاق ہے، ميثاق دو قسم

ہے۔ میثاق تو حید اور میثاق رسالت، آئیہ کریمہ میں یہ بتایا گیا کہ نزول وحی سے قبل واقعہ میثاق کی تفصیلات کا آپ کو علم نہ تھا کہ وہ کب ہوا۔ اور اس کی کیفیت اور حالت کیا تھی؟ وحی کے ذریعے آپ کو واقعہ میثاق کی تفصیلات بتادی گئی ہیں۔

الایمان سے مراد روز میثاق میں تو حید باری تعالیٰ کا اعلان اور انبیاء کرام کی تصدیق ہے۔ یعنی روز میثاق میں اللہ وحدہ شریک نے اپنے معبود یکتا ہونے کا انبیاء کرام کے سامنے اعلان فرمایا اور انبیاء کرام نے اس کی تصدیق کی اور اقرار کیا۔ آئیہ کریمہ میں بتایا گیا کہ نزول وحی سے قبل اس میثاق کا آپ کو علم نہ تھا، کہ وہ میثاق کیا تھا اور کب ہوا؟ ہم نے آپ کو بذریعہ وحی بتایا ہے۔ گو آپ سزا شدہ ظلم میثاق کے زمانہ اور کیفیت سے پوری طرح واقف اور باخبر نہ تھے، لیکن اس کے باوجود آپ کو تو حید کا ضروری علم حاصل تھا، کیونکہ آپ روز اول سے ہی نبی تھے، روز اول سے لے کر بعثت تک کے زمانوں میں ہر آن، اور ہر ساعت میں آپ کو علم تو حید بغیر کسی شک و شبہ کے بطریق دوام و استمرار حاصل رہا ہے کیونکہ آپ پر وحی کی جاتی تھی، اور آپ اس وحی کے مطابق عبادت فرماتے تھے، علامہ شیخ عارف باللہ قشاشی نے روز اول سے لے کر بعثت تک کے تمام ادوار میں ایک لمحہ نفی کئے بغیر تسلسل، دوام اور استمرار کے طریقہ پر تو حید کا ضروری علم ثابت کیا ہے، اور ظہور قدسی سے لے کر بعثت تک کے چالیس سالہ عرصہ میں نزول وحی کو ثابت کیا ہے، علامہ سید محمود آوسی رحمہ اللہ نے وحی کے بغیر نبوت کو تسلیم نہیں کیا، اور اجماع امت ہے کہ نبوت کے لیے وحی کا آنا لازم اور شرط ہے، جب چالیس سال تک آپ پر وحی آتی رہی اور آپ اس کے مطابق عبادت کرتے رہے، اور علوم تو حید بھی حاصل رہے، جب وحی ہے اور علم تو حید بھی ہے، اور وحی کے مطابق عبادت بھی موجود ہے تو نبوت کیوں نہیں؟ وحی، علم تو حید تو لازماً نبوت ہیں یہ کیسے قابل جزم و یقین ہے کہ نبوت کے لوازمات تو موجود ہوں مگر نبوت نہ ہو۔

علامہ سید محمود آوسی رحمہ اللہ نے ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان کی تفسیر میں فرمایا: والدراية المنفية اذ كان عليه الصلوة والسلام في كينوته قبل اخراجه منها تجلى كينوته عز وجل والا فهو صلى الله تعالى عليه وسلم نبى ولا آدم ولا ماء

ولاطین ولا یعقل نبی بدون ایحاء (روح المعانی جز ۲۵- ص ۶۳) نبی کریم ﷺ سے درایت کی نفی اس حالت میں کی گئی ہے جب آپ حالت تخلیق میں تھے یعنی عالم حدوث میں تھے، اللہ عزوجل نے اپنی تجلی کے نفس نور سے آپ کو اس عالم سے نکالا نہیں تھا، ورنہ آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے، جب آدم تھے نہ پانی اور نہ مٹی، جب آپ اس وقت نبی تھے تو آپ پر وحی آتی تھی، بغیر وحی کے نبوت کیسے ہو سکتی ہے؟ ملامہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ۔ آپ سے درایت کی نفی کا زمانہ وہ ہے جب آپ عالم تخلیق اور حالت حدوث میں تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے نور کی تجلی سے نوازا نہیں تھا، یہ زمانہ مخصوص ہے جو زمانہ تخلیق و حدوث ہے جب بعد از حدوث و تخلیق آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی تجلی سے سرفراز فرمایا، تو کتاب و ایمان کی علمی دولت میسر آ گئی، جب تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے آپ نبی ہیں تو آپ کتاب و ایمان کی درایت سے مالا مال ہیں کیونکہ آپ پر وحی آتی رہی ہے، جس کے ذریعے آپ کو کتاب و ایمان کی درایت دی گئی ہے اور تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے دی گئی ہے، آئیہ مقدسہ سے چالیس سال سے قبل نبوت نہ ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے فرمایا: ما کنت تدری ما الکتاب ای القرآن ولا الایمان ای الصلوٰۃ۔ آپ نزول وحی سے پہلے، قرآن اور نماز کا تفصیلی علم نہیں رکھتے تھے۔

پھر فرمایا: مضاف مقدر ہے اصل یوں ہے ”ما کنت تدری ما الکتاب و من اهل الایمان یعنی من ذالذی ہو من و من ذالذی لایو من“ آپ کتاب اور ایمان لانے والوں کی درایت نہیں رکھتے۔ یعنی کون ایمان لائے گا اور کون نہیں؟ پھر فرمایا۔ حین کنت طفلا فی المہد جب آپ زمانہ طفولیت میں پنگھوڑے میں تھے اس وقت آپ کو کتاب اور ایمان کی درایت نہ تھی، امام رازی رحمہ اللہ کی تفاسیر سے ثابت ہوا کہ زمانہ طفولیت میں آپ کو کتاب اور ایمان کی درایت نہ تھی۔ یہ زمانہ وہ ہے جب آپ مہد میں تھے، یہ زمانہ مخصوص ہے، خاص سے عام پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، لہذا یہ دلیل دنیا کہ چالیس سال سے قبل چونکہ الکتاب اور ایمان سے درایت کی نفی کی گئی ہے لہذا آپ چالیس سال سے قبل نبی نہیں تھے بالکل غلط استدلال اور بے بنیاد سوچ ہے، بلکہ امام نے یہ بھی کہا ہے

کہ آئیہ کریمہ میں تفصیلات کی نفی ہے اور اس کا مفہوم یہ بھی ہے نزول وحی سے قبل آپ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت دلائل سمعیہ کی وجہ سے حاصل نہ تھی، بہر حال یہاں علی الاطلاق، اور کلی طور پر درایت کی نفی نہیں بلکہ مخصوص وقت میں اور تفصیلات کی نفی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے تو آپ ﷺ کے لیے دو سال کی عمر میں عرفان حکم، سوجھ بوجھ اور فہم کو اولیت کی بنیاد پر تسلیم کیا ہے، جس کا مفاد یہ ہے زمانہ طفولیت میں درایت کتاب اور درایت ایمان کی نفی ہے۔ لیکن یہ نفی بھی علی الاطلاق نہیں بلکہ درایت تفصیلی کی نفی ہے۔

قرآن میں خطاب کے طریقے

علامہ التورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: خطاب با پیغمبر ﷺ در قرآن پر سہ وجہ یافتہ می شود یکے آنکہ خطاب باوے باشد، و مراد اوے باشد و بس، یکے آنکہ خطاب باوے باشد و مراد اوے باشد و امت وے، یکے آنکہ خطاب باوے باشد و مراد امت باشد، آئیہ ما کنت تدری ما الکتاب، و وجدک ضالافھدی از قسم است کہ خطاب یاوی است و مراد ازاں امت اند، (المعتمد فی المنتقد - ص ۱۰۹) قرآن مجید میں جو خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہوا ہے وہ تین وجہ پر ہے ”یعنی قرآن حکیم میں آپ ﷺ کو تین طریقوں سے مخاطب فرمایا گیا ہے۔

- ۱۔ مخاطب بھی آپ ﷺ ہیں۔ اور اس سے مراد بھی صرف آپ ہی ہیں، امت شامل نہیں۔
- ۲۔ مخاطب بھی آپ ہیں، مگر مراد آپ اور آپ کی امت ہے۔
- ۳۔ مخاطب آپ ہیں مگر مراد آپ کی امت ہے آپ نہیں ہیں۔ (ﷺ) اور آیت ما کنت تدری ما الکتاب اور وجدک ضالافھدی میں مخاطب آپ ﷺ ہیں اور مراد آپ کی امت ہے، آپ نہیں ہیں۔

علامہ التورپشتی نے استدلال قرآنی سے تیسری وجہ کو تقویت اور ترجیح دیتے ہوئے نقل فرمایا، چنانچہ باوے گفت مادر و پدر را مگواف و بسرشان باز مزن وخن یا نشان یکنو گوئی۔ فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریمما جیسا کہ آپ ﷺ سے فرمایا گیا ان کو اف تک نہ کہو۔ ان سے سخت

برتاؤ نہ کرنا، ان سے نرم انداز میں گفتگو کرنا، و معلوم است اگرچہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے لیکن اس سے مراد آپ نہیں ہیں۔ زیرا کہ پیش ازین خطاب بسا لہا مادر و پدر او نمائدہ بودند، اس لیے کہ اس خطاب سے کئی سال پہلے آپ ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما دنیا میں: موجود نہیں تھے، آگے فرمایا۔ و دیگر آنکہ مما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان یعنی نئے دانستی کہ کتاب چہ باشد، یعنی علم کتاب و احکام او ورنہ ایمان یعنی شعب ایمان و شرائع آن برتوبیا نکردیم نمی دانستی نہ آنکہ نئے شناختی (ص۔ ۱۰۹-۱۱۰) اور دوسرا یہ کہ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان کا معنی یہ ہے کہ آپ کو کتاب اور اس کے احکام کا علم نہ تھا، اور نہ ہی اجزائے ایمان اور اس کے شرائع کا علم تھا، یہ ہم نے تجھے سکھلا دیئے ہیں۔ (یعنی ان تمام چیزوں کا علم ہم نے آپ کو سکھا دیا ہے، اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ نے خدا کو شناخت نہیں کیا۔ معلوم ہوا آئیہ کریمہ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان میں درایت کلی تفصیلی کی نفی ہے مطلق درایت اور مطلق عرفان خداوندی کی نفی نہیں تاکہ آئیہ کریمہ سے چالیس سال سے قبل آپ کے نبی نہ ہونے پر استدلال کیا جائے۔

ثانیا۔ جب علمائے محققین نے آئیہ مقدسہ کے متعدد محمل اور معانی نقل فرمائے ہیں تو ایک معنی اور ایک محمل کا سہارا لے کر چالیس سال سے قبل آپ کو نبی نہ ماننا کہاں کا علمی انصاف ہے؟ اگر دو، تین سال کی عمر میں دیگر انبیاء میں سے بعض کو حکم اور معرفت باری تعالیٰ، اور تو حید باری تعالیٰ کی تصدیق و ایقان ہو کر ان کی نبوت کی دلیل ہو سکتی ہے تو یہ شرف رسول اللہ ﷺ کو کیوں ارزاں نہیں ہو سکتا، جبکہ تمام انبیاء کرام کے انوار آپ کے نور کا فیضان اور آپ کی ذات، ذوات انبیاء کے لیے مبداء فیض ہے، نیز آپ کا فرمان ذی شان ہے کہ قیامت کے دن تمام انبیاء اور رسل میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے تمام انبیاء رسل اور ان کی امتیں آپ کی امت ہیں، آپ کا فرمان ہے، انا سید ولد آدم ولا فخر تو ان حقائق کی موجودگی میں دو، تین سال کی عمر میں آپ کے لیے نبوت اور لوازمات نبوت کو ثابت کرنا تسلیم کرنا کوئی محال نہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ کے نزدیک چالیس سال سے قبل نبوت ہے اور

چالیس سال کے بعد بعثت ہے

تحقیقات نے روح المعانی کا یہ اقتباس نقل کیا: ربما يقال بما علمه صلى الله عليه وسلم لا على ذلك الوجه من شرع من قبله انه صلى الله عليه وسلم لم يزل موحا اليه وانه عليه الصلوة والسلام متعبدا بما يوحى اليه الا ان الوحي السابق على البعثة كان اللقاء ونفثا في الروح اما عمل بما كان من شرائع ابيه ابراهيم عليهم السلام الا بواسطة ذلك اللقاء واذ كان بعض اخوانه من الانبياء عليهم السلام قد اوتى الحكم صيا بن سنتين او ثلاث وهو عليه الصلوة والسلام اولى بان يوحى اليه ذلك النوع من الایحاء صیبا ایضا ومن علم مقامه صلى الله عليه وسلم وصدق بانه الحبيب الذي كان نبيا و آدم بين الماء والطين لم يستبعد ذلك (روح المعانی ج ۲۵ ص ۵۶، ۵۷، تحقیقات ص ۳۱۸) اور بسا اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عبادت کرنا، اس طریقہ پر نہ تھا جس طریقہ پر آپ نے انبیاء سابقین کی شرائع کا عمم حاصل کیا، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ سے وحی کا نزول ہوتا رہا ہے، اور بے شک آپ اس کے مطابق عبادت فرمانے والے تھے، جس کی آپ کو وحی کی جاتی تھی، مگر بعثت سے قبل آپ پر جو وحی کی جاتی تھی وہ دل میں القاء اور روح میں نفث کے قبیل سے تھی، یعنی الہام کے قبیل سے، اور آپ نے اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شرعی اعمال پر بھی اسی القاء اور نفث روحی کے مطابق عمل فرمایا اور جبکہ بعض انبیاء بھائی بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں عرفان حکم اور سو جھ بوجھ اور فہم دین عطا کئے گئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے کہ آپ کو بھی بچپن میں ہی اس قسم کی وحی اور القاء قلبی اور الہام روحانی کیا جاتا، اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا داد مرتبہ مقام کو جان چکا ہو اور اس امر کی تصدیق کر چکا ہو کہ وہی حبیب ہیں جو اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے بین بین تھے، تو وہ اس طرح کے القاء اور نفث قلب اور الہام روحی کو آپ کے حق میں بعید نہیں سمجھے گا۔

علامہ آلوسی کی مذکورہ اس کلام سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ آپ ﷺ نے انبیاء سابقین کی شرائع کا علم وحی کے ذریعے حاصل کیا، اور آپ وحی کے مطابق عبادت گزار رہے۔

۲۔ آپ کی بعثت سے قبل ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر جو آپ نے عمل کیا بذریعہ وحی کیا۔ مگر وہ وحی، اللقاء کی صورت میں تھی۔

۳۔ بچپن کی عمر میں (دو، تین سال کی عمر میں) اس وحی کا (القاء) کیا جانا بطریق اولیٰ پایا جانا ضروری ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو آپ اللہ کے حبیب ہیں، دوسرا یہ کہ آپ عالم ارواح سے نبی حبیب ہیں۔ توضیحاً کہا جائے گا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی بھی نبی کی شریعت کے پیروکار نہ تھے، یہ جمہور کا قول ہے بعض علماء کا قول ہے کہ آپ شریعت ابراہیمی کے پیروکار تھے، اور وہ شرائع وحی کے ذریعے آپ کو تعلیم کی جاتی تھیں۔ علامہ نے رہما یقال سے اس قول کو نقل فرمایا، اور یہ وضاحت فرمائی کہ آپ پر وحی ہوتی رہی ہے۔ جس پر لم یزل موحی الیہ کا جملہ دال ہے پھر بھی آپ کا نبی ہونا ثابت اور متحقق ہے، کیونکہ وحی نبی کو آتی ہے علامہ نے بعثت سے قبل آپ پر جو وحی آتی رہی ہے اس کو اللقاء کا نام دیا ہے، اللقاء سے اس وحی کو موسوم کر کے صراحت فرمادی کہ آپ بعثت سے قبل بھی نبی تھے اور اللقاء کی صورت میں آپ پر وحی کی جاتی تھی تحقیقات نے اس اللقاء کو القاء قلبی، اور الہام روئی تحریر کیا ہے اور یہ بھی خاصہ نبوت ہے، چنانچہ علامہ التورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نبی آنکہ آواز میشود یا ملہم گردد، یا خواب بنید (المعتمد فی المعتمد ص ۹۲)۔

وہ نبی ہے جو غائب کی آوازوں کو سنے، یا اس کو الہام ہو یا سچے خواب دیکھے جب آپ ﷺ بقول تحقیقات بعثت سے قبل ملہم ہیں تو پھر آپ ﷺ نبی ہیں الہام وحی کی قسم ہے وحی نبی پر آتی ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ بھی بعثت سے قبل آپ کو نبی مانتے ہیں، علامہ کا کلام اس بات کی صراحت ہے کہ علامہ چالیس سال سے قبل نبوت، اور چالیس سال کے بعد بعثت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

تحقیقات نے لکھا کہ لیکن آپ کی عبادت قبل از نبوت کے بارے میں راجح امر یہی ہونا موزوں اور مناسب ہے کہ وہ مل ابراہیم علیہ السلام کے دین اور شرع کے مطابق ہوا کرتا تھا، کیونکہ

آپ ان کی اولاد میں سے ہیں اور سارے عرب ہی ان کے دین پر عمل کرنے کے مکلف تھے تو آپ اس کی خلاف ورزی کیونکر کر سکتے تھے۔ (ص ۳۱۷)

توضیحا کہا جائے گا کہ: بعض علماء کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث اور تابع غور رہا کہ آپ کی عبادت کس نبی کی شریعت کے تابع تھی۔

لیکن جمہور نے ان کے اس قول کو مسترد فرماتے ہوئے یہ قرار دے دیا کہ آپ کسی نبی کی شریعت کے پیروکار نہ تھے بلکہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ظاہر آنست کہ از جانب حق نور رشد و ہدایت در دل مے تافتہ بود کہ ہاں مقرب و مرضی در گاہ اجمل مے آید بے اتباع شریعتے۔ (اشعۃ الممعات، جلد چہارم۔ ص ۵۰۶)

کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رشد و ہدایت کا ایک نور آپ کے دل اقدس میں درخشاں اور تابندہ تھا۔ جس نور کے مطابق آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیام کرنے والا، اور اللہ کی مرضی کے مطابق ہونے والا عمل فرماتے تھے، اور آپ کسی شریعت کے تابع نہ تھے، تعجب ہے کہ تحقیقات نے آپ کی عبادت شریفہ کو شریعت ابراہیمی کے تابع کیسے تسلیم کیا؟ اور اعمال میں عربوں کے اعمال کا خوشہ چیں کیوں اور کیسے قرار دیا؟ شیخ محقق کا منصفانہ، محققانہ قول نظر سے نہیں گزرا؟ شیخ محقق رحمہ اللہ نے رشد و ہدایت کے اس نور کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو شوق صدر کے موقعہ پر نور نبوت اور نور حکمت کی صورت میں آپ کے قلب مقدس میں رکھ کر مہر لگائی گئی تھی، یہی وہ نور نبوت تھا جو چار سال کی عمر شریف میں قلب مقدس میں رکھا گیا، جس نے آپ کی ذات مقدسہ کو عصمت و طہارت کا نمونہ بنایا جس نے بہشت تک کے تمام شب و روز کو اپنی لپیٹ میں لے کر اعمال حسنہ، اور افعال مرضیہ کا خور بنایا۔ مزید برآں آپ سنی غیلم شریعت ابراہیمی کے مقلد اور پابند ہوتے تو ایک مدت تک اسے اخیل کیا یہ اسلام کو آپ کا مصاحب اور تعظیم و تربیت پر کیوں مامور فرمایا جاتا؟ شیخ محقق رحمہ اللہ نے اس کا تذکرہ درج النبوت جلد دوم ص ۳۳ پر فرمایا ہے، اور علامہ التورپشتی نے اپنی مشہور عام کتاب المعتمد فی الاعتقاد ص ۹۳ پر اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

سید محمود آلوسی کے نزدیک نفس نبوت کے لیے چالیس سال کی قید نہیں بلکہ بعثت کے لیے ہے

مندرجہ بالا شواہد کی موجودگی میں تحقیقات کا موقف مردود اور غلط ہے۔ تحقیقات نے لکھا کہ۔
سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے بحیراراہب کے آپ کے متعلق نبوت کے انکشاف والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: فوق فی قلبہ تصدیقہ فلم یفارقہ فی سفر ولا حضر فلما نبی وھو ابن اربعین سنة آمن بہ وھو ابن ثمانية وثلاثین (روح المعانی۔ جلد ۲۶۔ ص ۱۸) آپ کے نبی ہونے کی تصدیق ابوبکر صدیق کے دل میں پیدا ہو گئی۔ پھر آپ سفر و حضر میں رسول اللہ ﷺ سے جدا نہیں ہوتے تھے، تو جوں ہی آپ کو نبی بنایا گیا آپ کی عمر چالیس سال تھی تو ابوبکر آپ ایمان لے آئے جب کہ آپ کی عمر اڑتیس سال تھی۔ (ص ۳۳۳) تحقیقات نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ علامہ موصوف کی اس عبارت سے بھی واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ بحیراراہب نے مستقبل میں آپ کو عطا ہونے والے منصب کی حضرت صدیق کو خوشخبری سنائی تھی، نہ کہ اس وقت نبی ہونے کی (ص ۳۳۴) توضیحاً کہا جائے گا کہ: سفر شام جو بارہ سال کی عمر شریف میں ہوا، ابوموسیٰ سے مروی حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے راہب نے جو الفاظ کہے وہ یہ ہیں۔ ہذا سید العالمین، ہذا رسول رب العالمین، دو جملے اسمیہ خبریے ہیں، پھر کہا: بعثہ اللہ رحمۃ للعالمین یعنی اس وقت یہ نبی ہیں، ابھی ان کا مبعوث ہونا باقی ہے، ان کی بعثت بحیثیت رحمۃ للعالمین ہوگی۔

قافلہ میں شریک عمر رسیدہ اور قریش کے بڑوں نے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ نبی ہیں اور ان کی بعثت ہوگی؟ بحیراراہب نے کہا، میں نے دیکھا کہ درخت اور پتھر ان کو سجدہ کر رہے تھے۔ لم یبق شجر ولا حجر الا خر ساجدا ولا یسجد الا للنبی درخت اور پتھر نبی کے علاوہ کسی بھی شخص کو سجدہ نہیں کرتے، بحیراراہب نے آپ کے نبی ہونے کی حسی دلیل دیکھی، اور واقعاتی معجزہ دیکھا، مہر نبوت کا بھی بتایا۔ پھر اشیاخ قریش کے روبرو اس کا معائنہ بھی کیا، شجر و حجر کا سجدہ

کرنا امر عادی نہیں خارق لعادة ہے، یہ معجزہ اور دلیل ہے، جو آپ کے نبی ہونے کو ظاہر اور ثابت کرتے ہیں۔ بلکہ شیخ محقق نے تحریر فرمایا ہے کہ۔

نیز آمدہ است کہ چوں قافلہ بعقبہ جل آمد بحیراز ہر شجر و مدرشنید کہ میگوید السلام علیک یا رسول اللہ و دید بشانہ مبارک آنحضرت مہر نبوت بہیاتی کہ در کتب سماویہ خواندہ بود دید و بوسید (مدارج - جلد دوم - ص ۲۶)

اخبار میں یہ بھی آیا ہے جب قافلہ عقبہ جل کے پاس آیا تو بحیرا راہب نے اپنے کانوں سے سنا کہ ہر شجر و حجر یہ کہہ رہا تھا۔ السلام علیک یا رسول اللہ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو اسی شکل و صورت میں دیکھا جو اس نے آسمانی کتابوں میں پڑھی تھی، مہر نبوت دیکھی اور اس کو بوسہ دیا، معجزات کی ان تصریحات کو دیکھ کر یہ کہنا کہ بحیرا نے اس وقت نبی ہونے کی خبر اور اطلاع نہیں دی تھی بلکہ آئندہ نبی ہونے کا بتایا تھا کس قدر تجاہل عارفانہ ہے، شیخ محقق رحمہ اللہ کے کلام حقیقت ترجمان سے تحقیقات کا یہ موقف بھی غلط ثابت ہوا کہ مہر نبوت نزول وحی کے موقع پر لگائی گئی تھی۔ (ص - ۳۶۸)

بحیرا راہب کے ایمان لانے کے بارے میں شیخ رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا: دید و بوسید آن را پس ایمان آورد بحیرا با آنحضرت و تصدیق نمود و اقرار کرد بہ نبوت وے پس وے کیے ازاں کسانست کہ ایمان آوردند با آنحضرت الخ (مدارج جلد دوم - ص ۲۶)

بحیرا راہب نے مہر نبوت کو دیکھا اور اس کو بوسہ دیا، پھر ان تمام امور کے ملاحظہ کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیرا ایمان لایا اور آپ کے نبی ہونے کی تصدیق کی اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا پس بحیرا راہب ان لوگوں میں سے ایک ہے جو دعوی نبوت سے قبل آپ پر ایمان لائے شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک بحیرا راہب مومن ہے، اگر اس وقت نبی نہیں تھے اس نے تصدیق - اقرار کیوں کیا؟ اور وہ مومن کیسے ہوا؟ جبکہ امام اہل سنت ابو شکور سالمی رحمہ اللہ نے فرمایا: و اجمعنا جمیعاً علی انہ لا یجوز الا یمان قبل الوحی والدعوی ولا یسمی نبیا الخ (تمہید بحوالہ تحقیقات - ص ۳۰۶)

ہم تمام علمائے کلام، اور علمائے اہل سنت کا اس امر پر اجماع ہے کہ نزول وحی سے قبل اور دعوی نبوت سے پہلے ایمان لانا جائز نہیں اور نہ ہی اس کو نبی کہا جاسکتا ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ آپ کی عمر مبارک بارہ سال ہے، چالیس سال کا عرصہ مکمل نہیں ہوا آپ پر وحی نازل ہوئی ہے نہ آپ نے دعوی نبوت کیا ہے۔ محدثین بالخصوص شیخ محقق رحمہ اللہ کی تحقیق اور تحریر میں وہ مومن ہے جب مومن ہے تو اجماع کہاں گیا؟ یہ سوچنا بھی درست نہ ہوگا کہ شیخ محقق نے اجماع کے خلاف بحیراء کو مومنین اولین میں درج فرمایا ہے، ماننا پڑے گا کہ بحیراء راہب نے تمام حسی معجزات کو دیکھ کر لایسجد ان الالہی و ہذا رسول رب العالمین ہذا سید المرسلین کے جیسے کہے مہر نبوت کو دیکھا چوما اور پھر ایمان لایا۔ امام سہلی کا نقل فرمودہ مکیہ اجماع ایسے افراد کے بارے میں ہے جن کی نبوت پردہ خفاء میں ہو تعارف اور شہرت کا اعزاز اور مقام حاصل نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت روز اول سے متعارف اور مشہور ہے کتب سماویہ اور صحائف الہامیہ میں آپ کی نبوت کے ابواب اور انبیاء و رسل اور ان کی امتوں کے لبوں پر آپ کی ذات مقدسہ کے تذکرے ہیں ہر جاننے والا، آنے والے کو پابند تشہیر کرتا رہا۔ اگر تشہیر و تعارف کا یہ سلسلہ قائم دائم اور مستمر نہ ہوتا تو بحیراء راہب مہر نبوت کیوں دیکھتا؟ آپ کی نجی اور معاشرتی زندگی کے خدو خال کا تقابل اور موازنہ کتب سماویہ میں مندرجہ علامات اور نشانات سے کیوں کرتا؟ اور دیگر انبیاء کی طرح آپ کی نبوت کے لیے چالیس سال کا عرصہ ضروری ہوتا تو بحیراء کیوں ماننا اور پھر تصدیق و اقرار کے بعد ایمان کیوں لاتا؟ اور اگر چالیس سال کا عرصہ نبوت کے لیے شرط لازم ہوتا تو محدثین بارہ سال کی عمر مبارک میں ایمان لانے والے بحیراء راہب کو مومنین اولین کی صف میں کیوں کھڑا کرتے؟

تحقیقات نے لکھا کہ بعض کو اس حال میں نبی بنایا گیا ہے یعنی حالت صبا میں جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کا بظاہر کام مجید سے یہی شان اور مقام معلوم ہوتا ہے (ص ۳۳۱) جب کام مجید سے یہی ظاہر اور باہر ہے تو علامہ سید محمود آوٹی رحمہ اللہ کا فرمان حق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بچپن میں وحی کا آنا اور نبی ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ اللہ کے حبیب اور کنت نبیا و آدم نبین الماء والطين کی شان خاص اور مقام منفرد رکھتے ہیں۔

تحقیقات نے لکھا کہ اجماع کی خلاف ورزی ضلالت و کراہی ہوتی ہے۔ ص ۳۳۱ لیکن یہ امر اجماعی ہے کہ نزول وحی اور دعوی نبوت سے قبل ایمان لانا جائز نہیں کیونکہ نبوت ثابت نہیں اور اگر نزول وحی سے قبل کسی شخص سے کرامت کا ظہور اور صدور ہو تو وہ نبی نہیں۔ (تحقیقات۔ ص ۳۰۶)

تو کیا حکم ہے؟ بحیرار اہب ورقہ بن نوفل، اور حبیب نجار کے بارے میں؟ محدثین اور بالخصوص شیخ محقق رحمہم اللہ کے بارے میں جنہوں نے ان حضرات کے مومنین اولین ہونے کا فتویٰ دیا ہے بلکہ ورقہ بن نوفل کو صحابی کا درجہ بھی عطا کیا اور تحریر کیا ہے، اس عنوان میں ان کا اقدام بھی اجماع کے خلاف ہے۔

مزید: تحقیقات کی منقولہ عبارت۔ ص ۳۰۶ سے ثابت ہوا۔ نزول وحی سے قبل اور دعوی نبوت سے پہلے نبوت نہ ہونے پر اجماع ہے، جیسا کہ ولایسمی نبیا سے واضح ہے، تو کیا حکم ہے؟ امام رازی، علامہ سعد الدین تفتازانی، شیخ محقق اور علامہ سید محمود آوسی، ملا علی قاری، امام قونوی رحمہم اللہ کے بارے میں یہ علمائے اعلام نزول وحی اور دعوی نبوت سے قبل یعنی بعثت سے قبل نبوت کے قائل ہیں کیا یہ نفوس جاہلہ خرق اجماع کے مرتکب نہیں؟

حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطين مفید ظن نہیں

مفید قطعیت ہے

اور خرق اجماع کے حکم کی زد میں نہیں آتے؟ بالجزم، یقین نہیں آتے تو یہاں

حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطين اپنے ظاہری معنی پر نہیں تہتیت ص ۲۶۶

علامہ نصیر الدین سیالوی نے حدیث کنت نبیا الحدیث ونسبی الثبوت اور نسبی الدلائل قرآنیہ

۔ (ص ۳۹۳)

توضیحاً کہا جائے گا کہ علامہ نصیر الدین سیالوی نے خود کہا ہے کہ یہ حدیث پاک مختلف احوال

تے مروی ہے۔ (ص ۳۹۲)

امام اس حدیث پاک کے الفاظ اور راویوں کا تذکرہ کرنا ضروری محسوس کرتے ہیں تاکہ اصل حقیقت عیاں ہو چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں، اور ابو نعیم نے الدلائل میں قنادہ سے، انہوں نے الحسن سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کنت اول النبین فی الخلق و آخرهم فی البعث۔

۲۔ امام احمد، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں طبرانی، حاکم، بیہقی، ابو نعیم نے میسرۃ الفجر سے روایت کی کہ: قلت یا رسول اللہ متی کنت نبیا قال و آدم بین الروح والجسد۔

۳۔ امام احمد، امام حاکم، محدث بیہقی نے عرباض بن ساریہ سے تخریج کی، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی عہد اللہ انی ام الكتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ۔

۴۔ حاکم، بیہقی، ابو نعیم نے ابو ہریرہ سے تخریج کی قبل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم متی وجبت لك النبوة قال بین خلق آدم و نفخ الروح فیہ۔

۵۔ ہزار اور طبرانی نے الاوسط میں ابو نعیم کی الشعبی سے روایت جو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ قبل یا رسول اللہ متی کنت نبیا، قال و آدم بین الروح والجسد۔

۶۔ ابو نعیم نے ضابحی سے تخریج کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، متی جعلت نبیا قال و آدم منجدل فی الطین۔

۷۔ ابن سعد نے ابن ابی الجعداء سے تخریج کی: قلت یا رسول اللہ متی کنت نبیا قال اذا آدم بین الروح والجسد۔

۸۔ ابن سعد نے عبد اللہ بن الشخیر سے مروی حدیث کی تخریج کی۔ ان رجلا سال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متی کنت نبیا، قال بین الروح والطين بین آدم۔

۹۔ ابن سعد نے عامر سے تخریج کی: قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم متی انبت،

قال و آدم بین الروح والجسد حین اخذ منی الميثاق (الخصائص الکبری جلد

اول۔ ص ۷۷۔ ۸)

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح اور ثابت ہوا کہ حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء

والطين کے مختلف اور متعدد راوی ہیں، اور الفاظ بھی مختلف واقع اور وارد ہوئے ہیں لیکن بایں ہمہ سب کا

مدعا، موقف مدلول اور معنی ایک ہی ہے۔ یہ حدیث خبر واحد نہیں کہ ظنی الثبوت اور ظنی الدلائل ہو، اس

کے مختلف راوی اور متعدد اسناد ہیں، محدثین نے مختلف اور متعدد اسناد، مختلف اور متعدد راویوں کی زبانی

اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے، جس سے اس حدیث کا محدثین کے نزدیک حدیث مشہور

ہونا امر محقق ہے، شیخ الاسلام نے حدیث مشہور کی تعریف میں فرمایا: ماله طرق محصورة باكثر من

اثین ولم یبلغ حد التواتر (تدریب الراوی۔ ص ۲۲۹) حدیث مشہور کے لیے آئمہ حدیث نے جو

شرائط مقرر فرمائی ہیں۔ حدیث کنت نبیا ان پر پوری اترتی ہے لہذا اس حدیث کو خبر واحد قرار دے کر ظنی

الثبوت ظنی الدلائل قرار دینا علمی تعزیش ہے۔

ثانیا اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ خبر واحد ہے تو بھی اس کو تواتر معنوی کا درجہ حاصل ہے کیونکہ

اس حدیث کی تائید دوسری مروی متعدد احادیث اور متعدد طریقوں سے ہوتی ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ

نے فرمایا: واحادیث انما تكون ظنیہ اللهم الا اذا تعدد طرقا بحيث صار منواترا معنویا

فحينذ يكون قطعيا (شرح فقہ اکبر۔ ص ۱۲۱ مطبع سعیدی کراچی)

خبر واحد اگر پایہ ثبوت کو پہنچے، تعدد اسناد سے اس کی تائید نہ ہو تو مفید ظن ہے۔ اور اگر دیگر

اسناد سے اس کی تائید ہوتی ہو تو اس کو تواتر معنوی کا درجہ اور حکم حاصل ہے، یعنی وہ مفید ظن میں راتق مفید

قطعییت ہو جاتی ہے حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطين معنا متواتر ہے اور مفید قطعییت ہے۔ غلام

نصیر الدین سیالوی کا یہ تحریر کرنا کہ: جب یہ حدیث پاک مختلف الفاظ سے مروی ہے تو اس سے عالم ارواح میں بالفعل نبوت کا ثبوت قطعی کیسے ہو گیا، غلط اور لاعلم ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ غلام نصیر الدین سیالوی کو جب اتنا علم ہے کہ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے تو یہ علم بھی ہونا چاہیے کہ مختلف الفاظ سے مروی ہونا مستلزم ہے طرق مختلفہ متعددہ کو طرق کا تعدد اور الفاظ کا اختلاف مستلزم ہے حدیث کے تواتر معنوی کو جو موجب قطعیت ہے کما مرانفا من کلام ملا علی قاری۔ ہذا یہ حدیث تواتر معنوی کی قوت سے لبریز ہو کر عالم ارواح میں نبوت بالفعل کے لیے موجب قطعیت ہے، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، امام احمد، طبرانی، حاکم، بیہقی، ابونعیم نے مسیرۃ الفجر سے جو روایت کی ہے اس کے مطابق یہ حدیث مرفوع ہے۔ بزاز، طبرانی نے بہ سند امام الشعمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اس سند کے اعتبار سے یہ حدیث مرفوع ہے۔ خیر واحد نہیں عالم ارواح میں آپ ﷺ کے نبی بالفعل ہونے کے لیے مفید قطعیت ہے، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ونبوت آنحضرت ثابت بود در اں عالم چنانچہ فرمود کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۳) آنحضرت ﷺ کی نبوت عالم ارواح میں ثابت تھی جیسا کہ آپ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے، آگے فرمایا۔ لیکن نبوت آنحضرت ظاہر معلوم بود در میان ملائکہ و ارواح و نبوت انیاں مکنون و مستور بود بلکہ میگویند کہ روح آنحضرت ﷺ در اں عالم ربی ارواح انبیاء و مفیض علوم الہیہ بود برایشاں چنانچہ در نشاۃ دنیا مبعوث و مرسل بود بر سائر نبی آدم، پس وے ﷺ نبی مرسل بود در اں عالم بالفعل در خارج نہ در علم الہی فقط (مدارج النبوت جلد دوم ص ۳) لیکن رسول اللہ ﷺ کی نبوت ارواح اور ملائکہ کے درمیان ظاہر اور سب کو معلوم تھی۔ اور دیگر انبیاء کرام کی نبوت مخفی اور پوشیدہ تھی، بلکہ محدثین یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی روح عالم ارواح میں انبیاء کی ارواح کے لیے مربی، اور ان پر علوم الہیہ کے فیضان کے لیے مفیض تھی، اسی طرح جس طرح دنیا میں نبی اور رسول کی حیثیت سے مبعوث ہو کر تمام اولاد آدم کے لیے مربی اور مفیض ہیں، پس رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں حقیقتاً بالفعل نبی تھے، فقط علم الہی میں نبی نہیں تھے۔

شیخ محقق کی مذکورہ وضاحت اس بات کی بین دلیل ہے کہ عالم ارواح میں آپ کی نبوت قطعی اور یقینی تھی، اور آپ بالفعل نبی ہو کر ملائکہ اور ارواح انبیاء کے لیے مربی اور مفیض تھے، آپ کی عملی اور فعلی نبوت کی وساطت اور فیضان سے انبیاء کرام کی ارواح پر علوم الہیہ کی ارزانی ہو رہی تھی، اگر آپ کی نبوت حتمی، قطعی، یقینی اور عملی نہ ہوتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ اور ارواح انبیاء کے لیے مربی ہوتے نہ معلوم، شیخ محقق کی توضیح اور تصریح کے مقابل غلام نصیر الدین کا قول غلط اور مردود ہے۔ خود تحقیقات نے کئی بار عالم ارواح میں آپ کی بالفعل نبوت کو حتمی، قطعی تسلیم کیا ہے۔ غلام نصیر الدین سیالوی کے انکار اور نفی کی کیا حیثیت باقی رہ گئی ہے؟

غلام نصیر سیالوی نے لکھا کہ جب قطعی الثبوت اور قطعی الدلائل میں تاویل کرنے والا کافر نہیں ہے تو ظنی الثبوت اور ظنی الدلائل میں تاویل کرنے والا کافر ہو گیا، ص ۳۹۳

توضیحا کہا جائے گا کہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلائل امر میں تاویل کرنے والا بے شک کافر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جب ظاہری معنی معذور ہو اور کوئی استحالہ لازم آتا ہو تو تاویل کرنا جائز ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطين، ظنی الثبوت اور ظنی الدلائل نہیں، بلکہ یہ حدیث مرفوع اور معنا متواتر ہے، مفید قطعیت ہے۔ حدیث پاک کو ظاہری معنی پر محمول کرنے سے تعذر لازم آتا ہے نہ استحالہ شرعیہ، حدیث پاک کو ظاہری معنی سے معزول اور معدول کرنا ہرگز روا نہیں۔

غلام نصیر الدین سیالوی نے لکھا کہ: نبی پر تبلیغ ہر حال میں فرض ہوتی ہے: ص ۳۹۸

شیخ محقق رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا: ونبی یمذّب ایشاں لازم نیست کہ داعی و مبلغ باشند بلکہ اگر وحی کردہ شود یسوی دے در خاصہ نفسے وے بس است (اشعة اللمعات جلد سوم، ص ۶۳۶، تحقیقات ص ۱۹۱)

محدثین کے مذہب میں نبی کے لیے داعی اور مبلغ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر اس کی طرف وحی کی جائے صرف اس کی ذات کی اصلاح کے لیے تو یہ بھی اس کے نبی ہونے کے لیے کافی ہے۔ ثابت ہوا

نبی کے لیے وحی کا ہونا ضروری ہے، داعی اور مبلغ ہونا ضروری یعنی فرض نہیں۔

مزید لکھا کہ: نیز اس بات کی بھی ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ نبی پر تبلیغ فرض نہ ہو اور ولی پر فرض ہو

حالانکہ نبی کی شان یہی ہے فبعث الله النبيين مبشرين و منذرين ص۔ ۳۹۸

توضیحا کہا جائے گا کہ نبی مبشر اور منذر ہوتے ہیں مگر ذوالحال اور حال کے درمیان اتحاد وقت

جزو لازم ہے اور یہ وقت مخصوص اور معین بہ بعثت ہے، بعثت کے بعد ہر نبی پر تبلیغ فرض ہے۔ قبل از بعثت فرض نہیں۔

پھر ”انا ارسلناك شاهدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الى الله باذنه“ سے استدلال

کرتے ہوئے کہا کہ: ظاہر بات ہے مبشر اور نذیر ہونا بغیر تبلیغ کے ممکن ہی نہیں۔ ص ۳۹۸

توضیحا کہا جائے گا کہ: یہ آئیہ کریمہ ان صفات پر مشتمل اور ان ہی الفاظ پر مبنی، رسول اللہ ﷺ

کی تعریف میں توراۃ میں بھی موجود تھی، حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں عبد اللہ بن عمرو بن

العاص رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی میں نے ان سے پوچھا توراۃ میں رسول اللہ ﷺ کی جو

صفات مذکور ہیں ان میں سے مجھے کچھ بتاؤ تو انہوں نے کہا: واللہ انہ لموصوف فی التوراة

بصفته فی القرآن یا ایہا النبی انا ارسلناك شاهدا و مبشرا و نذیرا (البدایہ والنہایہ، جلد

۲ ص ۳۰۲) قسم بخدا بے شک آپ ﷺ ان ہی صفات سے موصوف ہیں جو قرآن میں بیان ہوئی

ہیں، پھر انہوں نے یہ آئیہ کریمہ تلاوت کی بقول غلام نصیر الدین اگر مبشر اور نذیر کا اطلاق اور مصداق

آپ کے بالفعل مبلغ ہونے پر موقوف پر ہے تو تقدم الشی علی نفسه لازم آتا ہے (۲) تقدم الصفہ علی

الموصوف لازم آتا ہے، دونوں کا بطلان بدیہی ہے، ماننا پڑے گا نبی کے لیے بعثت سے قبل تبلیغ فرض

نہیں کما هو مذهب المحدثین، وذهب الیہ الشیخ المحقق رحمہ اللہ۔

اسی ضمن میں ایک سوال کیا گیا ہے کہ: ہمارے مہربان یہ ارشاد فرمائیں کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ

والسلام ﷺ کے والدین کریمین صحابی نہیں جبکہ حضرت آمنہ کا وصال اس وقت میں ہوا جبکہ آپ کی عمر

چھ سال تھی، زید بن عمرو بن نفیل نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام ﷺ کا زمانہ پایا ہے لیکن اعلان نبوت کا

زمانہ نہیں پایا، اس لیے امام ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں اور علامہ عراقی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل صحابی نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے پہلے دیکھا اور صحابی ہوتا ہے جو نبوت کے بعد سرکارِ عالیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی زیارت کرے۔ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وقت ولادت سے نبی تھے تو علماء کے ان اقوال کا کیا مطلب ہے؟ (ص ۲۰۲) توضیحی کہا جائے گا کہ باشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روز ولادت سے ہی نبی تھے، اس حوالے سے اقوال و دلائل کا ذخیرہ پہلے آچکا ہے اعادہ نہیں کریں گے۔ البتہ آپ کے والدین کریمین اور زید بن عمرو بن نفیل کے صحابی نہ ہونے کی وجہ ضرور تحریر کریں گے، امام علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں صحابی کی تعریف میں فرمایا من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المسلمین ثم مات علی الاسلام۔

شرح تہذیب میں ہے۔ ہم المومنون الذین ادرکوا صحبة النبی علیہ السلام مع الایمان۔

ثابت ہوا صحابیت کے لیے فقط رؤیت، اور نبوت کے زمانے کو پانا کافی نہیں بلکہ حالت ایمان میں دیدار سے مشرف ہونا اور ایمان پر خاتمہ ہونا شرط ہے، والدین کریمین اور زید بن عمرو بن نفیل نے آپ کی زیارت کی زمانہ پایا مگر ایمان نہ لائے اس لیے صحابی نہ بن سکے۔ محدث ابن مندو، ابو نعیم نے بجزاء رابب کو صحابہ میں شمار کیا ہے لیکن شیخ محقق نے اس کو رد فرمایا ہے، شیخ نے بجزاء رابب کو مسلمان تو کہا مگر صحابی تسلیم نہیں کیا۔ شیخ کی اصل عبارت یہ ہے: پس وے یکے سانیت کہ ایمان آوردند با نحضرت پیش از نبوت، مثل حبیب بن جابر در قصہ اصحاب اقریہ وغیرہ (مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۲۶)

شیخ رحمہ اللہ نے صحابی کی تعریف میں فرمایا: آنکہ ورقہ را صحابی توان گفت ظاہر تعریف صحابی کہ کردہ اند: من رای النبی مومنا بہ صادق است (مدارج، جلد دوم، ص ۳۲) معلوم ہوا کہ صحابی ہونے کے لیے آپ کا زمانہ پانا، اور آپ کی زیارت سے مشرف ہونا کافی نہیں

بلکہ ان کے ہمراہ آپ کو نبی ماننا اور آپ پر ایمان لانا بھی صحابی ہونے کی شرائط ہیں اس لیے آپ کے والدین کریمین اور زید بن عمرو بن نقیل صحابی نہیں ہیں لہذا غلام نصیر الدین سیالوی کا استفسار کی صورت میں وقت ولادت سے آپ کے نبی نہ ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔

آپ پہلے نبی ہیں اور پھر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

غلام نصیر الدین سیالوی نے اس موقف پر کہا: نبی پر ہر حال میں تبلیغ فرض ہے، آیہ کریمہ انا ارسلناک شاہداً اور مبشر اور نذیراً سے استدلال لیا ہے اور یہ کہا ہے کہ مبشر اور نذیر ہونا تبلیغ کے بغیر ممکن نہیں۔ (ص ۳۹۸)

توضیحاً کہا جائے گا کہ: آیہ کریمہ کا آغاز یا لہھا النبی سے ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پہلے آپ نبی ہیں، پھر رسول اور پھر مبشر اور نذیر، یعنی پہلے آپ کو نبی مرسل بنایا گیا، پھر آپ مبشر و نذیر بنائے گئے، پہلے گزر چکا ہے کہ محدثین کے مذہب پر نبی کے لیے دعوت و تبلیغ شرط نہیں ہاں نبی مرسل جو درحقیقت صاحب کتاب رسول ہے اس پر دعوت و تبلیغ فرض ہے اور اگر مبشر و نذیر کا تعلق آپ کے دور نبوت سے ہے تو یا لہھا النبی بھی آپ کو دور نبوت میں ہی کہا گیا ہے اس سے بھی آپ کی نبوت کا رسالت پر تقدم ثابت ہوتا ہے، چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کی تائید میں نقل فرمایا۔ جسے گفتہ اند نبوت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مقدم است بر رسالت و علی غیہ وسلم، ویر مذہب محدثین در نبوت تبلیغ و انذار شرط نیست و نزول وحی برائے تکمیل نفس کافی است۔ چنانکہ سورہ اقراء برائے تعلیم و تکمیل دے نازل شد، و آں نبوت است، بعد ازاں نازل شد یا لہھا المدثر برائے تبلیغ و انداز و ایں رسالت است۔ (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۵)

بعض علماء محدثین نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت رسالت پر مقدم ہے، محدثین کے مذہب پر نبوت کے لیے تبلیغ و انذار شرط نہیں، نفس کی تکمیل کے لیے صرف وحی کا آنا ہی کافی ہے، جیسا کہ سورہ اقراء تعلیم و تکمیل نفس کے لیے نازل ہوئی، یہ نبوت ہے اس کے بعد سورہ یا الیہ المدثر نازل ہوئی یہ نزول تبلیغ و انذار کے لیے ہے اور یہ رسالت ہے۔ لیکن اس سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ

سورہ اقرء کے نزول سے قبل آپ نبی نہیں تھے، کیونکہ علمائے محدثین نے وحی کے مراتب کا تعین کرتے ہوئے الروتہ الصالحہ کو وحی کی قسم اول شمار کیا ہے، پورے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ نبی کے لیے تبلیغ اور انذار فرض نہیں، غلام نصیر الدین سیالوی کا نبی کے لیے تبلیغ کو قرض قرار دینا غلط اور خلاف نقل ہے۔ غلام نصیر الدین سیالوی نے تحریر کیا کہ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا سرکارناہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ آپ کے امتی ہوں، جیسے اللہ رب العزۃ آپ علیہ السلام کی تعظیم کرتا ہے اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اللہ رب العزۃ آپ علیہ السلام کا امتی ہے۔ (ص ۳۹۶)

توضیحا کہا جائے گا کہ شیخ احمد بن محمد بن ناصر السلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: فنبینا صلی اللہ علیہ وسلم هو نبی الانبیاء والرسل نوابہ، ویكون قوله عليه الصلوة والسلام وبعثت الى الناس كافة ای من عرب وعجم واسود و احمر الشامل للجن (اجماعاً وللملئكة) علی ارجح القولین لا يختص به الكائنون فی زمنه الی يوم القيامة بل يتناول من قبله ایضاً (جواہر البحار، جلد رابع ص ۲۰۵) ہمارے نبی سنیؑ انبیاء کے بھی نبی ہیں اور رسول آپ کے تابعین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”بعثت الی الناس كافة“ کا معنی یہ ہوگا کہ مجھے عرب، عجم، سیاہ سرخ کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے، آپ کا یہ فرمان جنات کو اجماعاً، اور ملائکہ کو ترجیحاً شامل ہے اور یہ فرمان بعثت آپ کے زمانہ اقدس میں لوگوں کے لیے نہیں بلکہ جو لوگ پہلے ہو گزرے ہیں اور جو لوگ قیامت تک ہوں گے سب کو شامل ہے۔ کلام شیخ سے واضح ہوا کہ آپ تمام انبیاء و رسل کے نبی ہیں، آپ کی بعثت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے ہے جب آپ نبی الانبیاء ہیں تو تمام نبی و رسول آپ کے امتی ہیں شیخ سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: فهو عليه الصلوة والسلام نبی الانبیاء و لذا يكون فی الآخرة جمعهم تحت لوائه وقد ظهر فی الدنيا حين صلی بهم ليلة الا سراء اماما۔ (جواہر البہار۔ ایضاً)

پس آپ ﷺ انبیاء کے بھی نبی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آخرت میں تمام انبیاء و رسل آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، آپ ﷺ کا نبی الانبیاء ہونا دنیا میں بھی ظاہر ہوا جبکہ لیلۃ الاسراء کے موقع پر آپ نے امام بن کر تمام انبیاء و رسل کو نماز پڑھائی۔ جب آپ نبیوں اور رسولوں کے بھی نبی ہیں تو تمام انبیاء و رسل آپ کے امتی ہیں، شب اسراء کو انبیاء و رسل کا امتی ہونا ظاہر ہو چکا ہے کیونکہ تمام انبیاء اور رسولوں نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی ہے، لہذا غلام نصیر الدین سیالوی کا یہ تحریر کرنا کہ عالم اجسام میں انبیاء علیہم السلام سرکار علیہ السلام کے امتی نہیں ہیں۔ (ص ۳۹۶) غلط اور خلاف نقل ہے۔ واضح رہے کہ امت دو قسم ہے امت دعوت اور امت اجابت شیخ احمد سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ان الامة على قسمين امة دعوة و امة احابة پھر فرمایا: اذا اوجب على كل من اجابه من امته تعظيمه و توقيره و اعتقاد صدقه و اعزازه و محبة كان معترفا بان الانبياء و اممهم داخلون في امته لان الانبياء يعظمونه و يصدقونه (جواہر البحار۔ جلد رابع ص ۲۰۹)

جب امت اجابت کے ہر فرد پر آپ کی تعظیم، توقیر، اور آپ کی سچائی کا اعتقاد رکھتا، اور آپ کی عزت کرنا، آپ سے محبت کرنا واجب ہے تو اس بات کا اعتراف کرنا ہوگا کہ تمام انبیاء اور ان کی امتیں آپ کی امت میں داخل ہیں، کیونکہ انبیاء کرام بھی آپ کی تعظیم کرتے اور آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔

پھر فرمایا: ان الانبياء من امته صلى الله عليه وسلم (ص ۲۰۹) انبیاء کرام آپ کی امت سے ہیں یعنی آپ کے امتی ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ انبیاء کرام رسول اللہ ﷺ کی امت اجابت ہیں کیونکہ وہ بھی آپ کی عظمت کے قائل اور آپ کی نبوت، ذات و صفات کی تصدیق کرتے ہیں۔ بے شک اللہ رب العزة بھی آپ ﷺ کی تعظیم کرتا ہے مگر وہ امت اجابت نہیں کیونکہ بحث بعثت الی الناس کافہ میں ہے اس کا تعلق مخلوق سے ہے خالق سے نہیں۔ علامہ

سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ولہذا یأتی عیسیٰ علیہ السلام فی آخر الزمان حاکما
 یشریعہ وهو نبی کریم علی حالہ وهو واحد من هذه الامة ایضاً بل صحابی لا
 یتاعہ لشرع المصطفیٰ ولا اجتماعہ بہ فی لیلۃ الاسراء وهو حی الخ (جواب
 البہار جلد رابع ص ۲۰۶)

اور اسی لیے اُمحری زبانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لائیں گے۔
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے حالانکہ آپ (عیسیٰ علیہ السلام بدستور نبی مکرم
 ہونگے، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی ہوں گے۔ بلکہ آپ کے صحابی ہوں گے، کیونکہ آپ بھی
 شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیح ہونگے، اور اس لیے بھی کہ آپ شب معراج میں بحالت حیات اجتماع
 انبیاء و رسل میں موجود تھے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز
 پڑھی تھی۔ اس سے واضح اور ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی انبیاء کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی
 ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی امت اجابت میں داخل اور شامل
 ہیں۔

اظہار نبوت میں چالیس سال کا وقفہ کیوں ہے؟

الشیخ العلامة سلاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: فحقیقۃ موجودۃ من ذالک الوقت وان تاخر
 جسده الشریف المتصف بہا، واتصاف حقیقۃ تبتلک الاوصاف العظیمة
 المفاضۃ علیہا من الحضرة الالہیۃ قبل خلق آدم بمدة وانما تاخر البعث
 والتبلیغ حتی ظهر صلی اللہ علیہ وسلم وبالجملة فلا کمال لمخلوق اعظم من
 کمالہ، ولا محل اشرف من محله وقد عرفنا بالخبر الصحیح ذالک الکمال له
 قبل خلق اللہ الآدم علیہ السلام افاض علی حقیقۃ النبوة فی ذالک الوقت
 واخذله الموائق والعہود علی الانبیاء (جواب البہار، جلد رابع ص ۲۰۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی حقیقت اس وقت بھی موجود تھی جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، اگرچہ آپ کا جسد شریف تاخیر سے وصف نبوت سے متصف ہوا آپ کی حقیقت مقدسہ تخلیق آدم سے پہلے ہی ان اوصاف عظیمہ سے متصف تھی جو بارگاہ الہی سے ایک مدت پہلے آپ پر فیضان ہوئے تھے، صرف بعثت اور تبلیغ کو آپ کے ظہور یعنی اظہار نبوت تک موخر کیا گیا تھا، ماحصل یہ ہے کہ مخلوق کے لیے نبوت سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں، مرتبہ نبوت سے بلند کوئی مقام نہیں خبر صحیح (کنت نبیا الحدیث) سے معلوم ہو گیا ہے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل یہ کمال آپ کو حاصل تھا، اور اس وقت آپ کی حقیقت مقدسہ پر نبوت کا فیضان ہو چکا تھا انبیاء کرام سے آپ کے لیے عہد اور میثاق لیا جا چکا تھا۔

علامہ موصوف کے کلام سے ثابت ہوا کہ ”کنت نبیا الحدیث“ صحیح ہے، نبوت کا موصوف اور نبوت کا محل آپ کی حقیقت مقدسہ ہے اور اول سے لے کر نزول وحی تک آپ کی نبوت کا دوام اور استمرار موجود ہے، اور آپ کی وہی حقیقت جلوہ گر ہے جو نبوت کا موصوف اور محل ہے، صرف بعثت اور تبلیغ موخر ہے، مخلوق انسانی کے لیے سب سے اعلیٰ کمال اور بلند تر رتبہ نبوت ہے نبی سے یہ کمال واپس نہیں لیا جاتا اور نہ ہی پردہ خفاء میں رکھا جاتا ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ نزول وحی سے قبل آپ نبی نہیں تھے غلط اور بے بنیاد بات ہے رہا یہ کہ چالیس سال کی عمر تک بعثت اور تبلیغ کیوں موخر ہے؟

علامہ سلاوی نے فرمایا: فان لك معنى حديث كنت نبيا انه ليس بالعلم بل بامر زائد على ذلك وانما يفترق الحال فيما بعد وجود جسده الى بلوغه الاربعين بالسنة الى المبعوث اليهم وعدم تاهلهم لسماع كلامه لا بالنسبة اليه ولا اليهم ولو تاهلوا السماعه وقبوله فمن وكل رجلا في تزويج ابنته اذا وجد كفوالها فالو كالة صحيحة والوكيل اهل لها (جواهر البحار - جلد رابع - ص ۲۰۷)

حدیث کنت نبیا کا معنی آپ معلوم کر چکے کہ اس کا معنی علم الہی میں آپ کا نبی ہونا نہیں ہے بلکہ فی الواقع اور حقیقت میں تخلیق آدم سے قبل آپ نبی تھے، لیکن عالم اجساد میں نبوت کی صورت حال مختلف ہو جاتی ہے کہ چالیس سال کی عمر مکمل ہونے پر نبوت کا اعلان کیوں کیا گیا؟ چالیس سال کی عمر کی شرط مبعوث الیم (مخلوق) کے اعتبار سے ہے، یعنی مخلوق میں آپ کے کلام کی سماعت اور برداشت کی اہلیت نہیں تھی لیکن عدم اہلیت کا تعلق نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور نہ مخلوق سے (یعنی اس کی ذمہ داری دونوں پر نہیں آتی) اس کی مثال یوں ہے کہ ایک شخص ایک آدمی کو اپنی بیٹی کے نکاح کرانے پر وکیل مقرر کرتا ہے، جب کفو پائی گئی تو اس کی وکالت صحیح ہے اور وکیل وکالت کا اہل بھی ہے، اگر کفو نہ مل سکی تو وکالت صحیح نہیں نہ وکیل اس کا اہل ہے۔ اللہ کا نبی اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان سفارتکار ہے سفارتکاری کے لیے بندوں کا اہل ہونا ضروری ہے۔ ماحول اور تقاضائے قوم کے تحت آپ کو چالیس سال عمر کی تکمیل پر اظہار نبوت کا حکم دیا گیا۔ یعنی چالیس سال سے قبل، ماحول زمانہ اور عربوں کی حالت کلام نبوت کی تفہیم اور اظہار نبوت کے معاملات کی متحمل نہ تھی۔ اس لیے نبی ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور نہ اظہار فرمایا۔

غلام نصیر الدین سیالوی نے لکھا کہ ہمیں دھانسیں یہ حکم کہاں نازل ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ نہیں فرمائی اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال تک تبلیغ نہیں فرمائی۔ (ص ۳۹۸)

توضیحا کہا جائے گا کہ: محدثین کا مذہب پہلے نقل ہو چکا ہے کہ نبی پر تبلیغ اور انذار قرض نہیں، چالیس سال قبل نبوت ہونے کے ہم دعویٰ دار ہیں، اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے بے شمار دلائل اور ثبوت ہم نقل کر آئے ہیں، تحقیقات کا موقف نبی اور نفی ہے، یہ ذمہ داری تحقیقات پر عائد ہوتی ہے کہ وہ بتائے کہ فلاں دلیل کی روشنی میں چونکہ آپ مبشر اور نذیر نہیں تھے اس لیے تبلیغ نہیں فرمائی۔ ہمیں وہ حدیث بتائیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ نزول وحی سے پہلے میں

نبی نہیں تھا یا ایسی آیت بتائی جائے جس میں چالیس سال سے قبل آپ کے نبی نہ ہونے کو دلالتہ النص، بلکہ اشارة النص سے ثابت کیا گیا ہو بلکہ آئیہ کریمہ یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہدا و مبشرا و نذیرا دعا عیا ہزاروں سال پہلے نازل فرما کر تورات کا حصہ بنایا گیا ہے۔ اور جب قرآن نازل ہوا آپ کی نبوت اور رسالت کے متعلقہ ان اوصاف جلیلہ کو حصہ قرآن بنایا گیا، جس سے آپ کا ان اوصاف سے متصف ہونا قطعی ہوا لیکن غلام نصیر الدین سیالوی نے لکھا کہ شرح مواقف میں ہے کہ نبی ﷺ ہوتا ہی وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ فرمائے میں نے تمہیں فلاں قوم کی طرف بھیجا ہے کہ تم ان کو تبلیغ کرو۔ (ص ۳۳۹)

توضیحا کہا جائے گا کہ اس شرط اور قید کی بناء پر آئیہ مقدسہ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ یہ آیت حصہ تورات ہے، تورات کے زمانے میں آپ نبی ہیں نہ مبشر اور نذیر تبلیغ کے بغیر ان اسمائے صفاتیہ کا آپ ﷺ پر اطلاق ہوا ہے اور نہ آپ ﷺ اس کے مصداق ہیں جیسا کہ غلام نصیر الدین سیالوی نے اس سے ما قبل اس صفحہ پر واضح تحریر کیا ہے، تورات کے حوالے سے اگر ان اسمائے صفاتیہ کو مایول الیہ اور امر محقق فی المستقبل سے جوڑ کر اطلاق کو درست قرار دیا جائے تو پھر بھی غلام نصیر الدین سیالوی کا قول باطل قرار پاتا ہے کیونکہ تورات کے حوالے سے ان کا تحقق مشروط مربوط یہ مستقبل ہے کیونکہ ان اسمائے صفاتیہ کا محل مدلول، اور موصوف متحقق فی الخارج نہیں مگر پھر بھی اطلاق درست ہے لیکن غلام نصیر الدین سیالوی کے کلیہ کے مطابق اطلاق بعد از تحقق مدلول اور موصوف ہوا ہے، اور بعد از فعل موصوف، و مدلول ہوا ہے، جبکہ آئیہ کریمہ میں اطلاق اس وقت ہوا ہے جبکہ نہ مدلول و موصوف موجود ہے اور نہ فعل موصوف، ان دونوں اطلاقات، اور مفاہیم کے درمیان بعد شدید ہے۔ غلام نصیر الدین سیالوی کے فارمولے کے مطابق فعل تبلیغ پہلے ہوا اور پھر آپ کو مبشر اور نذیر فرمایا گیا۔ یہ غلط ہے کیونکہ آپ کی بعثت تورات کے زمانے میں یا اس سے پہلے نہیں ہوئی، پھر اس فارمولے کی بناء اور صدق پر تقدم الشی علی نفسہ

لازم آتا ہے، یہ باطل ہے، یہ بطلان غلام نصیر الدین سیالوی کے کلیے سے لازم آتا ہے لہذا غلام نصیر الدین سیالوی کا کلیہ بذات خود غلط، خلاف حقائق اور مورث استحالہ ہے۔

بعثت کیا ہے؟ نبوت کے معنی میں ہے؟

غلام نصیر الدین سیالوی نے اپنے موقف کی تائید میں سیرت حلبی سے نقل کیا

کہ: ”البعثة عبارة عن النبوة (ص-۳۸۳)

بعثت کا معنی اعطائے نبوت ہے۔

توضیحاً کہا جائے گا کہ اگر بعثت کا معنی صرف نبوت ہو تو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا حتی من الله على بالبعثة وجعلني نبيا رسولا کا معنی کیا ہوگا (نسیم الریاض - جلد دوم ص ۱۴) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا اور مجھے نبی مرسل کی حیثیت میں مبعوث فرمایا، معلوم ہوا بعثت کا معنی نبی مرسل بنانا ہے۔ صرف نبوت نہیں۔

امام ماوردی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لما دنا مبعث رسول الله بالنبوة رسولا“ جب رسول اللہ ﷺ کو نبی مرسل بنا کر بھیجنے کا وقت قریب آیا (جواہر البحار - جلد ۱ - ص ۱۰۳-۱۰۴) پھر فرمایا: جب اللہ تعالیٰ الی رسولہ الخلاء یہاں بھی لفظ رسول واقع ہوا ہے، یعنی جب آپ کے رسول بنائے جانے کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب اطہر میں گوشہ نشین کو محبوب کر دیا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفا شریف میں الفاظ حدیث یہ درج فرمائے ہیں ”حتی اکرمتمی اللہ برسالتہ“ (ص-۸۰) حتی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے منصب رسالت سے مکرم فرمایا:

یہاں فی علوم القرآن میں ہے کہ اول ما نزل للرسالة یا ایہا المدثر، پھر بھی نزول وحی اور نزول قرآن کے بعد رسالت ہے غلام نصیر الدین سیالوی کا بعثت کا معنی صرف نبوت کرنا غلط ہے۔

غلام نصیر الدین سیالوی نے بعثت کے معنی نبوت کی تائید میں معراج کی رات عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام کا فرمان غلام بعث بعدی نقل کیا ہے۔ (ص۔ ۳۹۷)

توضیحا کہا جائے گا کہ مندرجہ بالا حوالہ جات ثابت کرتے ہیں کہ بعثت کا معنی صرف نبوت نہیں بلکہ نبوت اور رسالت کا مجموعہ ہے۔

سفر شام میں بحیراراہب سے ملاقات ہوئی تو اس نے یبعثہ اللہ رحمة للعالمین، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کی شرح میں فرمایا ای یوسلہ اویظہر رسالتہ (مرقات۔ جلد۔ ۱۱ ص۔ ۲۰۷) معلوم ہوا بعثت کا معنی رسالت اور اظہار رسالت ہے، مزید فرمایا: ”ثم المبعث مصدر میمی بمعنى البعث من بعث اذا ارسل“ (مرقات۔ جلد۔ ۱۱ ص۔ ۱۰۲) مبعث مصدر میمی ہے، اس کا معنی البعث ہے، بعث سے ماخوذ ہے جس کا معنی بھیجنا ہے۔

معلوم ہوا بعثت کا معنی ارسال اور رسالت ہے۔

شیخ محقق رحمہ اللہ نے۔ حدیث بعث رسول اللہ ﷺ کی تفسیر میں فرمایا: ہر ایچختہ و قرستادہ شد رسول اللہ ﷺ کو منتخب کیا گیا اور رسول بنا کر بھیجا گیا۔ (اشعة اللمعات جلد چہارم۔ ص۔ ۵۰۵) مزید فرمایا: مبعث بمعنی بعث، مراد براہیختن و فرستادن آنحضرت ﷺ بر رسالت بسوئے کافہ خلق۔ (اشعة اللمعات۔ جلد ۴۔ ص۔ ۵۰۴)

مبعث بعث کے معنی میں ہے، بعث سے مراد آپ ﷺ کی نامزدگی، اور ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجنا ہے، ثابت ہوا شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک بعثت کا معنی رسالت دیکر بھیجنا ہے۔ صرف رسالت نہیں جس طرح غلام نصیر الدین سیالوی وغیرہ نے سمجھ رکھا ہے۔ شیخ محقق وہی ہیں جن کے بارے میں تحقیقات نے لکھا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے بڑا نبی مکرم ﷺ کا محبت صادق اور عاشق صادق اور احادیث رسول اللہ ﷺ اور ان کے مطالب و معانی تک رسائی حاصل کرنے والا اور ان جیسا کوئی محقق اس متحدہ ہندوستان میں نہیں گزرا۔

اگر تحقیقات کے یہ الفاظ صدق دل کی پیداوار ہیں تو تحقیقات اور اس کے حامیوں اور مویدین کو ماننا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ بعثت سے قبل نبی تھے، عالم ارواح والی نبوت آپ سے سلب ہوئی تھی نہ آپ معزول ہوئے تھے بلکہ وہ نبوت دائمہ اور مستمرہ تھی۔ (تحقیقات۔ ص ۲۷۲) اور چالیس سال عمر شریف کی تکمیل پر آپ کو منصب رسالت دیکر خلق کا فہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ ابوالحسنات محمد عمر حیات باروی نے تجویز دی ہے کہ مسلمہ اکابرین شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت اشواہد رضا خان بریلوی وغیرہ ہمارے کسی کو فیصل مان لودودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔ (ص ۲۸) ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔

شیخ محقق رحمہ اللہ کی تحقیق تھوڑا سا پہلے آچکی ہے۔ اب اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کی تحقیق اور عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ جب سورہ اقراء نازل ہوئی تو آپ ﷺ کو فضیلت رسالت حاصل ہوئی۔ (مطلع القمرین۔ ص ۱۲۳) نوٹ لگا کر اس کا معنی نبوت کرنا غلط ہے، بحمد اللہ ہم نے توضیحات میں شاہ عبدالحق محدث کی عبارات کی کثرت کی ہے، عمر حیات باروی کی یہ تجویز شروع سے ہمارے مد نظر تھی اس لیے ہم نے کلام شیخ کی کثرت کا اہتمام والتزام کیا ہے۔

محمد عبدالرشید رضوی نے امام سالمی کے متعلق لکھا کہ ان کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حضور ﷺ اعلان نبوت سے قبل بالقوہ نبی تے اور اعلان نبوت کے بعد بالفعل نبی تھے امام عبدالشکور سالمی کا عقیدہ کیا ہے التمہید کے مندرجات سے واضح کر دیا گیا ہے عبدالرشید رضوی کا قول غلط ہے۔ تحقیقات میں جواہر البحار کے حوالہ جات کافی درجہ کئے گئے ہیں الحمد للہ ہم نے بھی کتاب مذکور (جواہر البحار) سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ فیصلہ ناظرین اور قارئین۔ ہاتھ میں ہے وہ تحقیقات اور توضیحات کے درمیان صدق موقف کا تعین کریں۔

خالق ارض و سماء معبود ہر دوسرا ، مالک یوم الجزا بوسیله
 سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء الی یوم البعث والجزا ہماری اس حقیر سی کاوش کو اپنی
 بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاء النبی المرسلین علیہ التحیۃ
 والتسلیم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین ○

راجی غفران

قاضی محمد عظیم نقشبندی کھوٹی رنہ

آزاد کشمیر۔ ۲۳ اپریل ۲۰۱۲۔ بروز پیر